عمران سیریز
جلد نمبر
12
ہمبگ دی گریٹ
39 - ہیروں کا فریب
40 - دلچسپ حادثہ
41 - بے آواز سیارہ
42 - ڈیڑھ متوالے
ابن صفی

پیشرس

لاہور سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ میرے دو ناول "پتھر کا خون" اور "شفق کے پجاری" انگریزی کے ناولوں سے براہِ راست ہتھیا لئے گئے ہیں! اُن کی خدمت میں گذارش ہے کہ انہوں نے صرف دو ناولوں کا تذکرہ کر کے مجھ پر بے حد رحم کیا ہے۔ بہتیرے حضرات تو میری ساری کہانیوں کو "مال مسروقہ" قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ میں جاسوسی دنیا کے ڈائمنڈ جوبلی ایشو میں اُن چند ناولوں کا تذکرہ کر چکا ہوں جو جزوی یا کلی طور پر انگریزی سے مستعار ہیں۔ یہ تعداد میں صرف سات ہیں! تفصیل ڈائمنڈ جوبلی نمبر کے پیش لفظ میں ملاحظہ فرمائیے۔!

اس قسم کی خیال آرائیوں پر مجھے عموماً ہنسی آتی ہے! ہنسی ہی آنی چاہئے! تاؤ کھانے کی قطعی گنجائش نہیں! کیونکہ ڈیڑھ سو سالہ غلامی نے ہمیں من حیث القوم جس احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا ہے اس سے آہستہ آہستہ ہی نجات ملے گی۔ فوری طور پر گلو خلاصی ممکن نہیں۔ ہمارا عالم یہ ہے کہ جہاں کسی مصنف کی کوئی تخلیق عام روش سے کچھ مختلف نظر آئی! فوراً خیال گزرتا ہے کہ ہو نہ ہو کسی مغربی مصنف پر ہاتھ صاف کیا گیا ہے۔ شاید ہم یہ سوچ ہی نہیں سکتے کہ ہم خود بھی کسی قابل ہیں۔ موجودہ حکومت کے دور سے پہلے نہ جانے کتنا پاکستانی کپڑا "میڈ ان انگلینڈ" کے دھوکے میں پہن ڈالا گیا۔ دو گنے اور تین گنے دام ادا کر کے بھی بغلیں بجائی گئیں۔ لیکن جب مارشل لاء نافذ ہوا تو آنکھیں کھلیں کہ ارے یہ تو پاکستانی ہی کپڑا تھا جو ولائتی کے نام سے اتنا گراں فروخت ہوا کرتا تھا۔

ہاں تو اب اُن دوست کی خدمت میں گذارش ہے کہ "پتھر کا خون" اور "شفق کے پجاری" دونوں اوریجنل ہیں۔ اگر آپ انہیں انگریزی سے سرقہ ثابت کر سکیں تو مجھے آپ کی اس صلاحیت پر بیحد

خوشی ہوگی! خالی خولی خوشی ہی نہیں بلکہ میں بطور اظہار عقیدت ان کی خدمت میں کوئی حقیر تحفہ بھی ضرور پیش کروں گا۔ انگریزی کے ان دونوں ناولوں کے نام لکھ بھیجئے کہ کس بناء پر آپ کو سرقہ کا شبہ ہوا ہے! دلائل ضروری ہیں۔

دوسرے صاحب نے مشورہ دیا ہے کہ میں ارل اسٹینلے گارڈنر کی طرح لکھا کروں۔

کیوں لکھا کروں بھائی..... کیا آپ گارڈنر کو مشورہ دے سکیں گے کہ وہ میری طرح لکھا کریں۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ گارڈنر کی کہانیوں کے ترجمے اردو میں قطعی نہیں چلتے! اور انگریزی میں بھی ان کے پڑھنے والوں کا ایک مخصوص حلقہ ہے۔ ہر طبقے میں ان کی کتابیں مقبول نہیں ہیں۔

بحمد اللہ آپ کے اس حقیر پاکستانی مصنف کی کتابیں ہر طبقے میں پڑھی جاتی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ کسی کی نقالی کر کے خود کو محدود کرلے! میرا اپنا الگ انداز ہے اور میں اس پر مطمئن ہوں۔

تیسرے صاحب نے "ظلمات کا دیوتا" میں ڈیویز سیفٹی لیمپ کے استعمال پر اعتراض کیا ہے۔ بھائی آپ اس ٹکڑے کو دوبارہ پڑھئے اس سے کب مترشح ہوتا ہے کہ وہی ڈیویز سیفٹی لیمپ کا اصل استعمال ہے۔ لیکن آپ مجھے یہ ضرور لکھئے کیا سیفٹی لیمپ تیز ہوا میں بجھ سکتا ہے؟ چلئے یہ صفحہ بھی ختم۔

ابنِ صفی

۴ر نومبر ۱۹۵۹ء

عمران نے کار روک دی۔! دوسری کار نے کچھ اسی طرح راستہ روک رکھا تھا کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ جوزف نے پچھلی سیٹ سے کسی سالخوردہ سارس کی طرح گردن اٹھائی اور ونڈ اسکرین سے باہر دیکھنے لگا۔

گاڑی سڑک پر ترچھی کھڑی تھی اور کوئی اس کے نیچے چت لیٹا ہوا شاید غیر متوقع طور پر پیدا ہو جانے والے کسی نقص کو دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔! اس کی ٹانگیں نظر آ رہی تھیں۔!

عمران نے غالباً نیچے اترنے ہی کے ارادے سے کھڑکی پر ہاتھ رکھا تھا کہ اچانک جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "خبردار باس...! ٹانگیں دیکھ کر۔!"

عمران نے پلٹ کر الوؤں کی طرح آنکھوں کو گردش دی اور جوزف ہکلایا۔ "لیکن کہ... دیکھو نا باس! پیروں میں اونچی ایڑی والے سینڈل ہیں۔!"

"ہوا کریں....!" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "نیلی پتلون بھی تو ہے.... گالوں پر ڈاڑھی ضرور ہوگی۔!"

"باس خدا کے لئے....!" جوزف گھگھیایا....! "اونچی ایڑی....!"

"ہونٹ بند کرو....!" اس نے تھپڑ مارنے کے سے انداز میں ہاتھ چلایا اور جوزف بوکھلا کر ایک طرف ہٹ گیا۔

اب عمران اپنی کار سے اتر کر دوسری گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔! فاصلہ سو گز سے زیادہ نہ رہا ہوگا....! نیلی پتلون والی ٹانگوں میں جنبش ہوئی اور پھر پورا جسم گاڑی کے نیچے سے نکل آیا۔

یہ ایک لڑکی تھی۔ عمر بیس اور پچیس کے درمیان رہی ہوگی۔ قبول صورت بھی تھی اور

صحت مند بھی.... بھوری جیکٹ اور نیلی پتلون میں خاصی جچ رہی تھی۔!

"گاڑی غلط کھڑی کی ہے میں نے....!" اس نے مسکرا کر بے باکانہ انداز میں کہا۔

عمران کے چہرے پر پوری حماقت طاری تھی....! اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "جی نہیں.... قطعی نہیں ہرگز نہیں۔!"

"محض اس لئے یہ غلطی کی تھی کہ کوئی شریف آدمی اپنی گاڑی روک کر میری مدد کرے۔!"

"ضرور کرے گا.... ضرور کرے گا....!" عمران بولا۔

"تو پھر کیجئے مدد.... میں ہالی ڈے کیمپ جا رہی تھی۔! یہاں یہ مصیبت نازل ہوئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں....!"

"اوہو....!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "وہیں تو مجھے بھی جانا ہے۔!" لیکن پھر اس نے منہ لٹکا لیا....! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بیک وقت کئی دشواریاں پیش آ گئی ہوں۔!

"کیا سوچنے لگے آپ....!" لڑکی کچھ دیر بعد بولی۔!

"کسی دوسرے شریف آدمی کا انتظار کرنا پڑے گا۔!" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیوں....؟"

"ایک سے دو شریف بھلے ہوتے ہیں....! ہو سکتا ہے وہ کوئی مفید مشورہ دے سکے۔! میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ کیا کرنا چاہئے۔!"

"ذرا مشین دیکھ لیجئے۔!"

عمران نے تیزی سے آگے بڑھ کر بونٹ اٹھایا اور انجن پر سرسری نظر ڈال کر بولا۔ "ٹھیک تو ہے۔!"

"کیا ٹھیک ہے....؟"

"مشین....!"

"کمال کرتے ہیں آپ بھی۔ پھر اسٹارٹ کیوں نہیں ہوتی۔!"

"پتہ نہیں آپ کیا چاہتی ہیں۔!" عمران اپنے چہرے پر الجھن کے آثار پیدا کر کے بولا۔

"خدا کی پناہ....!" وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔ "اتنی سی بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئی۔! ارے میں اپنی گاڑی سمیت ہالی ڈے کیمپ پہنچنا چاہتی ہوں۔ وہاں ایک گیراج بھی ہے۔ گاڑی کی

مرمت ہو سکے گی۔!"

"اف فوہ....! تو پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔!" عمران نے کہا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

یہ عمران کی گاڑی تھی اس لئے اس میں کم از کم اس قسم کی چیزیں تو ہونی ہی چاہئے تھیں جو اس کے پیشے کے اعتبار سے وقت ضرورت کام آ سکتیں۔ "لیکن رسی....؟"

اس سفر کی نوعیت تفریحی تھی....! کچھ دن سکون سے گذارنے کے لئے ہالی ڈے کیمپ جا رہا تھا اس لئے رسی ساتھ لئے پھرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن اس نے گاڑی کی ڈکی سے کافی مضبوط رسی کا ایک لچھا نکالا....! ہو سکتا ہے کبھی کسی ضرورت کے تحت وہاں ڈال دیا گیا ہو، جو آج تک پڑا ہی رہ گیا تھا۔!

بہرحال اس کے ہاتھ میں رسی کا لچھا دیکھ کر لڑکی کا چہرہ چمک اٹھا۔

"جوزف....!" عمران رسی ہلاتا ہوا بولا۔ "نیچے آؤ۔!"

جوزف گاڑی سے اتر آیا لیکن انداز سے نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اسے عمران کا رویہ پسند آیا ہو۔!

"باس دھوکا بھی ہو سکتا ہے۔!" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"چلو....!" عمران اُسے دھکا دے کر آگے بڑھتا ہوا بولا اور لڑکی کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ جائے....! لڑکی نے اندر بیٹھ کر اسٹیرنگ سنبھال لیا۔!

پھر اس وقت تک خاموش بیٹھی رہی جب تک عمران اس کی گاڑی کے اگلے حصے میں رسی کے پھندے ڈالتا رہا۔! لیکن جیسے ہی دوسرا سرا جوزف کی کمر سے لپٹنے لگا وہ بوکھلا کر بولی۔

"ارے.... ارے.... یہ کیا....!"

ساتھ ہی جوزف نے بھی بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو باس....!"

لیکن عمران نے کسی کو بھی جواب دیئے بغیر گرہ لگا دی اور پھر جوزف کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "ہالی ڈے کیمپ.... سرپٹ....!"

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ....!" لڑکی جھنجھلا کر گاڑی سے اتر آئی۔

"بے فکر رہئے....!" عمران احمقانہ انداز میں بولا۔ "بہت ہوشیار ہے.... حلق سے انجن کی آواز بھی نکالے گا اور ہارن بھی دے گا۔ بس آپ اسٹیرنگ کرتی رہئے گا۔!"

"یہ ناممکن ہے باس....!" جوزف نے غصیلی آواز میں کہا۔ "کوئی عورت مجھے ڈرائیو نہیں

کر سکتی۔!"

"کیوں شامت آئی ہے اگر مجھے غصہ آ گیا تو تمہیں مکھیاں اور چیونٹیاں بھی ڈرائیو کریں گی۔!"

"آپ عجیب آدمی ہیں۔!" لڑکی گردن جھٹک کر بولی۔ "ارے رسی کا دوسرا سرا اپنی گاڑی میں کیوں نہیں باندھتے۔!"

عمران نے آنکھیں نکالیں اور پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ آخر تشویش کن لہجے میں بولا۔ "مگر یہ کیسے ممکن ہے.....! میری گاڑی آپ کی گاڑی کے پیچھے ہے اس طرح تو ہم پھر شہر ہی واپس پہنچ جائیں گے۔! کیوں جوزف.....!"

"میں کچھ نہیں جانتا.....!" جوزف غرایا۔ "میری عقل خبط ہو کر رہ گئی ہے..... کوئی ڈھنگ کی بات نہیں سوچ سکتا۔!"

"میں کہتی ہوں.....! آپ کی عقل کہاں ہے۔!" لڑکی ہاتھ نچا کر بولی۔ "کیا آپ اپنی گاڑی آگے نہیں لا سکتے۔!"

"آ..... ہاں..... واہ.....!" عمران اچھل پڑا۔ "یہ ٹھیک ہے.....! پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔!"

پھر جوزف نے زور لگا کر گاڑی اس طرح ایک طرف ہٹائی کہ دوسری گاڑی کو آگے بڑھانے کے لئے کافی جگہ نکل آئی۔!

❂

دارالحکومت کے باشندے جب ہالی ڈے کیمپ کا تذکرہ کرتے ہیں تو مراد ہوتی ہے سردار گڈھ اور سردار گڈھ والے ایک مخصوص حصے کو ہالی ڈے کیمپ کہتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان ایک خوب صورت سی جھیل ہے جس کے چاروں طرف لکڑی کے بے شمار جھونپڑے بکھرے ہوئے ہیں۔ سرخ، سبز اور زرد..... سرخ جھونپڑے میٹرو ہوٹل کے تحت ہیں۔ سبز جھونپڑوں کا انتظام اسٹار ہوٹل والے کرتے ہیں اور زرد جھونپڑے ٹپ ٹاپ کی ملکیت ہیں.....! یہ کوئی موسمی تفریح گاہ نہیں ہے۔ سال بھر ان تینوں ہوٹلوں کا بزنس دھڑلے سے چلتا ہے۔ دارالحکومت کے تھکے ہوئے ذی حیثیت لوگ عموماً ادھر ہی رخ کرتے ہیں۔!

شام کا سورج یہاں بڑی رنگینیاں بکھیر دیتا ہے۔ جھیل کے بھرے سینے پر نارنجی رنگ کے چمک دار لہریئے ناچتے رہتے ہیں۔ مچھلیوں کی تاک میں منڈلانے والے پرندوں کی تیز سیٹیاں دور

دور تک پھیلتی ہیں۔ سبزے سے ڈھکی ہوئی پہاڑیوں اور رنگین جھونپڑوں کا عکس جھیل کی مرتعش سطح پر عجیب سا سماں پیش کرتا ہے۔! ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی اکتائے ہوئے مصور نے کئی رنگ کینوس پر چھڑک دیئے ہوں اور انہیں بے ترتیبی سے چاروں طرف پھیلاتا چلا گیا ہو۔!

تیراکی کے گھاٹ پر صبح سے شام تک میلہ سا لگا رہتا ہے۔! چاروں طرف مختلف رنگوں کی چھتریاں بکھری ہوئی نظر آتی ہیں جن کے نیچے تیراکی کے لباس میں بھانت بھانت کے جسم دکھائی دیتے ہیں۔!

آج تو یہاں بہت بھیڑ تھی۔ خود سردار گڈھ ہی نے یہاں کی آبادی بڑھا دی تھی۔! کیونکہ آج اتوار تھا.....! تیراکی کے گھاٹ پر تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں تھی۔!

عمران اور جوزف بھی ایک چھتری کے نیچے بیٹھے صحیح معنوں میں اونگھ رہے تھے۔!

یک بیک جوزف چونک کر بولا۔ "باس ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔!"

"دوسری کب سمجھ میں آتی ہے.....؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔!

"نہیں باس.....!" جوزف بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے دو تین بار پلکیں جھپکائیں اور بولا "آخر یہ لوگ عورتوں کے ساتھ خوش کس طرح رہتے ہیں۔!"

"کیونکہ یہ صرف کان رکھتے ہیں۔! زبان نہیں رکھتے۔!" عمران نے جواب دیا اور اس کی نظریں بے شمار ہشاش بشاش جوڑوں پر رینگتی چلی گئیں۔!

جوزف نے نفرت سے ہاتھ سکوڑے اور آہستہ سے کچھ بڑبڑایا۔

یہ دونوں تیراکی کے لباس میں نہیں تھے اور شاید یہی دونوں ایسے تھے جن کے ساتھ کوئی عورت بھی نہیں تھی۔ پھر بھی ہوٹل سے ایک چھتری تو لے ہی مرے تھے۔!

چھتریوں کا انتظام ہوٹلوں ہی کی طرف سے کیا جاتا تھا۔!

یہ لوگ سبز جھونپڑے میں مقیم تھے اس لئے ان کی چھتری کا رنگ بھی سبز ہی تھا۔! ہو سکتا ہے رنگوں کی اس تقسیم کا مقصد یہی رہا ہو کہ متعلقہ ہوٹلوں کے ملازمین اپنے گاہکوں کو بہ آسانی پہچان سکیں۔!

اس وقت تینوں ہی ہوٹلوں کی ٹرالیاں گھاٹ پر دوڑتی پھر رہی تھیں۔!

دفعتاً جوزف نے بھاڑ سا منہ پھیلا کر جماہی لی۔! غالباً اسے قریب ہی کہیں کوئی شراب کی ٹرالی

نظر آگئی تھی۔!

"کاٹنے کا کیا....؟" عمران بوکھلا کر ایک طرف کھسکتا ہوا بولا اور جوزف نے بھرپور انداز میں دانت نکال دیئے....! پھر بولا۔" باس.... کیا کسی تفریح گاہ میں بھی تمہارے سامنے نہیں پی سکتا۔!"

"پی کر دیکھو....!"

"مطلب یہ کہ.... اچھا تو پھر میں جھونپڑے میں جارہا ہوں۔!"

"جہنم میں جاؤ....!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

وہ قریب ہی کی ایک چھتری کے نیچے بیٹھے ہوئے لوگوں کی گفتگو بڑی دلچسپی سے سن رہا تھا۔!

ایک آدمی غالباً نشے میں تھا دوسروں سے کہہ رہا تھا۔" یہ راز ہے.... ایک بہت بڑا راز کہ میں اتنے زیادہ ہوائی سفر کیوں کرتا ہوں.... شاید کسی کو نہ معلوم ہو سکے.... یہ راز مرتے دم تک میرے سینے ہی میں دفن رہے گا۔ میں بہت بد نصیب آدمی ہوں....! چھوٹا تھا تو میری ماں اٹھتے بیٹھتے جوتے لگایا کرتی تھی.... اگر کبھی اسے توفیق نہیں ہوتی تھی تو باپ شروع ہو جاتا تھا۔! اب بیوی ملی ہے.... خدا کی پناہ۔ خیر یہ مارتی پیٹتی تو نہیں ہے لیکن زبان.... خدا قسم زہر کی گانٹھ ہے۔ بولتی ہے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے ہڈیاں چبا رہی ہو۔ خون پی رہی ہو.... میں نہیں جانتا کہ محبت کس چڑیا کا نام ہے۔ ہوں نا بد نصیب... اسی لئے میں زیادہ سے زیادہ ہوائی سفر کرتا ہوں۔!"

"کیا بات ہوئی....!" اس کے ساتھی نے ٹوکا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو....! ایئر ہوسٹس.... ہائے کتنی مٹھاس ہوتی ہے اُس کی زبان میں کتنی خوش اخلاق ہوتی ہے وہ.... ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تمہارے لئے آسمان سے تارے توڑ لائے گی۔ خدا نے مجھے آدمی بنا کر مجھ پر ظلم کیا ہے۔ بنانا ہی تھا تو ہوائی جہاز بنایا ہوتا۔ کم از کم دو چار ایئر ہوسٹسز تو رہا کرتیں ہر وقت۔!

"اس باسٹرڈ کی بات سن رہے ہو باس....!" جوزف کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔!

"ابے تو تیرا دم کیوں نکل رہا ہے۔!"

"پتہ نہیں یہ سب کس کس مرغی کے انڈے سے پیدا ہوئے ہیں....! ہر وقت عورت عورت عورت.... اررر.... ہوف.... ب.... باس....! وہ ادھر ہی آرہی ہے۔!"

"کون....!"

"وہی کل والی لڑکی.... وہ دیکھو....!"

وہ تیراکی کے لباس میں تھی اور تیر کی طرح انہیں کی طرف آرہی تھی....!

"میں بالکل گدھا ہوں باس....!" جوزف نے معنی خیز انداز میں سر ہلا کر کہا۔" لیکن مجھے یہ لڑکی بالکل پسند نہیں ہے۔!"

"پسند کر کے دیکھو....! کیا حشر کرتا ہوں تمہارا.... گدھوں کی حسن پرستی مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی.... سمجھے۔!"

جوزف بُرا سا منہ بنائے ہوئے اٹھ گیا۔!

"اوہو.... آپ تو غائب ہی ہو گئے....!" لڑکی نے قریب آکر کہا۔

"نہیں تو....!" عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں نیچے سے اوپر تک اپنا جسم ٹٹولتے ہوئے کہا۔" موجود تو ہوں شاید....!"

"مطلب یہ تھا کہ پھر نہیں دکھائی دیئے تھے۔! آپ کا شکریہ تک نہیں ادا کر سکی تھی۔ اگر کل آپ مدد نہ کرتے تو۔!"

"ارے وہ تو کچھ بھی نہیں۔!" عمران خواہ مخواہ ہنس کر بولا۔" دراصل دوسروں کو تکلیف میں دیکھ کر مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے۔!"

"تکلیف میں دیکھ کر مسرت ہوتی ہے۔!" لڑکی نے حیرت سے دہرایا۔!

"مطلب یہ کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ ہاں شاید مسرت میں دیکھ کر تکلیف ہوتی ہو گی۔ مگر پھر شاید میں غلط کہہ رہا ہوں۔! اچھا تو آپ ہی بتایئے کہ مجھے اس موقع پر کیا کہنا چاہئے۔!"

لڑکی ہنس پڑی۔ اور پھر سنجیدگی اختیار کر کے اسے اس طرح دیکھنے لگی جیسے اس کے متعلق اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی ہو کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔!

عمران کے چہرے پر حماقت کے آثار گہرے ہوتے گئے۔!

"شاید آپ یہ کہنا چاہتے تھے کہ دوسروں کی خدمت کر کے آپ کو مسرت ہوتی ہے۔!"

"اوہ.... بالکل.... بالکل....!" عمران خوشی کے مارے اچھل پڑا۔" بالکل یہی کہنا چاہتا تھا۔ پتہ نہیں کیوں جب میں باتیں کرنے لگتا ہوں تو میرا دماغ بالکل خالی ہو جاتا ہے.... کل شاید

آپ نے مجھے اپنا نام بتایا تھا لیکن مجھے یاد نہیں۔!"

"مونا...!"

"لاحول ولا قوۃ مجھے چونا یاد آرہا تھا۔!"

"کوئی بات نہیں اب یاد رکھیئے گا! آپ کیا کرتے ہیں۔!"

"کالج سے بھاگا کرتا ہوں.... اور کیوں نہ بھاگوں.... بھلا مجھے اس کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے کہ شیر شاہ سوری نے ہمایوں کے لشکر پر کتنے شب خون مارے تھے۔!"

"اوہو....! تو آپ اسٹوڈنٹ ہیں.... اور پڑھنے سے جی چراتے ہیں۔!"

"بس بس ختم....!" دفعتاً عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "آپ ہماری اباجان نہیں ہیں۔ اُن کے انداز میں گفتگو نہ کیجئے....! واہ یہ اچھی مصیبت ہے....! ایسی باتوں سے کہیں نجات نہیں ملتی....! گھر سے بور ہو کر بھاگے تو یہاں بھی وہی چرخہ.... جی ہاں....! ہم پڑھنے سے جی چراتے ہیں.... پھر آپ کیا بگاڑ لیں گی ہمارا۔!"

"ارے تو خفا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے یونہی کہہ دیا تھا۔!"

"سب یونہی کہہ دیتے ہیں۔" عمران نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔

"وہ کالا آدمی کون ہے....!" مونا نے پوچھا۔

"عذاب جان ہے۔!"

"باس کہہ کر مخاطب کرتا ہے آپ کو۔!"

"نشے میں باپ بھی کہنے لگتا ہے حالانکہ اس کے باپ بننے سے کہیں زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ ہم ایک بوری کوئلہ چبا کر مر جائیں۔!"

"آپ عجیب آدمی ہیں کسی بات کا ڈھنگ سے جواب ہی نہیں دیتے۔!"

"امتحان میں بھی ہمارا یہی حال ہوتا ہے۔! اسی لئے ہم فورتھ ایئر میں پانچ سال سے مقیم ہیں....! کسی کو بھی ہم میں کسی قسم کا ڈھنگ نظر نہیں آتا۔!"

"آپ کے والد صاحب کیا کرتے ہیں۔!"

"جھک مارا کرتے ہیں۔! ہماری بلا سے....! اتنی موٹی سی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی اگر ہم نے بی اے پاس کر لیا تب بھی شہزادے ہی کہلائیں گے اور نہ کیا تب بھی شہزادے

کہلائیں گے۔!"

"اوہ تو شہزادے ہیں آپ....!"

"عرفیت ہے ہماری....!" عمران نے شرما کر سر جھکا لیا۔

"میں اس کالے آدمی کے متعلق پوچھ رہی تھی۔!"

"سب اسی کے متعلق پوچھتے ہیں۔ ہم تو اُلو کے پٹھے ٹھہرے۔!"

"آپ سمجھے نہیں۔! مطلب یہ تھا کہ ایسے ملازمین صرف بڑے آدمی رکھتے ہیں۔! میں نے تو یہاں کسی کے پاس بھی نیگرو نہیں دیکھا۔!"

"وہ سب بڑے آدمی ہیں، جو نیگرو نہیں رکھتے۔! اس نے تو ہماری مٹی پلید کر رکھی ہے۔ کبھی کہتا ہے باس اونٹ کی سواری صحت کے لئے بہت مفید ہے کبھی کہتا ہے کہ تپ دق سے بچنا ہے تو بکریاں پالنا شروع کر دو۔!"

"اوہو....!" یک بیک لڑکی اچھل پڑی۔ لیکن وہ عمران کی بات پر تو نہیں اچھلی تھی۔! شاید سن بھی نہیں رہی تھی کہ وہ کیا بک رہا ہے۔! اس کی توجہ کا مرکز ایک اپاہج آدمی تھا۔! پہیوں دار کرسی پر بیٹھا وہ اسی طرف آرہا تھا۔!

"دیکھا.... دیکھا سور کو....!" لڑکی بڑبڑائی۔ "اب ایسا بن گیا ہے جیسے مجھے دیکھا ہی نہ ہو۔!"

اپاہج ظاہری حالت سے کھاتا پیتا آدمی معلوم ہوتا تھا۔! جسم پر قیمتی لباس اور انگلیوں میں جواہرات کی انگشتریاں تھیں....! گھنی اور چڑھی ہوئی مونچھوں میں خاصا بارعب بھی لگتا تھا۔!

وہ ان کے قریب سے گزر گیا۔! اور مونا جلے کٹے انداز میں آہستہ آہستہ اُسے گالیاں دیتی رہی۔!

"ارے نہیں۔!" دفعتاً عمران بولا۔ "چھچھوندر کا بچہ نہیں ہو سکتا۔! ذرا اس کی مونچھیں تو دیکھو....!"

"میرا بس چلے تو اس کی مونچھیں اکھاڑ لوں۔ کمینہ کہیں کا۔!"

"مضبوط ہوتی ہیں۔!" عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

"تم پوچھتے نہیں کہ میں اسے گالیاں کیوں دے رہی ہوں۔!" مونا جھنجھلا گئی۔

"پوچھنا چاہیئے۔!" عمران نے سوالیہ انداز میں آنکھیں نکالیں۔

"قدرتی بات ہے۔ پتہ نہیں تم کیسے آدمی ہو۔!" لہجے میں جھلاہٹ اب بھی باقی تھی۔!

"آہا... اب سمجھے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اب ہم سمجھے کہ ہماری آنٹی پچھلے سال سے ہم سے کیوں خفا ہیں۔!"

"کیا مطلب....!"

"انہوں نے انکل کو گالیاں بھی دی تھیں اور چپل اٹھا کر مارنے بھی دوڑی تھیں۔ لیکن ہم نے ان سے اس کی وجہ نہیں پوچھی تھی۔! شاید اسی لئے وہ ہم سے ناراض ہیں۔!"

لڑکی کچھ بولی نہیں۔! بس اُسے گھورتی رہی۔! پھر کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ "یہ لنگڑا بہت بُرا آدمی معلوم ہوتا ہے۔! کل سے مجھے پریشان کر رکھا ہے اس نے۔!"

"اوہ....!"

"اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے سیٹیاں بجاتا ہے۔! بے ہنگم آواز میں گاتا ہے۔! بہت بیہودہ ہے۔! میں اسے سبق دینا چاہتی ہوں۔ اب اس وقت تمہیں دیکھ کر اس طرح انجان بنا ہوا قریب سے گذر گیا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔!"

"ہم سے ڈر گیا....؟" عمران خوش ہو کر بولا۔

"اور کیا اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکے گا۔!"

"تب پھر ہم اُسے ضرور ماریں گے۔!" عمران نے آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں.... یہ نہیں....! دوسری اسکیم ہے۔!"

"کیا....!" عمران نے رازدارانہ انداز میں آہستہ سے پوچھا۔

"مار پیٹ واہیات چیز ہے....! ایسا سبق دیا جائے جو ہمیشہ یاد رہے۔!"

"اچھا....!" عمران نے پلکیں جھپکائیں۔

"اگر تم مدد کرو تو ممکن ہے۔!"

"ضرور کریں گے مگر بتاؤ بھی تو....!"

"ابھی نہیں، شام کو....! میں نے تمہارا جھونپڑا دیکھا ہے....! خود ہی آؤں گی.... ٹاٹا۔!"

وہ اٹھی اور ایک طرف چلی گئی۔ عمران انگلی سے زمین پر آڑی ترچھی لکیریں بنانے لگا۔! اس نے اپاہج کو یونہی سرسری طور پر دیکھا تھا اور لڑکی کی بکواس اس کی نظروں میں کوئی اہمیت نہیں

رکھتی تھی....! تھوڑی دیر میں وہ سب کچھ بھول گیا۔!

گھاٹ پر قہقہے گونجتے رہے۔! شام تک موسم ہی تبدیل ہو گیا....! مغرب سے کالے کالے بادل اٹھے اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے علاقے پر چھا گئے....! طوفان کے آثار تھے۔!

یہاں طوفان تو آتے ہی رہتے تھے لیکن یہ طوفانوں کا موسم نہیں تھا اس لئے مقامی لوگوں کے چہروں پر بھی تشویش کے آثار پائے جا رہے تھے۔!

بہر حال موسم کی اچانک تبدیلی کی بناء پر جھونپڑے قبل از وقت آباد ہو گئے۔ ورنہ اندھیرا پھیلنے سے پہلے عموماً لوگ کھلے ہی میں مختلف قسم کی تفریحات میں مشغول رہتے تھے۔!

عمران جیسے ہی اپنے جھونپڑے کے قریب پہنچا جوزف کی کرخت آواز سنی۔ وہ غالباً کسی سے جھگڑ رہا تھا۔! پھر کسی عورت کی آواز سنائی دی۔! وہ بھی کم غصے میں نہیں معلوم ہوتی تھی۔!

جھونپڑے میں قدم رکھتے ہی مونا نظر آئی۔!

عمران کی آہٹ پر وہ دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔!

"یہ بہت بیہودہ ہے۔ بہت بدتمیز ہے۔!" مونا حلق پھاڑ کر دہاڑی۔

"زبان سنبھالو.... زبان سنبھالو....!" جوزف غرایا۔

"خاموش رہو....!" عمران نے مکا ہلا کر کہا۔ "دونوں خاموش رہو۔ ورنہ ہم کتوں کی طرح بھونکنا شروع کر دیں گے۔! بھاری اور سریلی آوازوں کی میاؤں میاؤں اور بھوں بھوں ہمارے ذہن پر بہت بُرا اثر ڈالتی ہے۔!"

دونوں ایک پل کے لئے خاموش ہو گئے....! پھر جوزف نے کہا۔ "میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔!"

"یہ بکواس کر رہا ہے۔!" مونا بول پڑی۔

"تم میری طرف دیکھ کر اس طرح نہیں مسکرائی تھیں۔!" جوزف نے جھلائے ہوئے انداز میں مسکراہٹ کی نقل اتاری۔ "کیوں مسکرائی تھیں۔!"

"اس سے کہو زبان بند کرے ورنہ گولی مار دوں گی۔!" مونا بپھر گئی۔

"ٹھیک ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "پہلے تم اسے گولی مار دو۔ پھر ہم اطمینان سے گفتگو کر سکیں گے۔!"

"باس...!میں خود ہی اپنا گلا گھونٹ لوں گا۔اگر تم اس سفید بندریا کی طرف داری کرو گے۔!"

"فی الحال دوڑ کر اسٹار سے چیونگم کے ایک درجن پیکٹ لے آؤ۔!" عمران نے جیب سے پانچ کا نوٹ نکال کر جوزف کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ جوزف نے نوٹ لیتے وقت بہت بُرا سا منہ بنایا تھا اور پھر مونا کو خون خوار نظروں سے گھورتا ہوا جھونپڑے سے نکل گیا تھا۔!

"تم پتہ نہیں کیسے آدمی ہو۔!" مونا بولی۔ "میں تو ایسے بد تمیز ملازم کو کبھی برداشت نہ کروں۔!"

"بات کیا تھی۔!"

"کچھ بھی نہیں....! میں تمہاری تلاش میں آئی تھی۔ خواہ مخواہ چراغ پا ہو گیا۔! کہنے لگا کہ میں یہاں تنہا ہوں۔! تم آواز دیئے بغیر کیوں گھس آئیں۔! میں شور مچا کر پڑوسیوں کو اکٹھا کروں گا۔ پتہ نہیں کس قسم کا جانور ہے۔!"

"اس جانور کی مادہ نہیں ہوتی۔! عدیم المثال ہے... مگر تم ہماری تلاش میں کیوں آئی تھیں۔!"

"تم نے بھی ویسی ہی بے تکی باتیں شروع کر دیں۔!"

"اچھی بات ہے....! تم سرے سے یہاں آئی ہی نہیں تھیں۔!"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کینوس کے فولڈنگ اسٹول پر بیٹھتی ہوئی بڑبڑائی۔ "تم دونوں مجھے پاگل بنا دو گے۔!"

عمران نے پہلی بار اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھا۔! لڑکی کا سر جھکا ہوا تھا ورنہ وہ بھی یقینی طور پر اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار دیکھتی۔

وہ کچھ دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی پھر بولی۔ "اگر مجھے اس لنگڑے کو نیچا نہ دکھانا ہوتا تو میں شاید تم لوگوں سے بات بھی نہ کرتی۔!"

"اوہو.... مگر کیسے نیچا دکھاؤ گی۔!"

"بس تم جھونپڑے کے باہر کھڑے رہنا۔! میں اندر جا کر سمجھ لوں گی۔!"

"ہم باہر کیوں کھڑے رہیں گے۔!" عمران نے حیرت ظاہر کی۔

"دیکھتے رہنا کہ کوئی ادھر آ تو نہیں رہا۔!"

عمران کا ذوق تجسس بیدار ہونے لگا تھا۔! لیکن چہرے پر بدستور حماقت ہی طاری رہی۔

"فرض کرو کوئی آ ہی گیا تو۔!" عمران نے سر ہلا کر پوچھا۔

"سیٹی بجا کر مجھے آگاہ کر دینا۔!"

عمران نے ہونٹ سکوڑ کر سیٹی بجانے کی کوشش کی.... لیکن آواز نہ نکلی۔

"مشکل ہے۔!" اس نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "مگر تم اندر جا کر کیا کرو گی۔!"

"یہ نہ پوچھو....!" لڑکی ہنس پڑی۔ "صبح جب وہ منہ پر ہاتھ پھیرے گا تو مونچھیں ہاتھ ہی میں رہ جائیں گی۔!"

"خدا کی پناہ.... ہم بالکل نہیں سمجھے۔!"

"بس صبح اس کی شکل دیکھ لینا مونچھیں نہیں ہوں گی۔!"

"ہم اپنی عقل کو کہاں پیٹ ڈالیں۔ اب بھی ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔!"

"سمجھنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ بس تم باہر کھڑے رہنا....! کسی کے آجانے پر سیٹی نہ بجا سکو تو جھونپڑے میں ٹھوکر مار دینا۔! میں سمجھ جاؤں گی۔!"

"کیا وہ لنگڑا تنہا ہے....!" عمران نے پوچھا۔

"پتہ نہیں.... میں کیا جانوں.... اچھا ٹھیک دس بجے.... یاد رکھنا میں آؤں گی۔!"

وہ چلی گئی۔ لیکن دس بجے تو وہاں طوفان جھنڈے گاڑھ رہا تھا۔! کس میں ہمت تھی کہ جھونپڑے کی کھڑکی کھول کر باہر جھانک ہی سکتا۔

ہوائیں چیخ رہی تھیں۔ بجلی کے کڑاکے پہاڑیوں میں ایسی گونج پیدا کر رہے تھے جیسے ان کی بنیادیں ہل گئی ہوں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ جڑوں سے اکھڑ کر طوفانی جھکڑوں میں چکراتی پھریں گی۔

جھونپڑے کانپ رہے تھے اور ان کے رخنوں سے پانی رسنے لگا تھا۔! البتہ چھتیں محفوظ تھیں کیونکہ ان پر واٹر پروف قسم کا پینٹ کیا گیا تھا۔!

طوفان کی شروعات ساڑھے نو بجے سے ہوئی تھی اور ہوا کا زور گیارہ بجے سے پہلے کم نہیں ہوا تھا۔! پھر بارش کا سلسلہ تو رات بھر جاری رہا تھا۔!

لیکن دوسری صبح یہ کہنا بھی دشوار ہو گیا کہ پچھلی رات بوندا باندی ہی ہوئی ہو گی۔ پہاڑیاں خشک پڑی تھیں اور صبح کی اولین شعاعیں جھیل کے بھرے سینے پر قرمزی رنگ کا جال بن رہی تھیں۔ گھاٹ پھر آباد ہو گیا تھا۔!

جوزف منہ اندھیرے ہی بوتلوں کی تلاش میں اسٹار ہوٹل کی طرف نکل گیا تھا۔ واپسی پر عمران نے اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار دیکھے۔! ہونٹ ہل رہے تھے گالوں سے ہڈیوں پر گوشت کانپ رہا تھا اور پلکیں مغموم انداز میں جھکی پڑ رہی تھیں۔! اس کی یہ کیفیت اسی وقت ہوتی تھی جب وہ رحم اور ہمدردی کے جذبات سے اُوور لوڈ ہو جاتا تھا۔

"باس یہ بڑی منحوس صبح ہے.....! اس لئے میں نے تمہیں صبح کا سلام نہیں کیا۔!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

عمران نے اس طرح ہاتھ ہلایا جیسے کان پر بیٹھی ہوئی مکھی اڑائی ہو اور دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔!

"وہ.... باس بڑا دردناک منظر تھا.... بیچارا اپاہج....!"

"اپاہج.... کیا مطلب....!" عمران چونک کر اس کی طرف مڑا۔

"دونوں پیر بیکار تھے....! کل میں نے اُسے اپاہجوں کی کرسی پر جھیل کے کنارے پھرتے دیکھا تھا۔!"

"پھر کیا ہوا اُسے....؟"

"ختم ہو گیا....! کرسی سمیت کھڈ میں پڑا ہے۔!"

"وہی بڑی مونچھوں والا۔!"

"ہاں... باس...! لنگڑا نہ ہوتا تو شاندار آدمی ہوتا۔ آنکھوں سے بڑا جیالا معلوم ہوتا تھا۔!"

تھوڑی دیر بعد عمران بھی اسی بھیڑ میں نظر آیا جو لاش کے گرد اکٹھا ہو گئی تھی۔!

خیال تھا کہ وہ پچھلی رات کسی وقت اپنی پہیوں والی کرسی پر بیٹھ کر جھونپڑے سے نکلا ہوگا۔! اندھیرے میں راہ کا تعین نہ کر سکنے کی بناء پر کھڈ میں جا پڑا۔

سردار گڈھ کا ایس پی میٹرو ہوٹل کے منیجر کو گھور رہا تھا۔

"وہ اپاہج نہیں تھا۔!" اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔

"ہزاروں آدمی انہیں اپاہج سمجھتے تھے جناب.... اگر نہیں تھے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔!" منیجر بولا۔

"اس کی مونچھیں بھی نقلی تھیں۔!"

"اب تو سب ہی کچھ ممکن ہے.... لیکن یہ آپ مجھ سے کیوں کہہ رہے ہیں۔!"

"کیونکہ وہ اپنا زیادہ تر وقت تمہارے ساتھ گذارنے کی کوشش کرتا تھا۔!"

"وہ ہمارے پرانے گاہک تھے جناب....! ان کا جھونپڑا ہمیشہ انہیں کے لئے مخصوص رہتا تھا خواہ وہ یہاں موجود ہوں یا نہ ہوں۔! ماہانہ کرایہ پابندی سے ادا کرتے تھے۔! اگر کبھی نہیں آسکتے تھے تو بذریعہ منی آرڈر بھجوادیتے تھے۔!"

"اور ہمیشہ تنہا ہی آتا تھا۔!"

"جی ہاں.... میں نے کبھی اُن کے ساتھ کسی کو نہیں دیکھا۔!"

"کیا یہ عجیب بات نہیں تھی....!" ایس پی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "وہ ایسا ہی دولت مند آدمی تھا کہ خالی جھونپڑے کا کرایہ ادا کرنا اس کے لئے بڑی بات نہ تھی۔! لیکن کیا وہ اپنی خبر گیری کے لئے ایک آدمی نہیں رکھ سکتا تھا۔!"

"اکثر میں نے بھی اس پر حیرت ظاہر کی تھی۔ لیکن اُن کا یہی جواب ہوتا تھا کہ وہ خود پر بیچارگی نہیں طاری کرنا چاہتے۔!"

"یہاں آتا کس طرح تھا۔!"

ایک بڑی سی وین ہوتی تھی جس میں ان کا سامان بھی ہوتا تھا۔ جب انہیں واپس جانا ہوتا تھا تو وین آجاتی تھی۔!

"اور آپ نے کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کون تھا اور کہاں سے آتا تھا۔!"

"کوشش تو کی تھی لیکن کبھی کامیاب نہیں ہو سکا۔! منی آرڈر بھی کسی ایک جگہ سے نہیں آتے تھے اور رسید پوسٹ ماسٹر کے پتے پر واپس جاتی تھی۔ اگر وہ اپاہج نہیں تھے اور ان کی مونچھیں نقلی تھیں تب بھی کسی کو کبھی ان سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔! ان کے گرد ہر وقت نوجوانوں کی بھیڑ رہتی تھی اور اُن کے درمیان وہ ایسے ہی لگتے تھے جیسے سقراط اپنے شاگردوں کے درمیان۔!"

"خوب....!" ایس پی کی مسکراہٹ طنز آمیز تھی۔! چند لمحے وہ خاموشی سے منیجر کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "کب سے یہاں مقیم تھا۔!"

"پرسوں آئے تھے جناب۔!"

"کیا ان لوگوں میں سے کوئی مل سکے گا جو اس کے گرد اکٹھے رہا کرتے تھے۔!" ایس پی نے آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

یہ گفتگو گھاٹ کے ایک گوشے میں ہو رہی تھی اور ان کے چاروں طرف خاصی بھیڑ تھی۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں کھلے میں پوچھ گچھ کرنے کا کوئی خاص مقصد رہا ہو۔!

ایس پی کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر بہتیرے چہروں پر اضطراب کی لہریں دوڑ گئیں۔!

عمران کے چہرے پر تو بوکھلاہٹ اور حماقت دونوں ہی دست و گریبان تھیں۔! بالآخر ایس پی کی نظر اسی پر ٹھہری۔! وہ چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "کیوں جناب.... !وہ کس قسم کی باتیں کرتا تھا آپ لوگوں سے۔!"

"سس.... سیٹیاں بجاتا تھا.... !" عمران نے بوکھلا کر جواب دیا۔!

"کیا مطلب.... !" ایس پی نے آنکھیں نکالیں۔

"مطلب.... یہ کہ یعنی کہ.... سیٹیوں کو دیکھ کر لڑکیاں بجاتا تھا.... ب.... ہاپ.... !"

"کیا بکواس ہے.... !"

"زر.... زبان لڑکھڑاتی ہے۔! مطلب یہ کہ لڑکیوں کو دیکھ کر سیٹی بجاتا تھا۔!"

"بکواس ہے۔ بکواس ہے۔!" مجمع سے کئی غصیلی آوازیں آئیں۔

پھر چند لمحے سناٹا رہا۔! اس کے بعد ایس۔پی نے مجمع پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "جو حضرات اسے بکواس سمجھتے ہوں سامنے آئیں۔!"

تین چار آدمی آگے بڑھ آئے۔! وہ عمران کو غصیلے انداز میں دیکھ رہے تھے۔!

"یہ حضرت شاید نشے میں ہیں۔!" ایک آدمی بولا۔ "داور صاحب فلسفی تھے۔! میں بھی اکثر یہاں آتا رہتا ہوں۔! داور صاحب سے کئی بار ملنے کا اتفاق ہوا ہے! ان حضرت نے بیہودگی فرمائی ہے وہ داور صاحب کی شان میں ایک گندی سی گالی ہے۔!"

ایس پی نے دوسروں کی طرف دیکھا اور انہوں نے بھی اس آدمی کی تائید کی۔!

"کیوں جناب.... !" وہ عمران سے مخاطب ہو کر غرایا۔

"خدا غارت کرے۔!" عمران بسور کر بڑبڑایا تھا۔

"کیا بک رہے ہیں آپ۔!"

"اُس لڑکی کو خدا غارت کرے جس نے ہمیں یہ اطلاع دی تھی۔" عمران بھی جھلا کر بولا۔

لوگوں نے قہقہہ لگایا اور عمران بھی انہیں چڑانے کے سے انداز میں ہنس پڑا۔ مگر اس میں جھلاہٹ بھی شامل تھی۔!

"کس لڑکی نے اطلاع دی تھی۔!" ایس پی نے پوچھا۔

"اگر وہ ہمارے سامنے آئی تو ہم ضرور پہچان لیں گے۔!"

ایس پی نے ایک سب انسپکٹر کی طرف مڑ کر کہا۔ "انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں ابھی آرہا ہوں۔!"

بس پھر ایسا ہی معلوم ہوا جیسے عمران کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔! چہرے پر مردنی چھا گئی اور وہ بار بار ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔! سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگی۔!

"چلئے مسٹر.... !" سب انسپکٹر نے عمران کا شانہ چھو کر کہا۔

دوسری طرف جوزف.... اس لڑکی کو سارے جھونپڑوں میں تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ جس سے پچھلے دن اس کی جھڑپ ہوئی تھی۔! لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس تلاش کا مقصد کیا ہے۔! عمران نے اسے حکم دیا تھا اور وہ طوعاً و کرہاً تعمیل کر رہا تھا ورنہ پتہ نہیں کیوں وہ تو اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔!

عمران کو شائد آدھے گھنٹے تک ایس پی کی آمد کا منتظر رہنا پڑا تھا۔! جھونپڑے میں اس کے علاوہ ایک سب انسپکٹر اور دو کانسٹیبل بھی تھے۔! سب انسپکٹر وہی تھا جس کے ساتھ وہ یہاں آیا تھا۔ انہوں نے اس سے کسی قسم کی گفتگو نہیں کی تھی۔! عمران بھی کچھ نہیں بولا تھا۔! بس اس طرح گھگھو بنا بیٹھا رہا تھا جیسے ایس پی کی آمد پر اسے پھانسی ہی تو دے دی جائے گی۔!

پھر ایس پی آیا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ چند لمحے عمران کو تشویش کن انداز میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "آپ کہاں سے آئے ہیں۔!"

"دارالحکومت سے.... !" عمران نے تھوک نگل کر کہا۔

"نام.... !"

"نام جو کچھ بھی ہو..... لیکن اب ہم ایم۔ایس۔سی۔پی۔ایچ۔ڈی۔ آکسن ہرگز نہیں ہیں۔! بالکل گدھے ہیں۔! آخر ہمیں ضرورت ہی کیا تھی کہ خواہ مخواہ بول پڑتے۔!"

"کیا مطلب.....!"

"اگر وہ فلسفی تھا تو ہم سے مطلب۔! اگر لڑکیوں کو دیکھ کر لیٹیاں..... اور ہپ.....! مطلب یہ کہ لڑکیوں کو دیکھ کر سیٹیاں بجاتا تھا تو ہمارا اجارہ..... لعنت ہے کس مصیبت میں پھنس گئے۔! ممی ٹھیک ہی کہتی ہیں کہ بلاضرورت بکواس نہ کرنی چاہئے۔!

سب انسپکٹر اور کانسٹیبل منہ پھیر کر مسکرائے اور ایس پی نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔! غالباً اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس آدمی سے کس طرح پیش آنا چاہئے۔!

"اگر آپ سیدھی طرح بات نہیں کریں گے تو آپ کے ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں ہوں گی سمجھے۔!"

"ایسے مواقع پر اگر ہمیں ممی اور ڈیڈی یاد آجائیں تو ہم کیا کریں..... کچھ اور کمزور دل کے ہوتے تو پیشاب بھی خطا ہو سکتا تھا۔! کس طرح یقین دلائیں کہ وہ بیہودہ بات ہمیں کل ایک لڑکی ہی نے بتائی تھی۔!"

پھر عمران اس لڑکی کے متعلق کچھ اور بھی کہنے والا تھا کہ ایک سب انسپکٹر جھونپڑے میں داخل ہوا۔

"کیوں.....؟" ایس پی اُس کی طرف مڑا۔

سب انسپکٹر کے ہاتھ میں کوئی اخبار تھا۔! اس نے اس کا ایک صفحہ الٹ کر ایس پی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

ایک نئی اطلاع ہے جناب..... مجھے تو لاش اور اس تصویر میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں معلوم ہوتا۔! اب لاش کے چہرے پر بھی مونچھیں نہیں ہیں۔!"

ایس پی نے اخبار لے کر صفحے پر نظر ڈالی۔! عمران تصویر تو نہیں دیکھ سکا تھا لیکن اخبار کے متعلق اس کا اندازہ تھا کہ وہ ڈیلی میل ہی ہوگا۔! آج کا ڈیلی میل وہ دیکھ چکا تھا۔! مگر تصویر؟ اُس نے جھرجھری سی لی۔

آج کے شمارے میں صرف ایک ہی تصویر تھی اور اس کا تعلق بھی ایک اشتہار سے تھا۔ مگر لاش..... اس نے ابھی تک لاش تو نہیں دیکھی تھی۔! اور نہ مرنے والے کو زندگی ہی میں اچھی

طرح دیکھ سکا تھا۔! ذہن میں اس کے خدوخال تک واضح نہیں تھے۔! البتہ مونچھیں ضرور یاد تھیں وہ بھی اس لئے کہ مونچھوں کی چھاؤں سے سیٹیوں کے اخراج کا مضحکہ خیز تصور وابستہ تھا۔!

ایس پی اخبار پر نظر جمائے رہا۔! پھر عمران کی طرف مڑ کر بولا۔ "آپ یہیں ٹھہریں گے۔!"

عمران اسے سب انسپکٹر کے ساتھ باہر جاتے دیکھتا رہا۔

کیا سچ مچ اس سے حماقت سرزد ہوئی تھی.....؟ فی الحال وہ خود بھی فیصلہ نہ کر سکا۔ جیسے بادی النظر میں ایس پی کے استفسار پر بول پڑنا حماقت ہی معلوم ہوئی تھی وہ اپنی زبان بند بھی رکھ سکتا تھا۔! گھاٹ پر اس کے علاوہ درجنوں نوجوان موجود تھے۔ جواب دہی کی ذمہ داری اسی نے کیوں اپنے سر لی تھی.....؟

اس نے اس سب انسپکٹر کی طرف دیکھا جو پہلے بھی اس کے ساتھ جھونپڑے میں موجود رہا تھا..... عمران نے محسوس کیا کہ وہ اس سے کچھ پوچھنے کے لئے بے تاب ہے۔!

دفعتاً سب انسپکٹر بولا۔ "آپ سعدی اینڈ سنز کے یہاں کب سے ملازم ہیں۔!"

عمران نے سوچا ذہین آدمی معلوم ہوتا ہے۔! لیکن نتائج اخذ کرنے میں جلدی کرتا ہے۔!

بہر حال سعدی اینڈ سنز کے حوالے پر اس کا شبہ یقین میں تبدیل ہو گیا۔!

"ہم ملازم۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "ہرگز نہیں.....! ہم کیوں کسی کی ملازمت کرنے لگے..... واہ.....!"

سب انسپکٹر نے سختی سے ہونٹ بند کر لئے۔ شاید اسے ایس پی کا خیال آگیا تھا۔

سعدی اینڈ سنز کے حوالے پر عمران کو آج کا ڈیلی میل میں شائع ہونے والا اشتہار یاد آگیا تھا جو اسی فرم کی جانب سے شائع کرایا گیا تھا۔!

سعدی اینڈ سنز جواہرات اور اعلیٰ قسم کے زیورات کے بیوپاری تھے۔! کاروبار دارالحکومت ہی میں تھا.....! انہوں نے اپنے ایک ٹریولنگ ایجنٹ کی گمشدگی کی تشہیر کرائی تھی جو چالیس ہزار کے جواہرات ان کے شوروم سے اڑا لے گیا تھا۔

واقعہ پرسوں کا تھا.....! اشتہار کے ساتھ ٹریولنگ ایجنٹ کی تصویر بھی تھی اور اس کا پتہ نشان بتانے والے کے لئے پانچ ہزار انعام کا وعدہ بھی کیا گیا تھا۔!

میٹرو کے منیجر کے بیان کے مطابق مرنے والا بھی پرسوں ہی یہاں پہنچا تھا۔! لیکن وہ اس

کے لئے اجنبی نہیں تھا۔! یہ اور بات ہے کہ اس نے ہمیشہ ایک بڑی مونچھوں والے اپاہج ہی کے رول میں دیکھا ہو۔!

اشتہار والی تصویر مونچھوں سے قطعی بے نیاز تھی.... اور یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ کوئی اپاہج کسی فرم کے ٹریولنگ ایجنٹ کے فرائض انجام دے سکتا۔

اگر سب انسپکٹر نے لاش کی شناخت میں غلطی نہیں کی تھی تو.... یہ کیس.... خاصا دلچسپ تھا۔! پیچیدگیوں کے امکانات بھی پیدا ہو گئے تھے۔!

مگر.... وہ لڑکی.... اور.... یہ حادثہ۔! عمران سوچتا رہا....! اوہ لڑکی نے بھی مونچھوں کی صفائی ہی کا تہیہ کیا تھا۔ تو وہ اس کی اصلیت سے واقف تھی۔

مگر ابھی اس قدر آگے بڑھ جانا بھی حماقت ہی تھی۔! تاوقتیکہ ٹریولنگ ایجنٹ اور اپاہج ایک ہی آدمی نہ ثابت ہو جاتا۔ مزید کچھ سوچنا فضول ہی سی بات ہوتی۔

عمران نے سر کو اس طرح جنبش دی جیسے ان خیالات سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہو۔!

"چیونگم....!" اس نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر سب انسپکٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نو تھینکس....!" سب انسپکٹر نے پلکیں جھپکائیں۔

عمران نے پیکٹ پھاڑ کر ایک پیس نکالا اور اُسے منہ میں ڈال کر آہستہ سے کچلنے لگا۔!

جولیا نے غسل خانے سے فون کی گھنٹی کی آواز سنی اور تیزی سے کمرے میں آئی۔! کال ایکس ٹو کی بھی ہو سکتی تھی اس لئے ریسیو کرنے میں کوتاہی مصیبت کا باعث بن جاتی۔!

اس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔! دوسری طرف سے اس کے پُراسرار چیف ہی کی آواز آئی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ دوسری طرف بلیک زیرو رہا ہو جو عمران کی عدم موجودگی میں ایکس ٹو کا رول ادا کرتا تھا۔!

"عمران ایک مصیبت میں پھنس گیا ہے۔!" دوسری طرف سے کہا گیا اور جولیا نے طویل سانس لی۔

"کہاں جناب....!"

"سردار گڈھ کے ہالی ڈے کیمپ میں۔! اس کا ملازم جوزف یہ اطلاع لایا ہے۔ تمہیں اور صفدر کو وہاں پہنچنا ہے۔!"

"کب پہنچنا ہے جناب....!"

"آدھے گھنٹے کے اندر اندر روانہ ہو جاؤ۔!"

جولیا نے بُرا سا منہ بنایا پھر بولی۔ "او کے سر۔!"

"لیکن تم دونوں اس سے دور ہی رہو گے۔! ہو سکتا ہے کہ پولیس اس کی نگرانی کر رہی ہو۔! جوزف نے فون پر اس کا پیغام پڑھ کر سنایا تھا۔ وہ خود ہی کسی نہ کسی طرح تم سے رابطہ قائم کرلے گا۔ سبز جھونپڑے میں ہے۔ نمبر ایک سو اٹھہتر....! بس اب جلدی کرو....!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔!

جولیا نے بھی ڈس کنکٹ کر کے صفدر کے نمبر ڈائیل کئے۔

"یس پلیز....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"شامت۔" جولیا نے غصیلی آواز میں کہا۔ "یہ کم بخت مصیبتیں تلاش کرتا پھرتا ہے۔!"

"اوہ.... جولیا....! کس کم بخت کی باتیں کر رہی ہو۔!"

"عمران کی....! سردار گڈھ کے ہالی ڈے کیمپ میں کچھ کر بیٹھا ہے۔ چیف کا حکم ہے کہ ہم دونوں آدھے گھنٹے کے اندر وہاں کے لئے روانہ ہو جائیں۔!"

"قصہ کیا ہے....!"

"میں اندازہ نہیں کر سکی لیکن ایکس ٹو نے کہا تھا کہ پولیس اس کی نگرانی کر رہی ہو گی۔!"

"اوہ.... تو پھر کوئی حماقت کر بیٹھے ہوں گے حضرت....!"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس آدمی سے کس طرح پیچھا چھڑایا جائے۔ ضروری نہیں ہے کہ وہ جس مصیبت کا شکار ہوا ہے ہمارے ہی محکمے سے تعلق رکھتی ہو لیکن ایکس ٹو بھی اس کے لئے اکثر اپنے اصولوں سے ہٹ جاتا ہے۔!"

"ہٹنا ہی پڑے گا....! ہم میں سے کون ہے جس نے ایکس ٹو کے لئے اس سے زیادہ کارنامے انجام دیئے ہوں۔!"

"کچھ بھی ہو.....!اس قسم کی ڈیوٹیاں مجھے بے حد گراں گزرتی ہیں۔!"

"تو پھر کیا خیال ہے.....؟"

"بھگتیں گے..... بھئی.....!جلدی سے تیار ہو جاؤ..... میں آؤں یا تم ہی ادھر آؤ گے۔!

"میں آرہا ہوں۔!"

جولیا نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

جوزف گاؤدی ہی سہی لیکن اشاروں کا مطلب سمجھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔!

اس نے دور ہی سے عمران کو پولیس کے نرغے میں دیکھا اور ٹھٹک گیا۔!عمران نے اشارہ کیا کہ وہ اس سے دور ہی رہے پھر بھلا وہ وہاں کیسے رکتا.....!

پولیس کی پوچھ گچھ سے جلد ہی چھٹکارا مل گیا۔!کیونکہ ایس پی بھی سب انسپکٹر کے اس خیال سے متفق ہو گیا تھا کہ مرنے والا سعدی اینڈ سنز کے ٹریولنگ ایجنٹ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔!اس کا فیصلہ عمران کے علم میں بھی آگیا تھا۔ کیونکہ واپسی پر لاش کے متعلق گفتگو اس کی موجودگی ہی میں ہوئی تھی۔!

ایس پی نے پھر اس لڑکی کا تذکرہ چھیڑا تھا جس کے حوالے سے عمران نے اسے مرنے والے کے متعلق ایک نئی بات بتائی تھی.....!لیکن اس بار وہ عمران کی زبان نہ کھلوا سکا۔!آخر تھک ہار کر اسے کہنا ہی پڑا کہ وہ جا سکتا ہے۔ لیکن کیمپ اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اسے پولیس کی طرف سے ہدایات نہ ملیں۔!

دراصل ابھی لاش کی شناخت کا مسئلہ بھی درپیش تھا۔!اس سلسلے میں سعدی اینڈ سنز کے کسی ذمہ دار آدمی کا بیان ہی حرف آخر ہوتا۔!لہٰذا اس اہم کام کو چھوڑ کر ضابطے کی معمولی کارروائیوں کی طرف کون دھیان دیتا۔!

عمران اپنے جھونپڑے میں واپس آگیا تھا اور اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد کہ اس کی نگرانی نہیں ہو رہی جوزف کو شہر بھیج دیا تھا۔!

جوزف مونا کی تلاش میں تو ناکام ہی رہا تھا۔!لہٰذا اب عمران خود ہی اٹھا.....!لڑکی نے اسے نہ تو جھونپڑے کا نمبر بتایا تھا اور نہ یہی بتایا تھا کہ اس کا تعلق کس ہوٹل سے ہے۔ اگر کسی جگہ سے

سراغ ملنے کی امید تھی تو وہ کیمپ کا اکلوتا گیراج ہی ہو سکتا تھا۔!

عمران کی یادداشت میں اس گاڑی کے نمبر پتہ نہیں کس طرح محفوظ رہ گئے تھے۔ اس نے سوچا کہ گیراج میں خواہ اس نے اپنا صحیح نام لکھوایا ہو لیکن نمبر تو وہی درج ہوئے ہوں گے جو اس کی یادداشت میں محفوظ تھے۔!

اندازہ درست نکلا.....!غلطی کا امکان ہی نہیں تھا۔ لیکن گیراج کے رجسٹر میں نام بھی مونا پیٹرسن ہی لکھوایا تھا اور میٹرو ہوٹل کے ایک سو گیارہویں جھونپڑے کا حوالہ بھی درج تھا۔!البتہ اب گاڑی گیراج میں نہیں تھی!منتظم کے بیان کے مطابق وہ پچھلی شام تک ٹھیک ہو گئی تھی اور اُسی وقت اجرت کی ادائیگی کے بعد لڑکی اسے لے گئی تھی۔!

سرخ رنگ کے ایک سو گیارہویں جھونپڑے میں بھی کوئی خاص دشواری پیش نہ آئی۔ لیکن وہاں مونا کی بجائے ایک بوڑھا آدمی نظر آیا۔

عمران نے اُسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور اس طرح بسورنے لگا جیسے زبردستی کوئی کڑوی یا کسیلی چیز کھلا دی گئی ہو۔!

"کیا بات ہے..... آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔!" بوڑھے نے جھلائے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ زندگی کا بیمہ کرانے سے پہلے ہی بوڑھی ہو گئیں۔!"

"کیا بکواس ہے.....!" بوڑھے نے آنکھیں نکالیں۔

"مطلب یہ کہ مس مونا پیٹرسن نے پچھلے دن اپنے جھونپڑے کا یہی نمبر بتایا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی زندگی کا بیمہ ضرور کرائیں گی۔!"

"اوہ..... خدا غارت کرے..... وہی لڑکی تو نہیں جس کے بال سرخ تھے۔!"

"جی ہاں وہی وہی.....!"

"شاید اس نے تمہیں بھی اُلو بنایا ہے..... تم نے اسے کچھ قرض تو نہیں دیا۔!"

"ساڑھے تین روپے.....!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"غنیمت ہے.....!" بوڑھے نے سر ہلا کر کہا۔ "وہ برابر والے جھونپڑے یعنی ایکسودس میں مقیم تھی۔!خدا غارت کرے ایسی بے باک لڑکی آج تک میری نظروں سے نہیں گذری۔!"

"اچھا.....!"

"اب کیا بتاؤں.... کیسی سیٹیاں بجاتی تھی مجھے دیکھ کر ذرا میری عمر دیکھو....!"

عمران نے ہولے ہولے اپنی کھوپڑی سہلائی لیکن دیدے نچانے کا ارادہ ملتوی کر دیا....! کیونکہ بوڑھا اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا!

"جی نہیں! یہ قطعی غلط ہے کہ انہوں نے مجھ سے ساڑھے نو روپے ادھار لیے تھے۔!" عمران نے کہا۔

"آپ انشورنش ایجنٹ ہیں۔!"

"نہیں....؟"

"ابھی تو آپ نے کہا تھا۔!"

"پھر کیا کہتا کہ میں یعنی کہ.... ہپ! کیا بک رہا ہوں....! جی بس میں نے یونہی کہہ دیا تھا۔ دراصل مجھے ان سے ملنا تھا اور بس....! جی ہاں۔!"

"ٹھہریئے....! آخر کوئی بات بھی تو ہو....! وہ اب اُس جھونپڑے میں نہیں ہے۔! منہ اندھیرے ہی کہیں چلی گئی۔! میرا خیال ہے کہ سامان بھی لے گئی ہے۔! میں دراصل کسی ایسے ہی آدمی کی تلاش میں تھا جس سے اس کے متعلق کچھ معلوم کر سکوں۔! آیئے....! اندر آیئے۔!"

عمران کسی پس و پیش کے بغیر اس کے ساتھ اندر چلا گیا!

"بیٹھ جایئے۔!" بوڑھے نے کہا اور اس وقت تک خود بھی کھڑا رہا جب تک کہ عمران بیٹھ نہیں گیا!

عمران اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب اُسے محتاط ہو جانا چاہئے۔! شاید وہ کسی ایسے ہی آدمی سے آٹکرایا ہے جس کا لڑکی سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور تھا!

"وہ لڑکی....!" بوڑھے نے طویل سانس لی۔ "یا تو پاگل تھی یا عنقریب پاگل ہو جائے گی۔ جب اس نے مجھے دیکھ کر اشارے کئے تھے اور سیٹیاں بجائی تھیں تو مجھے غصہ آ گیا تھا! میں نے سخت سست کہا تھا اور وہ بولی تھی کہ وہ تو انتقام لے رہی ہے۔ پھر بتایا کہ ایک سنجیدہ اور شریف آدمی چونکہ اسے اسی طرح پریشان کرتا تھا اس لئے وہ بھی ایسے آدمیوں کو بور کرتی پھرے گی، اس سے اس کی توقع نہ رکھتے ہوں۔!"

"اُف فوہ....!" عمران نے احمقانہ انداز میں آنکھیں نکالیں۔ "مگر پولیس۔!"

"پولیس.... میں نہیں سمجھا۔!"

عمران نے لڑکی کی کہانی دہرائی اور بوڑھا متحیرانہ انداز میں سنتا رہا! پھر بولا

"اوہ.... تو وہ اپاہج آدمی جس کی لاش پائی گئی ہے۔!"

"ہاں....! مونا نے یہی بتایا تھا کہ وہ اُسے دیکھ کر سیٹیاں بجاتا تھا اشارے کرتا تھا۔!"

"مگر وہ تمہیں اس کے جھونپڑے تک کیوں لے جانا چاہتی تھی۔!"

"پتہ نہیں۔!"

"ٹھہرو... یہ بتاؤ کہ اس نے یہ باتیں تو تم سے کی تھیں پولیس کو اس کی اطلاع کیسے ہوئی۔!"

"لوگ کہہ رہے تھے کہ اپاہج بہت اچھا آدمی تھا۔! وہ کیا کہتے ہیں اُسے مفلسی.... قلقلی.... ے وہ کیا کہتے ہیں اسے جو بڑی گھماؤ پھراؤ والی باتیں کرتا ہے۔!"

"فلسفی....!"

"اوہاں.... فلفی.... فلفی.... وہ کہہ رہے تھے کہ وہ فلفی تھا! مجھے تاؤ آ گیا۔ میں نے کہا۔ پکا سور تھا۔! لڑکیوں کو دیکھ کر سیٹیاں بجاتا تھا، آوازے کستا تھا۔! بس پولیس آفیسر نے دھر لیا مجھے۔!"

"دھر لیا.... یعنی کہ.... میں نہیں سمجھا۔!"

"ارے بڑی مشکل سے جان چھوٹی ہے۔! وہ مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ بتاؤ کس لڑکی نے یہ بکواس کی تھی۔ میں نے کہا بس ایک لڑکی کو کہتے سنا تھا اگر وہ میرے سامنے لائی جائے تو ضرور پہچان لوں گا۔!"

"تم نے یہ بھی بتایا ہو گا کہ وہ تمہیں لنگڑے کے جھونپڑے تک لے جانا چاہتی تھی۔!"

یک بیک عمران دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹنے لگا۔! زور زور سے گالوں پر دو چار تھپڑ بھی لگائے۔

"ارے.... ارے....!" بوڑھا حقیقتاً بوکھلا گیا۔!

"کیوں بتایا....! میں نے تمہیں ہی کیوں بتایا.... ہائے میری زبان....!" عمران بدستور سر پر دوہتڑ چلاتا ہوا بولا۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو....!" بوڑھے نے اٹھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔

"کیا ٹھہروں....! مجھ سے بڑا گدھا شاید ہی آج تک پیدا ہوا ہو۔!"

"نہیں پروا مت کرو.... کیا تم نے پولیس کو نہیں بتایا تھا۔!"

"گردن کٹواتا اپنی....؟"

"بہت اچھا کیا....! بھلا اب تم اُسے کہاں ڈھونڈتے پھرتے.... نتیجہ یہی ہوتا کہ پولیس تمہیں ہی دھرتی....! اچھا تو کیا وہ پچھلی رات تمہارے پاس گئی تھی۔!"

"نہیں....!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تو پھر اب اسے کیوں تلاش کرتے پھر رہے ہو۔!"

"یہ بھی پاگل پن ہی ہے۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔! انداز خالص عاشقانہ تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے....! لنگڑے کی موت میں لڑکی ہی کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔!"

"یار بڑے میاں....! ایسی دل دہلانے والی باتیں نہ کرو۔!" عمران نے سینے پر ہاتھ رکھ کر ہونٹوں پر زبان پھیری اور آہستہ سے بڑبڑایا۔ "کہیں.... میرا ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔!"

"نہیں.... نہیں....! وہ ایسا نہیں کر سکتی۔! مجھے یقین ہے۔ مگر حضرت....!" وہ معنی خیز انداز میں سر ہلا کر مسکرایا۔! پھر تھوڑی دیر بعد بائیں آنکھ دبائی اور بولا "دل دے بیٹھے ہو شائد!"

یک بیک عمران کے چہرے پر زلزلے کے آثار نظر آئے۔ نتھنے پھڑک رہے تھے... ہونٹ کانپ رہے تھے اور پھر آنکھوں میں آنسو بھی تیرنے لگے اور اُس نے جھپاک سے منہ چھپا کر رونا بھی شروع کر دیا۔ بس انداز ایسا تھا جیسے اس طرح رو پڑنے پر شرمندگی بھی ہو لیکن اس سے باز رہنا بھی اس کے بس سے باہر ہو۔!

"ارے.... ارے.... نہیں! ٹھہرو سنو....! ننھے بچے....!" بوڑھا اٹھ کر اس کا شانہ تھپکنے لگا۔! "آہ.... میں جانتا ہوں.... یہ لمحات کتنے جان لیوا ہوتے ہیں۔! مجھے تم سے ہمدردی ہے.... ہر اس آدمی سے ہمدردی ہے جو محبت کرتا ہے.... یہ آنسو نہیں ہیں.... ستارے ہیں جو کبھی تمہاری روح سے گذرتے تھے۔!"

عمران پھوٹ پھوٹ کر روتا اور سوچتا رہا۔ بڑی محنت کرنی پڑ رہی ہے تمہارے لئے بوڑھے بیٹے.... سودا مہنگا رہے گا۔ پتہ نہیں تم لوگ مجھے کس چکر میں پھانسنا چاہتے تھے۔! مگر طوفان۔ کھیل بگاڑ دیا اور اب بھی تم کسی چکر میں ہو۔! گویا تمہیں توقع تھی کہ گیراج کے ذریعہ جھونپڑے

پتہ لگا کر میں یہاں ضرور آؤں گا۔ ہو سکتا ہے کہ لڑکی سے ملاقات اتفاق ہی پر مبنی رہی ہو۔! لیکن بعد میں یقینی طور پر مجھے کسی سازش کا آلہ کار بنانے کی اسکیم تیار کی گئی تھی۔!

"اوہو....! اب چپ بھی ہو جاؤ۔! لڑکی یقیناً شریر تھی۔! لیکن وہ کسی کو قتل نہیں کر سکتی۔ میں اپنے ساٹھ سالہ تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ معصوم تھی۔! ممکن ہے کہ شرارتاً اس نے لنگڑے کی مونچھیں صاف کر دینے کی اسکیم بنائی ہو مگر تم کہتے ہو کہ اس کی مونچھیں نقلی تھیں۔!"

"ہاں.... ہاں....! آفیسر یہی کہہ رہا تھا۔! وہ تو کہہ رہا تھا کہ وہ آدمی اپاہج بھی نہیں تھا۔! دونوں ٹانگیں ٹھیک تھیں۔!"

"خدا جانے بھئی....! مگر وہ لڑکی.... کوئی خراب لڑکی نہیں ہو سکتی۔ بس تم اسے شریر کہہ سکتے ہو۔!"

"مگر اب میں کیا کروں۔!" عمران دردناک آواز میں بولا۔ "پولیس نے مجھ پر پابندی عائد کر دی ہے....! میں کیمپ سے اس وقت تک نہیں جا سکوں گا جب تک کہ پولیس اجازت نہ دے۔ گویا قیدی ہوں۔! میرا ملازم بھی بھاگ نکلا۔!"

"بھاگ نکلا....!"

"جی ہاں....! مجھے پولیس کے نرغے میں دیکھ کر کھسک گیا۔! کم بخت حبشی....! آئندہ کے لئے کان پکڑے کہ اب کسی نیگرو کو کبھی ملازم نہیں رکھوں گا۔! کم بخت سیدھا گھر جائے گا۔! نہیں ہرگز نہیں اس سے ایسی حماقت سرزد نہیں ہو گی۔! گھر جا کر بتائے گا تو خود اسی کی کھال گرا دی جائے گی کہ وہ مجھے اس مصیبت میں چھوڑ کر بھاگ کیوں آیا۔!"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے صاحبزادے...! خدا کرے تم پولیس کے چکر سے محفوظ رہو۔! ویسے پولیس سے کوئی بات چھپانا اچھا نہیں ہوتا۔! اچھا ٹھہرو.... مجھے سوچنے دو۔!"

عمران ایسے عقیدت مندانہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا جیسے وہ اسے نجات کا راستہ دکھانے والا ہو۔!

کچھ دیر بعد بوڑھا چٹکی بجا کر بولا۔ "اونہہ کیا بڑی بات ہے۔! میں شہادت دوں گا کہ اس نے اپاہج کے متعلق یہاں افواہیں پھیلائی تھیں اور ہم دونوں ہی کو اس پر آمادہ کیا تھا کہ ہم اس سے بدلہ لینے میں اس کی مدد کریں۔ کیوں کیسی رہی۔!"

"نہیں۔!" عمران کانوں پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔"خواہ مخواہ کوئی نئی مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔!"

"تمہاری مرضی....! ویسے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں پولیس نے پریشان کیا تو میں ہر طرح تمہاری مدد کروں گا۔! بہتیرے بڑے حکام سے میرے اچھے تعلقات ہیں۔! مگر تم کہاں رہتے ہو۔ کیا کرتے ہو۔ کس خاندان سے تعلق ہے تمہارا۔!"

"میں پڑھتا ہوں۔! لیکن یہ ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ کس خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ خاندان کی بدنامی ہو گی۔ میں نے پولیس کو بھی نہیں بتایا....! کبھی نہیں بتاؤں گا خواہ پھانسی ہی پر کیوں نہ چڑھا دیں۔!"

"شریف آدمی معلوم ہوتے ہو۔!"

"اچھا تو پھر اب میں جاؤں۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"اچھی بات ہے۔!" بوڑھا اٹھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔"اگر کوئی دشواری پیش آئے تو مجھے مت بھولنا۔!"

عمران باہر نکل آیا۔! وہ جانتا تھا کہ اب پولیس خاص طور پر اس میں دلچسپی لے گی۔ سازش کرنے والے اسے پوری طرح پھنسانے کی کوشش کریں گے۔!

تفتیش کے دوران وہ خود ہی بول پڑا تھا۔ اس لئے پولیس کی نظر میں آیا تھا۔ اگر نہ بولتا تب بھی ایسے حالات پیدا کئے جاتے کہ پولیس اس کی طرف متوجہ ہو جاتی۔!

اب وہ اپنی دانست میں ایک دلچسپ کھیل کا آغاز کرنے جا رہا تھا۔!

اسے سازش کا شبہ پہلے ہی سے تھا اس لئے جوزف کو شہر روانہ کرنے سے پہلے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ وہ گاڑی سے میک اپ کا سامان نکال کر کہاں چھپا دے گا۔! اور اس وقت جھونپڑے سے نکلنے سے قبل وہ ساری چیزیں ساتھ لے لی تھیں جن سے اس کی شخصیت پر روشنی پڑ سکتی۔ بقیہ سامان وہیں پڑا رہنے دیا تھا۔ جوزف گاڑی لے گیا تھا اور اب اسے واپس نہیں آنا تھا۔!

چونکہ وہ بھی اس کے ساتھ دیکھا گیا تھا اس لئے عمران نے یہی مناسب سمجھا کہ اسے یہاں سے ہٹا ہی دے۔!

صفدر اور جولیا عمران کو تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے۔! لیکن یہاں پہنچنے پر اس طرح طلب کئے جانے کا مقصد تو معلوم ہی ہو گیا تھا۔!

کیمپ میں پولیس کو ایک ایسے احمق کی تلاش تھی جو پولیس آفیسر کی تنبیہ کے باوجود بھی جھونپڑے میں اپنا سامان چھوڑ کر غائب ہو گیا تھا۔!

اب اس وقت جولیا بھی عمران کی تلاش میں تھی اور صفدر لاش کے متعلق معلومات فراہم کرتا پھر رہا تھا۔!

شام کو صفدر واپس آیا۔! جولیا تھک ہار کر جھونپڑے میں آ بیٹھی تھی۔!

"ہمیں اب کیا کرنا چاہئے۔!" جولیا بولی۔"اس کا تو کہیں بھی پتہ نہیں....! جھونپڑے میں سامان چھوڑ کر غائب ہو گیا.... پولیس اُس کی تلاش میں ہے۔!"

"یہیں ٹھہرنا پڑے گا۔! کیس خاصا دلچسپ ہے۔! لیکن اس کا تعلق ہمارے محکمے سے نہیں ہو سکتا۔! یہ حضرت خواہ مخواہ ہر معاملے میں ٹانگ اڑاتے پھرتے ہیں۔!"

"پیدائشی احمق بن کر رہ گیا ہے۔!"

"اب سنو لاش کے متعلق۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اندھیرے میں باہر نکلا ہو گا اور کرسی سمیت کھڈ میں جا پڑا ہو گا۔ لیکن ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ کھڈ میں گرنے سے پہلے ہی موت واقع ہوئی تھی اور وہ اپاہج ہرگز نہیں تھا۔! پیروں میں توانائی تھی۔ اور مونچھوں کی عدم موجودگی میں وہ سعدی اینڈ سنز کا ٹریولنگ ایجنٹ ہی ہو سکتا ہے۔! سعدی اینڈ سنز کے مینجنگ ڈائریکٹر نے لاش شناخت کر لی ہے۔! بحیثیت ٹریولنگ ایجنٹ بھی اس کا نام داور ہی تھا۔! پرسوں اس نے اس کے شوروم سے چالیس ہزار کے جواہرات چرائے تھے اور غائب ہو گیا تھا۔! لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے اپاہج کا بھیس اس لئے اختیار کیا تھا کہ اس چوری کے سلسلے میں پولیس کی نظر سے بچ سکے۔! میٹرو ہوٹل کے منیجر کا بیان ہے کہ وہ اسے ایک اپاہج کی حیثیت سے بہت دنوں سے جانتا تھا۔!"

"کیا یہ ممکن ہے کہ یہ محض بکواس ہو۔!" جولیا بولی۔"مطلب یہ کہ منیجر کا بیان غلط بھی ہو سکتا ہے۔ پرسوں وہ پہلی ہی بار یہاں آیا ہو۔! چالیس ہزار کے ہیروں کے لئے اسے قتل کر کے

کھڈ میں پھینک دیا گیا اور اب کیس میں پیچیدگیاں پیدا کی جا رہی ہیں۔!"

"پولیس کا یہی خیال ہے کہ وہ ان ہیروں ہی کی وجہ سے مارا گیا ہوگا۔! دو تین نگینے بھی برآمد ہوئے ہیں جھونپڑے سے۔ ایس پی کے خیال کے مطابق جھونپڑے میں غالباً حملہ آور کو مرنے والے سے ہاتھاپائی بھی کرنی پڑی تھی اور پھر اس نے اس کا گلا گھونٹ دیا تھا۔ لیکن منیجر کے بیان پر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔! سینکڑوں شہادتیں گذر چکی ہیں کہ وہ پہلے بھی یہاں ایک اپاہج ہی کی حیثیت سے آتا رہا ہے۔!"

"تب پھر یقینی طور پر ہمیں الجھاؤں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ مگر وہ مردود کہاں جا مرا۔!"

صفدر کچھ نہ بولا۔ جولیا بھی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "اگر وہ پہلی بار یہاں ایک اپاہج کے بھیس میں آیا ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ جواہرات کی چوری کے بعد پکڑے جانے کے خوف سے اس نے بھیس بدلا ہوگا۔ لیکن جب کہ وہ پہلے بھی اس بھیس میں آتا رہا تھا.... کیا خیال ہے تمہارا۔!"

"فی الحال میں صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ حضرت کیوں اپنی ٹانگ پھنسا بیٹھے....! معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ اپاہج کی شرافت اور علمیت کے قصیدے پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ بول پڑے سب بکواس ہے۔ وہ تو لڑکیوں کو دیکھ کر سیٹیاں بجایا کرتا تھا اور ان پر آوازے کستا تھا۔! پولیس آفیسر نے پوچھ گچھ کی تو فرمایا کہ کسی لڑکی کو کہتے سنا تھا اگر وہ سامنے آجائے تو اسے پہچان لیں گے۔!"

یک بیک جولیا اچھل پڑی....! اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔!

"کیا بات ہے۔!" صفدر بھی بوکھلا کر اٹھا۔! جولیا جھک کر فرش سے سرخ رنگ کا ایک لفافہ اٹھا رہی تھی۔!

"یہ کیا....؟" صفدر نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"پشت سے ٹکرایا تھا۔ شاید کسی نے باہر سے پھینکا ہے۔!"

صفدر دروازے کی طرف جھپٹا....! مگر باہر سناٹا تھا۔!

پھر وہ مڑ کر جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔ جولیا نے لفافے سے کسی کی تحریر نکالی تھی اور اُسے بغور دیکھ رہی تھی۔! کچھ دیر بعد اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"میرا خیال ہے کہ وہ کسی راہ پر لگ گیا ہے۔!" اس نے صفدر کی طرف خط بڑھاتے ہوئے کہا۔

تحریر یقینی طور پر عمران کی تھی۔! لیکن اس نے نیچے اپنے دستخط نہیں کئے تھے۔! اس نے لکھا تھا۔!

"صفدر.....! سرخ رنگ کے ایکسو گیارہویں جھونپڑے میں ایک بوڑھا ہے اس پر کڑی نظر رکھو۔! جولیا تم سردار گڈھ جاؤ۔ وہاں سے چوہان اور نعمانی کو فون پر ہدایت کرو کہ وہ سعدی اینڈ سنز کے منیجنگ ڈائریکٹر کے متعلق چھان بین کریں۔! سردار گڈھ سے واپسی پر تمہیں میٹرو ہوٹل کے منیجر سے رابطہ بڑھانا ہے۔! فون پر تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔! چوہان یا نعمانی سے رابطہ قائم کر کے صرف اتنا کہہ دینا کہ وہ اس سلسلے میں آج کا ڈیلی میل دیکھ لیں۔!"

صفدر نے کاغذ کو پرزے پرزے کرتے ہوئے ایک سانس لی۔

"میرا خیال ہے کہ میں سعدی اینڈ سنز کے منیجر کو جانتی ہوں۔! لیکن اس کے متعلق چھان بین کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔!"

صفدر کچھ نہ بولا۔! اس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔!

ہر ہوٹل میں ایک ریکریشن ہال بھی تھا۔! ان ہالوں کی تعمیر میں بھی صرف لکڑی ہی استعمال کی گئی تھی۔! بڑا عجیب ماحول ہوتا تھا یہاں کا....! میزوں پر گاڑھا سیاہ قہوہ سرو کیا جاتا تھا اور تلخ تمباکو والے سگاروں کا دھواں چاروں طرف چکراتا پھرتا۔! اس میں رنگین ملبوسات کی خوشبوئیں بھی شامل ہوتیں۔! آرکسٹرا مختلف قسم کے نغمات بکھیرتا اور ہلکے بھاری سریلے قہقہے فضا میں ارتعاش پیدا کرتے۔

صفدر ایک سو گیارہویں جھونپڑے والے بوڑھے کا تعاقب کرتا ہوا میٹرو کے ریکریشن ہال تک آیا تھا۔! یہاں میزیں بھر چکی تھیں۔! ایسے مواقع پر لوگ عموماً پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں سے اجازت طلب کر کے ان کے ساتھ بیٹھ جایا کرتے تھے۔! بوڑھا بھی ایسی ہی ایک میز کی طرف بڑھا جس پر دو آدمی پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے۔! بوڑھے نے آہستہ سے کچھ کہتے ہوئے تیسری کرسی سنبھال لی تھی۔! صفدر کو قریب کوئی خالی میز نہ ملی! ہر میز کی چاروں کرسیاں انگیج تھیں۔ کچھ ایسے بھی نظر آئے جو ادھر اُدھر دیواروں سے ٹکے کھڑے ہوئے تھے۔ ہال کے وسط میں رمبا چل رہا تھا۔!

صفدر بھی دیوار ہی سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔! مگر وہ بڑی بوریت محسوس کر رہا تھا۔!

بوڑھے نے جیب سے سگریٹ کے دو پیکٹ نکالے۔! ایک میز ہی پر رکھ دیا اور دوسرے کو کھول کر بقیہ تین آدمیوں کی طرف بڑھا دیا تھا۔! انہوں نے مسکرا کر انکار میں سر ہلائے اور بوڑھا خود ایک سگریٹ نکال کر سلگانے لگا۔!

صفدر نے محسوس کیا کہ وہ چاروں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہی ہیں لیکن کچھ دیر بعد بوڑھا کسی جھکی مقرر کی طرح انہیں بور کرتا نظر آیا۔! وہ بڑے انہماک سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔! آرکسٹرا کے شور کی وجہ سے صفدر اندازہ نہ لگا سکا کہ موضوع گفتگو کیا تھا۔!

کچھ دیر بعد ان میں سے ایک آدمی اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔! لیکن بوڑھے نے باتوں کی جھر میں اس کی طرف توجہ تک نہ دی۔! ویسے صفدر نے یہ بھی دیکھا تھا کہ اٹھ کر جانے والا بوڑھے کے لائے ہوئے سگریٹ کے پیکٹوں میں سے ایک بڑی صفائی سے پار کر لیا گیا تھا۔!

بوڑھے نے دوسرے پیکٹ سے سگریٹ نکال کر اسے ختم ہوتے ہوئے سگریٹ سے لگایا اور پھر اس کے ہونٹ ہلنے لگے۔ دونوں ہاتھ رہ رہ کر اس طرح جنبش کرتے جیسے وہ اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے جسمانی قوت بھی صرف کر رہا ہو۔!

بیس منٹ گذر گئے اور صفدر وہیں کھڑا ہال کے وسط میں تھرکنے والے رقاصوں کو دیکھتا رہا۔! کبھی کبھی بوڑھے کی طرف بھی متوجہ ہو جاتا۔!

یک بیک وہی لمبی ناک والا پھر دروازے میں نظر آیا جو کچھ دیر پہلے بوڑھے کی سگرٹوں کا پیکٹ اڑا لے گیا تھا۔! صفدر نے اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھے۔! لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے وہ پھر اسی میز کی طرف آ رہا تھا۔!

قریب آ کر اُس نے بوڑھے سے کچھ کہا اور بوڑھا اس انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا جیسے یہ دخل اندازی اسے گراں گذری ہو۔!

اتنے میں آرکسٹرا کی موسیقی تھم گئی اور صفدر نے بوڑھے کی آواز صاف سنی۔! جو کہہ رہا تھا۔ "میری کال ہے.... اوہ.... اچھا شکریہ۔!"

ساتھ ہی وہ بقیہ دو آدمیوں سے معذرت کر کے اٹھ گیا تھا۔! صفدر نے دونوں کو دروازے کی طرف بڑھتے دیکھا۔! رقاصوں کی بھیڑ گیلریوں کی طرف سمٹ رہی تھی۔ صفدر اپنے لئے

راستہ بناتا ہوا تیزی سے آگے بڑھا۔! دونوں باہر نکل چکے تھے۔! صفدر اُن سے بیس یا بائیس قدم کے فاصلے پر رہا ہو گا۔

جھونپڑوں کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے اور صفدر ایک قریبی جھونپڑے کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔! یہاں اتنی تاریکی تھی کہ ان کی شکلیں صاف نظر نہیں آ رہی تھیں۔!

"کیا بات ہے....!" بوڑھے کا لہجہ غصیلا تھا۔!

"پپ.... پیکٹ.... جناب....!" لمبی ناک والا ہکلایا۔

"کیا بکواس ہے.... جلدی کہو....!"

میں پیکٹ جیب میں ڈال کر ادھر ہی سے گذر رہا تھا کہ کسی سے ٹکرا گیا....! دونوں گر پڑے.... میں نے اُسے بُرا بھلا کہا.... لیکن وہ معافی مانگ کر آگے بڑھ گیا۔ پھر کچھ دور چل کر میں نے جیب ٹٹولی تو.... پپ.... پیکٹ....!"

"غائب تھا....!" بوڑھا غرایا.... "کہاں ٹکرائے تھے....!"

"ٹھیک.... اسی جگہ.... یہیں جناب....!"

صفدر کو کچھ دیر بعد کسی ٹارچ کا روشن دائرہ آس پاس رینگتا ہوا نظر آیا اور وہ تیزی سے پیچھے کھسک گیا۔! اس حد تک کہ اتفاقاً بھی روشنی کی پہنچ سے دور ہی رہے۔!

"احمق.... آدمی....!" اس نے بوڑھے کی آواز سنی۔! "اگر وہ تمہارے جیب سے گرا ہوتا تو یہیں ہوتا۔!"

"سس.... سمجھ میں نہیں آتا....!"

"دفع ہو جاؤ....!" بوڑھے کی آواز غصے کی شدت سے کانپ رہی تھی۔ "اپنے جھونپڑے سے اس وقت تک باہر نہ نکلنا جب تک کہ دوسری ہدایات نہ ملیں۔!"

صفدر نے صرف ایک آدمی کے قدموں کی آوازیں سنیں جو بتدریج دور ہوتی جا رہی تھیں اس کا مطلب یہی تھا کہ بوڑھا وہیں رک گیا تھا۔! صفدر نے بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کی۔ دور ہوتے ہوئے قدموں کی آوازیں بالآخر سناٹے میں مدغم ہو گئیں اور پھر کچھ دیر بعد اُسے بوکھلا کر کچھ اور پیچھے ہٹ آنا پڑا۔ کیونکہ شائد بوڑھا اسی طرف چل پڑا تھا۔

پھر پتہ نہیں کیوں آوازیں دوسری طرف بڑھتی چلی گئیں۔!

✿

لیفٹیننٹ چوہان سعدی اینڈ سنز کے شو روم میں ایک شو کیس پر جھکا ہوا جواہرات کی انگشتریاں دیکھ رہا تھا۔! آنکھیں انگشتریوں پر تھیں لیکن دھیان نجمی اور ایک آدمی کی طرف.... نجمی پستہ قد اور فربہ اندام تھا۔! عمر پچاس کے لگ بھگ تھی۔! شفاف کھوپڑی نے چہرے کی گولائی کو تقریباً مکمل کر دیا تھا۔ آنکھیں معمول سے چھوٹی تھیں۔! کھوپڑی ہی کی طرح چہرہ بھی صاف تھا۔! پتہ نہیں کیوں اسے دیکھ کر چوہان نے سوچا تھا کاش بھنویں بھی غائب ہوتیں۔

نجمی دوسرے آدمی سے کہہ رہا تھا....!" بلاشبہ وہ داور ہی کی لاش تھی۔ مگر میرے خدا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس حال میں ملے گا۔! اوہ.... اُوہ....! اور پھر سنئے....! حیرت پر حیرت....! وہ پہلی بار وہاں اس بھیس میں نہیں گیا تھا۔! سالہا سال سے میٹرو کا منیجر اسے ایک اپاہج آدمی کی حیثیت سے جانتا تھا۔! اگر یہ کہا جائے کہ پولیس کی زد سے بچنے کے لئے اس نے اس چوری کے بعد بھیس بدلا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ پہلے بھی اسی بھیس میں وہاں کیوں جاتا رہا تھا۔!

"مگر ہیرے غائب کیسے ہوئے تھے۔!" دوسرے آدمی نے پوچھا۔

"ارے بھئی بس کیا بتاؤں....! وہ یہاں اس میز کی دراز میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ آیا تھا اور یہیں بیٹھ کر مجھے اپنی آرڈر بک دکھانے لگا تھا۔! اندر فون کی گھنٹی بجی تھی اور میں صرف دو منٹ کے لئے چلا گیا تھا۔ پھر واپسی پر میں نے اس سے کافی دیر تک گفتگو کی تھی اور اس کے چلے جانے کے بعد دراز کھول کر دیکھا تو ہیرے غائب تھے۔!"

"کیا یہاں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔!"

"ہو سکتا ہے کہ ہیرے اس کے آنے سے پہلے ہی غائب ہوئے ہوں۔!"

"ناممکن.... میں نے انہیں نکالنے کے لئے دراز کھولی ہی تھی کہ وہ آ گیا تھا۔ میں دراصل انہیں تجوری میں رکھنا چاہتا تھا۔! بہر حال اس کے آجانے پر میں نے دراز پھر بند کر دی تھی۔! مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت تک ہیرے موجود تھے۔! ارے بھئی ہیرے اُسی نے چرائے تھے۔! ورنہ دو تین نگینے اس کے ہالی ڈے کیمپ والے جھونپڑے سے کیسے برآمد ہوتے۔!"

"ان تین آدمیوں کا کیا حشر ہوا جو یہاں کاؤنٹر پر موجود تھے۔!"

"تینوں حراست میں ہیں۔" نجمی ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "پولیس کا خیال ہے کہ ان تینوں میں سے یقینی طور پر کوئی اس چوری سے واقف تھا اور وہی اس کی موت کا باعث بھی بنا ہوگا۔! ہیرے حاصل کرنے کے سلسلے میں اُسے قتل کر دیا۔!"

"میرا بھی یہی خیال تھا کہ پولیس نے ان تینوں کو نظر انداز کیا ہوگا جو اس وقت کاؤنٹر پر موجود تھے۔!" دوسرے آدمی نے کہا۔

"مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ داور دوہری زندگی کیوں گذار رہا تھا۔ اس کی صحت قابلِ رشک تھی۔ لیکن وہ ایک تفریح گاہ میں پہنچ کر اپاہج بن جاتا تھا۔!"

"کہیں تم نے پہچاننے میں غلطی نہ کی ہو۔!"

"ناممکن.... وہ داور ہی تھا۔!"

"اچھا....! چوری کا علم ہو جانے کے بعد تم نے کیا کیا تھا۔!"

"پہلے یہاں پوچھ گچھ کی تھی پھر داور کی قیام گاہ پر گیا تھا۔! کچھ دیر تک گھنٹی بجاتا رہا تھا۔ پھر پانچ منٹ تک اندر سے جواب نہ ملنے پر دروازے کا ہینڈل گھما کر دھکا دیا تھا۔ دروازہ مقفل نہیں تھا۔ لیکن وہاں کیا تھا.... خاک اڑ رہی تھی۔ وہ سامان سمیت غائب تھا۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔ بہت عجیب....! آخر اپاہج کے بھیس میں رہنے کا کیا مقصد تھا۔!"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا....!" نجمی اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔

✿

عمران نے اُجالے میں پہنچ کر سگریٹ کا پیکٹ کھولا۔ لیکن وہ خالی تھا۔ البتہ اسے اندر ایک بے سروپا تحریر نظر آئی۔!

"سرخ زلفوں کی چھاؤں میں سرخ گردن ہی مناسب رہے گی۔!"

تو یہ کسی قسم کا پیغام تھا۔! عمران نے سوچا.... اور پھر اس لمبی ناک والے کی طرف متوجہ ہو گیا جو اَب بوڑھے کے ساتھ ریکریئیشن ہال سے برآمد ہو رہا تھا۔ ان کے پیچھے بھی نظر آیا۔!

پھر وہ ٹھیک وہیں پہنچ کر رکے جہاں عمران لمبی ناک والے سے ٹکرایا تھا۔!

اس نے ان دونوں کی گفتگو بھی سنی اور اندازہ کر لیا کہ بوڑھا اس واقعہ سے واقف ہونے کے بعد سے کسی قدر نروس ہو گیا ہے۔!

پھر جب بوڑھے نے لمبی ناک والے کو اس کے جھونپڑے ہی تک محدود رہنے کا حکم دیا! عمران نے سوچا کہ اب بوڑھے پر خود ہی نظر رکھنی چاہئے۔

دوسری طرف صفدر جھونپڑے کی اوٹ میں چھپا ہوا قدموں کی آواز کی سمت کا تعین کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔! یک بیک اُس نے عمران کی بھرائی ہوئی آواز سنی....! اب تم اپنے جھونپڑے میں واپس جاؤ۔!"

لیکن قبل اس کے کہ صفدر کچھ کہتا عمران تیزی سے آگے بڑھ گیا۔!

اب وہ خود ہی بوڑھے کا تعاقب کر رہا تھا۔!

بوڑھا اپنے جھونپڑے کی طرف جانے کی بجائے ٹیکسیوں کے اڈے کی طرف آیا۔ اس وقت عمران اس کے قریب ہی تھا۔! لیکن بھلا پہچانا کیسے جا سکتا تھا۔ جب کہ اس کی ناک کی بناوٹ قطعی طور پر بدل گئی تھی اور گھنی مونچھوں نے نچلے ہونٹ کا بھی کچھ حصہ چھپا لیا تھا۔!

"سردار گڈھ ....!" بوڑھے نے ایک ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا اور ٹیکسی حرکت میں آ گئی۔!

قریب ہی کی دوسری ٹیکسی عمران کے کام آئی۔!

"اس ٹیکسی کے پیچھے لگے رہو.... دوگنا کرایہ....!" اس نے ڈرائیور کو ہدایت دی۔!

بوڑھے نے سردار گڈھ کی حدود میں داخل ہوتے ہی ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کے قریب ٹیکسی رکوائی اور اتر کر بوتھ میں آیا۔!

یہاں کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ہیلو.... کون.... مونا.... دیکھو.... میں اٹھائیس بول رہا ہوں....! رینڈل میں فوراً پہنچو....! میں وہیں ملوں گا اوکے.... اسٹاپ....!"

وہ سلسلہ منقطع کر کے بوتھ سے باہر آیا اور پھر ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔!

اب ٹیکسی سردار گڈھ کی سب سے زیادہ پُر رونق سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ ایک ایسی عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی جس کے سائن بورڈ پر رینڈل تحریر تھا۔!

رینڈل سردار گڈھ کے بہترین نائٹ کلبوں میں سے تھا۔ تین بجے سے پہلے یہاں کی رونق

رہا ہی دیکھنے کے قابل ہوتی تھی۔! لیکن یہ صرف اونچے ہی طبقے کے لوگوں کی تفریح گاہ تھی۔!

بوڑھا ٹیکسی سے اتر کر ہال میں آیا۔! چند ویٹروں نے اس کا استقبال ایسے ہی انداز میں کیا جیسے مستقل گاہک ہو۔! اس نے ایک ایسی میز کا انتخاب کیا جس کے آس پاس کی میزیں بھی خالی ہی تھیں۔! دس منٹ سے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سرخ بالوں والی لڑکی تیر کی طرح میز کی جانب آئی تھی۔!

"کوئی خاص بات....!" اس نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"بہت ہی خاص....!" بوڑھے نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا....! لیکن لڑکی اسے گھور رہی تھی۔! چند لمحے خاموش رہی پھر بوڑھے نے کہا۔ "کس گدھے نے تم سے کہا تھا کہ تم کسی ایسے آدمی کو الجھانے کی کوشش کرو، جو خود ہی پولیس کو بیان دے بیٹھے۔!"

"بیان دے بیٹھے....! کیا مطلب....!"

"اسکیم یہ تھی کہ ہم اس تک پولیس کی رہنمائی کرتے.... اور تب وہ بیان دیتا۔!"

"مگر یہ ہوا کیسے....!"

"پہلے اس نے سب کچھ بک دیا تھا۔! پھر تمہاری تلاش میں نکلا تھا اور تم سے یہ غلطی ہوئی کہ تم نے گیراج میں میرے جھونپڑے کا نمبر درج کرا دیا تھا۔!"

"تمہارے جھونپڑے کا نمبر....! نہیں تو.... میں نے ایک سو گیارہ درج کرایا تھا۔!"

"احمق....! ایک سو دس تھا تمہارے جھونپڑے کا نمبر۔ ایک سو گیارہ درج کرایا تھا۔!"

"اوہ.... تب تو واقعی....!" لڑکی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ پھر چونک کر بولی "کیا پولیس نے چیک کیا تھا۔!"

"نہیں.... وہی تلاش کرتا ہوا پہنچا تھا۔!"

"اور پولیس کو بیان دینے خود ہی دوڑ گیا تھا۔!"

"نہیں....! پولیس میٹرو کے منیجر سے پوچھ گچھ کر رہی تھی۔! یہ خواہ مخواہ بول پڑا۔" بوڑھے نے پورا واقعہ دہرایا اور لڑکی ہنس پڑی۔ پھر کچھ دیر بعد سنجیدگی سے بولی۔ "میں نہیں جانتی تھی کہ وہ اتنا زیادہ احمق ثابت ہوگا۔! بس اتفاقاً ایک ایسا ہی آدمی مل گیا تھا جس کی تلاش تھی۔!"

میں نے سوچا چلے گا۔ مگر ٹھہرو.....! تم اس کے گرد اپنا جال مضبوط کر سکتے تھے اگر وہ تمہارے پا
پہنچ گیا تھا۔!"

"ہونہہ.... کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں نے ایسا نہ کیا ہوگا۔!"

"پھر اب کیا دشواری ہے۔!"

"وہ غائب ہو گیا....! حالانکہ ایس پی نے اُسے ہدایت کی تھی کہ وہ پولیس کو اطلاع د
بغیر کیمپ نہ چھوڑے۔!"

"اوہ تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔! اب تو پولیس بہر حال اسی کی راہ پر لگ جائے گی۔!

"ہوں.... اوں....!" بوڑھا کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "دیکھا جائے گا.... چلو اٹھو....! ا
دوسری اسکیم ہے۔!"

"اب کہاں چلنا ہے۔!"

"آج دوسری جگہ میٹنگ ہوگی۔!"

وہ دونوں اٹھ گئے....! بوڑھے نے اس بار ٹیکسی نہیں لی۔! حالانکہ کمپاؤنڈ کے باہر ہی
خالی ٹیکسیاں موجود تھیں۔! وہ ایک جانب پیدل ہی چل پڑے۔

سردار گڈھ کی شہری آبادی کا پھیلاؤ زیادہ نہیں تھا۔! جلد ہی وہ سنسان اور تاریک پہاڑیا
کے درمیان نظر آئے....! بوڑھے نے ٹارچ روشن کر لی تھی۔

"کہاں جانا ہے بھئی....!" لڑکی منمنائی۔

"بس پہنچ گئے۔!"

ٹارچ کا دائرہ ایک چھوٹی سی عمارت پر ٹھہر کر کپکپایا۔!

"اوہو....!" لڑکی کے لہجے میں حیرت تھی۔ "میں تو یہاں پہلے کبھی نہیں آئی۔!"

"نہ آئی ہو گی۔!' بوڑھے نے لاپروائی سے کہا۔ "بہتری جگہوں سے سب واقف
ہیں۔!" دروازہ مقفل تھا....! بوڑھے نے جیب سے کنجیوں کا لچھا نکالا۔ ایک کنجی منتخب کی اور
کچھ دیر بعد دروازہ ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ کھلا.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ عرصہ
کھولا گیا ہو۔!

"اوہ تو ہم سب سے پہلے پہنچے ہیں۔!" لڑکی بڑبڑائی۔ "دوسرے لوگ کب آئیں گے۔!"

"آ ہی جائیں گے۔!"

یک بیک لڑکی اچھل کر پیچھے ہٹ گئی۔!

"کیا بات ہے....!" بوڑھا مڑا۔

"میں اندر نہیں جاؤں گی۔!"

"کیوں....؟" آواز میں ہلکی سی غراہٹ تھی۔!

"تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔!"

"چلو....!" بوڑھے نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔

"نہیں جاؤں گی۔!" لڑکی حلق کے بل چیخی۔!

لیکن بوڑھا اسے کسی بکری کے بچے کی طرح گھسیٹتا ہوا اندر لے جا رہا تھا۔! نہ اس نے ٹارچ
ؤشن کی تھی اور نہ دروازہ بند کرنے کے لئے رکا تھا۔

ایک جگہ اس نے ٹارچ روشن کی اور رُک گیا....! یہ ایک کافی کشادہ کمرہ تھا۔! لڑکی اب بھی
تھ چھڑا لینے کے لئے زور لگا رہی تھی۔!

دفعتاً بوڑھا ہنس پڑا۔

"احمق....! تم بالکل ننھی منی بچی ہو....! مجھے ایسے مذاق بہت پسند ہیں، جو اچانک دوسروں
بوکھلا دیں تم واقعی ڈر گئیں....!"

بوڑھا ہنستا رہا اور لڑکی بڑبڑاتی رہی....! بوڑھے نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔!

"اچھا اب ذرا وہ کیروسین لیمپ روشن کر دو....! میں دوسروں کے لئے نشان بنا آؤں۔
ہاں سے سگنل ملے بغیر وہ نہیں آئیں گے۔!"

بوڑھے نے دیا سلائی کی ڈبیہ جیب سے نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

"میں اس قسم کے لغو مذاق نہیں پسند کرتی۔!" لڑکی نے غصیلے لہجے میں کہا اور کیروسین
پ روشن کرنے کے لئے آگے بڑھی۔! بوڑھا اس وقت تک ٹارچ کا بٹن دبائے رہا جب تک کہ
ال کیروسین لیمپ کی زرد روشنی نہیں پھیل گئی....! پھر وہ دروازے سے نکل گیا۔!

لڑکی وہیں کھڑی رہی....! اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ پھر وہ شاید دروازہ بند
نے ہی کی آواز تھی جسے سن کر وہ اچھل پڑی تھی۔! اور ایک لحظہ کے لئے اس کے چہرے پر

خوف کا سایہ سا نظر آیا تھا۔

بوڑھا غالباً واپس آ رہا تھا....! وہ قدموں کی آواز سن رہی تھی....! اُس کی مٹھیاں نہ جا
کیوں سختی سے بھنچتی چلی گئیں۔!

وہ کمرے میں داخل ہوا....! اس کا دُبلا سا چہرہ اب کچھ اور لمبا نظر آنے لگا تھا۔! آنکھ
حلقوں میں ساکت تھیں۔! لڑکی نے جھر جھری سی لی۔ پتہ نہیں کیوں اُسے ایسا محسوس ہو
جیسے بوڑھے کی شخصیت ہی بدل گئی ہو۔!

"بالوں کے متعلق تمہیں کیا ہدایات ملی تھیں....!" بوڑھا غرایا۔

"میں نے ضروری نہیں سمجھا تھا کہ انہیں تباہ کرلوں۔!"

"ہوں....! لیکن یہ بہت ضروری تھا۔! سرخ بال یہاں عام نہیں ہیں.... اگر یہ وقتی طو
خضاب سے سیاہ کر لئے جاتے تو یہ دشواریاں پیدا نہ ہوتیں۔!"

"کون سی دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔!" لڑکی کا لہجہ طنزیہ تھا۔!

"سرخ بال جو عام نہیں ہیں۔ حبشی ملازم جو عام نہیں ہے.... اور میرا خیال ہے کہ وہ ا
بھی غیر معمولی ہی تھا۔!"

"میں نہیں سمجھتی تم کیا کہنا چاہتے ہو....!" لڑکی جھنجھلا گئی۔!

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم کیمپ میں بہت زیادہ دیکھی گئی ہو....! کچھ لوگوں نے تم
احمق کے ساتھ بھی دیکھا تھا۔! احمق کے ساتھ انہوں نے دو غیر معمولی چیزیں دیکھی تھ
سرخ بال اور حبشی ملازم.... پولیس تینوں کی تلاش میں ہے۔ تم سے کہا گیا تھا کہ تم کسی
آدمی کا انتخاب کرو جو فوری طور پر اپنی طرف توجہ مبذول کرانے والا نہ ہو۔! لیکن.... تم۔

بوڑھا خاموش ہو کر اسے گھورنے لگا.... لڑکی بھی خاموش تھی....! اس کے ہونٹ
سے بھنچے ہوئے تھے۔! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اچانک پیدا ہونے والے کسی خیال میں اُلجھ گئ
پھر یک بیک اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے کہ تم صفائی پیش کرو۔!" بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔!" لڑکی ہذیانی انداز میں چیخی۔!

"بتاتا ہوں...!" بوڑھے نے جیب سے ایک چاقو نکالا۔

"کیا....؟" لڑکی کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

چاقو کھلنے کی کرکراہٹ کمرے میں گونجی اور لڑکی "نہیں" کہہ کر اتنی تیزی سے پیچھے ہٹی کہ
یوار سے جا ٹکرائی۔ بوڑھا آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ لڑکی کی
پریشانی سے لطف اندوز ہو رہا ہو۔!

"نہیں.... نہیں پیچھے ہٹو....!" لڑکی کی چیخیں جگر خراش تھیں....! لیکن وہ اسی طرح
آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔!

پھر یک بیک پوری عمارت میں عجیب سا شور گونجنے لگا اور بوڑھا یک بیک اچھل کر بولا "وہ
را....اب بتاؤ۔!"

وہ رک گیا تھا....! لڑکی دیوار سے لگی ہوئی ہانپ رہی تھی اور اس کی خوف زدہ آنکھیں اب
بھی بوڑھے کے چہرے پر تھیں۔!

عمارت میں گونجنے والا شور ایسا ہی تھا جیسے بہت سے آدمی ایک دوسرے پر پل پڑے ہوں۔!

"اب بتاؤ کہ وہ کون تھا اور تم کس کے لئے کام کر رہی ہو۔!" بوڑھے نے چاقو کی نوک
جھکاتے ہوئے کہا۔

بوڑھے کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ شعلہ بار ہو گئیں اور وہ گرج کر بولا۔ "تم جھوٹی ہو۔
اس نے کیمپ سے تمہارے لئے کسی کو پیغام بھیجا تھا جو اٹھارہ کی جیب سے اڑا لیا گیا.... مجھے دیکھنا
تھا کہ وہ کون ہے اس لئے میں خود ہی چل پڑا۔ تمہیں یہاں لانے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اُسے
پکڑا جا سکے.... اس نے کیمپ سے میرا تعاقب شروع کیا تھا.... اور اب....!"

بوڑھا خاموش ہو کر مسکرایا پھر بولا۔ "کیا تم شور نہیں سن رہیں۔! میرے آدمیوں نے اُسے
گھیر لیا ہے۔!"

"پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں کچھ نہیں جانتی۔!"

"مرنے سے پہلے تمہیں مطمئن کر دیا جائے گا کہ تم غلط نہیں مر رہیں۔!"

"کیا بک رہے ہو تم....!" لڑکی پھر چیخی۔

ٹھیک اُسی وقت چار آدمی کمرے میں داخل ہوئے انہوں نے ایک آدمی کو پکڑ رکھا تھا۔

"م.... میں.... تمہارے لئے کام کر رہی ہوں۔! تم شاید پاگل ہو گئے ہو۔ خدا کے لئے

حماقت نہ کرو۔!"

"اُوہ.... بہت اچھے....!" بوڑھے نے مسکرا کر کہا۔

لڑکی نے بھی قیدی کی طرف دیکھا اور آنکھیں پھاڑنے لگی۔!

"ہوں....!" بوڑھے نے کہا "پہچان رہی ہو نا....!"

"میں نہیں جانتی کہ یہ کون ہے....! کبھی نہیں دیکھا۔!"

"پھر جھوٹ....!" بوڑھے نے کہا اور قیدی کی طرف مڑا۔ "کون ہو تم۔!"

"بہت قیمتی گدھا ہوں۔!" قیدی ہانپتا ہوا بولا۔

"ہوں....! باتوں میں اڑانے کی کوشش کرو گے.... اچھا....!" بوڑھا خاموش ہو کر اُ‍ۓ گھورنے لگا۔! پھر اپنے آدمیوں سے بولا۔ "گرا کر ذبح کر دو۔!"

"ذبح کرنے سے پہلے پانی ضرور پلاتے ہیں۔! میں نے کہا۔ ہاں.... یاد دلا دوں تمہیں۔ قیدی بولا۔

لڑکی پھر اس پھولی ہوئی ناک والے کو گھورنے لگی جس کی مونچھیں بھی اسے بہت کریہہ لگ رہی تھیں۔ لیکن حافظے پر لاکھ زور دینے کے باوجود بھی اسے نہ یاد آسکا کہ وہ پہلے کبھی اس سے ملی ہو۔!

بوڑھے کے آدمی اُسے گرا دینے کے لئے جھکولے دیتے رہے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

پھر یک بیک پتہ نہیں کس طرح خود اس نے ہی انہیں چکرا کر رکھ دیا اور وہ ایک دوسرے سے ٹکرا کر دھپا دھپ فرش پر گرے۔ یک بیک بوڑھے نے بھی اس پر چھلانگ لگائی۔! چاقو ایک بھرپور وار.... لیکن دوسرے ہی لمحے میں بوڑھا بھی چاقو سمیت فرش ہی پر نظر آیا۔! قبل اس کے کہ قیدی پر دوسرا حملہ ہوتا اس نے چاقو پر قبضہ کر لیا۔! لیکن اسے اتنا موقع نہ ملا کہ وہ اسے استعمال بھی کرتا۔! چاروں بڑے وحشیانہ انداز میں اس پر جھپٹے تھے.... اور اُسے ہاتھ اٹھانے کی بھی مہلت نہیں ملی تھی۔! انہوں نے اُسے پھر جکڑ لیا۔ چاقو والا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا گیا تھا۔! بوڑھے کا چہرہ بے حد خوف ناک نظر آنے لگا۔ وہ تیزی سے قیدی کی طرف جھپٹا اور چاقو والے ہاتھ پر زور آزمائی کرنے لگا۔! اس سے پہلے وہ چاروں ہی باری باری سے چاقو چھیننے کی کوشش کر چکے تھے۔!

"ناممکن....!" قیدی نے قہقہہ لگایا۔ "کوئی مرد آج تک میری مٹھی نہیں کھول سکا۔!"

"لڑکی سے کہو....! وہی چھین سکے گی چاقو....!"

بوڑھے نے جھلا کر الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ چوٹ آئی ہو یا نہ آئی ہو لیکن قیدی بڑے خسارے میں رہا.... اس کی ناک مونچھیں سمیت اکھڑ کر فرش پر آرہی اور کئی تحیر آمیز آوازیں کمرے میں گونجیں۔!

"اوہ.... یہ تو وہی ہے....!" بوڑھا حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"احمق....!" لڑکی چیخی۔

"خدا تمہیں غارت کرے.... تم خود احمق.... احمق کہنے والوں کو میں نے آج تک معاف نہیں کیا۔!" احمق نے ہانک لگائی اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے وہ سب ربڑ کے ہوں....! اچھل اچھل کر گرنے پر چیخنے لگے....! چاقو کہیں دور جا پڑا اور وہ اس پر بُری طرح الجھ گئے تھے کہ کسی کو اس کی طرف دھیان دینے کا ہوش ہی نہیں رہ گیا تھا۔!

لڑکی ایک گوشے میں سہمی کھڑی اس حیرت انگیز ہنگامے کو دیکھ رہی تھی۔! پھر آخر اسے بھی ہوش آہی گیا اور وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف کھسکنے لگی۔

بوڑھا اب پوری طرح اپنے آدمیوں کے ہاتھ بٹا رہا تھا اور احمق کے ہاتھ کھا رہا تھا۔

لڑکی باہر تو نکل آئی تھی....! لیکن اب اس نے سوچا کہ جس کی وجہ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئی ہے اسے خونیوں کے نرغے میں چھوڑ کر اس طرح بھاگ نکلنا اچھی بات تو نہیں۔!

پھر وہ کیا کرے....؟! اگر دوسری بار اُن کے چنگل میں جا پھنسی تو گلو خلاصی ایسے ہی جھٹکے کو کہیں گے جو سر تن سے جُدا کر دے۔!

مگر.... آخر یہ احمق.... اس وقت ایک انہونی اس کی نظروں سے گذری تھی۔! وہ احمق اپنی جان بچانے کی بجائے ان لوگوں کے پیچھے لگ گیا تھا جنہوں نے اس کے خلاف سازش کی تھی۔! اب اس کے پیچھے ایک طرف پولیس تھی اور دوسری طرف یہ لوگ۔!

آخر یہ ہے کون....؟ نادانستگی میں وہ کس سے جا ٹکرائی تھی۔! کوئی بھی ہو....! اُسے محسن ہی سمجھنا چاہئے.... ورنہ اس وقت بوڑھا اسے کب زندہ چھوڑتا....!

وہ عمارت کے قریب ہی ایک چٹان کی اوٹ میں رک گئی۔ چاروں طرف گہرا اندھیرا تھا۔! لیکن یہاں لڑنے والوں کا شور نہیں سنائی دیتا تھا....! عمارت کے باہر قدم رکھتے ہی وہ بتدریج مدھم ہوتا گیا۔! ہوسکتا ہے کہ عمارت کی ساخت ہی ساؤنڈ پروف قسم کی رہی ہو۔! ویسے یہ عمارت لڑکی کے لئے نئی ہی تھی۔! اس سے پہلے کبھی یہاں آنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

وہ الجھن میں مبتلا تھی۔! اسے کیا کرنا چاہئے۔ اگر دوبارہ ان کے ہاتھوں میں پڑی تو زندگی محال ہوجائے گی۔! یہ خدشہ بھی لاحق تھا کہ کہیں راستے میں کسی سے مڈ بھیڑ نہ ہوجائے۔! ظاہر ہے کہ بوڑھے نے احمق کو پھانسنے ہی کے لئے جال بچھایا تھا یہ اور بات ہے کہ اس سے پہلے اسے خیال بھی نہ آیا ہو کہ اس بے ہنگم میک اپ میں وہی ہوگا تو پھر ضروری نہیں کہ اس نے صرف چار ہی آدمیوں سے کام لیا ہو....! ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ باہر بھی ادھر ادھر چھپے بیٹھے ہوں۔! پہاڑیاں ایسی تھیں کہ یہاں پوری فوج کی فوج بہ آسانی چھپ سکتی تھی۔!

دفعتاً اس نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں اور ایک گوشے میں دبک گئی۔ پھر اسے اپنے قریب ہی چنگھاڑ سنائی دی۔! "ٹھہرو.... ٹھہرو.... ارے یہ اپنا چاقو تو لیتے جاؤ نہیں تو آلو کیسے چھیلو گے۔!"

خدا کی پناہ.... لڑکی کانپ اٹھی....! آواز احمق کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہوسکتی تھی۔!

پھر وہ شاید اسی کے قریب ہی آکر رک گیا....! بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں آہستہ آہستہ سناٹے میں تحلیل ہوگئیں۔!

اسے یقین تھا کہ آواز احمق ہی کی تھی اور وہ اپنے قریب جو دھندلی سی پرچھائیں دیکھ رہی تھی وہ بھی احمق ہی کی ہوسکتی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ اسے مخاطب کرنے کی ہمت نہ کرسکی۔!

لیکن جیسے ہی وہ آگے بڑھا غیر ارادی طور پر اس کی زبان سے ٹھہرو کا لفظ نکل گیا۔! سایہ ٹھٹکا اور پھر آواز آئی۔ "اب کس مصیبت میں پھنساؤ گی۔!"

"یہ مشورہ دوں گی کہ سر پر پیر رکھ کر بھاگو.... ورنہ جلد ہی کوئی دوسری آفت بھی نازل ہوسکتی ہے۔!"

سایہ بھد سے چٹان پر بیٹھ گیا.... اور لڑکی اسے عجیب قسم کی حرکتیں کرتے دیکھتی رہی۔

"کیا کررہے ہو....!" اس نے بالآخر کہا۔

"نہیں بنتا....!" سائے نے مایوسی سے کہا۔

"کیا نہیں بنتا۔!"

"سر پر پیر رکھ کر بھاگنے کی کوشش کررہا ہوں۔!" سائے نے کراہ کر کہا۔

"اٹھو.... احمق کہیں کے....!" لڑکی نے جھپٹ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔! "اٹھو نہیں تم کیا بلا ہو....!"

وہ اٹھ گیا.... اور پھر وہ تیزی سے نشیب میں اترنے لگے....!

"کہاں چلو گے....!" لڑکی نے پوچھا۔

"تمہیں گھر پہنچا کر روئی کا مارکٹ دیکھوں گا۔! سنا ہے دام پھر چڑھ رہے ہیں۔!"

"کیا تم نے سنا نہیں کہ وہ مجھے مار ڈالنا چاہتے تھے۔!"

"گھر پر مرنے سے فائدہ ہے.... لاش بآسانی پولیس کے ہاتھ آجائے گی۔!"

"مجھے پریشان مت کرو....! تمہارے لئے بھی خطرہ ہے....! وہ ضرور واپس آئیں گے۔! مگر وہ تمہیں چھوڑ کر بھاگ کیوں گئے....!"

"بس کیا بتاؤں....! خفا ہوگئے۔ پکارتا ہی رہ گیا کہہ رہے تھے۔ کافی ہاؤز چلو میں نے انکار کردیا۔! نہیں تھا تفریح کا موڈ۔!"

"تم کون ہو....!"

"بتاتا ہوں....!" سائے نے کہا اور یک بیک جھک کر اسے کاندھے پر اٹھا لیا۔

"ارے.... ارے....!" لڑکی آہستہ سے منمنائی.... لیکن سائے نے تیزی سے دوڑنا شروع کردیا۔! اندھیرے میں اس طرح دوڑنا خطرے سے خالی نہیں تھا لیکن ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے راستہ اس کا اچھی طرح دیکھا بھالا ہو....! پھر لڑکی نے محسوس کیا کہ وہ اس کے قدموں کی آواز بھی نہیں سن رہی۔ اس کی فکر بھی نہیں تھی کہ وہ اسے کہاں لے جارہا ہے۔!

وہ خاموشی سے دوڑتا رہا.... کبھی کبھی رفتار کم ہوجاتی تھی اور وہ اس طرح بچ بچ کر چلنے لگتا تھا جیسے اندھیرے میں بھی ناہموار راستے کے نشیب و فراز بخوبی نظر آرہے ہوں۔

کچھ دیر بعد اس نے ٹارچ روشن کرلی اور لڑکی آہستہ سے بولی۔! "یہ کیا کررہے ہو....! اگر انہوں نے دیکھ لیا تو۔!"

"پرواہ مت کرو....!" احمق ایک غار میں داخل ہو رہا تھا۔!

تھوڑی دور چلنے کے بعد احمق نے اسے نیچے اتار دیا....! ٹارچ کی روشنی میں کافی کشادہ جگہ نظر آئی۔! زمین مسطح تھی اور ایک جانب تھوڑا سامان بھی پڑا ہوا نظر آیا۔!

"اوہ.... تو تم نے پولیس کے ڈر سے یہیں پناہ لی ہے۔!" لڑکی نے پوچھا۔

احمق نے کوئی جواب نہ دیا وہ دیا سلائی کھینچ کر ایک چھوٹا سا کاربائیڈ لیمپ روشن کرنے لگا تھا۔!

"اب میں ذرا اپنی ٹوٹ پھوٹ کا جائزہ لے لوں۔!" احمق زمین پر بیٹھ کر اپنا جسم ٹٹولنے لگا۔ پھر کراہ کر بولا۔ "بعض بے درد اتنے زور سے مارتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔!"

"مجھے اسی پر حیرت ہے کہ تم زندہ کیسے بچے.... وہ سب بڑے خون خوار لوگ تھے.... اور وہ شیطان.... میں نے پہلے کبھی اُسے اس روپ میں نہیں دیکھا۔!"

"وہ بوڑھا....!" احمق نے پوچھا۔

"ہاں.... وہی بوڑھا....! یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ کسی پر قاتلانہ حملہ کرے گا۔!"

"حالانکہ اس بیچارے اپاہج کو تم سبھوں نے مل کر مار ڈالا۔!"

"میں کچھ بھی نہیں جانتی.... یہ تو مجھے آج کے اخبار سے معلوم ہوا ہے کہ وہ مار ڈالا گیا اور وہ اپاہج نہیں تھا میک اپ میں تھا اور اس نے اپنے مالک کے جواہرات چرائے تھے۔!"

"ہو سکتا ہے کہ تم اس کے متعلق کچھ نہ جانتی رہی ہو....! لیکن اتنا تو جانتی ہی تھیں کہ وہ مار ڈالا جائے گا اور قتل کا ملزم بنانے کے لئے تمہیں مجھ جیسے آدمی کو پھانسنا ہے۔!"

"ہائیں....!" لڑکی حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔ "تم تو اس وقت عقل مندوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔!"

"پولیس تو گدھوں کو بھی لاطینی بولنے پر مجبور کر دیتی ہے۔!" احمق نے ٹھنڈی سانس لی۔ "تم نے مجھے بڑی مصیبت میں پھنسا دیا....!"

"تم خود ہی کیوں بول پڑے تھے.... بوڑھا کہہ رہا تھا۔!"

"ہاں....! بس بول ہی پڑا تھا.... ستارے اچھے تھے۔ نہ بولتا تو تم لوگ کسی دوسری طرح پھنسانے کی کوشش کرتے اور میں اس وقت جیل میں ہوتا.... کیوں....؟"

"اسکیم تو یہی تھی شاید....!" لڑکی مسکرائی۔

"اور تم اس پر خوش ہو رہی ہو۔!" احمق نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کس طرح مطمئن کر سکوں گی۔! مگر پہلے تم مجھے اپنے متعلق بتاؤ کہ یہ پاگل پن نہیں ہے کہ تم اپنے بچاؤ کی فکر کرنے کی بجائے انہیں لوگوں سے آبھڑے، جو تمہیں پھنسانا چاہتے تھے۔ تم سے بہت بڑی حماقت سرزد ہوئی ہے۔!"

"اکثر اس سے بڑی سرزد ہوتی رہی ہیں۔! اچھا تو پھر کیا تمہیں توقع تھی کہ میں پھانسی کا پھندہ اپنی ہی گردن میں ڈال لوں گا۔!"

"وہ بہت چالاک ہیں....! میں تو کہتی ہوں کہ اس طرح بھاگ نکلنے میں بھی کوئی چال تھی۔ اب وہ غالباً یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم تنہا ہی ہو یا تمہارے ساتھ بھی کوئی گروہ ہے تم نے یہ سمجھ کو بوڑھے کا تعاقب کیا تھا کہ وہ غافل ہے....! حالانکہ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کی تاک میں کون ہے... آہاں ٹھہرو... بتاؤ وہ پیغام کیا تھا جو تم نے اس کے کسی ساتھی کی جیب سے اڑایا تھا۔!"

"پیغام.... نہیں شاعری....!" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "سرخ زلفوں کی چھاؤں میں سرخ گردن ہی مناسب رہے گی۔!"

"میرے خدا....!" لڑکی یک بیک پھر خوف زدہ نظر آنے لگی۔ "اس پیغام کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ مجھے ذبح کر دیا جائے۔!"

"مگر یہ پیغام تھا کس کے لئے....! وہ آدمی اسے کہاں لے جاتا۔!"

"یہ بتانا مشکل ہے....!" لڑکی کسی سوچ میں پڑ گئی۔!

احمق اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔! لڑکی خاموش ہی رہی آخر احمق نے پوچھا۔

"ہیرے کہاں ہیں۔!"

"میں نہیں جانتی....! یہ معاملہ میری سمجھ میں آ ہی نہ سکا۔! مجھ سے صرف اتنا ہی کہا گیا تھا کہ میں کسی کو اس کے جھونپڑے تک لے جاؤں....! خود اندر چلی جاؤں۔ پھر واپس آ کر کہوں کہ میں اپنا کام کر چکی ہوں۔!"

"تمہیں اندر جا کر کیا کرنا تھا....!"

"کچھ بھی نہیں....! مجھ سے تو کہا گیا تھا کہ وہ اس وقت جھونپڑے میں ہو گا ہی نہیں....! میں کچھ دیر ٹھہر کر واپس آ جاؤں....! یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اس طرح قتل کر دیا جائے

گا۔ آج کا اخبار دیکھنے کے بعد ہی پوری سازش میری سمجھ میں آسکی ہے۔ پرسوں رات طوفان آ گیا تھا۔! بوڑھا ٹھیک اسی وقت میرے جھونپڑے میں داخل ہوا جب مجھے وہاں سے روانہ ہونا تھا۔! اس نے کہا کہ اب طوفان کی وجہ سے اسکیم دوسری رات پر ملتوی کر دی گئی ہے۔! میں اب سو جاؤں۔ ظاہر ہے کہ میں نے خدا کا شکر ادا کیا ہوگا کہ اب اس طوفان میں باہر نہیں نکلنا پڑے گا.....! چین سے سو گئی تھی۔! لیکن پھر منہ اندھیرے ہی مجھے اٹھا دیا گیا تھا کہ میں سردار گڈھ چلی جاؤں اور اس وقت تک دوبارہ کیمپ کا رخ نہ کروں جب تک کہ ہدایات نہ ملیں۔! سردار گڈھ میں بھی اُن کے کئی ٹھکانے ہیں۔!"

"ہوں....!" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا۔! پھر اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"سرغنہ کون ہے۔!"

"ہوسکتا ہے کہ بوڑھا ہی سرغنہ ہو کیونکہ وہ جو کام ہم سے لیتا ہے.....! ان کے مقصد سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔!"

"کیا مطلب....!"

"اونہہ.... سمجھنے کی کوشش کرو.....! مطلب یہ تھا کہ وہ ہم سے صرف کام لیتا ہے۔! ہم کسی کام کے مقصد سے واقف نہیں ہوتے۔ ہمیں تو اس کی ہوا بھی نہیں لگنے پاتی.....! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان کاموں کے نتائج سے ہم کسی حد تک معاملات کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔! مثال کے طور پر اپنا کیس لے لو۔ جب اپاہج مر گیا اور اخبارات میں اس کے متعلق خبریں آئیں تو مجھے اندازہ ہوسکا کہ تمہیں پھانسنے کا کیا مقصد تھا۔!"

"کیا مقصد تھا....؟"

"ارے یہی کہ اپاہج کے قتل کا الزام تمہارے سر رکھ دیا جاتا۔!"

"مگر کیسے....؟" عمران نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں اپنی زبان بند رکھتا۔!"

"تمہیں بار بار احمق کہتے ہوئے بھی الجھن ہوتی ہے۔! ذرا کھوپڑی استعمال کرو.....! جب تم اس منزل سے گذرے ہی نہیں تو کیسے کہہ سکتے ہو کہ اس وقت حالات کیا ہوتے فرض کرو.... کوئی تمہیں اسی وقت وہیں چیک کر لیتا جب میں جھونپڑے میں داخل ہوتی اور تم باہر میرا انتظار کرتے۔ پھر دوسری صبح کیا ہوتا جب اس کی لاش ملتی۔ ظاہر ہے کہ میں بھی وہاں سے ہٹا دی

جاتی.... پھر تم رویا کرتے کہ تمہیں کوئی لڑکی وہاں لے گئی تھی مگر کسے یقین آتا.... تم دھر لئے جاتے.... اور پھانسی کا پھندا۔!"

"ارے باپ رے.....!" عمران اچھل کر اپنی گردن مسلنے لگا اور لڑکی ہنس پڑی.....! پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر بولی۔ "پھر وہ مجھے بھی راستے سے ہٹا دیتے کیونکہ میں خود کو چھپا نہ سکتی محض اس بناء پر پولیس میری تلاش میں بھی ہے کہ میں تمہارے ساتھ دیکھی گئی تھی۔! بہر حال پولیس تمہیں پکڑ لیتی.... لیکن مجھے نہ پا سکتی.... پھر وہی ہوتا جو ابھی کہہ چکی ہوں۔! مگر سنو.... ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔!"

وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی پھر بولی۔ "داور.... حقیقتاً کون تھا....؟"

"یہ بھی تم ہی بتا سکو گی۔!"

"میں کیا جانوں.... میں جاننا چاہتی ہوں۔! وہ سعدی اینڈ سنز کا ٹریولنگ ایجنٹ تھا۔! لیکن سعدی والے اسے اپاہج کی حیثیت سے نہیں جانتے تھے اور حقیقتاً وہ اپاہج تھا بھی نہیں.... پھر آخر وہ دوہری زندگی کیوں بسر کر رہا تھا۔! اگر وہ پہلی بار اس روپ میں لوگوں کو ملا ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ چوری کے بعد پولیس سے بچنے کے لئے اپاہج بنا ہوگا۔!"

"میری گردن کاٹنے کے لئے اپاہج بنا تھا۔!" عمران جھلا کر بولا۔ "فی الحال یہ مت سوچو کہ وہ اپاہج کیوں تھا۔!"

"پھر تم ہی بتاؤ کیا سوچوں.....! میں تو بڑی مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔!"

عمران خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ "کیا یہ چوروں اور قاتلوں کا گروہ ہے۔!"

"میں آج تک نہیں سمجھ سکی کہ یہ کس قسم کے لوگوں کا گروہ ہے۔!"

"مجھے اپنے ازلی احمق ہونے کا اعتراف ہے۔ پھر کیوں اُلو بنا رہی ہو۔!"

"یقین کرو.... میں نہیں جانتی۔!"

"کیا داور کا قتل ان ہیروں کے لئے نہیں ہوا تھا۔!"

"ہوسکتا ہے یہی بات رہی ہو.....! کاش تم سمجھ سکتے.....! ہم سب بُری طرح پھنس گئے ہیں۔! اب اس جال سے کسی طرح نہیں نکل سکتے۔!"

"میں نہیں سمجھا.... تم کیا کہہ رہی ہو۔!"

"لمبی کہانی ہے.... ہم سب امن پسند شہری تھے....! تم جانتے ہی ہو کہ آدمی زندگی کی یکسانیت سے اکتا کر کیا کچھ نہیں کرتا۔! ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب سنجیدگی کے تصور سے بھی وحشت ہوتی ہے۔ ہم آٹھ ممبروں نے ایک کلب بنایا تھا اور فرصت کے لمحات میں دن بھر کی بوریت رفع کرنے کے لئے طرح طرح کی حرکتیں کرتے تھے اکثر بعض اجنبی بھی ہماری شرارتوں کا شکار ہو جاتے لیکن شرارتوں کی نوعیت ایسی نہیں ہوتی تھی کہ کوئی بُرا مانتا....! وہ اجنبی بھی وقتی طور پر ہمارے دلچسپیوں میں شریک ہو جاتے....! کہنے کا مطلب یہ کہ ہم کبھی قانون کی حدود سے باہر قدم نہیں نکالتے تھے۔ کلب کے قیام کا مقصد محض تفریح تھا۔ ایک دن یہ بوڑھا پتہ نہیں کہاں سے آپھنسا....! یہ بھی ہماری ایک شرارت کا شکار ہوا تھا۔! یعنی اس نے ہم سے استدعا کی تھی کہ ہم اسے بھی کلب کا ممبر بنالیں۔ آدمی زندہ دل ثابت ہوا تھا اس لئے ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔! کچھ دنوں بعد ہم نے محسوس کیا کہ وہ تو ہم سبھوں سے تیز ہے۔ نت نئی شرارتوں کے پروگرام بڑے سلیقے اور ذہانت سے ترتیب دیتا۔! آہستہ آہستہ وہ ہم سبھوں پر مسلط ہوتا گیا اور کچھ دن گذرنے پر ہم محسوس کرنے لگے کہ شرارتوں کے بہانے ہم سے کئی غیر قانونی حرکتیں بھی سرزد ہو چکی ہیں ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کے ہاتھ نادانستگی میں آلودہ نہ ہو گئے ہوں اور بوڑھے کے پاس ہمارے خلاف واضح ترین ثبوت تھے وہ کسی وقت بھی ہماری گردنیں پھنسا سکتا۔ اب ہم اس کے اشاروں پر ناچنے لگے۔ کلب ایک ایسے گروہ میں تبدیل ہو گیا جس کا سربراہ وہ بوڑھا تھا۔! اب ہمیں اس سے کام کے عیوض رقومات بھی ملتی ہیں....! لیکن ہم اس کے جال سے کسی طرح بھی نہیں نکل سکتے۔! وہ کہتا ہے کہ اس وقت تک محفوظ ہیں جب تک اس کے زیرِ سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔! اس سے الگ ہونے کی کوشش ہی ہمیں جیل کا دروازہ دکھادے گا۔! ہم مجبور ہیں....! جیل جانا کون پسند کرے گا۔!"

"اچھا تو وہ لوگ جنہوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا تمہارے اسی کلب کے ممبر تھے۔!" عمران نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں....! وہ بڑے خطرناک لوگ تھے....! پہلے بھی اکثر انہیں دیکھ چکی ہوں۔! پتہ نہیں اور بھی کتنے لوگ ہیں جنہیں میں نہیں جانتی۔ وہ بوڑھے ہی کے لئے کام کرتے ہیں۔! ہم تو صرف دس ہیں لیکن ہم سے کبھی دھینگا مشتی قسم کے کام نہیں لئے گئے۔!"

"کیا مجھ پر پہلے ہی سے تم لوگوں کی نظر تھی۔!"

"نہیں.... تم سے اتفاقاً ہی ملاقات ہوئی تھی....! دارالحکومت سے کیمپ آتے وقت سچ مچ ؛ی خراب ہو گئی تھی۔! اس وقت تو مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ میں وہاں کیوں بلائی گئی وں۔!"

"کیمپ میں پہنچ کر بوڑھے کی اسکیم معلوم ہوئی تھی اور میں نے سوچا تھا کہ اس کام کے لئے م جیسا احمق بہت موزوں ثابت ہوگا۔ لیکن سچ بتاؤ.... کیا تم احمق ہو۔!"

"اب احمق کہا تو تھپڑ ماروں گا۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "میں احمق نہیں ہوں۔!" تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر نرم لہجے میں بولا۔ "بس اکثر یہ ہوتا ہے کہ میری عقل خبط و جاتی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کسی بات کے جواب میں کیا کہنا یا کرنا چاہئے۔ خیر ختم رو.... اب تم نے اپنے لئے کیا سوچا ہے۔!"

"اگر عقل خبط نہ ہو گئی ہو تو تم ہی کچھ بتاؤ.... مگر ٹھہرو.... کیا تمہیں معلوم تھا کہ میں اس قت اسی عمارت میں لائی جاؤں گی۔! یہ غار وہاں سے زیادہ دور تو نہیں معلوم ہوتا۔!"

"ہم اس وقت ہالی ڈے کیمپ کے قریب ہی ہیں۔! عمارت بھی ہالی ڈے کیمپ سے زیادہ دور نہیں ہے۔! اسے چونکہ مجھے پھانسنا تھا اس لئے اس نے اتنے گھماؤ پھراؤ والا راستہ اختیار کیا تھا۔!"

"بہر حال اب وہ لوگ تمہاری تلاش میں ہوں گے۔ پھر کہتی ہوں کہ اُن کے اس طرح نکلنے میں بھی کوئی نہ کوئی چال ضرور تھی۔!"

"بوڑھے کا نام کیا ہے۔!"

"شاطر۔ عجیب بے تکا نام ہے.... وہ کہتا ہے میں شاعر ہوں اور شاطر تخلص کرتا ہوں۔ ہم سب اسے شاطر ہی کے نام سے جانتے ہیں۔! چمڑے کی دلالی کرتا ہے۔!"

"مستقل قیام کہاں ہے۔!"

"دارالحکومت میں تیرہ پرنس اسٹریٹ....! بڑی شان سے رہتا ہے۔!"

"ہوں....!" عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اٹھتا ہوا بولا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔! میں ابھی آیا۔ میری عدم موجودگی میں غار سے نکلنے کی ہمت نہ کرنا۔!"

دوسری صبح عمران ہالی ڈے کیمپ میں نظر آیا۔! اب وہ دوسرے میک اپ میں تھا۔! صفدر اور جولیا پوری کہانی سُن چکے تھے اور اب خاموشی سے شاید اس کے بعض پہلوؤں پر غور کر رہے تھے۔!

کچھ دیر بعد جولیا بولی۔ "تو تم.... محض اس لئے اس کیس میں دلچسپی لے رہے ہو کہ بعض لوگوں نے تمہیں کسی جُرم میں ملوث کرنے کی کوشش کی تھی۔!"

"میں صرف اس لئے دل چسپی لے رہا ہوں کہ ایکس ٹو نے مجھ سے استدعا کی تھی۔!"

"بکواس ہے....!" جولیا بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "بھلا ایکس ٹو کو کسی چور کے قتل سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔!"

"یہ تو وہی بتا سکے گا۔!"

"ذرا ٹھہریئے....!" صفدر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "آپ کے بیان کے مطابق اس رات طوفان کی وجہ سے آپ اس کے جھونپڑے تک نہیں لے جائے گئے تھے۔!"

"غالباً یہی وجہ تھی۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"مقصد یہی تھا کہ آپ پر اس قتل کا الزام آئے.... لیکن کیا وہ طوفان کی وجہ سے قتل کا پروگرام ملتوی نہیں کر سکتے تھے.... ظاہر ہے کہ اسی رات کو اُسے قتل کر دینے میں پوری اسکیم پر عمل ناممکن تھا۔!"

"گڈ....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہم سوال یہی ہے۔!"

"لیکن.... اسکیم میں قتل کا حصہ.... آپ پر الزام والے حصے سے زیادہ اہم تھا۔! یعنی رات آپ الجھائے جا سکتے یا نہ الجھائے جا سکتے قتل ہونا اشد ضروری تھا۔!"

"فائین.... غالباً تم نے اس کی وجہ بھی دریافت کر لی ہوگی۔!"

"جواہرات کی چوری کی خبر....!"

"بہت اچھے....!" عمران اس کی پیٹھ ٹھونکتا ہوا بولا۔ "غالباً یہی وجہ ہے کہ ایکس ٹو تمہیں معاملے میں آگے بڑھا دیتا ہے۔!"

جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "پتہ نہیں میں کس مرض کی دوا ہوں۔!"

"تمہیں دیکھ لینے سے ہر قسم کا نزلہ زکام رفع ہو جاتا ہے.... میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ تم باؤ گولا کے لئے بھی اکسیر ہو۔!"

"گولی ماردوں گی اگر بکواس کی....!" جولیا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

لیکن عمران صفدر کی طرف متوجہ ہو گیا۔!

"اب مجھے سعدی اینڈ سنز کے مینیجنگ ڈائریکٹر کے متعلق رپورٹ کا انتظار ہے۔!"

"جواہرات کی چوری کی خبر سے تمہاری کیا مراد تھی۔!" جولیا نے صفدر سے پوچھا۔

"اگر وہ اس رات قتل نہ کر دیا جائے تو دوسری صبح کے ڈیلی میل میں وہ اشتہار اُس کی نظروں سے بھی گذرتا اور پھر شاید وہ کسی طرح بھی قاتلوں کے قابو میں نہ آتا۔!" عمران نے کہا۔

"میری بات سنو....!" جولیا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "قاتل اس کی دونوں حیثیتوں سے واقف تھے اور انہیں اس کا بھی علم تھا کہ وہ ہیرے چرا لایا ہے۔!"

"چلو.... فی الحال تسلیم کئے لیتا ہوں.... پھر....!"

"انہوں نے اُسی رات اسے کیوں نہیں ختم کر دیا۔!"

"میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا.... تمہارے ذہن میں کیا ہے۔!"

"اس سلسلے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ انہیں کسی ایسے آدمی کی تلاش تھی جس پر قتل کا الزام رکھا جا سکے....! لیکن پھر.... انہوں نے تیسری رات کا انتظار نہیں کیا....! اس آدمی کو درمیان میں لائے بغیر ہی اُسے قتل کر دیا....؟"

"صفدر نے بھی یہی کہا تھا۔!"

"میں کہنا چاہتی ہوں.... کہ قتل کی جو وجہ ظاہر کی گئی ہے....! وہ نہیں ہو سکتی۔!"

"گڈ....!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔ "اب تم نے بھی ایک کام کی بات کی ہے۔!"

جولیا بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی اور عمران نے پُر مسرت لہجے میں کہا۔ "اسی لئے ایکس ٹو مجھے تمہارے سلسلے میں ایک بڑا واہیات مشورہ دیا کرتا ہے۔!"

"کیا مشورہ....!" صفدر نے مسکرا کر پوچھا۔

"تم دونوں گدھے ہو....!" جولیا نے جھلا کر کہا۔ اُٹھی اور جھونپڑے کے باہر نکل گئی اور عمران ایک طویل سانس لے کر صفدر کی طرف دیکھنے لگا۔! وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس

نے کہا۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ مقتول اپنے متعلق چوری کی خبر پڑھ کر ان کے قابو میں نہ آتا۔!"

"بہر حال آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ قتل ہیروں کے لئے نہیں ہوا۔!"

"ہاں....! سوچنا ہی پڑے گا۔ ہیرے اس سے اس رات بھی حاصل کئے جاسکتے تھے جس شام وہ یہاں پہنچا تھا۔! وہ کئی تھے زبردستی چھین لیتے۔ قتل کی ضرورت ہی نہیں تھی۔! وہ کسی سے فریاد بھی نہ کرسکتا....! کیونکہ ہیرے چوری کے تھے۔!"

"یہ دلیل بھی معقول ہے۔!"

"لہٰذا اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ قتل کی وجہ ہیرے نہیں ہو سکتے۔! اسے یوں دیکھو.... ایک اپاہج قتل کر دیا گیا....! وہ بھی اس طرح کہ اپنی کرسی نما گاڑی سمیت کھڈ میں پا گیا۔! قدرتی بات ہے کہ لوگ سب سے پہلے یہی سوچیں گے کہ وہ اندھیرے میں باہر نکا ہوگا.... اندازے کی غلطی کی بناء پر کھڈ میں جاگرا۔ پھر لاش کے متعلق چونکا دینے والا انکشاف ہوتا ہے۔! یعنی نہ تو وہ اپاہج تھا اور نہ مونچھیں ہی اصلی تھیں۔ سنسنی کیوں؟ پھر اچانک ڈیلی میل ٹپک پڑتا ہے....! دوسرا سنسنی خیز انکشاف وہ چور تھا....! لیکن اپاہج کی حیثیت سے پہلی بار یہا نہیں آیا تھا۔! پولیس کے لئے مزید الجھنیں.... پھر یہ معلوم ہوتے ہی کہ وہ کسی فرم کا ٹریولنگ ایجنٹ تھا اور اس نے اپنی فرم کے جواہرات چرائے تھے پولیس اُس کے جھونپڑے سے دو چار نگ برآمد بھی کرلیتی ہے۔! نظریہ قائم کیا جاتا ہے کہ وہ چور تھا....! ہیرے چرائے تھے....! کسی انہیں ہیروں کے لئے اسے قتل کر دیا....! وہ حقیقتاً اپاہج نہیں تھا اس لئے حملہ آور سے لپٹ ہوگا۔ حملہ آور نے اُسے گلا گھونٹ کر مار ڈالا اور لاش کرسی پر ڈال کر کھڈ میں لڑھکا دی۔! بہرحال ابھی اس سے زیادہ نہ سوچو کہ وہ ایک چور تھا۔! ایسا چور جو یہاں اس کیمپ میں اپنی اصلیت چھ تھا.... کیوں....؟"

"یہ آپ کا نظریہ ہے۔!"

"ہشت.... میں حملہ آوروں اور پولیس کا نظریہ پیش کر رہا ہوں۔ حملہ آور جو کچھ باور چاہتے ہیں پولیس اس سے ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکی۔! اب وہ میری تلاش میں ہے۔ جا میرے اور مقتول کے متعلق پولیس کا کیا خیال ہے انہوں نے نظریہ قائم کیا ہے کہ داور کیمپ میں چوریاں کیا کرتا تھا اور میں اس کا شریک کار تھا۔! بظاہر ہم دونوں ایک دوسرے کے

اجنبی تھے لیکن حقیقتاً میں اس کے لئے اطلاعات فراہم کرتا تھا اور وہ چوریاں کرتا تھا! مجھے معلوم تھا کہ وہ چالیس ہزار کے ہیرے چرا کر لایا ہے۔! میری نیت خراب ہوگئی اور میں نے اسے ختم کردیا۔!"

"مگر انہوں نے خواہ مخواہ یہ نظریہ کیوں قائم کرلیا۔!"

"میں نے بھی یہی کوشش کی تھی کہ وہ یہی سوچیں ورنہ پہلے تو وہ مجھے صرف ایک احمق سمجھ کر خاموش ہوگئے تھے....! پھر جب میں غائب ہوگیا تو انہیں اپنا خیال بدل دینا پڑا۔!"

"لیکن آپ نے انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کیوں کی تھی۔!"

"اس لئے کہ قتل ہیروں کی وجہ سے نہیں ہوا تھا۔! قاتل قتل کی وجہ چھپانا چاہتے ہیں وہ سے معمولی چوری ڈکیتی اور قتل کا کیس بنا کر پیش کرنا چاہتے ہیں.... اور انہوں نے ایک قاتل بھی مہیا کرلیا تھا....! لیکن اتفاق سے طوفان نے کھیل بگاڑ دیا۔! ایسا کب ہوتا ہے صفدر صاحب۔!"

"ہاں.... آں.... میرا خیال ہے.... کہ....!" صفدر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔! پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "اس قسم کے پلاٹ عموماً اس لئے بنائے جاتے ہیں کہ کیس کے متعلق زیادہ چھان بین نہ کی جائے۔!"

"ٹھیک نتیجے پر پہنچے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "وہ یہی چاہتے ہیں کہ مقتول کے متعلق زیادہ چھان بین نہ کی جائے۔!"

"تب پھر سعدی اینڈ سنز کا مالک نجمی بالکل سامنے کی چیز ہے.... نجمی کے متعلق چوہان کی رپورٹ مل چکی ہے۔! یہ دیکھئے۔!"

اس نے جیب سے کچھ کاغذات نکال کر عمران کی طرف بڑھائے....! عمران ان کا بغور مطالعہ کرتا رہا....! پھر کچھ دیر بعد سر اٹھا کر بولا۔!" یہ بھی بڑی دلچسپ بات ہے....! چوری کا علم نجمی کو تھوڑی دیر بعد ہی ہو گیا تھا....! ادھر داور اسی شام کو یہاں پہنچا تھا جس دن چوری ہوئی تھی۔ غالباً اس وقت تک نجمی کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ وہ اپنی شہری رہائش گاہ سے سارا سامان سمیٹ لے گیا ہے۔! رپورٹ کے مطابق اس کا مکان مقفل بھی نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اُسی شام کو وہ اشتہار اخبار کے دفتر میں پہنچنا چاہئے تھا تاکہ دوسرے دن کی اشاعت میں شریک کرلیا جاتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اور داور نے دوسرا دن بخیر و خوبی یہاں گذار لیا۔! یہ

مہلت اسی لئے دی گئی تھی کہ ایک قاتل بھی مہیا کرلیا جائے۔ بات کچھ بن گئی تھی۔۔۔۔ لیکن طوفان آگیا۔۔۔۔! اسکیم پر عمل نہ ہوسکا۔۔۔۔! مگر وہ قتل کردیا گیا کیونکہ دوسری صبح کے اخبار میں سعدی اینڈ سنز کا اشتہار آنے والا تھا۔! کھیل بگڑ جاتا۔ داور ہوشیار ہوجاتا اور شاید وہ اس پر قابو نہ پاسکتے۔!"

"آپ تو اس انداز میں گفتگو کررہے ہیں جیسے داور کی اصلیت سے واقف ہوں۔!"

"نہ ہوتا تو جھک مارنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ سو فیصدی ایکس ٹو کے محکمے کا کیس ہے صفدر صاحب۔۔۔۔!"

"اوہ۔۔۔۔!" صفدر نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ "اگر یہ بات ہے تو آپ دیر کیوں کررہے ہیں۔!"

"مجبوری۔۔۔۔ بوڑھا کھسک گیا۔۔۔۔! اب شاید وہ اپنی اس قیام گاہ میں بھی نہ مل سکے جس کا پتہ لڑکی نے بتایا ہے۔!"

"تو پھر سعدی اینڈ سنز۔۔۔۔!"

"ہاں۔۔۔۔ آں۔۔۔۔ مگر نجمی کے بھی کارآمد ثابت ہونے کا کوئی امکان نہیں۔! میرا خیال ہے کہ وہ نادانستہ طور پر ان لوگوں کا آلہ کار بنا ہے۔!"

"لیکن مقتول اس کا ملازم تو تھا۔!"

"یقیناً تھا لیکن ضروری نہیں ہے کہ نجمی اس کی اس حیثیت سے بھی واقف رہا ہو جس بنا پر ہم اُس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔! سلیمان میرا باورچی ہے۔۔۔۔! ہوسکتا ہے کہ وہ محض اس لئے باورچی ہو کہ اس کی اصلیت چھپی رہے۔۔۔۔! یہ نہ ظاہر ہونے پائے کہ وہ جرمنی کی کسی یونیورسٹی کا گریجویٹ ہے اور ہمارے ملک میں کسی دوسرے ملک کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔ تو داور۔۔۔۔ کوئی غیر ملکی جاسوس تھا۔۔۔۔!" صفدر نے حیرت سے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ تم ایک گدھے ہو جس پر کتابیں لاد دی گئی ہوں۔۔۔۔ تم ایکس ٹو کے ریکارڈ کیپر بھی ہو۔۔۔۔! لیکن یہ نہیں جانتے کہ داور کون تھا؟"

"ارے۔۔۔۔ تو کیا ہمارے پاس اس کا ریکارڈ بھی موجود ہے۔!"

"میں تمہیں فائیل نمبر ہی نہیں بلکہ صفحے کا نمبر بھی بتاسکوں گا۔"

"وہ کون تھا۔۔۔۔! میں فائیل یا صفحے کے نمبر سے اندازہ نہیں لگاسکوں گا۔ میری تحویل میں جو ریکارڈ ہے اس کا محافظ تو ضرور ہوں لیکن حافظ بننے کی صلاحیت مجھ میں موجود نہیں ہے۔!"

"وہ ایک غیر ملکی ایجنٹ تھا۔۔۔۔! اپاہج کے روپ میں یہاں مایوسی کے جراثیم پھیلایا کرتا تھا۔! تم جانتے ہی ہو کہ یہ کن لوگوں کی ٹیکنیک ہے۔۔۔۔! نوجوان اس کی علمیت سے مرعوب ہوجاتے تھے اور وہ انہیں اپنا ہم خیال بناتا تھا۔۔۔۔!"

"لاش دیکھتے ہی آپ نے پہچان لیا تھا۔!"

"نہیں۔۔۔۔ لاش کو قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ پولیس انسپکٹر نے اطلاع دی تھی کہ وہ میک اپ میں تھا اور اپاہج بھی نہیں تھا۔! پھر جب اس نے ڈیلی میل سے شائع ہونے والی کسی تصویر کا حوالہ دیا تو فوری طور پر وہ الجھن رفع ہوگئی۔ جو ڈیلی میل میں اس کی تصویر دیکھ کر پیدا ہوئی تھی۔ خیال تھا کہ صورت کسی حد تک جانی پہچانی ہے لیکن کہاں دیکھا تھا یاد نہیں آرہا تھا۔! بہرحال پھر اس اچانک انکشاف سے لگنے والے ذہنی جھٹکے نے فائیل اور صفحہ نمبر تک یاد دلا دیا تھا۔!"

"کیا ہم پہلے کبھی اس سے ٹکرائے تھے۔۔۔۔!" صفدر نے پوچھا اور پھر یک بیک چونک کر عمران کو گھورنے لگا۔!

"خیریت۔۔۔۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا شرمایا۔!

"آپ کو ہمارے ریکارڈ روم سے کیا سروکار۔۔۔۔!" صفدر اسے بدستور گھورتا ہوا بولا۔

"یہ بھی تم لوگوں کی نالائقیوں کی ایک روشن مثال ہے۔۔۔۔! ایکس ٹو کا خیال ہے کہ دانش منزل میں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔۔۔۔! لیکن میں نے ریکارڈ روم کے فائیلوں کے صفحات نمبر مارک کرکے رکھ دیئے ہیں۔۔۔۔! کیوں۔۔۔۔؟"

یک بیک جولیا بوکھلائی ہوئی جھونپڑے میں داخل ہوئی اور وہ چونک کر اس کی طرف مڑے۔

"سرخ بالوں والی۔۔۔۔!" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ "سرخ بالوں والی ہی تھی نا۔۔۔۔!"

"کوئی خاص بات۔۔۔۔!"

"وہ پولیس کے ہاتھ لگ گئی ہے اور اس نے تمہارے خلاف بیان دیا ہے۔!"

"دلچسپ۔۔۔۔!" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے سر کو جنبش دی پھر بولا۔ "کیا بیان دیا ہے۔"

"یہی کہ ایک احمق سے آدمی نے اسے ورغلایا تھا کہ وہ مقتول کے خلاف کیمپ میں پروپیگنڈہ

کرتی پھرے....!اس کے لئے اس نے اسے ایک ہزار روپے دیئے تھے۔!"

"بوکھلا گئے ہیں۔!" عمران نے قہقہہ لگایا۔!"اب حماقتیں سرزد ہو رہی ہیں....!واہ....!

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پچھلی رات تم پوری طرح دھوکا کھا گئے تھے۔!"

"کیوں....؟"

"ان لوگوں نے خود ہی اسے تمہارے حوالے کیا تھا کہ تمہارے متعلق معلومات حاص کر سکیں۔!"

"لڑکی پولیس کو کہاں ملی ہے۔!"

"یہیں کیمپ میں.... میٹرو کے ریکریئیشن ہال میں اس کا بیان لیا جا رہا ہے۔!"

"آؤ....!" عمران نے صفدر سے کہا۔ "یہ منظر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔!"

وہ اٹھ گئے.... جولیا بھی ساتھ ہی تھی۔!کچھ دیر بعد وہ میٹرو کے ڈائننگ ہال میں آئے۔ بائیں جانب والی گیلری میں کچھ باوردی لوگ دکھائی دیئے....!ایک سرخ بالوں یوریشین لڑکی بھی ان کے ساتھ تھی۔!کچھ تماشائی ہال کے وسط میں موجود تھے۔ بائیں جانب گیلری میں داخلہ روکنے کے لئے ایک کانسٹیبل تعینات تھا۔!

"کیا وہ تمہیں پہچان نہ لے گی۔!" جولیا نے عمران سے کہا۔ "ظاہر ہے کہ تم نے یہ میک ا اسی کے سامنے کیا ہوگا۔!"

"مصیبت تو یہ ہے کہ میں خود ہی اس وقت اسے پہچاننے میں دشواری محسوس کر ہوں....!" عمران نے بے بسی سے کہا۔

"کیا مطلب....!"

"اس کے بال اخروٹ کی رنگت کے ہیں۔!"

"اپنی آنکھیں ٹسٹ کراؤ....!" جولیا کے لہجے میں تمسخر تھا۔!

عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور ہال سے باہر آگیا جولیا اور صفدر بھی پیچھے پیچھے آئے تھے۔!

"کیا یہ لڑکی وہ نہیں ہے جو پچھلی رات آپ کے ساتھ تھی۔!" صفدر نے عمران کو رو ہوئے پوچھا۔!

"وہ سرخ بالوں والی لڑکی تھی۔!اس کے بال اخروٹ کی رنگت کے ہیں۔!"

"کیا بکواس کر رہے ہو....!" جولیا جھلا گئی۔

"اس نے اپنے بالوں میں لال خضاب لگایا ہے۔ رنگت قدرتی نہیں ہے۔!"

"اوہ.... تو یہ حقیقتاً دوسری لڑکی ہے۔!"

"یقیناً....!اب وہ اس طرح معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں کون ہوں....!دو طرح کے شبہے ان کے ذہنوں میں ہوں گے....!کیا وہ نادانستگی میں کسی سرکاری آدمی سے جا ٹکرائے تھے۔!یا میرا تعلق کسی دوسرے گروہ سے ہے جو ان کے متعلق کسی حد تک معلومات رکھتا ہے۔!ان میں سے کسی ایک شبہے کی تصدیق کے لئے یہ چال چلی گئی ہے....!لیکن اب....ہا....!"

"کیا....؟"

"کچھ نہیں.... فکر نہ کرو....!اب انہیں یقین ہو جائے گا کہ میرا تعلق کسی سرکاری ادارے سے نہیں ہو سکتا....!پھر وہ اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں گے۔!"

"جہنم میں جاؤ....!" جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ "وہ لڑکی کہاں ہے۔!"

"تم اس کی تلاش میں نکلی تھیں۔!" عمران نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ جتنا کہا جائے اس سے زیادہ کر گزرنے کی خواہش کو دبائے رکھنا۔!"

"کیا مطلب....!" جولیا نے آنکھیں نکالیں لیکن عمران اس کی طرف توجہ دیئے بغیر صفدر سے بولا۔ "سعدی اینڈ سنز کے تینوں ملازموں کو پولیس کی حراست سے دانش منزل میں منتقل ہونا چاہئے۔!"

"کون سے ملازم....!"

"اوہ.... کیا تم نے رپورٹ بغور نہیں دیکھی تھی۔ وہاں داور کی موجودگی میں تین ملازم بھی کاؤنٹر پر تھے....!وہ حراست میں ہیں۔!تم دونوں شہر واپس جاؤ۔!"

یک بیک عمران خاموش ہو گیا۔!

"کیوں....؟ یہ فائر ہی کی آواز تھی۔!" اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔!

جولیا اور صفدر نے بھی آواز سنی تھی۔!وہ میٹرو کے ریکریئیشن ہال سے زیادہ دور نہیں تھے۔!

پھر یک بیک شور بھی سنائی دیا....! آوازیں ریکریئیشن ہال ہی سے آئی تھیں....!

"اوہ....!" عمران بڑبڑایا اور اُن دونوں سے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "جاؤ..! اپنے جھونپڑے میں جاؤ.... شائد....!"

پھر وہ تیزی سے ہال کی طرف بڑھ گیا۔!

"سمجھ میں نہیں آتا کیا کرتا پھر رہا ہے۔!" جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا اور اپنے جھونپڑے کی طرف مڑ گئی۔!

✡

سرخ بالوں والی لڑکی فرش پر پڑی تڑپ رہی تھی اور پولیس آفیسر ہکا بکا کھڑے تھے۔! پھر وہ اُس سمت کو دوڑے جدھر سے فائر ہوا تھا....! لڑکی اُسی طرح تڑپتی ہوئی بائیں جانب لڑھک گئی۔! ہال میں کھڑے ہوئے آدمیوں میں سے کسی نے بھی گیلری کی طرف بڑھنے کی ہمت نہ کی۔! گیلری فرش سے کافی اونچائی پر تھی۔! لہٰذا دوسری جانب لڑھک جانے کی وجہ سے زخمی لڑکی ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔!

"ادھر سے.... اُدھر سے...." کسی نے فائر کی سمت کے متعلق آفیسروں کی رہنمائی کی۔!

لیکن جدھر اشارہ کیا گیا وہاں سپاٹ دیوار کے علاوہ اور کچھ بھی نہ دکھائی دیا....! نہ وہاں کوئی کھڑکی تھی اور نہ روشندان تھا۔! کہیں کوئی سوراخ بھی نہ ملا۔! اگر وہاں سے فائر کیا گیا ہوتا تو حملہ آور پر کسی نہ کسی کی نظر ضرور پڑی ہوتی اور وہ آسانی سے باہر نہ نکل سکتا۔!

یک بیک ایک آفیسر نے ہال کے دروازے بند کرانے شروع کر دیئے اور دوسرے نے چیخ کر کہا۔ "براہِ کرم کوئی صاحب یہاں سے جانے کی کوشش نہ کریں۔! ہم جامہ تلاشی لئے بغیر کسی کو بھی نہ جانے دیں گے۔!"

ناممکن تھا کہ عمران اندھا دھند ہال میں داخل ہونے کی کوشش کرتا۔! وہ باہر ہی تھا کہ دروازے بند کر دیئے گئے۔!

باہر اچھی خاصی بھیڑ اکٹھا ہو گئی تھی....! دفعتاً عمران کو میٹرو ہوٹل کا منیجر دکھائی دیا جو اُدھر ہی آ رہا تھا....! اُسی وقت ایک پولیس آفیسر بھی باہر نکلا....! منیجر پر نظر پڑتے ہی اُسے تیز چلنے کا اشارہ کر کے دروازے ہی میں رک گیا....! پھر مجمع کو گھورتے ہوئے تیز آواز میں بولا۔!

"جائیے.... ہٹ جائیے.... یہاں سے.... بھیڑ ہٹائیے....!"

لوگ منتشر ہو گئے.... عمران کو بھی ہٹنا ہی پڑا.... لیکن آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر لڑکی کے قتل کی خبر سارے کیمپ میں مشہور ہو گئی۔!

✡

آئینے پر نظر پڑتے ہی مونا اچھل پڑی.... عمران نے غار ہی میں اس کا حلیہ تبدیل کیا تھا اور وہ پہاڑوں سے نکل کر سردار گڈھ شہر کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔! مونا راستے بھر پوچھتی آئی تھی کہ اس کی شکل کیسی لگ رہی ہے اور پھر جب وہ ایک نائٹ کلب میں داخل ہوئے تھے تو مونا ایک الماری کے قد آدم آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔!

"میرے خدا....!" اس نے آہستہ سے کہا۔ "میں تو کوئی بنگالن معلوم ہوتی ہوں۔!"

بالوں کی رنگت خضاب نے بدل کر گہری سیاہ کر دی تھی۔! جنہیں سمیٹ کر بڑا شاندار جوڑا سجایا گیا تھا اور پتہ نہیں وہ کون سا لوشن تھا جس نے چہرے کی رنگت میں سلونا پن بھی پیدا کر دیا تھا۔!

وہ ایک خالی میز کے گرد بیٹھ گئے اور عمران نے آہستہ سے کہا۔ "بس تم اپنی چال کو ذرا قابو میں رکھو.... آندھی اور طوفان کی طرح چلتی ہو۔!"

"کوشش تو کرتی ہوں کہ آہستہ چلوں....!" وہ منمنائی۔..! پھر چونک کر بولی۔ "یہاں کیوں لائے ہو۔!"

"کیا تم ہمیشہ غاروں ہی میں رہی ہو۔!"

"اوہ یہ بات نہیں...! مجھے بار بار اُس بیچاری لڑکی کا خیال آتا ہے۔! پتہ نہیں وہ کون تھی۔!"

"کیا تم میں کوئی ایسی لڑکی نہیں تھی۔!"

"نہیں....!"

"کبھی بوڑھے کے ساتھ بھی نہیں دکھائی دی۔!"

"نہیں.... وہ ہمیشہ تنہا ہی ہوتا تھا۔!"

"تمہیں یہاں لائے جانے پر حیرت کیوں ہے۔!"

"مطلب یہ کہ ہم اکثر یہاں بیٹھتے رہے ہیں۔ ڈر ہے کہ کوئی پہچان نہ لے۔!"

"اس کی پرواہ نہ کرو....! پولیس کو میری تلاش بھی ہے اور ہمارے دوسرے دشمن بھی

مشترک ہیں۔!"

"سچ بتاؤ.....!کیا تم بھی کسی گروہ سے تعلق رکھتے ہو۔!"

"دنیا کا ہر بیوقوف آدمی بجائے خود ایک بڑا گروہ ہے۔!"

"بے تکی باتیں نہ کرو..... پتہ نہیں تم کس قسم کے آدمی ہو۔!نہ تمہیں عقل مند سمجھ لینے کو دل چاہتا ہے اور نہ احمق..... تم کیا کرنا چاہتے ہو.....؟ تمہاری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو کبھی ادھر کا رخ بھی نہ کرتا۔!"

"میں پاگل ہو جاتا ہوں جب کوئی مجھے اُلو سمجھ کر بیوقوف بنانے کی کوشش کرتا ہے..... آہاں.... واہ....!" عمران خاموش ہو کر کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگا جہاں کیمپ کے میٹرو ہوٹل کا منیجر کاؤنٹر کلرک سے کچھ کہہ رہا تھا۔!وہ ابھی ابھی ہال میں داخل ہوا تھا۔

"کیوں....؟ یہ تو میٹرو کا منیجر معلوم ہوتا ہے....!" مونا بولی۔

"معلوم نہیں ہوتا بلکہ وہی ہے....!" عمران آہستہ سے بڑبڑایا۔!غالباً اس کے اس انہماک ہی نے لڑکی کو بھی منیجر کی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔!

"اوہ.... تو یہ یہاں جوا کھیلنے آیا ہے....!" مونا نے کچھ دیر بعد کہا۔ منیجر اب کاؤنٹر سے ہٹ کر ایک سمت چلنے لگا تھا۔!

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ جوا کھیلنے آیا ہے۔!"

"سرخ لفافہ....!" مونا بولی۔ "کاؤنٹر کلرک نے اسے سرخ لفافہ دیا تھا۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"یہاں ایک تہہ خانہ بھی ہے جس میں جوا ہوتا ہے.... شاطر نے ایک بار تذکرہ کیا تھا میرے ساتھیوں میں سے ایک کو اپنے ساتھ وہاں لے بھی گیا تھا۔ مگر یہ قمار خانہ غیر قانونی نہیں ہے۔!کلب کے پاس لائسنس ہے۔!البتہ ہر کس و ناکس کا داخلہ روکنے کے لئے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے....!سرخ لفافہ کے بغیر وہاں داخلہ ناممکن ہے۔!"

"تب پھر ہم کیسے داخل ہو سکیں گے۔!" عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"ارے تو اس کی ضرورت ہی کیا ہے....؟"

"ہائیں.... تو کیا ہم یہاں عبادت کرنے آئے ہیں۔!" عمران نے آنکھیں پھاڑیں۔

"مجھے دلچسپی نہیں ہے۔!"

"تب پھر واپس جاؤ.... یہاں تو یہ عالم ہے کہ میں نے پیدا ہوتے ہی گھٹی کی بجائے حکم کا یکہ طلب کیا تھا۔!اگر یہ معلوم ہوتا کہ نہ ملے گا تو پیدا ہونے سے صاف انکار کر دیتا۔ اچھا تو تمہارے اس ساتھی نے وہاں کے متعلق تم لوگوں کو کیا بتایا تھا۔!"

"کچھ بھی نہیں....!لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ ان لفافوں کے استعمال سے بھی ہر ایک واقف نہیں ہے۔!چونکہ منیجر نے خاص طور پر کاؤنٹر ہی سے لفافہ وصول کیا تھا اس لئے خیال پیدا ہوا کہ وہ اس کے استعمال سے واقف ہوگا۔ ابھی جب بیرا بل لائے گا تو اس کے ساتھ لفافہ بھی ہوگا۔ لفافے کے اندر ایک چھپا ہوا پرچہ ہوتا ہے جس پر تحریر ہوتا ہے آپ کی تشریف آوری کا شکریہ۔ اگر آپ باقاعدہ ممبر بن جائیں تو بہتیری سہولتیں حاصل کر سکیں گے۔!"

"تب تو ہر ایک جا سکتا ہے.... بات کیا رہی۔!"

"جنہیں قمار خانے کا علم ہی نہیں وہ کیسے جائیں گے....!وہ تو اس لفافے کو صرف کلب کی پبلسٹی کا ایک ذریعہ سمجھیں گے۔!"

"اچھا تو اب ہمیں کچھ کھا پی کر فوری طور پر بل طلب کرنا چاہئے۔!" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"شاید تمہارا خیال ہے کہ شاطر یہیں آچھپا ہے۔!" لڑکی اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"ممکن ہے ایسا ہی ہو....!یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا...!لیکن میں جوا ضرور کھیلوں گا۔!"

"تم جانو.... میں تو تہہ خانے میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔!"

"میں شاید تمہیں لے بھی نہ جاؤں....!" عمران نے کہا اور ویٹر کو بلا کر کافی کا آرڈر دیا جو جلد ہی سرو کر دی گئی۔!

مونا کچھ سوچ رہی تھی اُس نے کافی کا گھونٹ لے کر کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ انہوں نے اس لڑکی کو پولیس تک پہنچا کر پھر قتل کر دیا۔!"

"اس نے احمق کے خلاف بیان دیا تھا اس لئے اس کا قاتل احمق ہی ہو سکتا ہے۔!"

"تو مقصد یہی ہے کہ پولیس احمق ہی کو تلاش کرتی رہے۔!" مونا بولی۔

"قطعی.... اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہو سکتا۔!"

کافی ختم کر کے عمران نے بل طلب کیا....! طشتری میں سرخ لفافہ بھی موجود تھا۔ عمران نے اسے اٹھا کر ایک طرف رکھ لیا۔! ویٹر قیمت وصول کر کے جا چکا تھا۔!

لفافے سے تشکر نامہ بھی بر آمد ہوا....! مضمون بھی وہی تھا جس کا تذکرہ لڑکی کر چکی تھی۔! لیکن اس کے ایک گوشے میں پنسل سے گھسیٹے ہوئے دو حروف تھے!" ایس پی" انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی نے اپنے دستخط بنائے ہوں۔!

عمران نے اس رات جوا کھیلنا ملتوی کر دیا۔!

دوسری رات وہ کلب میں تنہا تھا۔! آج بھی اس نے بل ادا کرنے کے بعد سرخ لفافہ وصول کیا....! آج بھی تشکر نامے کا مضمون وہی تھا۔! لیکن پنسل سے بنائے ہوئے دستخط کے حروف میں تبدیلی نظر آئی۔ آج ایس پی کی بجائے "این پی" گھسیٹا گیا تھا۔!

چوتھی رات مونا کلب میں داخل ہوئی تو اس کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا۔ حالانکہ وہ میک اپ میں تھی اور اسے یقین تھا کہ اسے پہچانا نہیں جا سکے گا۔ لیکن پھر بھی رہ رہ کر ایسا ہی محسوس ہوتا جیسے کسی نے پیچھے سے گردن پر خنجر کی نوک رکھ دی ہو۔!

وہ ایسی پوزیشن میں تھی جہاں خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ ہی دینا پڑتا ہے۔! ایک طرف بوڑھا تھا اور دوسری طرف پولیس....! احمق بھی اب خطرناک ثابت ہو رہا تھا۔ آہستہ آہستہ ہی وہ اس کے متعلق اندازہ لگا سکتی تھی کہ وہ احمق نہیں ہو سکتا۔! پھر وہ ایک احمق کی حیثیت سے اس کے سامنے کیوں آیا تھا....؟"

یہی سوال اسے اس نتیجے پر پہنچنے میں مدد دیتا تھا کہ وہ بھی کسی ایسے گروہ سے تعلق رکھتا ہے جو بوڑھے کے گروہ کا مخالف ہے۔ بہر حال وہ چاروں طرف سے خطرات میں گھری ہوئی تھی۔

ایک خالی میز کے قریب بیٹھتے ہوئے اس نے سوچا کہ نادانستہ طور پر بوڑھے کے ہاتھوں غیر قانونی حرکات پر مجبور ہونے کے باوجود بھی ابھی تک اس سے کوئی ایسا جرم سرزد نہیں ہوا جس کی پاداش میں اسے زندگی ہی سے ہاتھ دھونے پڑیں۔ پھر وہ خود کو کیوں نہ پولیس کے حوالے کر دے۔ احمق کے متعلق وہ کچھ بھی نہیں جانتی۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ رہنے میں گولی کا نشانہ بننا پڑے اب اس وقت وہ تنہا موت کے منہ میں جا رہی ہے۔ اسے احمق ہی کی ایک اسکیم پر

عمل کرنا تھا۔! اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔! سوچ رہی تھی کہ اب یہاں سے چپ چاپ اٹھ کر پولیس اسٹیشن ہی کی راہ لینی چاہئے.... لیکن یک بیک ذہن کو جھٹکا سا لگا.... دو گھورتی ہوئی آنکھوں سے نظر ٹکرائی تھی.... اور اس کا سارا جسم کانپ کر رہ گیا تھا۔! احمق نے اُسے یہ نہ بتایا تھا کہ وہ بھی پیچھے ہی پیچھے وہاں پہنچے گا۔! وہ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر موجود تھا۔!

اب وہ یہاں سے باہر قدم نہیں نکال سکتی تھی۔! دل ڈوبنے لگا۔! پھر خود پر غصہ بھی آیا کہ اس نے پہلے ہی یہ بات کیوں نہیں سوچی تھی....! وہ اس کی عدم موجودگی میں کسی وقت بھی غار سے نکل کر پولیس تک پہنچ سکتی تھی۔! تو پھر شائد ڈوبنا ہی اس کی تقدیر بن چکا ہے۔ آخر یہ موٹی سی بات پہلے ہی سمجھ میں کیوں نہیں آئی تھی۔

اس نے احمق کے چہرے سے نظر ہٹائی....! اس وقت نہ جانے کیوں وہ اسے بہت خوفناک لگ رہا تھا۔ بوکھلائے ہوئے انداز میں اس نے ایک ویٹر کو کچھ چیزوں کا آرڈر دیا اور کوشش کرنے لگی کہ اب اس کی طرف نہ دیکھے۔

احمق برابر اسے گھورے جا رہا تھا۔! کبھی کبھی وہ بھی کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھ ہی لیتی اور اس کے جسم میں خوف کی لہریں دوڑ جاتیں۔! اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے اس کے خیالات پڑھ لئے ہوں اور اب اسے اپنی خون خوار آنکھوں سے دھمکیاں دے رہا ہو۔! اوہ.... یہ آنکھیں جن میں.... جن میں پہلے کبھی حماقت اور معصومیت کے علاوہ ان میں کبھی جذباتی لگاؤ کی بھی جھلکیاں نہیں ملی تھیں.... اور اس نے یہی سوچا تھا کہ وہ سچ مچ نرا گاؤدی ہی ہے۔ ورنہ کسی ویران غار میں ایک جوان عورت کے ساتھ بے تعلقی سے راتیں گزار لینا فرشتوں ہی کے لئے ممکن ہو سکتا ہے۔!

پندرہ منٹ میں وہ کافی ختم کر سکی....! بل طلب کیا اور پھر کچھ دیر بعد سرخ لفافہ ہاتھوں میں تھا۔! آج تشکر نامے پر پچھلے دنوں والے حروف کی بجائے پنسل سے "ٹی ایل" لکھا گیا تھا....! وہ آہستہ سے کراہ کر اٹھی اور احمق نے ایک بار پھر اُسے گھور کر دیکھا اور وہ سنبھل گئی۔!

اچانک خیال آیا کہ شائد وہ اسے خود کو سنبھالے رکھنے کا اشارہ کر رہا ہے۔!

طویل راہداری میں داخل ہوتے وقت اس نے مڑ کر دیکھا۔ خیال تھا کہ شاید وہ پیچھے پیچھے ہی آئے گا لیکن خیال غلط نکلا.... اور وہ آگے بڑھتی چلی گئی....! سامنے دروازے پر ایک باوردی

دربان موجود تھا۔!

"ایک منٹ ٹھہریئے محترمہ۔!" اس نے بڑے ادب سے کہا اور دیوار سے لگے ہوئے ایک بٹن پر انگلی رکھ دی۔!

وہ رک گئی....! لفافہ ہاتھ میں بدستور دبا ہوا تھا اور اس نے اُسے اسی طرح اٹھار کھا تھا کہ دوسروں کی نظریں اس پر پڑتی رہیں۔!

اتنے میں ایک آدمی اور بھی آکر اس کے قریب ہی رکا اور دربان نے اسے بھی رکنے کو کہا۔ مونا نے مڑ کر نئے آنے والے کی طرف نہیں دیکھا۔!

چند لمحوں کے بعد کہیں دور سے گھنٹی کی آواز آئی اور دربان نے مونا سے کہا۔!

"تشریف لے جایئے محترمہ۔!" اور دوسرے آدمی سے وہیں ٹھہرنے کی درخواست کی۔!

مونا آگے بڑھ گئی....! دس قدم چل کر بائیں جانب مڑنا پڑا کیونکہ سامنے دیوار تھی....! اور دائیں طرف بھی راستہ مسدود تھا۔!

بائیں جانب تہہ خانہ ہی تھا۔! لیکن زینے نہیں تھے۔! راستہ بتدریج ڈھلان اختیار کرتا ہوا ایک جگہ ختم ہو گیا تھا۔ سامنے ہی بڑا سا دروازہ تھا جس سے دوسری طرف کی روشنی نظر آرہی تھی۔!

ڈھلان اُس نے تیزی سے طے کی تھی لیکن دروازے کے قریب پہنچ کر پھر رکنا پڑا۔ یہاں بھی ایک دربان موجود تھا۔! لیکن اس نے بھی لفافے کی طرف دھیان نہ دیا اور وہ داخلے کے لئے قدم اٹھا ہی رہی تھی کہ ایک خوش پوش بوڑھی عورت بائیں جانب سے جھپٹتی ہوئی آئی اس کے ہاتھ میں کاغذ کے پھولوں کی ایک ٹوکری تھی....! مونا اس طرح چونک پڑی جیسے کچھ یاد آگیا ہو....! اُس نے آہستہ سے کہا۔ "ٹی ایل" اور بوڑھی ہاتھ اٹھا کر بولی "میں آج بہتر تقدیر کے لئے دعا کرتی ہوں۔ محترمہ.... میرا تحفہ....!"

"پھر اس نے ٹوکری سے ایک سرخ پھول نکال کر اس کے جوڑے میں لگاتے ہوئے کہا۔

"واپسی پر مجھے نہ بھولیئے گا.... دس یتیموں اور لاوارثوں کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔!"

مونا زبردستی مسکرائی اور ہال میں داخل ہو گئی....! ابھی تک اُسے کوئی دشواری نہیں پیش آئی تھی، جو کچھ بھی ہوتا آیا تھا اس کے لئے غیر متوقع نہیں تھا....! احمق نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اسے ان مراحل سے گذرنا پڑے گا۔! لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ ہال میں داخل ہونے کے بعد کیا

ہوگا۔ اس کے بارے میں اُس نے کچھ نہیں بتایا تھا۔!

ہال میں داخل ہوتے ہی آنکھیں کھل گئیں.... ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بہت بڑے اور شاندار بحری جہاز کا ریکریئشن ہال ہو۔! بے شمار میزوں پر مختلف قسم کا جوا ہو رہا تھا۔ یہاں پہنچ کر اُسے اپنا یہ خیال بھی غلط ہی معلوم ہوا کہ وہ جوا خانہ صرف مخصوص آدمیوں کے لئے تھا۔! یہاں تو اتنی زیادہ بھیڑ تھی کہ کبھی کلب کے ڈائننگ ہال میں بھی نہیں نظر آئی تھی۔ پھر سرخ لفافے کے ڈھونگ کا کیا مقصد ہو سکتا تھا۔ اس نے مڑ کر دیکھا اس کے بعد داخل ہونے والے آدمی کے پاس سرخ پھول بھی نہیں تھا۔ وہ ایک میز کے قریب رک کر کسی سے گفتگو کرنے لگا۔ پھر سرخ پھول اس کے لئے اچھی خاصی الجھن بن گیا.... کتنی ہی عورتیں ہال میں موجود تھیں لیکن کسی کے بھی بالوں میں سرخ پھول نہ دکھائی دیا۔! پھر آخر اس کا مقصد کیا تھا....؟ وہ سوچنے لگی ممکن ہے دوسروں نے وہ پھول اپنی جیبوں میں ڈال لئے ہوں۔! تو پھر وہ بھی یہی کرے۔ جوڑے میں تو سرخ پھول بڑا واہیات لگ رہا ہوگا۔!

لیکن وہ ایسا نہ کر سکی.... یہ بھی احمق ہی کی ہدایت تھی کہ پھول کو ہر حال میں نمایاں رکھا جائے۔! اس نے ٹھنڈی سانس لی.... اور یونہی بے ارادہ ایک طرف بڑھتی چلی گئی۔!

دفعتاً ایک آدمی نے اس کی راہ روکتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "تیرہ کارمن اسٹریٹ ٹھیک دس بجے۔!"

انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی شناسا نے دوسرے کو روک کر اس کی اور اس کے اہل و عیال کی خیریت پوچھی ہو اور پھر اپنی راہ لگ گیا ہو۔!

مونا اسے جواریوں کی بھیڑ میں گم ہوتے دیکھتی رہی۔! پھر چونکی اور اس طرف متوجہ ہو گئی جہاں رولٹ ہو رہا تھا۔! ابھی تو ساڑھے آٹھ ہی بجے تھے....! وہ کچھ دیر یہیں رک کر حالات پر مزید غور کرنا چاہتی تھی۔!

اب پھول کا مقصد سمجھ میں آنے لگا تھا....! ہو سکتا ہے پھول صرف انہیں لوگوں کو دیئے جاتے ہوں جو تشکر نامے پر پنسل سے لکھے ہوئے حروف بوڑھی عورت کے سامنے دہراتے ہوں اور یہ پھول یہاں سے کسی دوسری جگہ کے لئے رہنمائی کا ذریعہ بنتا ہو۔!

اُس نے دو تین بار چھوٹی چھوٹی رقمیں داؤں پر لگائیں....! کبھی ہاری اور کبھی جیتی....!

مقصد جوا کھیلنا ہر گز نہیں تھا.... وہ تو اسی بہانے کسی جگہ رک کر اس مسئلے پر غور کرنا چاہتی تھی

تو گویا اب یہاں سے اُسے کارمن اسٹریٹ کی تیرھویں عمارت میں پہنچنے کی ہدایت تھی....! آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اس کا کیا مقصد ہے۔ احمق اسے چار دن پہلے اس کلب میں ا ہی کیوں تھا....؟ اگر شاطر کسی خطرناک گروہ سے تعلق رکھتا تھا تو اُس گروہ کی نوعیت تھی....؟"

الجھن بڑھتی گئی اور اسے وہاں سے روانگی ہی میں عافیت نظر آئی۔ ورنہ وہ سوچتی رہتی داؤں پر رقمیں لگا لگا کر ہارتی چلی جاتی....!

واپسی میں پھولوں والی بوڑھی عورت دکھائی تو دی تھی لیکن اس کی طرف سے بے پروا آرہی تھی۔! مونا سمجھتی تھی کہ وہ اس کی طرف بڑھ کر دعائیں دیتی ہوئی کچھ نہ کچھ ضرور وصو کرے گی۔! مگر اس نے اس کی طرف توجہ تک نہ دی۔!

مونا کچھ دیر بعد ڈائننگ ہال میں پہنچی۔! ابھی تو نو بجے تھے....! پورا ایک گھنٹہ باقی تھا۔ یہاں سے کارمن اسٹریٹ تک پہنچنے میں پندرہ منٹ سے زیادہ نہ صرف ہوتے۔ "ٹھیک دس پر زور دیا گیا تھا....! اس لئے وقت سے پہلے پہنچنا ممکن تھا کہ کسی نئی الجھن کا باعث بن جاتا۔!

اس نے ایک خالی میز پر بیٹھتے ہوئے مضطربانہ انداز میں چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن بار احمق کہیں نہ دکھائی دیا۔!

✡

دس بجنے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے کہ وہ کارمن اسٹریٹ کی تیرھویں عمارت کی کمپا میں داخل ہوئی اور ایک باوردی چوکیدار نے اُسے برآمدے تک پہنچایا۔ برآمدے میں دھندلی روشنی پھیلی ہوئی تھی....! اتنی دھندلی کہ یہاں کھڑا ہوا کوئی آدمی دس گز کے فاصلے سے بھی پہچانا جاسکتا....! چوکیدار اُسے وہیں چھوڑ کر پھر پھاٹک کی طرف چلا گیا۔!

کچھ دیر بعد بائیں جانب سے آواز آئی۔ "ادھر آیئے۔!"

وہ چونک کر مڑی.... دروازہ غالباً اسی کے لئے کھولا گیا تھا اور آواز بھی اسی سمت سے تھی۔! وہ لڑکھڑاتی ہوئی ادھر ہی بڑھ گئی۔!

کمرہ خالی تھا....! لیکن آواز پھر آئی۔ "کس نے بھیجا ہے۔!"

"پھول والی نے....!" غیر ارادی طور پر اس کی زبان سے نکل گیا لیکن ساتھ ہی ریڑھ کی ہڈی میں سرد سی لہر بھی دوڑ گئی۔! کہیں جواب غلط نہ ہو۔!

"ٹھیک ہے.... اب اپنی مدد آپ کرو....! اس کے بعد اس دروازے میں داخل ہو جانا جس پر سبز روشنی نظر آرہی ہے۔!"

وہ یقینی طور پر مائیکروفون کی آواز تھی۔! آواز کی سمت بھی معلوم ہو گئی تھی....! لیکن دیوار پر کہیں ہارن نہ دکھائی دیا۔!

اوہ.... یہ دوسری الجھن.... اپنی مدد آپ کس طرح کی جائے.... پھر خوف کی جگہ جھلاہٹ نے لے لی اور اس نے سوچا بے بسی کی موت تو مقدر ہو ہی چکی ہے پھر کیوں جان گھلائی جائے۔ چلو آگے بڑھو....! جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔ اگر سکون کی زندگی تقدیر میں ہوتی تو اس چکر میں پھنستی ہی کیوں....؟

وہ اس دروازے کی طرف بڑھی جس پر سبز رنگ کا بلب روشن تھا۔! ہینڈل پر ہاتھ رکھتے ہی دروازہ کھل گیا....! اور وہ بے دھڑک اندر گھستی چلی گئی۔!

پھر ایک ذہنی جھٹکا.... وہ اس طرح یکلخت رکی تھی جیسے زمین نے پیر پکڑ لئے ہوں۔ سامنے ہی آٹھ یا دس ایسے آدمی بیٹھے دکھائی دیئے تھے جن کے چہروں پر سیاہ نقابیں تھیں اور ان کے لباس بھی سیاہ تھے چونکہ وہ بیٹھے ہوئے تھے اس لئے لباس کی ساخت کے بارے میں اندازہ لگانا مشکل تھا ویسے اسے ہوش بھی کہاں تھا کہ وہ ان کی طرف توجہ دے سکتی۔!

دفعتاً اس کمرے میں بھی آواز گونجی جو اس نے پچھلے کمرے میں سنی تھی۔ "یہ محترمہ اپنی مدد آپ نہیں کرسکتیں۔!"

اس کے بعد کمرے کی فضا پر بوجھل سکوت طاری ہو گیا۔!

ایک لمبی سی میز تھی جس کے دونوں اطراف میں کرسیوں پر نقاب پوش نظر آرہے تھے اور صدر نشین بھی ایک نقاب پوش ہی تھا۔!

دفعتاً صدر نشین اپنی بائیں جانب والی تپائی کی طرف مڑا جس پر فون رکھا ہوا تھا....! کسی کے نمبر ڈائیل کر کے ماؤتھ پیس میں بولا۔ "گیارہواں فرد بھی پہنچ گیا.... کیا اور کوئی بھی ہے.... نہیں.... اچھا.... شکریہ....!"

ریسیور رکھ دیا گیا... اور صدر نشین نقاب پوش کی تیز آنکھیں مونا کو اپنے ذہن میں چبھتی محسوس ہونے لگیں.... پھر وہ اٹھتا ہوا بولا۔ "آپ سب براہِ کرم دوسرے کمرے میں چلئے۔!"

سبھوں کے پیچھے مونا بھی دوسرے کمرے میں پہنچی۔ صدر نشین ان سے پہلے کمرے میں داخل ہوا تھا۔! مونا نے اُسے ایک جگہ دیوار پر ہاتھ رکھے کھڑا دیکھا....! پھر اچانک وہ سبھی لڑکھڑاتے ہوئے نظر آئے۔! صدر نشین نقاب پوش تیزی سے کمرے کے وسط میں پہنچ گیا اور تب مونا کو محسوس ہوا کہ وہ لوگ کیوں لڑکھڑائے تھے.... کمرے کا فرش آہستگی نیچے دھنس رہا تھا اور جیسے جیسے وہ نیچے جا رہے تھے اوپر فرش کی خلا بائیں جانب سے برآمد ہونے والے ایک تختے سے پُر ہوتی جا رہی تھی۔!

پھر تھوڑی دیر بعد ایک دھچکے کے ساتھ فرش کی حرکت رک گئی۔ ایک بار پھر وہ گرتے گرتے بچے اور صدر نشین نقاب پوش نے قہقہہ لگایا۔

دوسرے نقاب پوش اسے حیران حیران آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ دفعتاً اس نے مونا کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ "کیوں لڑکی....! اندازاً کتنے آدمیوں کا گھیرا ہوگا۔!"

"گھیرا....!" وہ تھوک نگل کر بولی۔ "میں نہیں سمجھ سکتی آپ کیا کہہ رہے ہیں۔!"

"تم کون ہو....!"

"میں....!" یک بیک مونا نے سنبھالا لیا۔ ویسے اس کا ذہن اب بھی گویا ہوا میں اڑا جا رہا تھا۔ اس نے سختی سے دانت بھینچ کر اپنی کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کی اور جی کڑا کر کے بولی۔ "میں مونا کرسٹی ہوں....! مجھے شاطر کی تلاش ہے جس نے مجھے موت کے جبڑوں میں دھکیلنے کی کوشش کی ہے۔!"

"تم کس شاطر کی بات کر رہی ہو....! اور کیا سمجھ کر یہاں آئی ہو۔!"

"میں تمہیں چور ڈاکو اور قاتل سمجھ کر یہاں آئی ہوں۔!"

"لڑکی تم حقیقتاً موت کے جبڑے میں آکودی ہو۔ وہ احمق کہاں ہے.... آہا.... یہ میک اپ.... ذرا قریب آؤ.... اوہ اب تو تمہارے بال بھی سیاہ نظر آرہے ہیں۔ کیوں؟ کیا تم خود اپنی اس بدحالی کی ذمہ دار نہیں ہو۔!"

"میں کچھ نہیں جانتی۔! کیا میں اپنی خوشی سے لٹیروں کے اس گروہ میں شامل ہوئی تھی۔!"

"کیا قصہ ہے....!" ایک نقاب پوش نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔!

"کالی بھیڑ....!" صدر نشین کا لہجہ تنفر آمیز تھا۔!

"گندے سور....!" مونا بپھر گئی۔

"شٹ اپ....!" صدر نشین چیخ کر آگے بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بیدردی سے جھٹکا دیتے ہوئے بولا۔ "بتاؤ وہ احمق کون ہے۔!"

مونا منہ کے بل گر کر چیخی اور ایک نقاب پوش آگے بڑھ کر بولا۔ "اوہ.... نو.... نو.... پلیز اتنی بے دردی نہیں.... بیچاری۔!"

"پیچھے ہٹو....!" صدر نشین نے جھلاہٹ میں اسے دھکا دیا۔!

وہ چپ چاپ پیچھے ہٹ آیا۔ مونا اپنی ناک دبائے ہوئے اٹھی لیکن دوزانو بیٹھی رہی....! ناک سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔!

"اوہ.... یہ تم نے کیا کیا....؟" وہی نقاب پوش تیزی سے آگے بڑھ کر بولا۔ جسے صدر نشین دھکا دے چکا تھا....! وہ اُن دونوں کے درمیان آگیا۔!

"کیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے....!" صدر نشین غرایا۔

"نہیں.... میرا خیال ہے کہ تم سے زیادہ ٹھنڈے دماغ کا آدمی ہوں۔!"

"اوہ تم مجھ سے اس لہجہ میں گفتگو کر رہے ہو....!" وہ کسی زخمی کتے کی طرح غرایا۔ "تم سے بھی سمجھوں گا۔!"

"فی الحال تم سیدھی سادی اُردو سمجھنا سیکھو....!" نقاب پوش نے جواب دیا۔ "میں کہہ رہا ہوں کہ لڑکی سے اس طرح پیش نہ آؤ۔!"

"تم جانتے ہو اسے....!"

"نہیں....!"

"اس نے غداری کی ہے۔!"

"کچھ بھی کیا ہو.... پیچھے ہٹ جاؤ....!" نقاب پوش نے صدر نشین کو اس زور سے دھکا دیا کہ وہ دیوار سے جا ٹکرایا۔

"اوہ.... تو تم بھی.... غدار....!" وہ دانت پیس کر بولا۔

"یہ کیا کیا.... یہ کیا ہے....!" دو تین نقاب پوش آگے بڑھے۔

"پیچھے ہٹو....!" لڑکی کا طرف دار بپھر گیا۔ "ہم سب خالی ہاتھ ہیں....! مجھے اچھی طرح علم ہے۔! اس لئے اگر کسی سے بھی کوئی حماقت سرزد ہوئی تو اپنے کچومر کا وہ خود ذمہ دار ہوگا۔!"

دفعتاً کراہٹ کی آواز گونجی.... اور مونا چیخ پڑی۔ "سنبھلو....!"

صدر نشین نے ایک بڑا سا چاقو کھولا تھا۔!

لڑکی کے طرف دار نے قہقہہ لگایا اور مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔ "میں یہ جانتا ہوں کہ تم چاقو کے مرض میں مبتلا ہو۔!"

"یہ شاطر ہے.... یہ شاطر ہے....!" مونا چیخی۔!

"میں یہ بھی جانتا ہوں۔!"

"تب تو تم نے بھی اپنی موت کو دعوت دی ہے۔!" نقاب پوش نے چاقو کے دستے پر گرفت سخت کرتے ہوئے کہا اور دوسروں سے بولا۔ "گھیرو.... انتظار کس بات کا ہے۔!"

نقاب پوشوں نے اپنے چرمی ہینڈ بیگ زمین پر ڈال دیئے....! لڑکی کا طرف دار بھی اپنا ہینڈ بیگ ایک طرف اچھال چکا تھا۔!

"سنبھلو.... مونا پھر چیخی....!" یہ خنجر زنی کا ماہر ہے۔!"

"ہائیں.... ارے باپ رے....!" دفعتاً اُس کا طرف دار بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا.... اور مونا کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی کھوپڑی گردن سے اچھل کر فضا میں پرواز کر جائے گی۔ یہ کس کی آواز تھی.... یہ کون تھا.... اوہ۔!

صدر نشین کے بڑھتے ہوئے قدم بھی رک گئے اسے اس پوزیشن میں دیکھ کر بھلا دوسرے کیوں قدم اٹھاتے۔!

"کون ہو تم....!" اس نے گونجیلی آواز میں پوچھا۔!

"ان سبھوں کے سامنے یہ پوچھ کر تم یہاں کا قانون توڑ رہے ہو۔ کیا یہ سب ایک دوسرے کو اپنی شکلیں دکھا سکیں گے۔!"

"نہیں.... لیکن مجھے اختیار ہے کہ کم از کم ان کی شکلیں دیکھ سکوں۔!" صدر نشین غرایا۔

"اچھا تو آؤ دیکھ لو میری شکل....!"

"میرا خیال ہے کہ میں یہ آواز پہلے بھی سن چکا ہوں۔!" صدر نشین آہستہ سے بڑبڑایا اور پھر اسے گھورنے لگا۔!

یک بیک لڑکی کے طرف دار نے اپنی نقاب نوچ پھینکی اور صدر نشین بے ساختہ اچھل پڑا۔ پھر سنبھل کر بولا "اوہ.... تو یہ تم ہو.... اچھا.... سنبھلو....!"

"لیکن میں ایک ہی قسم کے داؤ پیچ پسند نہیں کرسکتا....! اُس رات جس قسم کے ہاتھ دکھائے تھے تم نے.... آج ان سے مختلف ہونے چاہئیں۔!"

مونا سوچنے لگی.... پھر حماقت سرزد ہوئی ہے۔ اس سے.... اکیلے ان لوگوں میں آپھنسا اور پھر خود کو ظاہر بھی کردیا۔! حکمت عملی سے کام لینا چاہئے تھا۔! لیکن وہ تو اسے بچانے کے لئے۔

"تم آخر کیا چاہتے ہو۔!" صدر نشین اسے گھورتا ہوا بولا۔! نہ جانے کیوں وہ یک بیک نرم پڑ گیا تھا۔

"میں اسکے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا کہ ملک و قوم کے نمک حراموں کو جہنم میں پہنچادوں۔!"

"کیا مطلب....!"

"مطلب پوچھتے ہو ذلیل....!" احمق کا لہجہ خون خوار تھا۔ "داور کو تم لوگوں نے کیوں قتل کیا تھا۔!"

"اوہو.... ابھی تک یہ خبط ذہن سے نہیں نکلا مگر تم ہمیں ملک اور قوم کے نمک حرام کیوں سمجھ رہے ہو۔!"

"ہاہا.... تو تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہیں معمولی قسم کا چور یا ڈاکو سمجھتا ہوں....! کیا تم اس ملک کے ایجنٹ نہیں ہو جو ساری دنیا میں انتشار پھیلا کر شیطانی حکومت کا خواب دیکھ رہا ہے۔ کیا تم اپنی اسکیم کے مطابق یہاں مایوسی اور دہریت کے جراثیم نہیں پھیلا رہے تھے۔ مایوسی اور دہریت کے شکاروں کو اپنی نجات کا راستہ صرف تمہاری ہی آئیڈیالوجی میں نظر آتا ہے۔! تم لوگ یہ سب کچھ بہت ہی منظم طریقے پر کرتے ہو۔!"

صدر نشین چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "ہاں.... میں نے سنا ہے کہ داور یہی کرتا تھا مگر ہمیں اس سے کیا تعلق۔!"

وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ صدر نشین نے اُس پر چھلانگ لگائی....! غالباً باتوں میں الجھانے کا

مقصد یہی تھا کہ غافل پا کر حملہ کیا جائے۔

لیکن اسے مایوسی ہی ہوئی.....! احمق غافل نہیں تھا۔ مونا چیخی تھی۔! لیکن پھر اُس نے دیکھا کہ احمق نے حملہ آور کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر اس طرح دوسروں پر پھینک مارا تھا جیسے وہ ربڑ کی ہلکی سی گیند رہا ہو.....! ایک بہت ہی کرب ناک چیخ تہہ خانے کی محدود فضا میں گونجی.....! حملہ آور کا خنجر اُس کے ایک ساتھی ہی کے سینے میں پیوست ہو گیا تھا۔!

پھر وہ سبھی دیوانوں کی طرح احمق پر ٹوٹ پڑے..... مونا بُری طرح کانپ رہی تھی دفعتاً صدر نشین کا چاقو اچھل کر اس کے پیروں کے پاس آ پڑا اور اس نے اسے اٹھا لینے میں دیر نہیں لگائی۔! اب وہ کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔! احمق نے پہلے ہی ان لوگوں کے خالی ہاتھ ہونے کا اعلان کر دیا تھا اور شاید وہ یہ بھی جانتا تھا کہ صدر نشین کے پاس ایک چاقو ہے۔ چاقو ہی کی بناء پر مونا شاطر کو پہچان سکی تھی۔! کیونکہ وہ اپنے پاس چاقو ہی رکھتا تھا اور کئی بار فخریہ کہہ چکا تھا کہ وہ ایک ماہر خنجر زن ہے۔! لیکن اس وقت مہارت کام نہ آئی وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے احمق کی جنگ کا منظر دیکھ رہی تھی۔

کیا یہ آدمی ہے اس نے سوچا۔ تنہا آٹھ دشمنوں میں گھرے ہونے کے باوجود بھی اتنی لاپروائی سے لڑ رہا ہے جیسے وہ محض ایک دلچسپ کھیل ہو۔! جب بھی کسی پر ہاتھ پڑ جاتا اس کے حلق سے کراہ ضرور نکلتی.... یک بیک شاطر چیخا۔ "اُوز نخو.... ایک آدمی قابو میں نہیں آتا۔!"

پھر ایک متحیر کن منظر دکھائی دیا....!

انہوں نے یکلخت ہاتھ روک لئے اور ان میں سے ایک ہانپتا ہوا بولا۔ "تم جانتے ہو کہ ہم کون ہیں اور ہمارے پیشوں سے بھی واقف ہو۔!"

"آہاں....!" احمق ہنس پڑا۔ "یہ گدھا کیا جانے میں جانتا ہوں..... تم انٹلکچوالس ہو بھلا تمہیں لڑائی بھڑائی سے کیا کام.... اس کے لئے تو تم غیر تعلیم یافتہ لوگوں کو استعمال کرتے ہو۔ تمہارا کام تو کافی ہاؤزوں، باروں اور ریستورانوں کی میزوں تک ہی محدود ہوتا ہے۔!"

شاطر کھڑا ہانپتا رہا.... وہ لوگ بھی کچھ نہ بولے۔

احمق نے مونا سے چاقو لے کر بند کیا اور اسے جیب میں ڈالتے ہوئے بولا۔ "اب جناب شاطر آپ کو ایک غزل سنائیں گے جس کے بول ہیں "مارے ساتھی جانے نہ پائے۔!"

"تم آخر چاہتے کیا ہو.....!" شاطر نے بے بس ہو کر کہا۔

احمق جیب سے چاقو نکال کر اسے دوبارہ کھولتا ہوا بولا۔ "معاشرے کے اس گندے پھوڑے کا اپریشن منظر عام پر..... اب تم اس فرش کو اس کی اصلی جگہ پر پہنچانے کی کوشش کرو..... ورنہ تمہارے جسم پر زخم ہی زخم نظر آئیں گے..... چلو....!"

"ٹھہرو....!" شاطر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا تم مجھے اپنی اصلیت سے آگاہ نہیں کرو گے۔!"

"میں تمہارے لئے اس خدا کا قہر ہوں جس کے وجود سے تمہیں انکار ہے۔ جلدی کرو....! ورنہ میرا کھیل پھر شروع ہو جائے گا۔!"

"اوپر.... کون ہے....! میں قدموں کی آوازیں سن رہا ہوں۔!"

"پولیس....!"

"پولیس....!" وہ سب چیخ پڑے..... اور ایک بار پھر انہوں نے اس پر دھاوا بول دیا۔!

شاطر پیش پیش تھا۔ انہیں للکار رہا تھا۔ غیرت دلا رہا تھا۔ یہ حملہ یقیناً خطرناک ثابت ہوتا اگر چاقو احمق کے ہاتھ میں نہ ہوتا۔!

ایک گرا..... دوسرا گرا..... لیکن تیسری چیخ کے ساتھ ہی پھر کھیل ختم ہو گیا۔ وہ اس کے پاس سے ہٹ کر دیوار سے جا لگے تھے اور شاطر بھی ان سے پیچھے نہیں رہا تھا.....! مونا حلق پھاڑ پھاڑ کر ہنس رہی تھی۔!

پھر شاطر کو مجبور ہو جانا پڑا۔! اس نے اس پوشیدہ میکنزم کو حرکت دی جس کے تحت کمرے کا فرش حرکت کرنے لگتا تھا۔!

جیسے جیسے فرش اوپر اٹھ رہا تھا چھت بھی بائیں جانب کھسکتی جا رہی تھی۔! اوپر تقریباً ایک فٹ کی خلا نظر آتے ہی کئی پیر نظر آئے تھے جنہوں نے دائیں جانب والے دروازوں میں چھلانگیں لگائی تھیں اور احمق نے چیخ کر کہا تھا۔ "وہیں ٹھہرو..... شکار میرے قابو میں ہیں۔!"

فرش اپنی اصلی جگہ پہنچ گیا اور باوردی پولیس آفیسر دروازوں سے ان کی طرف جھپٹے..... ان میں سردار گڈھ کا ایس پی بھی تھا۔! دوسرے نقاب پوشوں کی طرف بڑھے تھے اور وہ سیدھا عمران کی جانب آیا تھا۔!

"میں معافی چاہتا ہوں جناب....!" اس نے کہا۔ "بھلا مجھے کیا معلوم تھا میں تو کل سے

آپ کی تلاش میں ہوں۔! سر سلطان نے کل ہی مجھے آگاہ کیا تھا کہ یہ ان کے محکمے کا کیس ہے اور آپ محکمہ خارجہ کے ایجنٹ ہیں۔! اس وقت آپ کا فون ملتے ہی یہاں آیا تھا۔ کچھ کاغذات ملے ہیں لیکن عمارت خالی پڑی تھی۔!"

"ان چرمی ہینڈ بیگوں کو بھی سنبھالئے.... ان میں ثبوت ہی ثبوت ملیں گے.... میں نے سرغنہ کو پکڑ لیا ہے.... نہیں.... وہ میرا ہینڈ بیگ ہے.... مجھے دیجئے....! اور وہی سرخ بالوں والی لڑکی.... یہ سلطانی گواہ بنائی جائے گی۔!"

"سرخ بالوں والی لڑکی۔!" ایس پی نے حیرت سے کہا۔ "مگر وہ تو....!"

"مرگئی.... نہیں....! وہ کوئی اور تھی....! پولیس کو غلط راہ پر ڈالنے کے لئے قتل کی گئی تھی۔! وہ خضاب تھا۔! میرا خیال ہے کہ اس کے بالوں کی اصلی رنگت اخروٹ کی سی تھی۔!"

"میں قطعی نہیں سمجھ سکا....!" ایس پی بولا۔

"فکر نہ کیجئے.... فی الحال لے جایئے....! دیکھئے لڑکی کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔! یہ شریف لڑکی ہے۔ نادانستگی میں ان کے ہاتھوں بلیک میل ہوتی رہی تھی اور مجبوراً ان کے لئے کام کرتی تھی۔!"

کچھ دیر بعد وہ سب وہاں سے لے جائے جارہے تھے۔! مونا نے عمران کو روک کر کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ پھر کب ملو گے۔!"

"جلد ہی.... تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔! اب تم محفوظ ہو۔!"

مونا نے ٹھنڈی سانس لی اور اسے جاتے دیکھتی رہی۔!

ایک ہفتے کے بعد عمران دانش منزل میں بیٹھا۔ ٹرانس میٹر کے سامنے اپنی رپورٹ پڑھ رہا تھا۔ سیکرٹ سروس کے سارے ممبر موجود تھے۔ رپورٹ "ایکس ٹو" کے لئے تھی۔

اب وہ کہہ رہا تھا "سردار گڈھ کے اس نائٹ کلب میں مجھے وہی آدمی کاؤنٹر کلرک کی حیثیت سے نظر آیا تھا جس کی جیب سے میں نے ہالی ڈے کیمپ میں سگریٹ کا خالی پیکٹ نکالا تھا۔! پھر وہاں قمار خانے کا علم ہوا جو چھپی ہوئی چیز نہیں تھی۔ سبھی اس کے متعلق جانتے تھے۔! سرخ لفافے کے متعلق لڑکی کو غلط فہمی ہوئی تھی۔! قمار خانے میں داخلہ ان کے بغیر بھی ہوتا تھا۔!

اصل چیز تو پنسل سے لکھے ہوئے وہ حروف تھے، جو تشکر ناموں پر پائے جاتے تھے۔! یہ حروف ان کے لئے تھے جو اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی کارگذاریوں کی رپورٹ شاطر کو دینے دوسرے شہروں سے سردار گڈھ آتے تھے، یہ لوگ گیٹ پر ان حروف کو دہراتے تھے انہیں بڑھیا ایک سرخ پھول دیتی تھی اور اسی پھول سے وہ لوگ انہیں پہچان لیتے تھے جن کا کام اطلاع دینا ہوتا تھا کہ آج فلاں جگہ میٹنگ ہوگی۔ روزانہ حروف بدلتے رہتے تھے۔ ان کا طریق کار معلوم کرنے کے لئے میں نے اپنی تین راتیں برباد کی تھیں۔! گروہ میں دو طرح کے لوگ تھے۔! ایک تو وہ جو کھلے عام اپنے فرائض انجام دیتے اور دوسرے وہ جو ایک دوسرے کو نہیں جانتے تھے۔ اصل کام یہی لوگ انجام دیتے تھے یعنی ایک غیر ملک کا پروپیگنڈہ.... کھلے عام کام کرنے والے اسے چوروں اور ڈاکوؤں کا گروہ سمجھتے تھے اور ایک دوسرے کو پہچانتے بھی تھے اور شاطر کو اپنا سردار سمجھتے تھے۔ اس کی دوسری حیثیت ان کی نظروں سے پوشیدہ تھی۔! وہ باہر سے آنے والوں کو بھی اپنی ہی طرح چور اور ڈاکو سمجھتے تھے۔! اصل کام کرنے والوں نے شاطر کی شکل کبھی نہیں دیکھی تھی۔ شاطر ان میں سے ہر ایک کو پہچانتا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو بھی پہچانیں اسی لئے اس نے وہ طریقہ اختیار کیا....! ہال میں ایک وقت میں ایک ہی آدمی داخل ہو سکتا تھا جب تک ایک بھی سرخ پھول والا اندر موجود ہوتا تھا تو دوسرا نہیں جانے پاتا تھا۔ جب وہ وہاں سے میٹنگ منعقد ہونے کی جگہ معلوم کر کے رخصت ہو جاتا تھا تو دوسرے کا داخلہ ہوتا تھا۔! اسی طرح وہ اس عمارت میں بھی ایک ہی ایک کر کے داخل ہوتے تھے جہاں میٹنگ ہوتی تھی۔! انہیں وقت ہی اس مناسبت سے دیا جاتا تھا کہ وہاں ایک دوسرے کا سامنا نہ ہونے پائے۔! میں نے چھپ کر وہاں کے طریق کار کا مشاہدہ کیا تھا۔! مائیک پر ایک آواز خالی کمرے میں ان کا استقبال کرتی تھی اور ہدایت دیتی تھی کہ وہ اپنی مدد آپ کریں۔! جس کا مطلب ہوتا تھا الماری کھول کر پلاسٹک کی سیاہ نقاب نکالنا اور چہرے پر چڑھا لینا۔! بہر حال اس رات میں لڑکی سے پہلے ہی وہاں پہنچ گیا تھا۔! اسے وہاں لے جانے کا مقصد یہ تھا کہ اس کا بھی امتحان ہو جائے....! مجھے شبہ تھا کہ وہ اب بھی انہیں کے لئے کام کر رہی ہے۔! اعتراض ہو سکتا ہے کہ میں اکیلے ہی وہاں کیوں گیا تھا۔ یہ چیز خطرناک بھی ثابت ہو سکتی تھی....! ہاں خدشہ تھا....! لیکن اس طرح صرف میری ہی زندگی خطرے میں پڑتی دوسرے محفوظ رہتے.... میری عادت ہے کہ غیر یقینی حالات میں اکیلے ہی کام

کرتا ہوں....!ویسے میں نے احتیاطاً پولیس کو بھی فون کر دیا تھا۔ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اب شاطر ہی یہاں اس تنظیم کا سرغنہ تھا۔ پہلے دو آدمی تھے ایک داور اور دوسرا شاطر۔ شاطر خود سر آدمی ہے۔!اپنی بڑائی داور سے بھی منوانا چاہتا تھا۔ لیکن داور ذہنی صلاحیتوں کی بناء پر اس سے بھاری پڑتا تھا۔ لہٰذا آئے دن دونوں میں چخ چخ رہتی تھی....!آخر کار شاطر نے ایک پلاٹ بنا کر اسے ختم ہی کر دیا۔!سعدی اینڈ سنز کے یہاں کاؤنٹر پر کام کرنے والوں میں سے بھی ایک تنظیم سے تعلق رکھتا تھا اسی نے شاطر کے کہنے پر ہیرے اڑائے تھے۔ شاطر جانتا تھا کہ وہ کب اپاہج کی حیثیت سے ہالی ڈے کیمپ جائے گا۔ اس لئے موقع ملتے ہی وار کر بیٹھا۔ داور کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ اس کے لئے کیا ہو رہا ہے۔ پھر ایسا انتظام کیا گیا کہ داور کے قتل کے بعد ہی سعدی اینڈ سنز کا اشتہار اخبار میں آئے۔ اچھا ایک قاتل کی فراہمی اور ہیروں کی چوری کا مقصود حقیقتاً وہ نہیں تھا جو پہلے میری سمجھ میں آیا تھا۔ وہ پولیس کو غلط راستے پر نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔! پولیس داور کی اصلیت معلوم بھی کر لیتی تو کیا ہوتا۔ بات داور ہی پر ختم ہو جاتی۔! قاتل تک پہنچنا دشوار ہوتا۔! یہ پلاٹ شاطر نے دراصل اپنے دور دیش کے آقاؤں کے لئے بنایا تھا۔!انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ داور چور بھی تھا اور چوریوں کے سلسلے میں اپنے کچھ مددگار بھی رکھتا تھا۔ جنہوں نے قیمتی ہیروں کے لالچ میں اسے قتل کر دیا۔!اگر وہ یونہی خواہ مخواہ مار ڈالا جاتا تو اس کے دور دیش کے آقاؤں کو ضرور فکر ہوتی کہ کیا قصہ ہے..!وہ اپنے طور پر چھان بین کراتے اور ہو سکتا تھا کہ اس صورت میں خود شاطر ہی کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔ داور اُن کے لئے بہت اہم تھا۔!ذہین تھا اس لئے ان کے پروپیگنڈے کے لئے نت نئے طریقے اختیار کرتا رہتا تھا۔ جو سو فیصدی کامیاب ہوتے تھے۔!اب یہی دیکھنا چاہئے کہ وہ اپاہج کے روپ میں ان کا پروپیگنڈہ کیوں کرتا تھا۔!ہالی ڈے کیمپ میں زیادہ تر نوجوانوں کا اجتماع ہوتا تھا جو مسرتوں اور ولولوں سے بھرپور نظر آتے ہیں۔ مستقبل کے متعلق ان کے خیالات رجائی ہوتے ہیں لیکن داور ان میں مایوسی اور دہریت کے جراثیم پھیلاتا تھا۔!وہ اس کی باتیں سن کر سوچتے تھے کہ اتنے فرشتہ سیرت آدمی کو خدا نے اپاہج کیوں کر دیا۔!کیا یہ انصاف ہے۔ بس پھر اُن کے ذہن بہکنے لگتے تھے وہ انہیں اچھی طرح مایوس کر دینے کے بعد اپنے آقاؤں کے دیس کا پروپیگنڈہ شروع کر دیتا تھا۔!"

عمران خاموش ہو گیا....!اور دوسری طرف سے بلیک زیرو کی ایکس ٹو کی سی آواز

آئی۔"میں آپ کو اس کیس کی کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں مسٹر عمران۔!"

"صرف مبارک باد....!" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"پھر اور کیا چاہئے۔!"

"ایک درجن چیونگم کے پیکٹ....!اور درویش کی صدا کیا ہے۔!"

دوسری طرف سے ہلکے سے قہقہے کی آواز آئی اور ٹرانس میٹر بند کر دیا گیا۔!

"تم اس پتھر کو ہنسا تو سکتے ہو....!" جولیا نے کہا۔

"لیکن....اب کیا صورت ہو گی....!" چوہان نے متفکرانہ انداز میں کہا۔"پورے ملک میں شاطر کے ایجنٹوں کے متعلق چھان بین کرنی پڑے گی۔!"

"شاطر نے سب کچھ اگل دیا ہے۔!خاص ایجنٹوں کی پوری لسٹ اس سے حاصل کی جاچکی ہے۔!" عمران بولا۔"اور انہیں تلاش کر لینا مشکل نہ ہو گا۔!"

"مگر نجمی....کا کیا ہوا....!" جولیا نے پوچھا۔"کیا وہ اس سازش میں شریک نہیں تھا۔!"

"نہیں....اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ داور حقیقتاً کون ہے۔!"

پھر وہ اشتہار داور کی زندگی ہی میں کیوں نہیں شائع ہو سکا تھا۔!" صفدر نے پوچھا۔

کاؤنٹر پر کام کرنے والا تیسرا آدمی جس نے ہیرے چرائے تھے۔ نجمی کو چکر دیتا رہا۔!اس کی گرفتاری تو داور کی موت کے بعد ہی عمل میں آئی تھی۔!اشتہار اس نے اس مناسبت سے شائع ہونے دیا تھا کہ داور کی موت کے بعد ہی منظر عام پر آئے اس سے پہلے نہیں....!اسکیم پہلے سے تیار کی جاچکی تھی۔!اس لئے طوفان آجانے کی بناء پر پوری طرح اُس پر عمل نہ ہو سکنے کے باوجود بھی اس میں کوئی تبدیلی نہ کی جاسکی۔!یعنی کسی آدمی کو قاتل کی حیثیت سے پیش کئے بغیر ہی اسے قتل کر دینا پڑا تھا۔ شاطر جانتا تھا کہ صبح اشتہار ضرور آجائے گا اس کی اشاعت کسی طرح بھی نہ رکوائی جاسکے گی۔ لہٰذا اگر داور اس رات زندہ ہو جاتا اور خود اس اشتہار کو دیکھ لیتا تو شاطر تحت الثریٰ میں جاچھپنے کے باوجود بھی اس کے ہاتھوں سے نہ بچ سکتا۔!

"اور یہ لوگ اتفاقاً تم ہی سے آ ٹکرائے....!" جولیا بولی۔

"قدرت....دنیا کا کوئی مجرم بھی سزا سے نہیں بچ سکتا....!قدرت خود ہی اُسے اس کے مناسب انجام کی طرف دھکیلتی ہے۔!اگر ایسا نہ ہو تو تم ایک رات بھی اپنی چھت کے نیچے آرام

کی نیند نہ سو سکو....! زمین پر فتنوں کے علاوہ اور کچھ نہ اُگے....!"

مونا ضمانت پر رہا کر دی گئی اور اسے رانا تہوّر علی والے محل میں رکھا گیا تھا۔! ایک دن، عمران کے متعلق جوزف سے گفتگو کر رہی تھی۔!

"کیا اُس کا دنیا میں کوئی نہیں ہے....!" اس نے پوچھا۔

"وہ خود ہی دنیا میں سب کچھ ہے....اس کے چکر میں نہ پڑو۔!"

"مجھے اس سے ہمدردی ہے۔!"

"لڑکی اپنی کھوپڑی سے باہر ہونے کی کوشش نہ کرو....! ورنہ خسارے میں رہو گی۔!"

"کیا بکواس کر رہے ہو....!" مونا جھلا گئی۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں....! تم اس لڑکی جولیا سے زیادہ حسین نہیں ہو۔!"

"میں یہ کب کہہ رہی ہوں....کیا تم بالکل گدھے ہو....!"

اتنے میں عمران کمرے میں داخل ہوا....! جوزف آپے سے باہر ہو رہا تھا۔!

"حد ہو گئی باس....!" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ "میں اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی عورت مجھے گدھا کہے۔!"

"تب تم دعا مانگو کہ گدھے بھی آدمیوں کی طرح گفتگو کرنے لگیں۔! لیکن وہ سب سے پہلے مجھ سے پوچھیں گے کہ میں لڑکیوں کو دیکھ کر سر کے بل کیوں کھڑا ہو جاتا ہوں۔!"

"میں خود بھی پوچھوں گا....!" جوزف نے تیز لہجے میں کہا۔ "مجھے بھی یہ اچھا نہیں لگتا۔!"

"یہ بہت بے ہودہ ہے۔" مونا نے کہا۔ "آدمیوں کی طرح گفتگو کر ہی نہیں سکتا۔"

"سنا باس....! تم سن رہے ہو....اچھا....تو یہ لو....!" اس نے پاگلوں کی طرح دیوار سے سر ٹکرا دیا....! ٹکراتا ہی رہا....! اور وہ دونوں چپ چاپ کمرے سے نکل گئے۔!

﴿ختم شد﴾

عمران سیریز نمبر 40

دلچسپ حادثہ

پہلا حصہ

O

کوئی نہیں جانتا کہ کب اس کے ستارے گردش میں آ جائیں! جوزف کے بیان کے مطابق عمران نے بس یونہی بیٹھے بٹھائے وہ مصیبت اپنے سر مول لی تھی! ورنہ کہاں عمران اور کہاں مسز پھٹاکیا....!

مسز پھٹاکیا کم از کم پچاس کے لگ بھگ رہی ہو گی! پکا جامنی رنگ تھا! آنکھیں چھوٹی اور دھندلی تھیں! پستہ قد تھی۔ مگر وزن ڈھائی تین من سے کسی طرح کم نہ رہا ہو گا۔

عمران کی پڑوسن تھی....!

جوزف کا بیان ہے کہ وہ اپنے فلیٹ سے نکلی تھی اور اس کے ہاتھ میں لوہے کے پائپ کا دو فٹ لمبا ایک ٹکڑا تھا۔ اور وہ شاید جلدی میں کہیں جا رہی تھی۔ عمران باہر سے آیا تھا۔ برآمدے میں دونوں کا سامنا ہوا۔ عمران نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

مسز پھٹاکیا بوکھلا کر دو قدم پیچھے ہٹی! حیرت کی بات تھی۔ سالہا سال سے پڑوسی ہونے کے باوجود آج تک دونوں کے درمیان کبھی رسمی قسم کی گفتگو بھی نہیں ہوئی تھی چہ جائیکہ اس طرح بے تکلفانہ انداز میں راستہ روک کر کھڑے ہو جانا۔

"آج میں جواب سننا چاہتا ہوں ڈارلنگ۔!" عمران نے کہا۔

اور مسز پھٹاکیا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ پھر وہ سنبھل کر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا باکتا....!"

"وہ باکتا جو میرے دل کی پکار ہے....!" عمران نے سینے پر ہاتھ رکھ کر ٹھنڈی سانس لی اور

چاروں طرف دیکھ کر آہستہ سے بولا۔ "ہم سے LOVE کرنا مانگتا کہ نہیں۔"

"سو....وار....کا....باچہ!" وہ حلق پھاڑ کر چیخی اور لوہے کے پائپ والا ہاتھ گھما دیا۔

کھٹاک....! عمران کی آنکھوں میں تارے ضرور ناچ گئے ہوں گے۔

وار بھرپور تھا۔ سر سے خون کی چادر چہرے پر آئی اور اس کے قدم لڑکھڑانے لگے مسز پھٹاکیا پوری قوت سے چیخے جا رہی تھی! ذرا سی دیر میں برآمدہ تماشائیوں سے بھر گیا۔

عمران اس طرح آنکھیں پھاڑ رہا تھا جیسے اسے کچھ سجھائی نہ دے رہا ہو۔ ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے....اور مسز پھٹاکیا حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہی تھی۔ "سو....ور کی....نا....چھیڑ تا ہے....!"

جوزف کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے.... کبھی دوڑ کر عمران کی طرف جاتا اور کبھی مسز پھٹاکیا کی طرف....بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے خاموش رہنے کو کہتا اور پھر بے بسی سے مجمع کی طرف دیکھنے لگتا! وہ خود بھی جیسے چور ہو کر رہ گیا تھا!۔

اگر اس نے عمران کی حرکت اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لی ہوتی تو شاید مسز پھٹاکیا کو زندہ دفن کر دیتا لیکن....ایسی صورت میں....!"

کچھ دیر بعد عمران فرش پر ڈھیر نظر آیا۔

جوزف نے ہلایا جلایا....آوازیں دیں....لیکن جواب ندارد۔

مسز پھٹاکیا کو لوگ اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے۔ وہ ایک پرائیویٹ شفاخانے میں مڈوائف تھی لیکن عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ اس کا اصل بزنس گناہوں کی پردہ پوشی ہے اور وہ اس میں خاصی کمائی کر لیتی ہے۔

عمران احمق مشہور تھا! لیکن اس بات پر کسی کو بھی یقین نہ آ سکا کہ اس سے کسی بوڑھی اور بدشکل عورت کو چھیڑنے کی حماقت سرزد ہوئی ہو گی۔

"کوئی دوسرا ہی چکر معلوم ہوتا ہے۔" چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔ "عورت بکواس کر رہی ہے....بھلا یہ اسے چھیڑے گا....بھیا کی باتیں....!

مسز پھٹاکیا اسی طرح چنگھاڑتی ہوئی اپنے فلیٹ کی طرف مڑ گئی! لیکن وہ خوفزدہ تھی! شاید سوچ رہی تھی کہ اس کے بیان پر کسی کو بھی یقین نہ آئے گا۔ مگر وہ اس کا سر تو پھاڑ ہی چکی تھی اور

وہ بیہوش پڑا تھا.... پھر ممکن ہے یہ بھی سوچا ہو کہ پڑوسی بھی اس سے خوش نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لینے کے دینے پڑ جائیں....!

بہر حال وہ اپنا فلیٹ مقفل کر کے اندر بیٹھ رہی.... ادھر کسی ایسے آدمی نے جو اس سے بہت زیادہ جلا بیٹھا تھا پولیس اسٹیشن فون کر دیا۔

عمران کا چہرہ خون سے تر تھا اور فرش پر بھی کافی مقدار میں خون پھیلا ہوا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ختم ہی ہو چکا ہو.... منظر متاثر کن تھا! غالباً مسز پھٹاکیا کا کوئی دشمن اس پچویشن سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا لہٰذا کیس کو پہلی ہی نظر میں سنگین بنانے کے لیے اس نے یہ تدبیر کر ڈالی کہ پولیس کے پہنچنے سے پہلے عمران کو وہاں سے ہٹایا نہ جا سکے.... معمولی بات تھی.... جوزف کو باتوں میں الجھا لیا جاتا....

یہی ہوا۔ جوزف شاید زندگی میں پہلی بار ہکلا ہکلا کر جھوٹ بول رہا تھا۔ بس.... مسٹر!.... جرا سا بات.... یہ عوریت آیا.... اور باس کو بولا.... تم ہمارا مرغی چرایا... یا خدا... باس منہ پھلا دیا... عوریت پھر گالی دیا... باس بھی گرم ہوتا.... پھر وہ گدھی کا بچہ سر پھاڑ دیا...!"

لوگوں کو اس کہانی پر سو فیصد یقین آ گیا تھا۔ پولیس آئی.... جوزف کا بیان ہوا.... مسز پھٹاکیا چیختی ہی رہ گئی لیکن کون سنتا! سارے پڑوسی عمران ہی کی طرف داری پر آ رہے تھے۔

عمران بیہوش ہی پڑا رہا۔ مسز پھٹاکیا حوالات پہنچا دی گئی۔ لیکن جوزف کا برا حال تھا! ایک طرف عمران کی طویل بیہوشی تشویش کا باعث تھی اور دوسری طرف یہ خیال مارے ڈال رہا تھا کہ خواہ مخواہ ایک ایسی عورت حوالات پہنچ گئی جسے سچ مچ چھیڑا گیا تھا...!

اس نے سینے پر کراس بنایا اور گڑگڑانے لگا۔

"او خدا.... تو نے دیکھی ہے.... میری مجبوری.... اگر جھوٹ نہ بولتا تو لوگ باس پر تھوکتے.... باس کا دماغ کیوں چل گیا تھا.... یہ تو ہی بہتر جانتا ہے.... تو نے ہی چلایا تھا تو ہی جانے.... میں کیا کر سکتا ہوں فادر.... تو نے ہی باس کو بھی بنایا ہے.... مجھے بھی بنایا ہے اور اس حرامزادی کو بھی.... مجھے معاف کر دے۔ سب کو معاف کر دے۔"

عمران بیہوشی ہی کی حالت میں ہسپتال پہنچا دیا گیا۔

بات کسی نہ کسی طرح جولیانا فٹز واٹر تک بھی جا پہنچی.... اس واقعہ کو چھ گھنٹے گذر چکے تھے

لیکن عمران کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا! جوزف سول اسپتال کے جنرل وارڈ کے قریب سر تھامے اکڑوں بیٹھا نظر آیا۔ اسے عمران کے بستر کے پاس سے زبردستی ہٹا کر باہر نکال دیا گیا تھا۔

جولیانا فٹز واٹر کو دیکھ کر اس نے ٹھنڈی سانس لی اور کراہ کر اٹھ گیا۔

"اوہ.... مسّی۔" وہ کانپتا ہوا بولا۔ "توبہ کرو.... گناہوں کی معافی چاہو۔ مواخذے کا دن قریب ہے۔ آسمانی باپ سب کو معاف کر دے.... آمین!"

پھر اس نے سینے پر کراس بنایا اور سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

جولیا بوکھلا گئی.... سمجھی شاید عمران چل بسا....

"کیا کہہ رہے ہو....؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اگر میں یہ کہوں مسّی کہ تم نے میری مرغی چرائی ہے تو تم پر کیا گذرے گی؟"

"کیا یہ ساتویں بوتل بول رہی ہے؟" جولیا جھلا گئی۔ اسے صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا تھا کہ کسی نے عمران کا سر پھاڑ دیا ہے اور وہ سول ہسپتال میں ہے تفصیل کا علم نہیں تھا....

"بوتل.... بوتل کا ہوش کس کو ہے مسّی! دو گھنٹے سے نہیں ملی.... لیکن.... یا خدا اگر آٹھویں گھنٹے پر بھی ہوش نہ آیا تو میں بھی اپنا سر پھاڑ لوں گا...."

جولیا اسے غصیلی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "تم آخر کسی بات کا صحیح جواب کس تدبیر سے دو گے۔ پہلے وہی بتا دو تاکہ مجھے آسانی ہو!"

جوزف کا منہ کھل گیا.... اس نے جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میری عقل خبط ہو گئی ہے مسّی میں کیا تدبیر بتا سکوں گا۔"

"وہ کیسے زخمی ہوا تھا؟" جولیا نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"مسز پھٹاکیا...." جوزف نے کہا اور سوچ میں پڑ گیا! سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سے کیا بتائے۔ جھوٹ بولے یا سچی بات کہہ دے۔ پھر اس نے دل ہی دل میں کہا۔ "اے خدا جھوٹ تو بول ہی چکا ہوں لہٰذا اب سچ بولنے میں کیا فائدہ۔ اس جھوٹ بولنے کی سزا مجھے ضرور ملے گی.... اگر تو نے معاف کر دیا تھا تو یہ بھی معاف کر دے گا کوئی نیا جھوٹ بولنے نہیں جا رہا...!"

"اے تم پھر خاموش ہو گئے!" جولیا نے آنکھیں نکالیں۔

"اوہ.... وہ...." جوزف چونک پڑا۔ "وہ مسّی دراصل بات یہ ہے کہ جو وہ.... مسز پھٹاکیا

ہے نا.... اس نے باس کو چھیڑا تھا.... کہنے لگی۔ تم نے میری.... مرغی چرائی ہے.... باس کو غصہ آگیا.... انہوں نے کہاڈارلنگ....!"

"ڈارلنگ!"

"اوہ.... ہوف! دیکھو مسّی دو گھنٹے سے نہیں.... دماغ میں کچھ نہیں آرہا۔ مطلب یہ کہ باس کو بھی غصہ آگیا۔ اس نے اسے برا بھلا کہا۔ اور اس حرافہ نے ان پر لوہے کے پائپ سے حملہ کردیا.... اوخدا تو دیکھ رہا ہے.... میں مجبور ہوں....!

"بکواس مت کرو تم جھوٹے ہو۔" جوزف گڑبڑا گیا۔ "سچی بات بتاؤ۔!"

"اچھی بات ہے.... مسّی!" جوزف نے طویل سانس لے کر کہا۔ "جب وہ ہوش میں آجائیں تو انہیں سے پوچھ لینا۔"

"کہاں ہے؟"

"وہ سامنے جنرل وارڈ میں۔ بستر نمبر گیارہ!" جوزف نے ایک جانب اشارہ کر کے کہا۔

جولیا وارڈ میں آئی۔ عمران اب بھی بیہوش پڑا تھا۔

اس کے چہرے پر بچوں کی سی معصومیت تھی۔ جولیا غور سے دیکھتی رہی اور پھر یک بیک اس کا دل بھر آیا۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر وہ دروازے کی طرف مڑی۔ ڈاکٹر کے کمرے میں آکر صفدر کو فون کیا۔!

دراصل عمران کو لاوارثوں کی طرح جنرل وارڈ میں پڑے دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوئی تھی۔ ڈاکٹر کے کمرے سے وہ لان پر آگئی اور وہیں ٹھہر کر صفدر کا انتظار کرنے لگی۔ جوزف تیزی سے اس کی جانب آیا۔

"ہوش آیا مسّی!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"نہیں۔" جولیا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم آخر سچی بات کیوں نہیں بتاتے....؟"

"بس اب میں کچھ نہیں کہوں گا مسّی!" جوزف نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "حوالات چلی جاؤ اسی حرافہ سے پوچھ لو.... وہ تمہارا دل خوش کردے گی...."

"کیا بک رہے ہو؟"

"ہاں وہ کہے گی کہ باس نے اسے چھیڑا تھا! اس سے عشق کرنا چاہتے تھے۔"

جولیا نے اپنا وینٹی بیگ کھول کر دس کا ایک نوٹ نکالا اور اس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔

"جاؤ پہلے دوڑ کر پی آؤ.... پھر بات کروں گی تم سے۔"

جوزف کے چہرے پر زلزلے کے آثار دکھائی دیئے اس نے اپنا پرس نکالا اور دس دس کے تین نوٹ کھینچ کر اسے دکھاتا ہوا بڑبڑانے لگا۔ "میں بہت بڑے آدمی کا ملازم ہوں مسّی.... میری توہین نہ کرو.... میں چاہے مر جاؤں لیکن اس وقت تک یہاں سے نہ ہٹوں گا جب تک کہ باس کو ہوش نہ آجائے...."

پھر اس نے بڑے بے تکلفانہ انداز میں ایک لمبی سی جماہی لی۔

جولیا کھسیانی سی ہو کر دوسری طرف مڑ گئی اور جوزف نے کہا۔ "ان کم بختوں نے مجھے باس کے پاس نہیں ٹکنے دیا۔ آدھ گھنٹہ اور انتظار کروں گا کیونکہ آج جمعرات ہے۔"

"کیا مطلب۔" وہ پلٹ کر اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"جمعرات کو ساڑھے چار بجے تک لڑائی بھڑائی سے دور رہنا چاہئے.... ورنہ سرکنڈوں کے سانپ پھن کاڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

جولیا برا سا منہ بنائے ہوئے پھر پھاٹک کی طرف دیکھنے لگی۔

یک بیک اس نے ایک فائر کی آواز سنی اور پھر متعدد راہ گیر سڑک پر دوڑتے نظر آئے۔ فائر کی آواز بھی زیادہ دور کی نہیں معلوم ہوئی تھی....!

O

فائر بائیں جانب سے ہوا تھا اور گولی چہرے سے صرف ایک بالشت کے فاصلے سے گذر گئی!

کھلی چھت والی اسپورٹس کار کا ایک پہیہ فٹ پاتھ پر جا چڑھا اور وہ قریب ہی کھڑے ہوئے ایک ٹھیلے سے جا ٹکی ورنہ اُلٹ جانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا تھا۔

صفدر نے پورے بریک لگائے تھے پھر بوکھلاہٹ کے عالم میں انجن بند کرتے ہوئے فٹ پاتھ پر چھلانگ لگائی تھی اور منہ کے بل اس طرح گرا تھا کہ ٹانگیں گاڑی ہی سے الجھی رہ گئی تھیں۔

لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے.... لیکن صفدر ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی سنبھل گیا۔ سر میں خاصی چوٹ آئی تھی لیکن اس حد تک نہیں کہ پیشانی ناہموار ہو کر رہ جاتی۔ مرہم پٹی

کی نوبت نہیں آئی تھی۔ پنڈلیوں میں شاید معمولی خراشیں بھی تھیں۔

وہ کسی کی بات کا جواب دیئے بغیر گاڑی کو دھکیل کر اس کا ایک پہیہ فٹ پاتھ سے نیچے اتارنے لگا۔ اتنے میں جولیا بھی آ پہنچی! یہاں سے سول اسپتال قریب ہی تھا۔

"کیا ہوا۔ کیا ہوا۔" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

صفدر قہر آلود لہجے میں دہاڑا۔ "آپ سے مطلب....؟"

اور جولیا ششدر رہ گئی۔ کئی راہگیروں کو صفدر کے اس رویہ پر تاؤ آگیا۔

"آپ بڑے بدتمیز معلوم ہوتے ہیں جناب!" ایک نے کہا۔

"آپ سے مطلب؟" صفدر اس پر بھی الٹ پڑا۔

جولیا آہستہ آہستہ پیچھے کھسکنے لگی۔ غالباً وہ سمجھ گئی تھی کہ صفدر کسی وجہ سے شناسائی نہیں ظاہر کرنا چاہتا۔ غنیمت یہی تھا کہ دور تک کوئی ڈیوٹی کانسٹیبل نہیں دکھائی دے رہا تھا ورنہ صفدر کو تھانے کا منہ دیکھنا پڑتا۔

فائر کی طرف کسی نے بھی دھیان نہیں دیا تھا۔

"پتہ نہیں کیسا آدمی ہے؟" کئی آوازیں آئیں۔

لیکن صفدر گاڑی میں بیٹھ کر دوبارہ انجن اسٹارٹ کر چکا تھا۔

سول اسپتال کے پھاٹک کے قریب اس نے اپنی گاڑی ریکسٹن اسٹریٹ میں موڑ دی اور دوسری سڑک پر نکل آیا۔ جس عمارت سے بھی فائر ہوا ہو اس کی اوپری منزل کے زینے اس سڑک پر بھی ہو سکتے تھے۔ لیکن اسے زینوں سے کیا سروکار! وہ تو صرف اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ ان دیکھا حملہ کس عمارت سے ہوا ہو گا۔

ویسے غالباً یہ حماقت ہی تھی کہ وہ اب بھی انہیں اطراف میں موجود تھا! بھلا دوسرے حملے سے بھی حملہ آور کو کون روک سکتا ہے۔

گاڑی تیزی سے بڑھتی چلی گی.... پندرہ منٹ بعد وہ موڈل کالونی کے پبلک ٹیلیفون بوتھ کے قریب رکا۔ آس پاس کوئی ایسی گاڑی نہ دکھائی دی جس کے متعلق سوچا جا سکتا کہ وہ اس کا تعاقب کرتی ہوئی آئی ہو گی....!

بوتھ میں آکر اس نے سارجنٹ نعمانی کے نمبر رنگ کئے۔ دوسری طرف نعمانی موجود تھا۔

"ہیلو۔ دیکھو! میں صفدر بول رہا ہوں۔ معلوم کرو کہ جولیا نے مجھے سول اسپتال میں کیوں بلایا تھا؟ وہ شاید اس وقت بھی وہیں ہے۔"

پھر سلسلہ منقطع کر کے کیپٹن خاور سے رابطہ قائم کیا۔

"یس اٹ از خاور۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں صفدر ہوں۔ مرفی روڈ پر کسی نے مجھ پر فائر کیا تھا! شاید پچیس منٹ پہلے کی بات ہے۔ شبہ ہے شاید بلڈنگ سے فائر ہوا تھا۔"

"زخمی تو نہیں ہوئے؟"

"نہیں بال بال بچا ورنہ گولی کم از کم ناک کا صفایا تو کر ہی دیتی۔ میں ڈرائیو کر رہا تھا۔"

"تو پھر....؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ آدمی ہوشیار ہو گیا ہے جس کی نگرانی ہم دونوں کر رہے تھے۔"

"کیا تم یقین سے کہہ سکو گے کہ ہم کتنے آدمیوں کی نگرانی کرتے رہے ہیں؟"

"شاردا بلڈنگ...."

"ٹھہرو!" خاور نے دوسری طرف سے بات کاٹ دی۔ "شاردا بلڈنگ میں متعدد فلیٹ ہیں اور ان میں مختلف کرایہ دار رہتے ہوں گے....!"

"پوری بات بھی تو سنو یار!" صفدر جھلا گیا۔ "ہمیں اندھیرے میں کسی کالی بلی کی تلاش تھی۔ یک بیک وہ آدمی سامنے آیا.... اور پھر اس کی عجیب و غریب حرکتوں کی وجہ سے ہمیں اس کے ملنے جلنے والوں کی بھی نگرانی کرنی پڑی۔ اب اس بلڈنگ کو بھی دیکھ لو شاید یہاں بھی کوئی ایسا مل ہی جائے جو اس سے کسی قسم کا تعلق رکھتا ہو۔ یہ میرا اندازہ ہے.... ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت والے فائر کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو۔"

"اچھا بھئی...." خاور کے لہجے میں اکتاہٹ تھی۔

صفدر سلسلہ منقطع کر کے بوتھ سے باہر آگیا۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے بنگلے میں سارجنٹ نعمانی سے فون پر دوبارہ گفتگو کر رہا تھا۔

"یہ خبر تکلیف دہ بھی ہے اور مضحکہ خیز بھی!" صفدر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ہوش آگیا ہے.... لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ اندھا ہو گیا ہو! ڈاکٹروں کا خیال ہے

کہ حالت بہتر نہیں.... اگر وہ اندھا نہ ہوا تو پاگل ضرور ہو جائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"فی الحال نہ تو وہ ہوش کی باتیں کر رہا ہے.... اور نہ دیکھ ہی سکتا ہے....!"

O

محکمہ سراغرسانی کے ڈائریکٹر جنرل رحمان صاحب مضطربانہ انداز میں اپنی بیٹی ثریا کی طر مڑے.... جو دیر سے بیٹھی سسک رہی تھی۔

"تو پھر بتاؤ.... میں کیا کروں!" انہوں نے تھکی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔

"یہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں ڈیڈی!" ثریا بدستور سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔ "اماں بی غش پر غش آ رہے ہیں...."

"مجھ سے کیا چاہتی ہو؟ یہ بتاؤ۔" رحمان صاحب جھنجھلا گئے۔

"تو کیا بھائی جان اسی طرح لاوارثوں کی طرح جنرل وارڈ میں پڑے رہیں گے۔!"

"نہیں۔ کوئی عورت ہے.... جولیانا فٹزواٹر۔ اس نے اسے پرائیوٹ وارڈ میں منتقل کرا ہے۔" رحمان صاحب نے ہونٹوں میں تنفر آمیز کھنچاؤ پیدا کر کے کہا۔ "اور وہ حبشی بدمعاش ا کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔"

"تو اب وہ انہیں لوگوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیئے جائیں گے؟" ثریا کے لہجے میں بھی ک تیزی آ گئی.... اور رحمان صاحب نے اسے گھور کر دیکھا.... مگر ثریا تو اب بھی سر جھکائے بیٹھ تھی۔ گھر میں کون تھا جو کبھی رحمان صاحب سے آنکھیں ملا کر بھی گفتگو کر سکتا....!

"دیکھو۔" رحمان صاحب نے تیز لہجے میں کہا۔ "جو تم لوگ کرنا چاہو کرو لیکن مجھے اور زیا الجھنوں میں مبتلا کرنے کی ضرورت نہیں.... یہ بھی جانتی ہو کہ وہ اس حال کو کیسے پہنچا؟"

"میں کچھ نہیں جانتی ڈیڈی۔ مجھے تو سر سلطان کی بیوی نے فون پر اطلاع دی تھی۔"

"اس نے ایک بدنام عورت کو چھیڑا تھا۔ یہ اسی عورت کا بیان ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی ڈیڈی۔ انہیں یہاں لاؤں گی۔ اگر نہ لا سکی تو پھر...."

"بس...." رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "میں کہہ چکا ہوں جو دل چاہے کرو اور س
.... مہمان خانے میں مہمان بھی موجود ہیں.... ان کا خیال رکھنا.... یہاں کوئی بے ہودگ

پھیلنے پائے۔"

"ارے انہیں ہوش ہی کہاں ہے؟"

"پہلے کب رہا ہے!" رحمان صاحب کی آواز بلند ہو گئی وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتے تھے لیکن پھر خاموش ہی رہے۔

ثریا بھی سر جھکائے ہوئے اٹھی اور باہر نکل گئی.... اس نے رحمان صاحب کے چہرے پر کرب کے آثار نہیں دیکھے تھے.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ثریا کے باہر جاتے ہی ان کی آنکھیں مغموم نظر آنے لگیں.... اور انہوں نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ہیلو۔ ڈی۔ ایس۔ پی سٹی.... اٹ از رحمان! آپ نے مجھے کچھ دیر پہلے عمران کے متعلق اطلاع دی تھی۔"

"جی ہاں جناب! وہ ہوش میں تو ہیں لیکن ہوش کی باتیں نہیں کر رہے....! ڈاکٹر کا خیال ہے کہ چوٹ کا اثر بینائی پر نہیں پڑا.... وہ کیفیت وقتی تھی.... البتہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ ان کی ذہنی حالت کیا ہوگی اور وہ عورت تو بکواس کرتی ہے جناب! عرصہ سے پولیس کی لسٹ پر ہے۔"

"اسے عدالت پر چھوڑیئے...." رحمان صاحب نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "فی الحال میں یہ چاہتا ہوں کہ اسے ہسپتال سے گھر لایا جائے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"شکریہ۔" رحمان صاحب نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

O

صفدر نے فلٹ ہیٹ کا گوشہ چہرے پر جھکا کر اور کوٹ کے کالر کھڑے کئے اور گلی میں داخل ہو گیا.... پیروں میں کرپ سول جوتے تھے اس لیے وہ بے آواز چل رہا تھا.... گلی سنسان پڑی تھی! ملگجے سے اندھیرے میں وہ صرف ایک دھندلی سی پرچھائیں معلوم ہو رہا تھا۔

یک بیک ایک جگہ وہ رکا.... چند لمحے بے حس و حرکت کھڑا رہا شاید بائیں جانب والے دروازے کی طرف متوجہ تھا.... پھر آگے بڑھا اور اسی دروازے پر ہولے ہولے دستک دی۔

"کون ہے؟" اندر سے کراہتی ہوئی سی آواز آئی.... بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کسی اونگھتے

ہوئے مریض کے لیے وہ دستک تکلیف دہ ثابت ہوئی ہو!

"قارون۔" صفدر نے جواب دیا.... دروازہ کھل گیا.... لیکن دروازہ کھولنے والا اوٹ ہی میں تھا۔ اندر کیروسین لیمپ کی دھندلی سی روشنی نظر آئی۔ غالباً یہ مختصر سی راہداری تھی کیونکہ سامنے ہی ایک بند دروازہ اور بھی نظر آ رہا تھا.... صفدر کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اندر داخل ہو گیا! دروازہ کھولنے والا اب بھی سامنے نہ آیا۔ صفدر نے سامنے والے دروازے کا رخ کر کے کہا۔ "مادام چنگ شی....!"

"تشریف لیجائیے جناب۔" دروازے کی اوٹ سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

صفدر نے آگے بڑھ کر بند دروازے کو دھکا دیا۔

کمرہ خالی تھا! مگر وہاں نظر آنے والی متعدد میزوں کی سٹنگ سے یہی ظاہر ہوتا تھا جیسے وہاں کئی ٹولیاں بیٹھ کر کسی قسم کا شغل کرتی ہوں۔

ہر میز پر ایک گھنٹی بھی موجود تھی۔ لیکن میزوں کے گرد معمولی کرسیوں کی بجائے آرام کرسیاں تھیں! صفدر نے آرام کرسی پر ڈھیر ہوتے ہوئے اپنی فلٹ ہیٹ اتاری اور فرش پر ڈال دی۔ اوور کوٹ کے کالر گرا دیئے۔ وہ میک اپ میں تھا.... بھدے چہرے والا ایک بے ہنگم آدمی آنکھیں خصوصیت سے نشہ بازوں کی سی تھیں۔

اس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی جس کی آواز کمرے میں دیر تک جھنکار پیدا کرتی رہی۔

پھر وہ غصیلے انداز میں گھنٹی پر ہاتھ مارتا ہی چلا گیا۔

آخر ایک پستہ قد بوڑھی عورت چنگھاڑتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی....!

نسلاً چینی معلوم ہوتی تھی۔ فربہ اندام تھی عمر پچاس کے قریب رہی ہو گی لیکن چہرے پر چکناہٹ تھی۔ اس نے پھاڑ کھانے والا لہجہ اختیار کرتے ہوئے انگریزی میں کہا۔ "تم لوگ آخر اتنے بے صبر کیوں ہو جاتے ہو....!"

صفدر سیدھا ہوا.... احتراماً جھکا۔ پھر بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ اے مکھن کے پہاڑ.... تجھ پر تو صرف سریلے نغمے ہی گونجنے چاہئیں... پتھروں کے لڑھکنے کی آواز بھلی نہیں معلوم ہوتی....!"

"مت چھیڑا کرو تم لوگ۔" وہ غصیلے انداز میں ہنسی اور پھر دروازے کی طرف مڑ گئی۔

صفدر نے اوور کوٹ بھی اتار کر فرش ہی پر ڈال دیا اور آرام کرسی کی پشت سے ٹکتے ہوئے

ایک طویل انگڑائی لی۔

کچھ دیر بعد بڑھیا ہاتھوں میں چینی کی دو پلیٹیں سنبھالے ہوئے کمرے میں آئی اور انہیں صفدر کی میز پر رکھتی ہوئی بولی۔ "تم ابھی حال ہی میں آنے لگے ہو! مجھ سے تمیز سے پیش آیا کرو.... سمجھے.... ورنہ کسی دن کھانستے کھانستے مر جاؤ گے .... پھیپھڑے جہنم معلوم ہونے لگیں گے.... میرا نام چنگ شی ہے.... سمجھ گئے نا....!"

"تمہیں دیکھ کر نہ جانے کیوں دل میں گدگدیاں سی ہوتی ہیں۔" صفدر نے ٹھنڈی سانس لے کر سنجیدگی سے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ ذرا اپنی صورت تو دیکھو۔" وہ پھوہڑ پن سے ہنسی۔ "پہلے کبھی نہ دیکھی ہو تو میں چاندی کے طشت میں گدھی کا پیشاب لاؤں۔"

"مادام چنگ شی!" صفدر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اس کی آنکھوں میں غم جھانکنے لگا تھا۔ "میں آئندہ تمہارا احترام کروں گا! لیکن خدارا اب میری بدصورتی کا مضحکہ مت اڑانا....!"

"ہاہا.... بوڑھی نے قہقہہ لگایا۔ "برا مان گئے نا آخر.... اسی لیے تو کہتی ہوں کہ دوسروں کی ہنسی کبھی نہ اڑاؤ کیونکہ خود تم میں ہزاروں عیب موجود ہیں۔"

صفدر نے سر جھکا لیا.... اور وہ بیڈھنگے پن سے ہنستی ہوئی پھر کمرے سے چلی گئی۔

اب وہ ان دونوں پلیٹوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک پلیٹ میں سیاہ رنگ کی چھوٹی چھوٹی متعدد گولیاں رکھی ہوئی تھیں.... اور دوسری پلیٹ میں شیشے کا اسپرٹ لیمپ تھا! دیا سلائیوں کی ایک ڈبیہ بھی رکھی ہوئی تھی اور بانس کی دو تین پتلی تیلیاں بھی۔

صفدر نے کوٹ کی جیب سے ایک پائپ نکال کر میز پر ڈال دیا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر ایک گولی اٹھا کر پائپ کے سوراخ پر رکھی.... وہ اب بھی کچھ سوچ رہا تھا۔

پائپ پھر میز پر رکھ کر اسپرٹ لیمپ روشن کیا اور بانس کی تیلی کا ایک سرا اس کی لو سے لگائے بیٹھا رہا.... تیلی جل اٹھی! پھر وہ اس وقت تک منتظر رہا جب تک کہ تیلی کا سرا انگاری نہیں بن گیا۔

پائپ ہونٹوں میں دبا کر اس نے تیلی کا جلتا ہوا سرا گولی پر رکھا.... اور اس زور کا کش لگایا کہ گولی چشم زدن میں چنگاری بھی بنی اور راکھ بھی ہو گئی۔ اب کثیف دھوئیں کا بادل صفدر کے دہانے

سے آزاد ہو کر کمرے کی فضا میں تحلیل ہو رہا تھا۔

اس نے دوسری گولی اٹھائی.... لیکن وہ گولی اس کی جیب میں گئی تھی....!

اسی طرح اس نے زیادہ تر گولیاں جیب ہی میں پہنچائی تھیں۔ شاید تین یا چار استعمال کر سکا تھا۔ لیکن اس پر بھی یہ حال تھا جیسے سر کے بل کھڑا ہو گیا ہو۔ کمرہ تیزی سے ناچتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ پائپ میز پر پھینک کر اس نے تیلی کا جلتا ہوا سرا پلیٹ میں رگڑ دیا اور اسپرٹ لیمپ بجھا کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ دیر بعد چنگ شی پھر اندر آئی اور اسے مخاطب کیے بغیر پلیٹیں سنبھالنے لگی۔ لیکن وہ اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔

"اور چاہئے۔" اس نے بالآخر پوچھا۔

"نہیں شکریہ۔" صفدر نے آنکھیں کھولے بغیر جواب دیا۔ "صبح ہی سے میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"میری طرف سے تمہارا دل صاف ہو گیا ہے نا؟" وہ پلیٹیں ایک طرف سرکا کر سامنے والی کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"میں دل کا برا نہیں ہوں مادام چنگ شی!" صفدر نے اب بھی آنکھیں کھولے بغیر ہی جواب دیا۔

"مجھے اپنے متعلق بتاؤ۔ میں نے اکثر محسوس کیا ہے کہ تم ہنستے ہنستے اداس ہو جاتے ہو۔"

"میری ہنسی" صفدر نے ٹھنڈی سانس لے کر آنکھیں کھول دیں اور سیدھا بیٹھتا ہوا مغموم لہجے میں بولا۔ "میری ہنسی بھی کراہ ہے.... مادام...."

"آخر کیوں؟"

"کچھ نہیں! میں ایک بدنصیب تنہا آدمی ہوں.... اداسی میرا اوڑھنا بچھونا ہے جب اداس نہیں ہوتا تب بھی اداس ہی رہنے کو دل چاہتا ہے....!"

"کوئی گہرا صدمہ؟"

"میرا وجود بجائے خود ایک گہرا صدمہ ہے.... چنگ شی! جس رات میں پیدا ہوا تھا میرا سارا کنبہ گیس کا شکار ہو گیا تھا.... پتہ نہیں میں کیسے بچ گیا۔"

"اوہ۔ اوہ" چنگ شی میز پر کہنیاں ٹیک کر آگے جھک آئی۔

"ماما چولھے کی گیس کھلی چھوڑ گئی تھی.... آہستہ آہستہ کمروں میں گیس بھرتی رہی اور وہ سب بے خبر پڑے سوتے رہے.... دوسری صبح پڑوسیوں نے آٹھ لاشوں کے درمیان ایک نوزائیدہ بچے کو بلکتے دیکھا تھا۔"

صفدر خاموش ہو گیا پھر زہریلی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "وہ بچہ ان لاشوں پر نہیں رویا تھا۔ اسے بھوک لگی تھی.... یہ میری شروع سے لے کر آج تک کی کہانی ہے۔ میرے گرد آج بھی لاشوں کے انبار ہیں اور میں روئے جا رہا ہوں... بھوک سے بلک رہا ہوں۔ یونہی بلکتا رہوں گا۔"

"تم کہانیاں تو نہیں لکھتے؟" چنگ شی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں خود ہی ایک کہانی ہوں جسے وقت لکھ رہا ہے.... ایک دن یہ کہانی بھی ختم ہو جائے گی.... لیکن بھوک...."

"میں سمجھتی ہوں.... سمجھتی ہوں۔" اس نے بڑے پیار سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تم بہت ہمدرد عورت ہو چنگ شی!" صفدر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن تم میرا دکھ نہیں بٹا سکو گی۔"

"کوئی کسی کا دکھ درد نہیں بٹا سکتا اچھے آدمی....!"

"اس لیے.... مجھے میرے حال پر چھوڑ دو.... تم پہلی عورت ہو جس نے آج میری کہانی پوچھی تھی۔"

"تم کہاں رہتے ہو؟"

"جہاں کھانے کو مل جائے۔" صفدر آرام کرسی کی پشت گاہ سے ٹکتا ہوا بولا۔

وہ پھر اسے گھورنے لگی۔

"تم نے ساری گولیاں لگائی تھیں؟" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔

"ہاں.... کیوں؟"

"لیکن تم نشے میں تو نہیں معلوم ہوتے۔"

"میری طبیعت خراب ہے چنگ شی! ورنہ تمہیں کم از کم آٹھ بار اتنی ہی گولیاں اور لانی پڑتیں تب کہیں جا کر نشہ ہوتا۔"

"تم شاید اس وقت بھی بھوکے ہو۔" چنگ شی خواہ مخواہ ہنس پڑی۔

"اور اس وقت بھی رو رہا ہوں۔" صفدر نے پھیکی سی مسکراہٹ کیساتھ کہا...!

"ٹھہرو! میں تمہارے لیے کچھ لے آؤں...." وہ اٹھتی ہوئی بولی اور پھر اسی دروازے میں غائب ہو گئی جس سے اب تک آتی جاتی رہی تھی۔

O

کیپٹن خاور نے فون پر دانش منزل کے نمبر رنگ کئے۔ ان دنوں ایکس ٹو سے صرف وہیں گفتگو کی جاسکتی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ بلیک زیرو زیادہ تر وہیں رہتا تھا اور عموماً وہی خود کو ایکس ٹو پوز کر کے سیکرٹ سروس کے ممبروں کی کالیں ریسیو کرتا تھا اور اس کے بعد ان کے پیغامات عمران تک پہنچا دیتا تھا۔

"لیس....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اِٹ از خاور سر۔ رپورٹ....!"

"کہتے چلو...."

"عمران اپنے گھر پہنچ گیا ہے۔ لیکن اس کی ذہنی حالت بہتر نہیں۔ پہلے شبہ ہوا تھا کہ اندھا بھی ہو گیا ہے....!"

"بری خبر ہے۔ ایک کام کا آدمی ہاتھ سے جاتا رہا۔ خیر۔ دوسری رپورٹ!"

"صفدر پر شاردا بلڈنگ ہی سے فائر ہوا تھا۔ آس پاس کے لوگوں نے فائر کی آواز سنی تھی.... لیکن کسی کو فائر کرتے نہیں دیکھا جاسکا تھا۔ وہاں کوئی ایسا آدمی بھی نہیں مل سکا جو پہلے کبھی کبڑے کے ساتھ دیکھا گیا ہو۔"

"صفدر کہاں ہے....؟"

"مجھے علم نہیں۔"

"اچھا دیکھو...." دوسری طرف سے کہا گیا۔ "اب تم لوگ صفدر سے دور ہی رہو گے! میرا خیال ہے کہ کبڑے کو اس نگرانی کا علم ہو گیا ہے.... اور صرف صفدر ہی اس کی نظر میں آیا ہے.... لہٰذا تم سب محتاط رہو۔"

"بہت بہتر جناب!" خاور نے سر ہلا کر کہا۔ "میں سب کو مطلع کر دوں گا..!"

"اور کچھ....!" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"نہیں جناب....!" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا....!

O

جوزف کسی پالتو کتے ہی کی طرح رحمان صاحب کی کوٹھی پر بھی آ پہنچا تھا۔ رحمان صاحب نے اسے دیکھا اور نفرت سے ہونٹ سکوڑ لیے پھر انہوں نے اپنے سیکرٹری کو ہدایت کر دی کہ وہ اسے وہاں سے ٹال دے۔ کہہ دے کہ عمران کے اقامتی فلیٹ ہی میں اس کی صحت یابی کا منتظر رہے۔

"نہیں مسٹر.... یہ ناممکن ہے۔" جوزف نے سیکرٹری سے کہا۔ "اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے لیکن میں باس کو یہاں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

"تمہیں جانا پڑے گا۔" سیکرٹری کا لہجہ غصیلا تھا۔

"باس کے فادر سے کہنا کہ مجھے گولی مار دیں۔ میں تو نہیں جاؤں گا۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ مسٹر عمران تو تمہیں پہچان بھی نہیں سکے تھے۔"

"پرواہ نہیں! اتنا ہی کافی ہے کہ میں انہیں اچھی طرح پہچانتا ہوں۔"

"اچھا تو پھر اب تم بھی جیل ہی جاؤ گے۔" سیکرٹری نے غصیلے لہجے میں کہا اور دوسری طرف چلا گیا۔

پھر جوزف نے عمران کے کمرے تک پہنچنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہا تھا۔

سیکرٹری کا یہ بیان قطعی درست تھا کہ عمران جوزف کو پہچان نہیں سکا تھا۔ پہچاننا تو الگ رہا وہ اس کے قرب ہی سے وحشت زدہ نظر آنے لگا تھا۔ اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی چیخ ماری تھی اور "بھوت بھوت" چلانے لگا تھا۔

لیکن جوزف نے دانت نکال دیئے تھے اور ہنس کر بولا تھا۔ "ارے باس ارے باس۔ چلو بھوت ہی سہی.... خدا کا شکر ہے کہ تمہیں ہوش تو آیا۔"

عمران نے کسی کو بھی نہ پہچانا۔ ثریا کو اس طرح دیکھتا رہا جیسے پہلی بار نظر آئی ہو! پھر اپنی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے وقت کچھ بڑبڑانا شروع کر دیا تھا۔ الفاظ کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آسکے تھے۔

ماں کی حالت اور زیادہ ابتر نظر آنے لگی جب انہوں نے سنا کہ اب سچ مچ عمران کا دماغ چل گیا ہے۔ چچازاد بہنوں کے چہرے دھواں ہو رہے تھے۔ عمران نے ان سے بھی شناسائی نہ ظاہر کی۔

رحمان صاحب تو قریب ہی نہیں آئے تھے۔ دوسروں سے اس کی کیفیت معلوم کر لی تھی۔

پھر شہر کے بڑے بڑے ڈاکٹر طلب کر لیے گئے.... اور انہوں نے متفقہ طور پر رحمان صاحب کو اطمینان دلایا کہ ہمیشہ کے لیے دماغ ماؤف نہیں ہو سکتا۔ وقتی کیفیت ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کب تک برقرار رہے گی۔

رات گئے رحمان صاحب کو معلوم ہوا کہ جوزف پھاٹک پر دھرنا دیئے بیٹھا ہے۔ بالآخر انہیں اس پر رحم آ ہی گیا کیونکہ وہ ایک انتہائی سرد رات تھی۔

اسے اندر آنے اور شاگرد پیشے میں کہیں پڑ رہنے کی اجازت مل گئی۔ لیکن دوسرے ملازمین اس کی وجہ سے رات بھر نہ سو سکے.... کیونکہ ہر دس منٹ کے بعد کبھی تو وہ آسمانی باپ کو پکارنے لگتا اور کبھی افریقی دیوتاؤں کو آوازیں دینے لگتا۔ شراب بھی نہ ملی تھی اور عمران کے لیے تو خیر پہلے ہی سے پریشان تھا۔ پھر ایسے میں اس کا ذہن قلابازیاں کیوں نہ کھاتا۔

دوسری صبح عمران کسی تحیر زدہ بچے کے سے انداز میں لان پر نکل آیا.... آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتا پھر رہا تھا۔ ثریا اور چچازاد بہنیں بھی ساتھ تھیں۔ ثریا جو پہلے کبھی عمران سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتی تھی اس طرح ساتھ لگی پھر رہی تھی جیسے وہ کسی اجنبی دیس کا شہزادہ ہو اور کچھ دنوں کے لیے ان کا مہمان بننا قبول کر لیا ہو۔

"اف.... فوہ!" یک بیک وہ چلتے چلتے رک گیا اور آنکھیں بند کر کے اس طرح اپنی پیشانی رگڑنے لگا جیسے کوئی بھولی ہوئی بات یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

لڑکیاں بھی اسے گھیرے میں لیتی ہوئی رکیں۔

"یہ.... یہ...." عمران ہکلایا۔ "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے.... جیسے میں نے یہ عمارت اکثر خواب میں بھی دیکھی ہو!"

"ہاں.... ہو سکتا ہے...." ثریا نے کہا۔ "چلیے میں آپ کو اپنے نئے پرندے دکھاؤں۔"

"چلیے...." عمران نے بے بسی سے پلکیں جھپکائیں۔

جوزف نے دور سے انہیں دیکھا اور سرپٹ دوڑتا ہوا تیر کی طرح ادھر ہی چلا آیا لڑکیوں کو اس نے بڑے ادب سے سلام کر کے دعائیں دیں.... اور عمران سے بولا۔ "باس میں کتنا خوش ہوں کہ تم آخر اپنے گھر پہنچ ہی گئے۔"

"اپنے گھر....!" عمران متحیرانہ انداز میں ثریا کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "یہ کون ہے صورت سے نیگرو معلوم ہوتا ہے؟"

"کیا آپ اسے بھی نہیں پہچان سکتے؟" نجمہ بول پڑی۔

"نہیں محترمہ۔ میں کیا جانوں.... آپ لوگ مجھے پاگل کیے دے رہی ہیں۔" وہ پھر آنکھیں بند کر کے پیشانی مسلنے لگا۔

"یا خدا۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "مجھے پاگل کتا بنا دے۔ مگر باس کو اچھا کر دے!"

"جاؤ۔ تم جاؤ.... یہاں سے!" ثریا نے جوزف سے کہا۔

"اچھا مسّی!" جوزف نے ٹھنڈی سانس لی.... اور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے شاگرد پیشہ کی طرف بڑھ گیا۔

O

ٹھیک اسی وقت صفدر ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ سے بلیک زیرو کو اپنی رپورٹ دے رہا تھا۔

"جی ہاں! میرا خیال ہے کہ کیڑے نے مجھے بحیثیت صفدر مشتبہ سمجھنا شروع کر دیا ہے!"

"بحیثیت صفدر؟" دوسری طرف سے استفہامیہ انداز میں کہا گیا۔

"جی ہاں! میری دوسری حیثیت.... موبی کی ہے! چنگ شی کے اڈے پر.... مجھے یقین ہے کہ میں ابھی تک اس میک اپ میں نہیں پہچانا جا سکا۔"

"اس غلط فہمی میں نہ پڑنا۔" دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی۔ "تم ہر حیثیت میں پہچان لیے گئے ہو! البتہ اس سے پوری طرح متفق ہوں کہ تمہارے دوسرے ساتھی ابھی تک اس کی نظروں میں نہیں آئے.... جولیا سے بے تعلقی ظاہر کر کے تم نے عقلمندی کا ثبوت دیا تھا۔ کیڑا جب بھی چاہے تمہیں ختم کرا سکتا ہے۔ اس وقت تم کہاں سے بول رہے ہو؟"

"کوئینس روڈ کے چوراہے والے بوتھ سے۔"

"میک اپ میں ہو؟"

"جی ہاں۔"

"ذرا باہر نکل کر دیکھو۔ پھر آدھ گھنٹے بعد مجھے دوبارہ رنگ کرنا۔"

صفدر سلسلہ منقطع کر کے باہر آ گیا۔ سڑک کے دوسرے کنارے پر سامنے ہی ایک جانی

پہچانی شکل نظر آئی اور اسے اپنے چیف آفیسر کے خیال سے متفق ہونا پڑا۔

کچھ دور چل کر وہ ایک کیفے میں داخل ہوا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جانی پہچانی صورت بھی وہیں موجود تھی۔ صفدر نے ایک طویل سانس لی.... تو یہ بات ہے.... کسی وقت بھی اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا جاتا.... مگر کبڑا...؟

O

"کبڑا.... ایک حیرت انگیز آدمی ہے!" کیپٹن خاور نے جولیا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "ایک ماہ پہلے کی بات ہے ایکس ٹو نے مجھے اور صفدر کو اس کی تلاش پر مامور کیا تھا۔ یہ تلاش بڑی مضحکہ خیز ثابت ہوئی تھی۔"

"کیوں...."

"ارے اتنے بڑے شہر میں کسی کبڑے کو تلاش کرنا تھا۔ کئی جگہ تو پٹ جانے تک کی نوبت آ گئی تھی۔ ان دنوں صفدر بھی عمران ہی کی طرح سنک گیا تھا ایک دن اس نے ایک کبڑے کا تعاقب کیا جو گرم چادر میں لپٹا ہوا تیزی سے راستہ طے کر رہا تھا۔ تقریباً تین میل صفدر پیدل گھسٹتا رہا اور پھر اس کا بیان ہے کہ منزل مقصود پر پہنچ کر وہ کوبڑ اس کی پشت سے الگ ہو گیا تھا۔"

"کیا مطلب۔"

"اس گدھے نے پیٹھ پر ایک وزنی گٹھری اٹھا رکھی تھی اور اسے چھپانے کے لیے اوپر ایک خوش رنگ اونی چادر لپیٹ لی تھی۔ بہر حال اس دن وہ بری طرح جھلا گیا تھا۔ پھر ایک شام واقعہ سنو! اتفاقاً وہی کبڑا سامنے آ گیا جس کی تلاش تھی۔"

"ٹھہرو.... کیا اس سے پہلے کوئی کبڑا نہیں ملا تھا؟"

"درجنوں ملے تھے.... لیکن ہمیں کوبڑ کے ساتھ ہی بائیں گال پر ابھرے ہوئے ایک تل کی بھی تلاش تھی۔ بہر حال اس شام ایک ایسا ہی کبڑا مل گیا جس کے بائیں گال پر بہت ہی نمایاں قسم کا تل تھا.... یہ ریلوے اسٹیشن کا واقعہ ہے۔ صفدر بغرض تفریح ادھر اتفاقاً ہی جا نکلا تھا اور ... نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک ایکسائز انسپکٹر بھی تھا۔ صفدر نے کبڑے کو دیکھا اور ایک بار پھر ... گیا.... کیونکہ اس ڈفر نے کمبل اوڑھ رکھا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کرے.... سوجھ ہی تو گئی اور اس نے ایکسائز انسپکٹر صاحب کو پانی چڑھا دیا۔ کہنے لگا کہ میں شرط لگانے کو

ہوں کہ اس گٹھری میں چرس ہے۔ انسپکٹر صاحب ہنسے اور فرمایا کہ کیوں گھس رہے ہو.... کبڑا ہے بے چارہ.... صفدر کہنے لگا یہی تو کمال ہے.... ابھی پچھلے ہی دنوں ریکسٹن کے تھانے والوں نے ایک ایسے ہی کبڑے کو پکڑا تھا۔ اس کمبخت نے کوٹ پہن رکھا تھا۔ یہ کہنا محال تھا کہ وہ کوبڑ نہیں ہے لیکن یقین کرو کہ کوٹ کے نیچے سے کوبڑ نما گٹھری بر آمد ہوئی تھی.... بہر حال انسپکٹر صاحب اس کے فقروں میں آ ہی گئے.... پھر انہوں آگے بڑھ کر اس زور کا ہاتھ مارا تھا اس گٹھری پر کہ کبڑے کی آنکھوں میں تارے ہی ناچ گئے ہوں گے۔ وہ بری طرح جھلا کر پلٹا تھا۔ انسپکٹر صاحب نے کڑک کر فرمایا اس گٹھری میں کیا ہے اور کبڑا لڑنے مرنے پر آمادہ نظر آنے لگا۔ کمبل ایک طرف پھینکا اور خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا۔ تب یہ بات صفدر کی سمجھ میں آئی کہ ہر کمبل کے نیچے گٹھری نہیں ہوا کرتی پھر صفدر سے حماقت یہ سرزد ہوئی کہ خود بھی بیچ بچاؤ کرانے والوں میں شامل ہو گیا۔ غالباً وہیں سے کبڑا اس کا صورت آشنا ہوا تھا۔ پھر جب صفدر نے اس کی نگرانی شروع کی اور بار بار اس کے آس پاس دیکھا گیا تو اسے بھی شبہ ہو گیا.... ایکس ٹو کا خیال ہے کہ میں اس کی نظر میں نہیں آ سکا۔"

"آخر یہ کس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ تم سے بے خبر ہے؟" جولیا بولی۔

"میں آج تک نہیں محسوس کر سکا کہ میرا بھی تعاقب کیا جاتا ہو۔ جب کہ صفدر کی نگرانی قدم قدم پر ہو رہی ہے۔ بہر حال اس وقت میں ایکس ٹو کا یہ حکم سنانے آیا تھا کہ بقیہ ممبر صفدر سے دور ہی رہیں اور صفدر خود بھی یہی چاہتا ہے.... شاید وہ مرفی روڈ پر تم سے اچھی طرح پیش نہیں آیا تھا۔"

"میں سمجھ گئی تھی کہ وہ کسی وجہ سے شناسائی نہیں ظاہر کرنا چاہتا....!"

"ٹھیک ہے۔"

"مگر سنو تو.... آخر یہ کبڑا ہے کون؟"

"ایکس ٹو کے علاوہ شاید ہی کسی کو علم ہو.... ہم نہیں جانتے کہ اس کی نگرانی کیوں کر رہے ہیں یا ایکس ٹو کو اس کی تلاش کیوں تھی؟"

"صفدر کی نگرانی اب بھی ہو رہی ہے؟"

"ہر وقت.... ہر جگہ.... کوئی نہ کوئی سائے کی طرح ساتھ لگا رہتا ہے۔"

”اگر وہ حملہ اسی پر ہوا تھا.... تو....“ جولیا جملہ پورا کیے بغیر کسی سوچ میں پڑ گئی۔

”ٹھہرو.... حملہ حقیقتاً اس لیے نہیں ہوا تھا کہ وہ مر جائے.... بات دراصل یہ ہے کہ انہوں نے اس پر نظر رکھی تھی۔ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ اس کا تعلق کس سے ہے لیکن اتفاق سے انہیں مایوسی ہی ہوئی.... اور وہ اس حرکت پر اتر آئے۔ مقصد یہ ہے کہ اس حملے کی بنا پر دوسرے لوگ بھی کھل کر سامنے آجائیں جو صفدر کی پشت پر ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ ایسی صورت میں اس کا زندہ رہنا محال ہوتا جب کہ ہر وقت نگرانی ہوتی ہے۔!“

خاور سگریٹ سلگانے لگا اور جولیا نے عمران کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

”میرا خیال ہے کہ ایکس ٹو نے کبڑے کے سلسلے میں اس سے کوئی کام نہیں لیا۔“ خاور بولا۔

”مگر سوچو تو یہ کتنا مضحکہ خیز حادثہ ہے۔ الفانسے کا سر دھڑ سے الگ کرنے والا، مکلارنس کو للکارنے والا، بوغا کو پچھاڑنے والا.... اس طرح ایک سڑی سی عورت سے مار کھا گیا۔ خدا کی پناہ.... سوچتی ہوں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آدمی کتنا بے وقعت جانور ہے۔ اف فوہ.... تم نے اسے جنرل وارڈ میں لاوارثوں کی طرح پڑے ہوئے نہیں دیکھا۔“

”غالباً رحمان صاحب اسے گھر لے گئے ہیں۔“

”ہاں۔ آں.... مگر میں یہ کہہ رہی تھی کہ اب اس کا کیا ہوگا۔“

”میرا خیال ہے کہ اس کی ایک دیرینہ آرزو پوری ہو رہی ہے۔“

”کیا؟“

”وہ پاگل ہی تو ہو جانا چاہتا تھا......!“

”نہیں۔ خاور.... اتنی بے دردی سے اس کا تذکرہ نہ کرو! وہ حقیقتاً بڑا معصوم ہے۔“

”کیا؟“ خاور بیساختہ اچھل پڑا اور اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے گھورنے لگا جیسے اس نے کسی بکری سے ہاتھی کی پیدائش کی خبر سنائی ہو!

”ہاں! اس مسئلے پر سنجیدگی سے سوچو.... وہ کسی شریر بچے کی طرح معصوم ہے۔“

”شرارت اور معصومیت کے امتزاج کی داد نہیں دی جاسکتی محترمہ فٹزواٹر کمال کر دیا.... شاعری کر رہی ہو تم....!“

”سمجھنے کی کوشش کرو۔“ جولیا مغموم لہجے میں بولی۔ ”مسٹر رحمان سخت گیر آدمی ہیں ان کی

سخت گیری ہی کی وجہ سے اس کی شخصیت غیر متوازن ہوئی ہوگی۔ اس عیب کی بنیاد بچپن ہی سے پڑتی ہے.... بچہ دوہری زندگی بسر کرنے لگتا ہے۔ باہر کچھ ہوتا ہے اور گھر میں کچھ۔ یہ طرز حیات آہستہ آہستہ عادت بنتا جاتا ہے۔ پھر جب اس پر کوئی پابندی نہیں رہ جاتی تب بھی وہ اس عادت یا اس طرز حیات سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔“

”ارے تم نے تو نفسیات پر لیکچر شروع کر دیا۔“

”میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس کا مضحکہ مت اڑاؤ....!“

”کہتی رہو!“ خاور مسکرایا۔ ”مجھے تو سوچ کر ہی ہنسی آرہی ہے۔ عمران صاحب کا دماغ اُلٹ گیا۔ واہ۔ ہوشمندی میں تو یہ حال تھا اب کیا صورت ہوگی۔ بھئی کوئی تدبیر کرو کہ اسے قریب سے دیکھا جاسکے۔“

”تم شاید جلدی میں تھے۔“ جولیا نے خشک لہجے میں کہا اور اٹھ گئی۔

O

بات رحمان صاحب کی تھی اس لیے اس معاملے کی پبلسٹی نہ ہو سکی۔ پھر انہوں نے کیس ہی ختم کرا دیا۔ عمران کے باپ ہی ٹھہرے.... انہیں مسز پھٹا کیا کے بیان پر سو فیصدی یقین آگیا تھا۔ جوزف کی بکواس پر کیسے دھیان دیتے....!

لیکن عمران کی ذہنی حالت کے متعلق ان کی تشویش بڑھتی جا رہی تھی کیونکہ اب وہ وقتاً فوقتاً کتوں کی طرح بھونکنے بھی لگتا تھا اور جوزف بڑے خلوص سے سینے پر کراس بنا کر دعائیں پڑھتا اور کہتا تھا۔ ”آسمانی باپ تو بڑا مہربان ہے.... اگر کاٹنے بھی دوڑیں تو کیا میں انہیں روک سکوں گا۔“

رحمان صاحب چاہتے تھے کہ عمران کو عمارت کے اندر ہی رکھا جائے.... لان پر دکھائی دے جاتا تو وہ بری طرح نروس نظر آنے لگتے.... غصہ بڑی حد تک کم ہو گیا تھا۔ ہر وقت فکر مند نظر آتے۔ اکثر عادت کے مطابق کسی پر چڑھ بھی دوڑتے تو اس طرح چونک کر سنبھالا لیتے جیسے کوئی بھولی بسری بات اچانک یاد آگئی ہو....!

ادھر عمران کا یہ حال کہ گھر بھر کو نچائے پھرتا۔ کہتا کہ بہت ہو چکا اب وہ اسپتال سے گھر واپس جائے گا۔ ثریا اور چچازاد بہنوں کے پیچھے پڑ جاتا کہ وہ یونیفارم میں کیوں نہیں رہتیں اگر کوئی آفیسر انسپکشن کے لیے آگیا تو کیا ہوگا۔ رحمان صاحب پر نظر پڑ جاتی تو چیخنے لگتا۔ ”اے او ڈاکٹر

صاحب! یار بھائی صاحب اب گھر جانے دو.... یا پھر مجھے کسی دوسرے کمرے میں رکھو۔ اِ
کمرے کی چھت مضبوط معلوم ہوتی.... گرنے میں دیر لگے گی۔"

صبح سے اب تک وہ دو کمرے بدل چکا تھا اور اب تیسرے کی تیاری تھی۔ اس وقت جہ
کمرے میں تھا اُس کی دیوار ٹیڑھی ہو گئی تھی اور فرش جھولا جھولتا محسوس ہوتا تھا۔

ثریا بے چاری وہی کرتی جو وہ کہتا۔ ماں پر تو تھوڑی تھوڑی دیر بعد اختلاج قلب کے دورے
پڑ رہے تھے اس لیے ثریا زیادہ تر یہی کوشش کرتی کہ کوئی بات ان تک نہ پہنچنے پائے۔

تیسرے کمرے میں سامان پہنچ جانے پر عمران نے اس انداز میں اطمینان ظاہر کیا تھا جیسے
اب کسی چوتھے کمرے کا رخ کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔

سب کچھ تھا لیکن ثریا اسے عمارت کے اندر ہی روکے رکھنے میں کامیاب نہیں ہو پاتی تھی
جب بھی عمران کا دل چاہتا لان پر نکل آتا.... ویسے چوکیدار کی ڈیوٹی تھی کہ ہر وقت پھاٹک
نظر رکھے.... عمران کو لان پر دیکھتے ہی وہ اٹھتا اور پھاٹک بند کر کے مقفل کر دیتا۔ لیکن عمران
ابھی تک تو کمپاؤنڈ سے باہر قدم نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

وہ لان پر نکلتا تو جوزف کسی وفادار کتے کی طرح دم ہلاتا دوڑتا آتا.... اس توقع پر کہ ش
باس اب اسے پہچان ہی لیں.... لیکن اسے مایوسی ہی ہوتی۔ اس وقت بھی عمران اپنا بستر تیسر
کمرے میں منتقل کرنے کے بعد باہر ہی آیا.... جوزف کچن کے دروازے پر بیٹھا کچھ زہر مار کر
تھا۔ عمران پر نظر پڑتے ہی ہاتھ کا نوالہ پلیٹ میں پھینکا اور منہ کا نوالا نگلتا ہوا اس کی طرف لپکا۔

"گڈ مارننگ باس...."

"ہائیں...." عمران خوفزدہ انداز میں اچھل کر پیچھے ہٹا.... اور نہ جانے کیوں پہلی
جوزف کو اس پر غصہ آ گیا۔

اس نے انگلی اٹھا کر کہا۔ "دیکھو باس! میں بہت پریشان ہوں! اب ٹھیک ہو جاؤ ورنہ
نہیں ہوگا.... سمجھے!"

"سسٹر.... سسٹر!" عمران حلق پھاڑ کر چیخا اور ثریا جو عمارت کے کسی قریبی ہی حصے میں
اس کی آواز سن کر دوڑ آئی....!

"بچاؤ.... خدا کے لیے.... مجھے اس حبشی ڈاکٹر سے بچاؤ...." عمران بھاگ کر اس

پیچھے چھپتا ہوا گھگھیایا۔

"کیا بات ہے؟" ثریا نے جوزف کو گھورتے ہوئے قہر آلود لہجے میں پوچھا۔

"کک کچھ نہیں.... مسّی.... میں نے تو صبح کا سلام کیا تھا۔" جوزف ہکلایا۔

"دیکھو! اگر تم خواہ مخواہ پریشان کرو گے تو باہر نکلوا دوں گی۔"

"یس مسّی!" جوزف اٹینشن ہو گیا تھا۔

پھر چچازاد بہنیں بھی آ گئیں.... اور عمران نے اُنہیں بھی دیکھ کر چیخ ماری اور آؤٹ ہاؤز کی
طرف بھاگ نکلا۔

"اف.... فوہ.... یہ کیا ہوا" ثریا بوکھلائے ہوئے انداز میں بولی۔ "غضب ہو جائے گا۔ اگر
یہ وہاں چلے گئے۔ ڈیڈی کچھ کام کر رہے ہیں۔"

پھر اس نے جوزف سے کہا۔ "دوڑو۔ روکو.... اندر نہ جانے دینا۔"

"او کے مسّی!" جوزف نے ہرنوں کی طرح چوکڑی بھری اور عمران کو آدھے ہی راستے میں
جا لیا۔

"ارے ہٹ کمبخت" عمران ٹھٹھک کر نسوانی آواز میں بولا۔ لیکن جوزف اس کے آگے ہاتھ
پھیلا کر راستہ روکے کھڑا رہا۔

اتنے میں لڑکیاں بھی پہنچ گئیں.... آؤٹ ہاؤز قریب ہی تھا۔

"ہٹو.... سامنے سے ہٹ جاؤ!" دفعتاً عمران آنکھیں نکال کر غرایا۔

"بھائی جان خدا کے لیے چلیے یہاں سے۔" ثریا گھگھیائی۔

"اسے ہٹاؤ.... سامنے سے میرا راستہ کیوں روکتا ہے۔"

"مان جاؤ.... باس!" جوزف نے کہا۔ "ورنہ میں تمہیں گود میں اٹھا کر لے چلوں گا۔"

"حد ہو گئی۔ بچہ سمجھتا ہے.... مجھے.... گود میں اٹھائے گا۔ توہین کرتا ہے...." عمران نے
کہا اور جھپٹ کر ایک مکا جوزف کے جبڑے پر رسید ہی تو کر دیا.... جوزف جسے اس کا وہم بھی
نہیں ہو سکتا تھا۔ قلابازی کھا گیا۔

پھر تو سچ مچ اس نے یہی کوشش شروع کر دی کہ عمران کو گود میں اٹھا کر رہائشی عمارت کی
طرف لے بھاگے۔ اسے گدھوں کی طرح پٹتے دیکھ کر لڑکیاں بدحواس ہو گئیں۔ چیخنے لگیں۔

آؤٹ ہاؤز کی کھڑکیاں کھلیں اور رحمان صاحب کی دہاڑتی ہوئی آواز آئی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"کشت و خون ہو رہا ہے۔" عمران نے جوزف پر مکّے برساتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ تو اسپتال ہے.... یا پاگل خانہ...."

رحمان صاحب باہر نکل آئے.... ان کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے۔ اب جوزف نے مناسب سمجھا کہ عمران کو گود میں اٹھا لینے کی جدوجہد ختم کر کے بھاگ نکلے۔

یہی ہوا۔ اور عمران مکا ہی ہلاتا رہ گیا۔

"جاؤ.... اندر جاؤ!" رحمان صاحب نے رہائشی عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یہ ہسپتال ہے یا سلاٹر ہاؤس!" عمران بھی اسی انداز میں ہاتھ ہلا کر چیخا۔ "یہاں کی قاعدگیوں کی رپورٹ نہ کی تو کچھ نہ کیا۔"

اس دوران میں کچھ ملازمین بھی وہاں پہنچ گئے.... اور رحمان صاحب نے ان سے کہا۔ "جاؤ اسے زبردستی اٹھا کر لے جاؤ.... چلو!" پھر قہر آلود لہجے میں ثریا سے بولے۔ "کمرہ مقفل دینا۔"

ملازمین آ لپٹے.... اور عمران ہاتھ پیر مارتا رہ گیا۔ دو چار ہاتھ ان کے بھی جھاڑے۔ لیکن پھر وہ بھڑوں ہی کی طرح چمٹ گئے۔ لڑکیاں سہمی کھڑی رہیں۔

کچھ دیر بعد ثریا عمران کے کمرے کا دروازہ بند کر رہی تھی اور ساتھ ہی اس کی سسکیاں جاری تھیں....! چچازاد بہنیں دم بخود کھڑی سوچ میں گم تھیں۔

پھر ایک بولی۔ "کیا کیا جائے۔ ساری باتیں ٹھکانے کی کرتے ہیں.... مگر!"

"گھر کو اسپتال کیوں سمجھتے ہیں؟ کسی کو پہچانتے کیوں نہیں؟" ثریا نے گلوگیر آواز میں کہا

"ڈاکٹر سعید تو یقین کے ساتھ کہہ رہے ہیں وہ یادداشت کھو بیٹھے ہیں۔" دوسری بولی۔

"اچھا دیکھو.... اماں بی کو نہ معلوم ہونے پائے کہ.... بھائی جان کو کمرے میں بند کر ہے۔" ثریا نے کہا۔

وہ کچھ نہ بولیں.... نجمہ نے تو پچھلے دن اپنی دوسری بہنوں سے کہا تھا۔ "بھائی جان

پاگل تھے اب تو خدا کے فضل سے ٹھیک ہو گئے ہیں.... میرا خیال ہے کہ اگر کسی عورت کا ایسا ہی بھرپور ایک ہاتھ اور پڑ جائے تو سب کو پہچاننے بھی لگیں گے۔"

بات تھی بھی کچھ ایسی ہی۔ عمران کے چہرے پر اب نہ تو حماقت کی بارش ہوتی تھی اور نہ احمقانہ حرکات ہی سرزد ہوتی تھیں۔ انتہائی سلیم الطبع نظر آتا تھا۔ آنکھوں میں تیز قسم کی ذہانت کی جھلکیاں بھی ملتی تھیں بس دشواری اتنی ہی تھی کہ وہ گھر کو اسپتال سمجھتا تھا اور گھر والوں کو اجنبی.... حتیٰ کہ جوزف کو بھی پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔

O

چنگ شی کی منشیات کی تجارت غیر قانونی نہیں تھی۔ صفدر پہلے پہل یہی سمجھا تھا کہ وہ اس اڈے کو غیر قانونی طور پر چلا رہی ہے۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ ہی یہ بات اس کی سمجھ میں آسکی تھی کہ چنگ شی دراصل وہاں غیر تعلیم یافتہ اور نچلے طبقے کے لوگوں کی بھیڑ نہیں دیکھنا چاہتی.... اس لیے اس نے وہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ اس کے ایجنٹ مہذب قسم کے نشہ بازوں کی تلاش میں رہتے تھے اور انہیں کے ذریعہ ایسے گاہکوں کو وہ الفاظ معلوم ہوتے تھے جن کے دہرانے پر ہی وہاں داخلہ ممکن ہوتا ہے۔

ویسے صفدر کی رسائی تو اس طرح ہوئی تھی کہ وہ کبڑے کے ایک آدمی کا تعاقب کرتا ہوا اس گلی تک آیا تھا اور اسے کوئی ایسا لفظ دہرا کر چنگ شی کے اڈے میں داخل ہوتے دیکھا تھا جسے پاس ورڈ کے علاوہ اور کچھ نہ سمجھا جا سکتا....!

پھر اس نے بھی وہی لفظ دہرا کر اپنے داخلے کی کوشش کی تھی اور کامیاب بھی ہو گیا تھا پہلے تو وہ یہاں کا ماحول دیکھ کر یہی سمجھا تھا کہ وہ اجنبی ہے اس لیے اس کی عافیت کسی لمحہ بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تھا.... وہاں نظر آنے والے سارے ہی لوگ ایک دوسرے سے قطعی بے تعلق معلوم ہوئے تھے اور کبڑے کا ساتھی بھی داخل ہوتے ہی گرد و پیش سے بے خبر ہو گیا تھا۔ پھر صفدر کو بھی طوعاً و کرہاً کشیدنی افیون کی کچھ گولیاں برداشت کرنی پڑی تھیں!

مگر کیوں؟ آخر وہ ان دنوں کیا کرتا پھر رہا تھا؟

پہلے ایکس ٹو کو اس کبڑے کی تلاش تھی.... وہ مل گیا.... تو نگرانی شروع ہو گئی.... لیکن مقصد کیا تھا اس نگرانی کا؟....

آج تو اس کبڑے ہی کو چنگ شی کے اڈے میں دیکھ رہا تھا۔

جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا سب سے پہلے اس کی نظر کبڑے پر پڑی جو ایک میز کے قریب بیٹھا چنگ شی سے آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا تھا۔

چنگ شی نے سر اٹھا کر صفدر کی طرف دیکھا اور بڑے دلآویز انداز میں مسکرا کر گردن ہلائی۔

اس وقت ایک بھی میز خالی نہیں تھی۔ صفدر دروازے کے قریب ہی رک گیا۔

"آپ اُدھر چلے جایئے... مسٹر" چنگ شی نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ صفدر نے اُدھر جاتے ہوئے کبڑے کو کنکھیوں سے دیکھا تھا لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔

صفدر نے خود کو ایک چھوٹے سے کمرے میں پایا۔ یہاں صرف ایک ہی میز تھی' لیکن نجی استعمال کی معلوم ہوتی تھی۔ ایک طرف ایک مختصر سی مسہری بھی دکھائی دی جس پر پر تکلف بستر تھا۔ کرسی بھی ایک ہی نظر آئی.... ایک شیلف تھا جس پر مختلف النوع چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔

صفدر میز کے ایک گوشے پر ٹک گیا۔ رخ دروازے ہی کی طرف تھا۔ مصلحتاً۔

کمرے میں بھی ایک دروازہ تھا لہٰذا وہ اس کی طرف سے بے خبر نہیں رہنا چاہتا تھا۔

O

رات کے نو بجے تھے کیپٹن فیاض عمران کی خیریت دریافت کرنے کے بہانے کوٹھی پہنچا۔ ورنہ آمد کا مقصد حقیقتاً کچھ اور تھا۔ رحمان صاحب نے آج اسے لائبریری ہی میں بلوالیا۔

"بیٹھو۔" انہوں نے کرسی کی طرف اشارہ کیا.... وہ تنہا تھے۔

چند لمحے فیاض کو غور سے دیکھتے رہے پھر بولے۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔"

"خدا رحم کرے۔" فیاض نے مسمسی صورت بنا کر ٹھنڈی سانس لی۔

رحمان صاحب پھر اسے گھورنے لگے وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"تم شاید چوتھی بار اسے دیکھنے آئے ہو۔" رحمان صاحب نے کہا اور فیاض چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔ "جو کچھ بھی ذہن میں ہے اُگل دو۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

"دیکھئے...." فیاض بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہ حضرت اب پہلے سے زیادہ ہوش مند معلوم ہونے لگے ہیں۔"

"گمشدہ یادداشت کے مریض ایسے ہی ہوتے ہیں۔" رحمان صاحب نے خشک لہجے میں کہا۔

"دو.... دیکھئے.... قق.... قصہ یہ ہے...."

"بے فکری سے بتاؤ۔ جو کچھ بھی ہو۔" رحمان صاحب نے اُس کی ہکلاہٹ کا سلسلہ ختم کرنے کی کوشش کی۔

"آپ کو یاد ہوگا۔ تین ماہ پہلے.... ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی ایک لڑکی قتل کر دی گئی تھی۔"

"ہاں تو پھر....!"

"ان دنوں یہ حضرت اس کے ساتھ دیکھے گئے تھے۔"

"ہوں! تمہیں کب علم ہوا ہے اس کا۔"

"اسی دن جب مسز پھٹاکیا والا حادثہ پیش آیا تھا۔"

"کس طرح؟" رحمان صاحب اسے بغور دیکھ رہے تھے۔

"مسز پھٹاکیا عرصہ سے پولیس لسٹ پر ہے۔ خراب لڑکیوں سے اس کی روزی چلتی ہے۔ یہ لڑکی مارتھا بھی اس کی خاص گاہکوں میں سے تھی۔"

"اوہ.... تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ...." رحمان صاحب کچھ کہتے کہتے رک گئے ان کی نظر بدستور اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھی۔

"میری سمجھ میں خود نہیں آتا کہ میں کیا کروں جناب! یہ بات میں نے ابھی تک اپنی ہی ذات تک محدود رکھی ہے۔"

"کیا بات ہوئی۔ جب تم یہ کہتے ہو کہ وہ کسی لڑکی کے ساتھ بہت زیادہ دیکھا گیا تھا اور اس کا یہی مطلب ہوا کہ عام طور پر دیکھا گیا ہوگا....!"

فیاض نے طویل سانس لی۔ رحمان صاحب اسے ٹٹولنے والی نظر سے دیکھ رہے تھے۔

"جی نہیں! یہ بات نہیں!" اس نے آہستہ سے کہا۔ "یہ حضرت اس سے چھپ چھپ کر ملتے تھے۔"

"تب پھر تمہیں اچانک اس کا علم کیسے ہوا؟"

"ایک دوسری لڑکی...." فیاض کی آواز نہ جانے کیوں کانپ گئی.... اور اس نے بوکھلائے

ہوئے انداز میں رحمان صاحب کے چہرے سے نظر ہٹا کر کہا۔ "جج.... جناب.... ایک لڑکی ہے
جو اس راز سے واقف تھی.... اس سے یہ بات مجھے معلوم ہوئی تھی!"
"اوہو.... تو وہ عمران کو پہچانتی بھی تھی۔ تمہارے ساتھ اکثر دیکھا ہوگا۔" رحمان صاحب
سر ہلا کر بولے۔
"جی نہیں.... یہ بات نہیں ہے۔"
"پھر کیا بات ہے؟" رحمان صاحب جھنجھلا گئے۔
"یہ.... یہ.... دیکھئے...." فیاض نے بہت زیادہ بوکھلا کر کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ
ڈالتے ہوئے کہا اور ایک لفافہ نکال کر رحمان صاحب کی طرف بڑھا دیا۔
لفافے سے ایک تصویر برآمد ہوئی اور رحمان صاحب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے گھورنے
لگے۔ یہ عمران ہی تھا کسی یوریشین لڑکی کے ساتھ...
"تو یہی لڑکی قتل کر دی گئی تھی۔" رحمان صاحب نے کچھ دیر بعد کہا۔ "لیکن یہ تصویر
کہاں سے ہاتھ لگی۔ قتل تمہارے بیان کے مطابق آج سے تین ماہ قبل ہوا تھا۔"
"وہ دیکھئے.... اس لڑکی سے میری جان پہچان ہے جس سے یہ تصویر مجھے اتفاقاً اسی شام ملی
تھی جب پھٹا کیا نے عمران پر حملہ کیا تھا۔ یہ محض اتفاق تھا جناب! ورنہ میرے فرشتوں کو بھی علم
نہیں تھا کہ کب 'کہاں' کیا ہو چکا ہے۔ لڑکی نے بات ہی بات میں مارتھا کی کہانی سنائی تھی۔ اس
نے بتایا کہ مارتھا اس کی گہری دوست تھی اور اس سے اپنا کوئی راز نہیں چھپاتی تھی۔ اسی نے اسے
اپنے تازہ رومان کی کہانی سنائی تھی اور یہ تصویر بھی دی تھی....!"
"ہوں تو پھر؟" رحمان صاحب کے خدوخال تیکھے ہوتے جا رہے تھے۔
"میرا خیال ہے کہ عمران کسی قسم کی جوابدہی سے بچنے کے لیے.... یہ کھیل...."
"کیوں بکواس کر رہے ہو!" رحمان صاحب گرجے۔ "کیا تمہیں اس کے ذہنی اختلال میں
شبہ ہے؟ شہر کے سارے بڑے ڈاکٹر اسے دیکھ چکے ہیں اور ان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنی
یادداشت کھو بیٹھا ہے۔"
"مم.... میں نے.... صرف اپنا خیال ظاہر کیا تھا جناب!"
"خیر میں دیکھوں گا۔" رحمان صاحب فوراً نرم پڑ گئے۔

"میں کسی سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ دراصل میں تو صرف اسی لیے حاضر ہوا تھا
کہ آپ کو صورت حال سے آگاہ کر دوں۔ خدانخواستہ اس کا یہ مقصد نہیں تھا کہ عمران کو کسی جرم
میں ملوث سمجھتا ہوں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ رومانی قسم کی لغویات میں کبھی نہیں پڑے۔"
"آج میں نے اسے کمرے میں بند کرا دیا ہے۔"
"میرا خیال ہے کہ کل تک حالت اتنی مخدوش نہیں تھی۔"
"مخدوش تو اب بھی نہیں ہے۔" رحمان صاحب نے متفکرانہ لہجے میں کہا۔ "احتیاطاً یہ قدم
اٹھایا ہے.... ہاں اس لڑکی مارتھا کے متعلق اور کیا معلوم کیا ہے تم نے؟"
"بس یہی کہ وہ کوئی اچھی لڑکی نہیں تھی۔ اسی نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ اپنے اسی رومان
کی وجہ سے ماری گئی ہوگی.... کیونکہ شہر کے کئی متمول آدمی اس سے شادی کرنے کے بھی متمنی
تھے لیکن وہ کاروبار کی حد سے کبھی آگے نہیں بڑھی۔ البتہ نئے رومان نے اس کی بڑی حد تک کایا
پلٹ دی تھی.... یعنی وہ ان دنوں شریف بننے کی کوشش کرنے لگی تھی۔"
رحمان صاحب تھوڑی دیر تک سوچتے رہے پھر بولے۔ "اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ
عمران کسی وجہ سے اس لڑکی مارتھا سے مل بیٹھا تھا تو اس میں مسز پھٹا کیا کہاں سے آ کودی؟"
"دیکھئے.... پھر محض قیاس ہی کروں گا۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ ایسا ہی ہوا گا۔ کیا یہ ممکن
نہیں ہے کہ عمران نے اسی سلسلے میں پھٹا کیا سے کوئی سودا کیا ہو؟"
رحمان صاحب کچھ نہ بولے وہ پہلے سے بھی زیادہ فکرمند نظر آنے لگے تھے.....!

O

صفدر چند لمحے اسی طرح میز کے گوشے پر ٹکا رہا پھر السٹر اتار کر بستر پر ڈال دیا۔ فلٹ ہیٹ
بھی اتاری اور ایک جانب اچھال دی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ دیکھئے کتنے دنوں تک کشیدنی افیون کے دم
لگانے پڑتے ہیں۔ اسے اس قسم کی منشیات سے بڑی نفرت تھی لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ
بھی نہ تھا۔ اسے بہرحال کبڑے کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کرنی تھیں۔ اگر اس
نگرانی کے اصل مقصد سے واقف ہوتا تو اپنی عقل بھی لڑاتا.... وقت بچانے کی بھی کوشش کرتا
اور ضروری معلومات بھی فراہم کر لیتا۔
کچھ دیر بعد چنگ شی مسکراتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی لیکن خالی ہاتھ تھی۔ آج وہ کشیدنی

افیون نہیں لائی تھی۔

"ارے تم یونہی بیٹھے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔" صفدر بھی مسکرایا۔

"میں کہتی ہوں جب تم نہیں پیتے تو خواہ مخواہ اچھی بھلی عادت بگاڑنے سے کیا فائدہ۔" اس نے بستر پر بیٹھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا اور صفدر چوکنا نظر آنے لگا۔

"کیا مطلب؟" وہ اسے گھورتا ہوا بولا۔

"میں جانتی ہوں کہ زیادہ تر گولیاں تمہاری جیب میں جاتی ہیں لیکن یہ دو چار ہی تمہیں بہت جلد عادی بنادیں گی۔"

"اوہ.... اب سمجھا۔" صفدر زبردستی ہنس پڑا....!" یہ بھی بزنس چمکانے کا ایک بہترین طریقہ ہے۔ گویا میں تاؤ میں آکر زیادہ سے زیادہ پینا شروع کردوں گا۔ یہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا کہ کوئی مجھ سا نہیں زمانے میں...."

"غلط نہ سمجھو!" تمہارے بھلے ہی کو کہہ رہی ہوں۔"

"پھر بھی یہ حقیقت تو نہیں ہے جو تم کہہ رہی ہو۔ تم نے مجھے کب ایسا کرتے دیکھا تھا؟"

"خیر چھوڑو ختم کرو۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میرا کیا۔"

دفعتاً کبڑا کمرے میں گھس آیا.... لیکن دروازے سے صرف دو ہی قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ وہ صفدر کو قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔ پھر اس نے گرج کر چنگ شی سے کہا۔ "یہ کون ہے؟ جسے تمہاری خوابگاہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔"

"تم سے مطلب؟" چنگ شی غصیلے انداز میں الٹ پڑی۔

"مطلب۔" کبڑے نے غصیلے انداز میں آنکھیں نکالیں.... اور خاموشی سے اسے گھورتا رہا وہ غالباً غصے کی زیادتی ہی کی وجہ سے ہانپ رہا تھا۔

"تم مجھ سے ایسے لہجے میں گفتگو نہ کیا کرو سمجھے۔" چنگ شی نے چیخ کر کہا۔ "وہاں کوئی میز خالی نہیں تھی پھر کیا میں اسے گودام میں بھیج دیتی؟"

"پھر بھی میں برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی تمہاری خوابگاہ میں قدم رکھے۔"

"ارے واہ۔" وہ جھلائے ہوئے انداز میں ہاتھ نچا کر بولی۔ "خدا کی قدرت! چاندی کے

طشت میں پیشاب کراؤ گدھی سے اور ذرا اپنی صورت بھی دیکھ لو.... کیا میں تمہاری جورو ہوں جو اس طرح آنکھیں دکھا رہے ہو جاؤ یہاں سے ورنہ دھکے دلوا کر نکال دوں گی۔ ہاں چنگ شی نام ہے میرا.... چنگ شی"

"حرافہ" کبڑا دانت پیس کر مکا تانے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔

"مسٹر!" صفدر نے ایک جست میں اس کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔ "پیچھے ہٹو یہ ایک عورت ہے.... کوئی پہلوان نہیں جس پر تم کے بازی کی مشق کر سکو۔"

کبڑا رک کر اسے قہر آلود نظروں سے دیکھنے لگا.... پھر یک بیک ایسا معلوم ہوا جیسے کسی غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔ وہ بالکل ڈھیلا ڈھالا نظر آنے لگا۔ چہرے پر نرمی پھیل گئی اور ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ بھی نظر آئی۔

"دھوکا کھاؤ گے دوست۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "اس عورت نے جس طرح اس وقت مجھے ذلیل کیا ہے کل تمہیں بھی کرے گی.... اس کا تعلق آدمی کی نسل سے نہیں ہے۔"

"او کتے بس اب چلے ہی جاؤ یہاں سے۔" وہ جھلا کر کھڑی ہو گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ کبڑے پر جھپٹ ہی پڑے گی اور اس کے دانت اس کی گردن میں پیوست ہو جائیں گے۔ جسم کا سارا لہو چوس لے گی۔

"بس ختم کرو۔ جانے دو۔" صفدر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "خدا کی پناہ.... یہ چینی عورتیں غصے کی حالت میں کتنی حسین لگتی ہیں۔"

"بہت حسین!" کبڑے نے پھر زہریلا لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "اس ریچھنی کی طرح جس نے شہد کی مکھیوں کے دھوکے میں بھڑوں کے چھتے پر ہاتھ مار دیا ہو۔"

"خاموش رہو۔" وہ مٹھیاں بھینچ کر چیخی۔ "نکل جاؤ.... تم دونوں یہاں سے نکل جاؤ۔ دفع ہو جاؤ.... پھر کبھی تم دونوں کی شکلیں یہاں نہ دکھائی دیں۔ جاؤ...."

صفدر نے اسے گھور کر دیکھا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔

کبڑا بھی واپسی کے لیے مڑتا ہوا بولا۔ "دیکھ لیا تم نے۔"

پھر اس کا غراہٹ نما طویل قہقہہ صفدر نکاسی کے دروازے تک سنتا رہا۔

اب وہ گلی میں تھا۔ ایک پل کے لیے ٹھٹکا اور پھر سڑک کی طرف بڑھ گیا۔

"ذرا ٹھہرو دوست۔" یک بیک پشت سے آواز آئی اور صفدر رک گیا۔ آواز دینے والا کبڑا ہی تھا۔ لیکن اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی صفدر نے کہا۔ "میں شکست تسلیم کر لینے کا عادی نہیں ہوں۔"

"خدا غارت کرے اس عورت کو۔" کبڑا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم جیسے جوان آدمی بھی اس کے گرد بھنوروں کی طرح چکراتے رہتے ہیں۔"

"احمقوں کی سی باتیں نہ کرو دوست۔" صفدر بولا۔ "اس کا خیال ہے کہ میں نہ تو نشے باز ہوں اور نہ اس کا عاشق! تمہارے وہاں پہنچنے سے قبل وہ مجھ سے یہی کہہ رہی تھی۔"

"کیا کہہ رہی تھی؟" کبڑے کے لہجے میں ہلکا سا تحیر تھا۔

"یہی کہ میں نشے باز نہیں ہوں ایک درجن میں سے صرف تین چار گولیاں لگاتا ہوں اور بقیہ جیب میں ڈال لیتا ہوں۔"

"اوہ.... تو کیا یہ حقیقت ہے؟"

"بکواس کرتی ہے۔" صفدر بولا۔ "مجھ سے زیادہ شاید تم بھی نہ پیتے ہو۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نہ تو پینے کی غرض سے یہاں آتا ہوں اور نہ اس پر عاشق ہی ہوں۔"

"اوہ۔ آؤ.... چلتے رہو.... بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو کہیں اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ چلتے رہے.... سڑک پر پہنچ کر کبڑے نے ایک گندے سے ہوٹل کا رخ کیا۔ صفدر اپنی اصلی شکل میں تو وہاں کبھی جھانکنے کا بھی روادار نہ ہوتا۔ بہر حال اس وقت تو جانا ہی پڑا۔ غیر متوقع طور پر آج اسی آدمی سے دوبدو ہونے کا موقع ہاتھ آ گیا تھا جس کے لیے اس نے اتنے پاپڑ بیلے تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ اس کیس سے بے حد بور ہو چکا تھا۔ لہٰذا اب اپنی اس تگ و دو کا مقصد دریافت کرنے کے لیے وہ کبڑے کے گریبان پر ہاتھ بھی ڈال سکتا تھا۔

ایک گوشے میں اس نے ایک خالی میز منتخب کی۔

"آرام سے بیٹھو۔" کبڑے نے کہا اور پھر ویٹر کو بلا کر چائے کا آرڈر دیا۔

صفدر اسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے اس کی طرف سے غیر مطمئن ہو۔

"ہوں! تو اب بتاؤ.... پتہ نہیں کیوں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم دونوں ایک دوسرے کو عرصہ سے جانتے ہوں۔"

"مجھے تو نہیں محسوس ہوتا۔" صفدر نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

کبڑا کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تمہارا پیشہ کیا ہے؟"

"چنگ شی کے اڈے پر پائے جانے والے کسی معزز پیشے سے متعلق تو نہیں ہو سکتے۔" صفدر مسکرایا۔

"اوہو.... کیوں نہیں! سرکاری جاسوس بھی تو ہو سکتے ہیں۔" کبڑا بائیں آنکھ دبا کر چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ممکن ہے۔" صفدر نے لاپروائی سے کہا اور دیوار سے لگی ہوئی ایک فلم ایکٹرس کی تصویر کو گھورنے لگا۔

چائے آگئی۔ برتن گندے تھے لیکن صفدر کو طوعاً و کرہاً اس کا ساتھ دینا ہی پڑا....

"تم نفرت سے ہونٹ سکوڑ رہے ہو۔" کبڑے نے قہقہہ لگایا۔ "تمہاری پیشانی پر شکنیں ہیں۔"

"غلط سمجھے! میں تو اسی گندگی کا کیڑا ہوں.... کچھ اور سوچ رہا تھا۔"

"دھندا کیا ہے تمہارا....؟"

"اب تو مجھے بھی سوچنا پڑے گا۔" صفدر مسکرایا۔ "یقیناً سوچنا پڑے گا کہ چنگ شی کے اڈے پر سرکاری جاسوسوں سے بھی ملاقات ہو سکتی ہے۔"

کبڑے نے پھر قہقہہ لگایا اور بولا۔ "تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟"

"پولیس انفارمر...." صفدر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا سانپ کی طرح پھنکارا۔

اس پر کبڑا ہنستے ہنستے بے حال ہو گیا۔ پھر بولا۔ "اچھا چلو.... چائے ختم کر لو.... پھر میں تمہیں دکھاؤں گا کہ میرا دھندا کیا ہے۔"

O

رحمان صاحب نے ثریا سے عمران کے کمرے کی کنجی طلب کی۔

"میں بھی چلوں ڈیڈی؟" ثریا نے پوچھا۔

"نہیں!" رحمان صاحب کا لہجہ خشک تھا۔ ثریا فکر مند نظر آنے لگی۔ رحمان صاحب پہلی بار خود عمران کے کمرے میں جا رہے تھے۔

انہوں نے قفل کھول کر دروازے کو دھکا دیا۔ عمران سامنے ہی دیوار سے ٹیک لگائے فرش پر

بیٹھا ہوا نظر آیا۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر خلا میں گھور رہا تھا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے بیٹھے بیٹھے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہو۔ رحمان صاحب کے اندر داخل ہو جانے پر بھی اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ پتھرائی ہوئی سی آنکھیں بدستور خلا میں گھورتی رہیں۔

رحمان صاحب بوکھلا گئے.... بدحواسی کے عالم میں پھر دروازے کی طرف پلٹے ہی تھے کہ آواز آئی۔ "سلامالیکم"

وہ چونک کر مڑے۔ اب عمران کی آنکھیں ان کے چہرے کی طرف اٹھی ہوئی نظر آئیں لیکن وہ اب بھی پلکیں نہیں جھپکا رہا تھا۔

"فرمائیے۔" اس نے کھوکھلی سی آواز میں پوچھا بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے یک بیک کسی لاش کے ہونٹ ہلے ہوں اور آواز بھی نکلی ہو۔ چہرے پر زندگی کے آثار اب بھی مفقود تھے۔

رحمان صاحب کو بے پناہ غصہ آیا اور اس حرکت پر اور وہ ابل ہی تو پڑے۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔" انہوں نے گرج کر کہا۔ "میں تمہاری یادداشت واپس لاؤں گا۔"

عمران اپنی ہی رو میں بولا۔ "نہیں چلے گی.... مدھو بالا نہیں چلے گیا۔ گیتا بالی اس رول کے لیے مناسب ہے۔"

"میں کہتا ہوں کھڑے ہو جاؤ۔" رحمان صاحب پھر دہاڑے۔

"سلامالیکم...." عمران آہستہ آہستہ اٹھتا ہوا بولا۔

"اتنا پٹواؤں گا کہ ہوش ٹھکانے آ جائیں گے سیدھی طرح بات کرو۔ مار تھا کون تھی؟"

"ہو گی کوئی ایکسٹرا...." عمران بولا۔ "ہیروئن کی بات کر رہا تھا.... سلامالیکم۔"

رحمان صاحب نے جھپٹ کر تڑاک سے ایک تھپڑ اس کے گال پر رسید کر دیا.... اور عمران دوسری طرف گرتا ہوا چیخا۔ "کٹ!"

پھر سنبھل کر اٹھا اور دروازے کے قریب جا کر رکا....

"ادھر دیکھو...." اس نے رحمان صاحب کو مخاطب کیا۔ "غلط آئے تھے.... اس طرف چل کر آؤ۔ پھر تھپڑ مارو.... سمجھے.... سلامالیکم.... جی....!"

"میں تمہیں پھانسی سے نہیں بچا سکوں گا۔" رحمان صاحب دانت پیس کر بولے۔ "کیپٹن فیاض کو سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔"

"اونہہ...." عمران منہ بنا کر بولا۔ "تم تو ڈھنگ سے ڈائیلاگ بھی نہیں بول سکتے اپنا سر کہاں دے ماروں؟"

"ہوش میں آ جا۔" رحمان صاحب حلق کے بل دہاڑے اور انہیں کھانسی شروع ہو گئی۔

"یہ آواز بھی ہماری پچ پر نہیں چلے گی۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا "خیر اللہ مالک ہے.... سلامالیکم....!"

اس بار رحمان صاحب بری طرح بل پڑے۔ وہ شور مچا کہ گھر کا ہر فرد وہیں آ پہنچا حتیٰ کہ بیمار اماں بی تک!

رحمان صاحب عمران پر سوار اسے دونوں ہاتھوں سے بری طرح پیٹ رہے تھے۔

اماں بی.... چیختے چیختے تڑسے گریں اور بے ہوش ہو گئیں۔

لڑکیاں جو رحمان صاحب کی صورت ہی سے خوف کھاتی تھیں اس طرح بدحواس ہو گئیں کہ انہیں کھینچ کھینچ کر عمران سے الگ کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔

پھر رحمان صاحب کو ہی ہوش آیا اور وہ عمران کو چھوڑ کر ہٹ گئے۔

عمران اٹھ کر کپڑے جھاڑتا ہوا بولا۔ "یہ چلے گی.... نیچرل ایکٹنگ...."

رحمان صاحب چپ چاپ مڑے اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

"سلامالیکم۔" انہوں نے دروازے سے گزرتے وقت عمران کی آواز سنی!

لائبریری میں آ کر انہوں نے دروازہ بولٹ کر دیا۔ پڑھنے کی میز پر آ بیٹھے۔ چند لمحے ساکت بیٹھے خلا میں گھورتے رہے.... پھر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

O

بڑی شاندار عمارت تھی.... صفدر کی آنکھیں کھل گئیں.... کبڑا اسے ایک بند گاڑی میں یہاں تک لایا تھا اور صفدر تن بہ تقدیر اندھیرے میں بیٹھا گہری گہری سانسیں لیتا رہا تھا کھیل کسی نہ کسی طرح ختم کرنا تھا۔ کیونکہ اس نگرانی نے کافی بور بھی کیا تھا اور تھکایا بھی تھا۔

گاڑی رکی تھی.... اور وہ نیچے اترا تھا۔ لیکن گاڑی تو ایک بہت بڑے کمرے میں رکی تھی۔

اس کے فرشتے بھی اندازہ نہ کر سکتے کہ آمد کن راستوں سے ہوئی ہو گی اور اب وہ شہر کے کس حصے میں تھا.... کس عمارت میں تھا۔!

صفدر نے سوچا ممکن ہے کہ وہ اس میک اپ میں بھی پہچان لیا گیا ہو۔ اور اس وقت اس حرکت کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے ساتھیوں میں سے اگر کوئی بند گاڑی کا تعاقب کرے تو وہ بھی کبڑے کی نظر میں آجائے۔

"واہ یار...." اس نے دفعتاً چہک کر کہا اور چاروں طرف متحیرانہ انداز میں دیکھنے لگا۔ پھر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔ "بہت گہرے معلوم ہوتے ہو۔ بہت دنوں سے ایسے ہی آدمیوں کی تلاش تھی.... اور بس اب تم مجھے بھی جھنڈ سے بچھڑا ہوا کوئی بھیڑیا ہی سمجھو۔"

"اونہہ.... ہونہہ!" کبڑے نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "بس میری ہی تعریف کیے جاؤ اپنے متعلق کچھ نہ کہو گے! میں نے تمہیں پہچاننے میں غلطی نہیں کی تھی۔ پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ چلو بس اب آؤ۔ گندے برتنوں میں بدمزہ چائے کا مداوہ ہو جائے گا۔"

وہ وہاں سے چل کر ہال میں داخل ہوئے۔ جہاں لاکھوں روپے کا آرائشی سامان نظر آرہا تھا۔ لیکن سامان کی سیٹنگ سے عمارت کا مالک اچھے ٹیسٹ کا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔" کبڑے نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

صفدر بیٹھا تو ایسا محسوس ہوا جیسے زمین ہی میں دھنستا چلا جائے گا۔

"کچھ اندازہ لگایا۔ ہمارے متعلق۔" کبڑے نے پوچھا۔

"میں نے آج تک کوئی بادشاہ نہیں دیکھا۔" صفدر نے ٹھنڈی سانس لی۔ "لیکن بادشاہوں کے ٹھاٹھ سنے ضرور ہیں.... اب تو تمہارا احترام کرنے کو دل چاہتا ہے۔"

"کرو گے...." کبڑے نے لاپروائی سے کہا۔ "میں دنیا کا بہت بڑا آدمی ہوں.... ساری دنیا کا بادشاہ سمجھ لو۔"

یک بیک صفدر نے خوفزدگی کی ایکٹنگ شروع کر دی۔

"دو.... دیکھئے.... جج.... جناب.... بھلا میں کیسے جان سکتا تھا کہ آپ کون ہیں.... شاید میں نے کچھ گستاخیاں بھی کی تھیں۔"

کبڑے نے قہقہہ لگایا.... دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔ "پرواہ مت کرو.... اس بیڈھنگے جسم

کے اندر بڑا شاندار دل ہے.... میں تو انہیں بھی معاف کر دیتا ہوں جو سڑکوں پر مجھ پر آوازے کستے ہیں.... اگر تمہیں معاف نہ کر دیا ہوتا تو یہاں لاتا ہی کیوں؟"

"میں بے حد شکر گذار ہوں جناب والا...." صفدر گھگھیایا پھر کسی گھسے ہوئے خوشامدی کی طرح دانت نکال دیئے....!"

کبڑے نے تالی بجائی.... اور سارا ہال آرکسٹرا کی موسیقی سے گونج اٹھا.... دروازوں کے پردے ہلنے لگے اور پھر ہر دروازے سے تھرکتی ہوئی لڑکیوں کی ٹولیاں ہال میں داخل ہوتی نظر آنے لگیں۔

صفدر بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ یہ بھی بڑی شاندار ایکٹنگ تھی ورنہ ہزاروں تھرکتی ہوئی لڑکیاں بھی اسے متاثر نہ کر سکتیں۔ اس کی بوکھلاہٹ بالکل ایسی ہی تھی جیسے کوئی "بغدادی حجام" کسی الف لیلوی محفل میں آپھنسا ہو۔

"دیکھو۔ دیکھو! قریب سے جا کر ننھے بچے۔" کبڑے نے قہقہہ لگایا۔

باقاعدہ رقص شروع ہو چکا تھا۔ صفدر یونہی شغل کے طور پر لڑکیوں کا شمار کرنے لگا۔ کل بیالیس لڑکیاں تھیں۔ سبھی ایک سے ایک بڑھ کر۔ پھرتیلی اور زندگی سے بھرپور۔

تھوڑی دیر بعد کبڑے نے ہاتھوں کو گردش دی اور وہ سب ایک قطار میں سامنے والے دروازے سے نکل گئیں۔

موسیقی تھم گئی....! اب کبڑے نے پھر تالی بجائی اور بیس قوی ہیکل جوان ہال میں گھس آئے۔ ان کے ہاتھ میں چار چار فٹ لمبی لکڑیاں تھیں....!

انہوں نے قدیم فنون سپہ گری کے کمالات دکھانے شروع کر دیئے۔ صفدر سوچ رہا تھا کاش ایکس ٹو ان حالات سے بے خبر نہ ہو۔ کاش کسی نے بند گاڑی کا تعاقب کیا ہو جس میں وہ یہاں تک لایا گیا تھا۔

کھیل ختم ہو گیا.... اور وہ لوگ بھی باہر نکل گئے....! صفدر سوچ رہا تھا کہ وہ ان لوگوں کی اصل شکلیں نہیں ہو سکتیں۔ یقینی طور پر وہ میک اپ میں تھے۔

"کیوں۔ کیا خیال ہے؟" کبڑے نے مسکرا کر پوچھا۔

"شاندار.... جناب والا۔"

"بھوک لگی ہے۔"

"ہے تو کچھ۔" صفدر پیٹ ٹٹولتا ہوا بولا۔

"آؤ...." وہ اٹھتا ہوا بولا۔

O

رات کے بارہ بجے تھے۔ کیپٹن فیاض کی گاڑی گرین اسکوائر کے سامنے رکی۔ انجن بند کر کے وہ نیچے اترا۔ یہ ایک شش منزلہ عمارت تھی۔ لیکن رات کو گیارہ بجے کے بعد لفٹ بند ہو جاتی تھی اور آنے والوں کو زینے استعمال کرنے پڑتے تھے خواہ چھٹویں ہی منزل پر کیوں نہ جانا ہو۔

فیاض نے ایک طویل سانس لی۔ کیونکہ اسے چھٹویں ہی منزل پر جانا تھا۔ منزل مقصود پر پہنچ کر اسے سانس لینے کے لیے رکنا پڑا۔ چند لمحے کھڑا ہانپتا رہا پھر ایک دروازے کی طرح بڑھا۔ دیر تک گھنٹی بجانی پڑی۔ تب اندر سے قدموں کی آواز آئی۔ دروازے کے قریب کوئی رکا اور پھر ایک بھرائی ہوئی سی نسوانی آواز آئی۔ "کون ہے؟"

"فف.... فیاض۔"

"مم.... مگر....!" اندر سے کسی نے کچھ کہنے کی کوشش کی.... پھر سناٹا چھا گیا۔

"دروازہ کھولو۔ کٹی.... میں کیپٹن فیاض ہوں۔"

"اس وقت.... مم.... میں.... دیکھیے کیپٹن۔"

"پرواہ مت کرو۔ دروازہ کھول دو۔ اگر تمہارا کوئی دوست اندر موجود ہے۔ تب بھی مجھے.... اعتراض نہ ہوگا۔"

اس نے سرگوشیاں سنیں۔ یقینی طور پر اندر ایک سے زیادہ آدمی موجود تھے۔

"کیا تم نے سنا نہیں۔" اس نے اس بار تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھٹ.... ٹھہریئے!" نسوانی آواز کے ساتھ ہی بولٹ گرنے کا کھٹکا بھی سنائی دیا اور دروازہ کھل گیا۔ ایک لڑکی جس کی عمر بیس اور پچیس کے درمیان رہی ہوگی.... سامنے کھڑی نظر آئی۔ اس کے جسم پر سلیپنگ سوٹ تھا۔

"ہیلو کٹی۔" فیاض نے مسکرا کر سر کو خفیف سی جنبش دی لیکن اس کا انتظار نہ کر سکا کہ لڑکی راستہ چھوڑ کر ہٹ جاتی۔ بس درانہ اندر گھستا چلا گیا تھا۔

کٹی کا منہ خوفزدہ انداز میں کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ فیاض کمرے کے وسط میں رک کر اس کی طرف مڑا۔

"تم بہت پریشان نظر آ رہی ہو۔" اس نے کٹی سے کہا۔

"نہیں تو...."

فیاض نے دوسرے کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھا چند لمحے اس پر نظر جمائے رہا پھر پوچھا۔ "کون ہے؟"

"وہ.... وہ.... کک کوئی بھی نہیں۔" کٹی ہکلائی۔

فیاض نے مسکرا کر کہا۔ "جو کوئی بھی ہو۔ اب اسے باہر نکال دو۔ میں کچھ دیر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" کٹی نے بے بسی سے بند دروازے کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔ اس سے کہو کہ وہ باہر چلا جائے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تم ڈر کیوں رہی ہو۔ ہاہا۔ کیا حماقت ہے.... سنو ڈیئر.... نہ تم شیریں ہو اور نہ میں فرہاد.... بس جی بہلانے کے لیے کبھی کبھی مل بیٹھتے ہیں۔" فیاض نے کہا اور سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دباتا ہوا بولا۔ "میچ....!"

کٹی نے مینٹل پیس سے لائٹر اٹھا کر اس کی سگریٹ سلگائی اور پھر مضطربانہ انداز میں بند دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

دفعتاً فیاض نے بلند آواز میں کہا۔ "تم جو کوئی بھی ہو فوری طور پر باہر نکل جاؤ ایک پولیس آفیسر کٹی گراہم سے کچھ پوچھ گچھ کرنا چاہتا ہے۔" پھر اس نے کٹی کی طرف دیکھا جو بے دلی سے مسکرا رہی تھی۔ لیکن اچانک اس کا چہرہ پہلے سے بھی زیادہ خوفزدہ نظر آنے لگا۔

فیاض دروازے کو گھورے جا رہا تھا۔ دوسری طرف سے کسی قسم کی بھی آواز نہ سنائی دی۔

آخر وہ جھلا کر اٹھا اور دروازے کو اس زور سے ٹھوکر ماری کہ پورا کمرہ جھنجھنا اٹھا۔ دونوں پاٹ کھل گئے لیکن.... کمرے میں تو کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر اس نے پورا فلیٹ چھان مارا۔

"کون تھا؟ کہاں گیا؟" وہ کٹی کو گھورتا ہوا غصیلے لہجے میں بولا۔

"میرے خدا.... میں کیا کروں!" کٹی بھرائی ہوئی آواز میں بولی اور آنکھیں بند کر کے اپنی کنپٹیاں سہلانے لگی۔

"کیوں؟" فیاض غرایا۔

"خدا جانے اب کیا ہو؟" کٹی نے سسکی لی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"کچھ نہیں.... کچھ نہیں.... آپ کیا پوچھنا چاہتے تھے.... میں بالکل یہی سمجھوں گی کہ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں اور میں ایک پولیس آفیسر سے جواب دہی کر رہی ہوں۔"

اس کی آواز بھرا گئی اور دو موٹے موٹے قطرے آنکھوں سے گالوں پر ڈھلک آئے۔

"دیکھو کٹی!" فیاض نرم لہجے میں بولا۔ "اس میں شبہ نہیں کہ ہم دونوں دوست ہیں۔ لیکن میں اپنے فرائض کو دوستی سے زیادہ اہم سمجھتا ہوں۔ ویسے یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کے لیے تمہیں پریشان ہونا پڑے۔ مارتھا ہی سے متعلق کچھ دریافت طلب باتیں یاد آگئی ہیں۔"

"مم.... مارتھا.... مارتھا.... خدا اس سے سمجھے! میرے لیے مصیبت بن گئی ہے۔"

"آخر تم رو کیوں رہی ہو؟"

"آپ کو جو پوچھنا ہو جلدی سے پوچھئے۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"مسز پھٹاکیا کا نام سنا ہے کبھی! وہ جو مڈوائف ہے....!"

"میں نہیں جانتی۔"

"اچھا تو دیکھو...." فیاض نے ایک طویل سانس لی اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "تم اسے جانتی ہو۔ اچھی طرح جانتی ہو۔ اگر کوئی اس کے متعلق پوچھ گچھ کرے تو یہی بتانا کہ مارتھا اس کی مستقل گاہک تھی۔ وہ مڈوائف ہے۔ کہہ دینا شاید کسی اسپتال میں ملازم بھی ہے۔ اسپتال کا پوچھا جائے تو کہہ دینا معلوم نہیں۔ خود ذاتی طور پر اس سے واقف نہیں ہو۔ مارتھا ہی نے ایک بار تذکرہ کیا تھا۔"

"میں مارتھا کو بھول جانا چاہتی ہوں۔ میں اس کے متعلق کسی سے کوئی گفتگو نہیں کر سکتی۔ میں ہرگز کسی کو یہ نہیں بتاؤں گی کہ مارتھا کو جانتی بھی تھی.... میں پھانسی کے تختے پر بھی اس سے انکار کر دوں گی کہ تم مجھ سے اس کی تصویریں لے گئے تھے۔"

"کیا بک رہی ہو؟" فیاض نے آنکھیں نکالیں۔

"جیل میں سڑنا گوارہ ہے لیکن سڑک پر ایڑیاں رگڑ کر مرنا میرے بس سے باہر ہے۔"

"اوہ.... کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں۔ بس جاؤ۔ اس وقت میں بھی بھلا دوں گی کہ تم میرے گہرے دوست ہو.... ہم نے سینکڑوں خوشگوار شامیں ساتھ گذاری ہیں۔ اگر چاہو تو سزا بھی دے سکتے ہو مجھے۔ صبح یا اسی وقت کسی کو بھیج دینا ہتھکڑیاں لگا کر لے جائے گا۔"

"کیا تم نشے میں ہو۔ ڈارلنگ۔" فیاض بے بسی سے مسکرایا۔

"مارتھا کے مسئلے پر پاگل بھی ہوں۔ کسی بات کا جواب نہیں دوں گی۔"

"یہ مت بھولو کہ تم ایک ذمہ دار آفیسر سے اس لڑکی کے متعلق گفتگو کر رہی ہو جو قتل کر دی گئی تھی۔ جو تمہاری اتنی قریبی دوست تھی کہ اپنے رومان کی یادگاریں بھی تمہارے حوالے کر دیتی تھی۔"

"یہ قطعی غلط ہے کیپٹن۔" کٹی نے خشک لہجے میں کہا۔

فیاض کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں اور وہ خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔ کٹی کے رویہ پر اسے حیرت تھی۔ اس روپ میں پہلے کبھی نہیں دکھائی دی تھی۔

پھر اب کیا ہوگا وہ سوچ میں پڑ گیا۔ رحمان صاحب کے سامنے ایک غلط بات زبان سے نکل گئی تھی۔ انہوں نے سوالات ہی اس انداز میں کئے تھے کہ وہ بوکھلا گیا تھا.... ورنہ مسز پھٹاکیا کا اس کیس سے تعلق ظاہر کرنا حماقت ہی تھی۔ محض عقلی گدا۔ اس نے محض اس بنا پر اس کے بارے میں سوچا تھا کہ وہ ایک بدنام مڈوائف تھی اور مارتھا ایک پولشڈ قسم کی پیشہ ور لڑکی۔ وہ اس کے متعلق سوچتا رہا تھا اور یہی بات رحمان صاحب کے سامنے بھی زبان سے پھسل گئی تھی۔

دفعتاً وہ ہنس پڑا اور بولا۔ "میں سمجھ گیا۔ تم نشے میں ہو! خیر آرام کرو! پھر بات کروں گا۔ چلو اچھا یہی سہی.... اب تم بھول ہی جاؤ کہ مارتھا سے بھی تمہاری جان پہچان تھی.... مگر یہ تو بتاؤ وہ کون ہے جو تمہیں سڑک پر ایڑیاں رگڑ کر مرنے پر مجبور کرے گا۔"

"میں کچھ نہیں جانتی.... خدا کے لیے مجھے بور نہ کرو کیپٹن۔" وہ پھر اپنی کنپٹیاں دبانے لگی۔

"اچھا اچھا۔" فیاض نے سر ہلا کر نرم لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا.... اسے توقع تھی کہ اس طرح وہ اپنا رویہ تبدیل کر دے گی۔ آواز دے کر اسے روکے گی.... لہٰذا وہ رو میں باہر نکلا چلا آیا۔ اب باہر نکل کر رکنا یا مڑ کر دیکھنا بھی بری سی بات تھی۔ اس نے دروازہ بند

ہونے کی آواز سنی اور دانت پیس کر رہ گیا۔

کٹی کو وہ بہت دنوں سے جانتا تھا۔ اس کی دانست میں وہ ایک سادہ لوح پیشہ ور لڑکی تھی۔ لیکن اس وقت کیا ہو گیا تھا اسے۔ اوہ.... تو وہ کسی سے خائف تھی.... اندر کون تھا جو اس طرح غائب ہو گیا تھا۔ اس نے یقینی طور پر کچن کا دروازہ استعمال کیا ہوگا۔ جو عقبی گلیارے میں کھلتا تھا۔

نیچے آ کر فیاض نے گاڑی سنبھالی اور گھر تک پہنچنے کے لیے ایک ویران سڑک سے گذرنا پڑا.... ڈیڑھ بج رہے تھے.... بارونق ترین سڑکوں پر بھی اکادکا راہ گیر نظر آ رہے تھے۔

پھر مڈلٹن کی کراسنگ سے ایک فرلانگ ہی آگے گیا تھا کہ یک بیک پورے بریک لگانے پڑے اور وہ انجن بند کر کے نیچے اتر آیا ہیڈ لیمپ روشن ہی رہنے دیئے کیونکہ وہ چیز روشنی ہی کے دائرہ انعکاس میں تھی جس نے اسے اس طرح گاڑی روکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

سیاہ رنگ کا ایک بنڈل جس سے دو انسانی پیر باہر نکلے ہوئے تھے۔

فیاض چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر آگے بڑھا۔

بنڈل میں جنبش ہوئی اور کوئی چمکدار چیز اس سے باہر نکل کر روشنی میں آ گئی۔ فیاض ٹھٹھک گیا۔ یہ کسی نکل پولشڈ ریوالور کی نال ہی ہو سکتی تھی۔

"نہیں۔" بنڈل سے غرائی ہوئی سی آواز آئی۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو۔"

غیر ارادی طور پر فیاض کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ ورنہ اس نے بھی ریوالور نکالنے کی کوشش کی تھی۔ پھر اس کے سارے جسم میں ایک ٹھنڈی سی لہر دوڑ گئی۔ کتنا بھیانک چہرہ تھا.... وہ اب بھی کمبل ہی میں لپٹا ہوا سڑک پر پڑا تھا اور ریوالور پوری طرح باہر آ گیا تھا۔

"اپنے کام سے کام رکھیئے کپتان صاحب! مارتھا کے قتل کی تفتیش آپ نہیں فرما رہے۔" خوفناک چہرے والے نے کہا۔

"تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو!" فیاض بھی غرایا۔

"مشورہ.... جو ابھی دیا نہیں گیا۔ سنئے!" خوفناک اجنبی نے جھنکار پیدا کرنے والی آواز میں کہا۔ "آپ بہت عقلمند آدمی ہیں.... لیکن شاید مارتھا کے قتل کے چکر میں پڑ کر آپ اپنا عہدہ بھی کھو بیٹھیں۔"

"یہ دھمکی نہیں ہے؟" فیاض نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"دھمکی ہی سہی۔" وہ کمبل پھینک کر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "میں لوگوں کو جان سے نہیں مارتا لیکن حلیہ ضرور بگاڑ دیتا ہوں۔ میری شکل دیکھ رہے ہو نا۔ مجھے حسین سے حسین چہرے پر بھی رحم نہیں آتا۔ کبھی میرا چہرہ بھی بہت حسین تھا۔ مگر وہ زہریلی تلوار مجھے آج بھی یاد ہے جس نے.... دیکھ رہے ہو نا....!"

فیاض آنکھیں پھاڑنے لگا۔ اس کا چہرہ پیشانی سے ناک کی نوک تک دو حصوں میں تقسیم دکھائی دیتا تھا۔ ایک گہری لکیر تھی جو پیشانی کے وسط سے ناک کی نوک تک سیدھی چلی آئی تھی اور ناک تو شاید پہلے ہی سے موٹی اور بھدی رہی ہو۔ یہ غالباً تلوار ہی کا زخم تھا جو مندمل ہو جانے کے باوجود بھی اپنی گہری نشانی چھوڑ گیا تھا۔

ڈاڑھی بے تحاشہ بڑھی ہوئی تھی اور مونچھیں اتنی گھنی تھیں کہ ہونٹ بالکل چھپ گئے تھے۔

"یہ میری پہلی اور آخری وارننگ ہے.... ویسے اگر تمہارا دل چاہے تو اپنا ریوالور بھی نکال سکتے ہو.... میں تمہیں کسی اناڑی لڑکے کی طرح مار ڈالوں گا.... حسرت ہو تو نکال لو۔"

"میں تمہارے جغرافیہ پر غور کر رہا ہوں۔" فیاض نے خوش مزاج اور لاپرواہ بننے کی کوشش کی.... ایسا لہجہ اختیار کیا جیسے اسے صرف مسخرہ پن سمجھتا ہو۔

"میرا جغرافیہ یہ ہے کہ میں سردیوں میں بھی سطح سمندر سے لاکھوں فٹ کی اونچائی پر پایا جاتا ہوں۔ گرمیوں میں خط استوا پر ملوں گا.... برسات اس لیے پسند نہیں کہ وہ خون کی برسات نہیں ہوتی...."

"کیا تم ہی مارتھا کے قاتل ہو؟"

"دس ہزار بار.... ہاں"

"قتل کی وجہ....؟"

خوفناک آدمی نے ایک وحشت ناک سا قہقہہ لگایا اور پھر بولا۔ "بڑے قابل آفیسر ہو کپتان صاحب۔ گویا میں نے اس وقت تمہیں اس لیے روکا تھا کہ میری زیارت سے فیض یاب ہو جاؤ۔"

"کیا مطلب....؟"

"وجہ میں تمہیں بتا دوں گا۔ وجہ ہی چھپانے کے لیے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اس کیس میں ہاتھ نہ لگاؤ.... دوسروں کو جھک مارنے دو اور پھر یہ کیس تو سرکاری طور پر بھی تمہارے سپرد

نہیں کیا گیا۔ ابھی پولیس ہی کے زیر تفتیش ہے۔"

"تو پھر....؟"

"اگر تم نے ہاتھ لگایا تو شاید وجہ بھی معلوم کر لو.... کیونکہ تمہارے علاوہ اور کون ہے یہاں کے آفس میں....! بہر حال میں یہ تو پسند کر سکتا ہوں کہ خود پھانسی پر لٹکا دیا جاؤں لیکن قتل کی وجہ کا راز.... وہ میری زندگی سے بھی زیادہ قیمتی ہے.... بس اسی سے اندازہ کر لو.... اس کی اہمیت کا۔ اگر میں پولیس کے ہاتھ لگ بھی جاؤں تو بلاشبہ اعتراف جرم کر لوں گا لیکن وجہ جرم غالباً جہنم کے فرشتے بھی مجھ سے نہ معلوم کر سکیں۔"

فیاض کچھ نہ بولا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے وہ تو ریوالور نکال لینے کی بھی دعوت دے چکا تھا.... خواہ مخواہ کسی قسم کا خطرہ مول لینا بھی حماقت ہی ٹھہرتی۔ کیوں نہ اسے دم دلاسہ دے کر کسی دوسرے زاویہ سے جکڑا جائے۔

"تم یہ بھی ٹھیک ہی کہتے ہو کہ کیس ابھی تک میرے پاس نہیں آیا لیکن یہ معاملہ بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ ڈائریکٹر جنرل بھی جانتے ہیں مارتھا کے قتل کے بارے میں۔"

"سارا زمانہ جانتا ہے پھر اس سے کیا؟ مجھے صرف وجہ چھپانی ہے....!"

فیاض نے سوچا کہیں یہی تو نہیں دھمکاتا رہا کٹی کو بھی....!

"میں مارتھا کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔" فیاض نے کہا۔ "لیکن....!"

"جن کے ذریعہ کچھ معلوم ہو سکتا ہے اسے بھی میں نے خاموش کر دیا ہے۔ نہیں مانے گی تو اس کا بھی مارتھا ہی کا سا حشر ہو گا۔"

"اوہ.... تو کیا اس وقت تم ہی تھے کٹی کے فلیٹ میں؟"

"یقیناً.... میں ہی تھا۔"

"مسز پھٹاکیا کو جانتے ہو؟" فیاض نے غیر ارادی طور پر پوچھ لیا۔ "وہ تمو تھی میٹرنٹی ہوم میں مڈوائف ہے۔"

خوفناک اجنبی نے بے ہنگم سا قہقہہ لگا کر کہا۔ "زندہ دل بھی معلوم ہوتے ہو۔ نہیں مجھے آج تک کسی مڈوائف کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی کیونکہ وائف ہی نہیں رکھتا۔ اب تم مجھے ادھر ادھر کی باتوں میں الجھا کر کوئی حرکت کرنا چاہتے ہو کپتان صاحب! لیکن تم غفلت میں بھی

مجھ پر ہاتھ نہ ڈال سکو گے۔ یہ دیکھو! یہ ریوالور بھی زمین پر ڈال دیا۔ اپنا ریوالور نکالو یا اسے ہی اٹھا کر فائر کر دو مجھ پر....!"

"یار بڑے دلچسپ معلوم ہوتے ہو!" فیاض نے ہاتھ گراتے ہوئے کہا۔

"ہاں.... ہاں.... نکالو اپنا ریوالور...." اجنبی بولا۔

"ارے نہیں۔" فیاض خواہ مخواہ ہنس پڑا۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ اس کا ہاتھ کوٹ کی سائیڈ پاکٹ میں رینگ گیا تھا.... لیکن ریوالور ندارد.... وہ چکرا گیا۔

"میں اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا ہوں کپتان صاحب! تمہارا ریوالور بھی میرے ہی پاس ہے۔ تم جب کٹی کے کچن کے عقبی دروازے سے نکل رہے تھے اس وقت میں کچن ہی میں نعمت خانے کے پیچھے موجود تھا.... بس ذرا سا ہاتھ بڑھانا تھا۔ مگر کمال ہے کہ تم اپنی جیب کے وزن سے بھی غافل ہو جاتے ہو.... بھئی واقعی کمال ہے...."

فیاض بری طرح جھلا گیا اور اسی جھلاہٹ کے عالم میں جیسے ہی اس کا ریوالور اٹھانے کیلئے جھکا.... آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ گھونسہ نہیں پہاڑ تھا جو بائیں کنپٹی پر پھٹ پڑا تھا۔

پھر ذہن بتدریج "ناچو ستارو.... ناچو.... اب چاند نکلنے والا ہے۔" کی تفسیر ہی بنتا چلا گیا۔

فیاض لہرایا اور سڑک پر ڈھیر ہو گیا....!

O

صفدر ایک بار پھر اسی بند گاڑی میں سفر کر رہا تھا۔ پتہ نہیں یہ واپسی کا سفر تھا یا اب اور کہیں لے جایا جا رہا تھا۔

کبڑے کا تزک و احتشام دیکھ کر اس کی عقل چکرا گئی تھی۔ کھانے کی میز بھی معمولی نہیں تھی۔ کبڑا صدر نشین تھا اور اس کے ساتھ صفدر کے علاوہ پچاس آدمی اور بھی بیٹھے تھے لیکن یہ سب بھی میک اپ ہی میں معلوم ہوتے تھے۔

آخر میں کبڑے نے بڑی حقارت سے پوچھا تھا۔ "تم آخر میرے لیے کیا کر سکو گے؟"

"جان تک دے سکتا ہوں۔" صفدر نے بڑے خلوص سے کہا تھا۔

"جان لے کر کیا کروں گا۔ کیا فائدہ؟"

"ہر امتحان کے لیے حاضر ہوں۔" صفدر نے پھر بصد خلوص سے کہا۔

"اچھی بات ہے۔" کبڑا مسکرایا۔ "امتحان بھی ہو جائے گا۔ مگر کیسا..... جہنم میں چھلانگ لگانے کو نہیں کہوں گا۔ بہت ہی معمولی سا امتحان ہوتا ہے۔"

"کچھ بھی ہو.....!" صفدر نے ضدی بچوں کے سے انداز میں سر ہلا کر کہا تھا۔

"لاؤ..... ریوالور نکالو۔"

صفدر نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر جیب سے ریوالور نکال کر اس کے حوالے کر دیا تھا۔

"نشانہ کیسا ہے؟" کبڑے نے ریوالور کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کوئی بڑا دعویٰ تو نہیں کر سکتا۔ لیکن اچھالی ہوئی ٹینس کی گیند پر بھی کم ہی خطا ہوا ہے۔"

"اچھی بات ہے تو میں یہ چائے کا کپ اچھالنے جا رہا ہوں۔ زمین پر گرنے سے پہلے ہی اسے ٹوٹنا چاہئے۔"

کبڑے نے ریوالور دوبارہ اسے واپس کر کے میز سے چائے کا ایک کپ اٹھایا تھا اور فضا میں اچھال دیا تھا۔ لیکن زمین پر گرنے سے پہلے ہی اس کے ٹکڑے چاروں طرف بکھر گئے تھے اور ریوالور سے نکلی ہوئی گولی نے ایک قد آدم تصویر کا کینوس بھی پھاڑ دیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" کبڑے نے پسندیدگی ظاہر کر کے کہا تھا۔ "لیکن اسے امتحان نہ سمجھ بیٹھنا۔"

اور پھر وہ وہاں سے روانہ ہو گئے تھے..... لیکن اس بار صفدر بند گاڑی کے عقبی حصے میں تنہا نہیں تھا۔ کبڑا بھی اس کے ساتھ تھا۔ صفدر بری طرح چکرایا ہوا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہے؟

دفعتاً کبڑے نے کہا۔ "کیا تم راہ چلتے کسی کو گولی مار سکو گے؟"

"ممکن ہے....."

"پکڑے گئے تو....."

"دیکھا جائے گا۔" صفدر نے کہا۔ "مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ آنے والے لمحات کیسے گزریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن اگر کوئی کام احتیاط سے کیا جائے تو تم اس سے بھی بے نیاز ہو سکتے ہو کہ آئندہ لمحات میں کیا ہوگا۔ اب تم اپنے پاس سائیلنسر لگا ہوا ریوالور رکھا کرو۔"

"مگر گولی کسے مارنی ہے..... کیا ضروری ہے کہ سڑک پر ہی ماری جائے؟"

"وہ موقع نہیں دیتا۔ چھلاوہ ہے..... اس لیے یہی مناسب ہے کہ جہاں بھی نظر آئے فوراً

گولی مار دو۔"

"کیا پہلے بھی کبھی کوشش کی گئی تھی؟"

"کئی بار..... لیکن تمہارا نشانہ اچھا ہے..... مجھے ابھی تک تمہارے جیسا کوئی نشانہ باز نہیں مل سکا تھا۔"

"اب جلدی سے بتائیے بھی کہ وہ کون ہے۔ میری بے چینی بڑھ رہی ہے۔ خون کی پیاس!"

صفدر اس طرح خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا جیسے سچ مچ وہ بڑی پیاس محسوس کر رہا ہو۔

گاڑی کا یہ حصہ تاریک نہیں تھا ایک چھوٹے سے بلب کی روشنی میں وہ ایک دوسرے کا چہرہ بخوبی دیکھ سکتے تھے۔

کبڑے نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔ "ویری فائین! تم یہ کام کر سکو گے..... خیر..... ہاں وہ آدمی لاکھوں میں بھی پہچانا جا سکتا ہے۔ جہاں بھی نظر آئے بے دریغ گولی مار دینا، خواہ ہزاروں کے مجمع میں ہو۔ تمہیں پھانسی سے بچانا ہمبگ دی گریٹ کا کام ہوگا۔"

"ہمبگ دی گریٹ۔" صفدر نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"اوہ..... میں ہمبگ دی گریٹ ہوں۔" کبڑے نے تن کر شاہانہ وقار سے کہا۔

صفدر نے بدقت ہنسی ضبط کی اور پھر اس آدمی کا اتا پتہ پوچھنے لگا جسے گولی مارنی تھی۔

"وہ بڑی آسانی سے پہچانا جا سکتا ہے۔" کبڑا بولا۔ "اس کا چہرہ پیشانی سے ناک کی نوک تک دو حصوں میں تقسیم ہے۔" صفدر ہنس پڑا۔

"تم ہنس رہے ہو۔" کبڑا اسے گھورتا ہوا سانپ کی طرح پھپھکارا۔ "کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں؟"

اس بار صفدر نے پھر بوکھلاہٹ کی ایکٹنگ شروع کر دی۔ "نن..... نہیں..... جناب..... مم..... مطلب یہ کہ ایسا چہرہ..... یعنی کہ دو حصوں میں..... تت.....!"

"ہاں..... وہ ایسا ہی چہرہ ہے..... جسے غالباً تلوار کے لمبے زخم نے بگاڑا ہوگا..... کیا ایسا آدمی ہزاروں میں نہیں پہچانا جا سکتا؟"

"بالکل..... بالکل جناب..... اب پتہ بتائیے۔"

"پتہ ہی تو نہیں معلوم..... ورنہ وہ تمہارے انتظار میں کب زندہ رہتا!" کبھی کا ٹھکانے لگ

چکا ہوتا.... بس کبھی کبھی نظر آ جاتا ہے۔ لیکن خطرات کی بو اسی طرح سونگھتا ہے جیسے نیولا سانپ کی....!"

"اوہ.... اچھا میں دیکھوں گا۔ کیا آپ نے اس پر کبھی سائیلنسر لگا ہوا ریوالور نہیں استعمال کیا....؟"

"تین بار۔ لیکن اس کے ستارے اچھے ہیں۔ اسے تلاش کر کے مارنا ہے اگر پکڑے گئے تو پھانسی سے بچانے کی ذمہ داری میری بچ کر نکل آئے تو.... ہاہا.... زندگی بھر عیش کرو گے۔ ہمبگ دی گریٹ کے معمولی وفادار بھی شاہانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" صفدر نے ایک طویل سانس لی۔

"مگر.... یہ بھی امتحان نہیں ہے۔" ہمبگ نے خشک لہجے میں کہا۔

"ارے تو پھر وہی بتائیے نا۔"

"ابھی ہو جائے گا امتحان بھی۔" ہمبگ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

پھر وہ دونوں ہی خاموش ہو گئے۔ گاڑی یکساں رفتار سے راستہ طے کر رہی تھی۔

صفدر سوچ رہا تھا.... چکر ہی چکر.... پہلے اس ہمبگ کی اس طرح تلاش تھی جیسے گھاس کے گٹھرے سے سوئی ڈھونڈ نکالنی ہو اور اب یہ مردود بھی کسی ایسے ہی آدمی کی تلاش اس کے ذمے ڈال رہا ہے جس کی جائے رہائش کا پتہ نہیں۔

دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ گاڑی کی رفتار نسبتاً کم ہو گئی ہے۔ پھر وہ کسی جگہ رک ہی گئی.... باہر سے کئی قدموں کی آوازیں آئیں.... اور گاڑی کا عقبی دروازہ کھلا۔

"اترو۔" ہمبگ نے صفدر سے کہا۔

صفدر بے چوں وچرا اتر آیا۔ یہ ویرانے سے گزرنے والی کوئی سڑک تھی۔ چھ آدمی یہاں غالباً پہلے ہی سے موجود تھے۔

صفدر سوچ ہی رہا تھا کہ اب کیا ہوگا.... کہ وہ سب اس پر ٹوٹ پڑے۔

"ارے.... ارے...." وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹا۔ گھیرنے والوں کا حلقہ تنگ ہو چکا تھا اس لیے ہاتھ پیر ہلانا بھی دشوار ہو گیا۔ گویا بے خبری ہی میں مارا گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہمبگ ایسی شاندار مہمان نوازی کے بعد اس طرح پیش آئے گا۔

انہوں نے صفدر کو زمین پر گرا لیا تھا اور تین آدمی اسے دبوچے ہوئے تھے۔ وہ ان کی گرفت سے نکل جانے کے لیے بری طرح ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ کیا ذبح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس نے سوچا اور پھر بالکل پاگلوں کے سے انداز میں جدوجہد شروع کر دی لیکن اب دبوچنے والوں میں چوتھے آدمی کا اضافہ ہو جانے کی بنا پر چھٹکارا مشکل ہی نظر آتا تھا۔

"ہو ہمبگ دی گریٹ!" صفدر حلق پھاڑ کر دہاڑا "یہ کیا بیہودگی ہے۔ ذلیل۔ کمینے۔ دھوکے باز۔"

ہمبگ کا قہقہہ سناٹے میں گونجا اور پھر اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "یہ امتحان ہے۔"

"کیسا امتحان.... چھوڑو مجھے....!"

"مجھے وہ لوگ سخت ناپسند ہیں جنہیں مجھ پر غصہ آ جائے.... میرے کسی وفادار کو مجھ پر کبھی غصہ نہیں آتا.... ہاں.... چلو اٹھاؤ....!"

بس پھر صفدر جھولا جھولتا ہوا نظر آیا۔ اس کے ہاتھ پیر دوسروں کے ہاتھوں میں تھے اور وہ خلاء میں اس طرح جھکولے کھا رہا تھا جیسے وہ اسے کہیں دور پھینک دینے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

صفدر پھر دہاڑا۔

"بری بات۔" ہمبگ نرم لہجے میں بولا۔ "میرا احترام کرنا سیکھو۔ اب تو بار بار تمہارا امتحان لیا جائے گا۔ جب میں دیکھ لوں گا کہ اب تمہیں مجھ پر غصہ نہیں آتا تو.... امتحانات کا سلسلہ ختم اور اصل کام شروع.... مگر دیکھو.... اس آدمی کی تلاش سے غافل نہ رہنا.... اچھا خدا حافظ۔"

آخری جھکولا دے کر انہوں نے صفدر کو چھوڑ دیا۔

"چھپاک۔" صفدر نے اپنے گرنے کی آواز سنی.. اور پھر وہ دلدل میں دھنستا ہی چلا گیا.... اس ٹھنڈی رات میں وہ برف ہی کی دلدل معلوم ہو رہی تھی۔ بدقت تمام وہ اپنا سر بچا سکا۔ کہنیاں ٹھوس زمین سے ٹک گئیں۔ دلدل گہری نہیں تھی ہو سکتا ہے کسی تالاب کا کنارا ہی رہا ہو۔ جان میں جان آئی۔ ورنہ وہ تو سمجھا تھا شاید اب وہ اسے ذبح ہی کر دیں گے۔ پھر کہاں کا غصہ اور کہاں کی جھلاہٹ.... اس کے رندھے ہوئے حلق سے ایک تیز قسم کا قہقہہ آزاد ہوا.... جس میں بیچارگی بھی شامل تھی اور غیر متوقع طور پر جان بچ جانے کی خوشی بھی۔

"شاباش!" دور سے ہمبگ کی آواز آئی۔ "ضرور چلو گے.... غصہ تو نہیں آیا مجھ پر؟"

پھر گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی....!

O

خبر سنسنی خیز تھی اور غالباً ہر روزنامے میں شائع ہوئی تھی۔

کیپٹن فیاض نے بھی اسے دیکھا اور ایک طویل سانس لی۔ وہ ناشتے کی میز پر تھا۔ چائے ختم کر کے سگریٹ سلگائی....!

"فون ہے سرکار۔" ایک ملازم نے آ کر اطلاع دی۔

فیاض برا سا منہ بنائے ہوئے اٹھ گیا۔ اس کی بیوی کہہ رہی تھی۔ "کسی وقت سکون نہیں ملتا۔"

فیاض فون والے کمرے میں آیا.... "ہیلو....!"

دوسری طرف سے رحمان صاحب کی آواز سن کر چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"یہ کیا ہوا بھئی؟" انہوں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"کیا عرض کروں جناب۔ پچھلی رات زیرو روڈ سے گذر رہا تھا اچانک پچھلا پہیہ برسٹ ہو گیا۔ گاڑی روکنی پڑی۔ پھر اترا ہی تھا کہ تین چار آدمی بے خبری میں ٹوٹ پڑے۔ دوسری بار ہوش آنے پر خود کو سول اسپتال میں پایا تھا۔ پانچ سو روپے جیب میں تھے جن کا پتہ نہیں۔"

"چوٹ تو نہیں آئی۔"

"اسی پر تو حیرت ہے جناب!" فیاض نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "پتہ نہیں میں کیسے بیہوش ہو گیا تھا۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ سسٹم پر کسی خواب آور چیز کا اثر بھی نہیں معلوم ہوتا۔ کیا یہ ممکن نہیں جناب کہ اخباروں پر کچھ پابندیاں عاید کر دی جائیں۔"

"کیسی پابندیاں....؟"

"پولیس سے متعلق ایسی خبریں نہ شائع کی جائیں جس سے پولیس کی بے وقعتی ہو۔"

"خیال ٹھیک ہے۔ کوشش کی جائے گی۔"

"چار بجے میں نے اسپتال میں حلقہ کے انسپکٹر کو اس واقعہ کے متعلق بتایا تھا اور صبح کے روزناموں میں خبر دیکھ لیجئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ خبر بڑی اہم رہی ہو۔"

"ہوں.... ایسا نہ ہونا چاہئے۔"

"میں ابھی خود ہی حاضر ہونے والا تھا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں.... وہ دیکھئے میرا خیال تھا کہ شاید مارتھا کا تعلق مسز پھٹاکیا سے بھی رہا ہو۔"

"تو پھر؟"

"پچھلی رات میں اسی کے متعلق چھان بین کر رہا تھا لیکن کوئی ایسا ثبوت نہیں مل سکا۔ مطلب یہ کہ مارتھا کا مسز پھٹاکیا سے کسی قسم کا تعلق نہیں ثابت ہو سکا۔"

"خیر۔ چھوڑو اسے.... اگر ممکن ہو تو یہیں چلے آؤ.... وہ کمبخت دردسر بن کر رہ گیا ہے۔"

"ابھی حاضر ہوا جناب!" فیاض نے اطمینان کی سانس لی اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسیور رکھ دیا۔

رحمان صاحب آؤٹ ہاؤز کے قریب لان ہی پر ملے۔ غالباً ناشتے کے بعد چہل قدمی کے لیے نکلے تھے۔

"میں نے اس مسئلے پر بہت سوچا ہے فیاض! لیکن عقل کام نہیں کرتی۔" رحمان صاحب نے کہا۔

فیاض کچھ نہ بولا۔ رحمان صاحب کہتے رہے۔ "وہ خود کو فلم ڈائریکٹر سمجھنے لگا ہے پتہ نہیں کن کن اوٹ پٹانگ فلموں کے نام لے کر کہتا ہے کہ وہ میری ڈائریکٹ کی ہوئی ہیں۔"

"دیکھئے کب یادداشت واپس آتی ہے۔" فیاض نے مسمسی صورت بنا کر ٹھنڈی سانس لی۔ اس وقت وہ بہت مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔

رحمان صاحب نے اسے گھور کر دیکھا اور وہ مزید بوکھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا۔

"میں دراصل اس تصویر کے متعلق بھی سوچتا رہا ہوں۔" انہوں نے کہا۔

"ارے.... وہ کچھ نہیں! پتہ نہیں قصہ کیا ہو رہا ہو!" فیاض جلدی سے بولا۔

"نہیں.... میں مطمئن نہیں ہوں...."

فیاض نے پھر سنبھالا لیا اور پیشانی پر شکنیں ڈال کر متفکرانہ لہجے میں بولا۔ "جی ہاں! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی.... فلم ڈائریکٹر سمجھنے لگے ہیں خود کو۔ میرا خیال ہے کہ انہیں فلموں سے کبھی دلچسپی نہیں رہی اور نہ کبھی میں نے انہیں فلمی قسم کے لوگوں کے ساتھ ہی دیکھا ہے۔"

"اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ ایسے کیسوں میں عموماً صحیح الدماغی کی حالت کے ہوائی قلعے بھی کارفرما ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ فلمی زندگی سے اپنی وابستگی کے متعلق ہوائی قلعے بناتا رہا ہو۔"

"سوچا بھی نہیں جا سکتا جناب....! فلمی زندگی کے متعلق ہوائی قلعے....!"

"ناممکن نہیں ہے۔ البتہ کسی آدمی کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے۔ میں ایک ایسے انتہائی دولت مند آدمی کو جانتا ہوں جو اپنے ٹیلر ماسٹر ہونے کے متعلق ہوائی قلعے بنایا کرتا ہے۔ یقیناً ہنسنے کی بات ہے.... لیکن وہ بہر حال اسی قسم کے ہوائی قلعے بناتا ہے۔"

"خدا جانے...." فیاض نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔

رحمان صاحب نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک کنجی نکالی اور اسے فیاض کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔ "یہ رہی اس کے کمرے کی کنجی۔ لیکن یہ مجھے ہی واپس ملنی چاہئے۔ جاؤ دیکھو ممکن ہے تم ہی کچھ کار آمد ثابت ہو سکو۔"

فیاض نے ایسے انداز میں کنجی سنبھالی جیسے یہ اس کے لیے کوئی بہت بڑا اعزاز ہو۔ پھر عمران کے کمرے تک بآسانی پہنچ گیا۔

قفل میں کنجی گھمائی ہی تھی کہ اندر سے بڑی پر وقار آواز آئی۔ "یس.... کم ان....!"

دروازہ کھلا۔ عمران اس طرح میز پر بیٹھا کام کرتا ہوا نظر آیا جیسے کسی فرم کا منیجر اپنے الگ تھلگ آفس میں کوئی بہت ہی اہم کام سرانجام دے رہا ہو۔

فیاض دروازہ بولٹ کر کے مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

"تشریف رکھیے۔" عمران نے سامنے رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کیا اور ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ "فرمائیے.... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

فیاض خاموشی سے بیٹھ گیا اور بڑی سنجیدگی سے اسے گھورتا رہا۔

"کچھ فرمائیے بھی جناب!" عمران نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں بہت مشغول آدمی ہوں۔"

"مارتھا کا قتل...." فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بڑبڑایا۔

"اوہ.... تو آپ اسٹوری رائٹر ہیں۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن افسوس ہے کہ ہم جاسوسی فلم نہیں بناتے.... کوئی سماجی کہانی لائیے۔"

"کسی نے مارتھا سے رومان بھی لڑایا تھا۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جاسوسی کہانی جاسوسی ہی رہے گی چاہے جتنا رومان لڑایا جائے۔ کوئی

سماجی اور اصلاحی کہانی لائیے۔ گھریلو کہانیاں آج کل خوب چلتی ہیں۔ لکھتے لکھتے ایسی کہانیاں بھی لکھیے.... اچھا میں آئیڈیا دیتا ہوں۔ آپ اسے ڈیولپ کر لیجیے۔"

"دونوں نے ایک تصویر بھی ساتھ ہی کھنچوائی تھی۔"

"میری کھال بھی کھنچوائی تھی۔" عمران جھلاہٹ میں میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ "اور آپ کی عقل میں بھس بھروایا تھا۔ آپ میری بات کیوں نہیں سنتے۔ کہہ دیا ایک بار کہ ادھر جاسوسی کہانی نہیں چلے گی....!"

"وہ تصویر میرے ہاتھ لگ گئی ہے۔" فیاض مسکرایا۔

"چپراسی...." عمران گھنٹی پر ہاتھ مار کر دہاڑا۔

"یہ تو بالکل نہیں چلے گی پیارے۔" فیاض نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔

"اوہ.... دو.... خاموش رہو!" عمران دانت پیس کر مکا دکھاتا ہوا بولا۔

"اچھی بات ہے۔" فیاض نے ٹھنڈی سانس لی۔ "چلئے بتائیے آئیڈیا۔ میں ڈیولپ کروں گا۔"

عمران نے پہلے تو سختی سے ہونٹ پر ہونٹ جما لیے۔ پھر بولا۔ "گھریلو تصویر کے لیے ایک بالکل ہی نیا آئیڈیا ہے میرے ذہن میں...."

یک بیک کسی نے دروازے پر دستک دی اور عمران سلسلہ جاری نہ رکھ سکا۔ فیاض نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ بیگم رحمان سامنے کھڑی تھیں۔ فیاض نے بڑے ادب سے سلام کیا۔

وہ اندر چلی آئیں۔ لیکن فیاض کو خونخوار نظروں سے گھور رہی تھیں۔

"اب بتاؤ۔" وہ کچھ دیر بعد بولیں۔ "کون بنا ہے اس کی بربادی کا باعث۔"

"میں نہیں سمجھا بیگم صاحب۔" فیاض گڑگڑایا۔

"تم ہی اسے اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔"

"مگر یہ تو فلم ڈائریکٹر ہو گئے ہیں بیگم صاحب.... میں نے کبھی فلم...."

"فضول باتیں نہ کرو۔" وہ نحیف سی آواز میں بولیں۔

"بیٹھ جائیے.... بیٹھ جائیے...." فیاض جلدی سے کرسی کھسکاتا ہوا بولا۔

"تشریف رکھیے نیک دل خاتون۔" عمران نے نہایت ادب سے جھک کر کہا۔ پھر فیاض سے بولا۔ "ہسپتال میں ان کا وجود باعث رحمت ہے....!"

"تم چپ رہو....." بیگم صاحبہ نے اسے ڈانٹ دیا اور فیاض سے بولیں۔ "اب اتنا کرو کہ اسے یہاں سے کہیں اور لے جاؤ۔ ورنہ وہ اسے زندہ نہ رہنے دیں گے.....!"

بیگم صاحبہ کی آواز بھرا گئی۔

"ڈاکٹر صاحب کا تذکرہ ہے شاید۔" عمران نے آنکھیں نکال کر کہا۔ "اوہ خدا کی پناہ.... ایسا آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گذرا.... ڈاکٹری بھی کریں گے اور ہیرو بھی بنیں گے.... میں کہتا ہوں کسی اسٹنٹ فلم میں جلاد کے رول میں چلادوں گا تو..... مارنے دوڑتے ہیں.... آپ خود سوچئے جناب.... اس عمر کا ہیرو.... ہونہہ!"

"چپ رہو۔" بیگم صاحبہ نے پھر ڈانٹا۔

"آپ کہتی ہیں تو چپ ہی رہوں گا۔" عمران نے بے بسی سے کہا اور سعادت مندانہ انداز میں سر جھکا لیا۔

"انہوں نے تمہیں یہاں کیوں بھیجا ہے۔" بیگم صاحبہ نے فیاض سے پوچھا۔

"ان کا خیال ہے کہ.... یہ حضرت....." فیاض نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔

"ہاں.... ہاں! یہ بن رہا ہے۔ یہی خیال ہوگا۔ خدا ایسے جلادوں کو اولاد نہ جانے کیوں دیتا ہے۔"

ٹھیک اسی وقت جب یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ لان پر جوزف ثریا کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا گڑگڑا رہا تھا۔

"مسّی میں مر جاؤں گا۔ خدا کے لیے باس کی صرف ایک جھلک دکھادو۔ میں نے تین دن سے انہیں نہیں دیکھا۔ رحم کرو میرے حال پر...."

"اگر انہوں نے پھر تمہاری مرمت شروع کر دی تو....."

"اس کی فکر نہ کرو مسّی! وہ مجھے مار ہی کیوں نہ ڈالیں.... لیکن.... میں.... بس خدا کے لیے مجھے ان کے پاس جانے کی اجازت دلوادو۔"

"ڈیڈی مجھے بھی شوٹ کر دیں گے۔ نہیں یہ ممکن نہیں ہے۔ تم اپنی کوٹھری میں جاؤ۔" ثریا نے کہا اور اسے وہیں چھوڑ کر اندر چلی آئی۔

یہاں عمران کیپٹن فیاض سے الجھ پڑا تھا اور بیگم صاحبہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں۔

ثریا نے فیاض کو عمران کے کمرے میں دیکھا تو اس کا خون بھی جوش کھانے لگا کیونکہ اس کی دانست میں بھی عمران کو غلط راہوں پر ڈالنے والا یہی تھا۔

وہ کمرے سے نہیں گئی....

عمران فیاض سے کہہ رہا تھا۔ "ہاں..... اسلامی فلموں کا آئیڈیا بھی برا نہیں ہے۔ مگر چالو قسم کے ڈائریکٹر اسلام کی بھی مٹی پلید کر دیتے ہیں اور فلم کی بھی۔ حال ہی میں ایک فلم دیکھی تھی میں نے.... جس کے بادشاہ سلامت غیر قوموں کے سرداروں کو اپنے دربار میں مدعو کر کے تبلیغ کیا کرتے تھے.... اف فوہ.... ان کی تقریر کا انداز۔ بالکل یہی معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی فٹ پاتھی حکیم مجمع لگائے سرمہ بیچ رہا ہو۔"

"مگر میں تو مارتھا ہی کی کہانی فلماؤں گا۔" فیاض نے کہا۔

"تم میری طرف سے جہنم میں جاؤ اور قلوپطرہ فلماؤ۔"

"مارتھا کی ایک سہیلی بھی تھی۔ جس سے مجھے ایک ایسی تصویر ملی ہے.... کہ....!"

"ٹھہرو دوست!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں سن لوں گا کہانی.... لیکن کچھ ایڈوانس لیے بغیر کہانی نہیں سنایا کرتے.... سمجھے! فرض کرو میں سن لوں تمہاری کہانی اور کہہ دوں کہ یہ نہیں چلے گی پسند نہیں آئی.... اور پھر یہ کہانی خود ہی لکھ کر چلادوں تو تم میرا کیا بگاڑ لو گے.... بولو.... سلامالیکم....!"

"میں یقین نہیں کر سکتا کہ تم اپنی یادداشت کھو بیٹھے ہو۔"

"یہ آئیڈیا بھی پرانا ہو چکا ہے کئی فلمیں بن چکی ہیں یادداشت کھو بیٹھنے کے موضوع پر!"

"بڑی مشکلات میں پھنسنے والے ہو۔ سنبھل جاؤ۔" فیاض آنکھیں نکال کر بولا۔

"تم زمین میں دھنسنے والے ہو! نکل جاؤ۔" عمران نے آغا حشر اسٹائل میں گرہ لگائی۔

"رحمان صاحب بہت پریشان ہیں.... تم سمجھتے کیوں نہیں۔"

عمران گھنٹی پر ہاتھ مار کر دہاڑا۔ "چپڑاسی۔ صاحب کو اٹھا کر سڑک پر پہنچادو۔"

غرضیکہ یہ بک بک خاصی دیر تک جاری رہی اور فیاض بے نیل و مرام واپس ہوا۔

یہ سب کچھ تو تھا ہی.... لیکن حقیقت یہ تھی کہ فیاض کا ذہن اس خوفناک چہرے والے آدمی میں الجھا رہا تھا.... کون تھا؟ اور اس کے بیہوش ہو جانے کے بعد اس نے گاڑی کا ایک پہیہ

برسٹ کیوں کر دیا تھا۔ پہیہ برسٹ کرنے کا مقصد اس کی سمجھ میں نہ آسکا اور وہ قتل کی وجہ کیوں
چھپانا چاہتا تھا؟ کچھ بھی ہو.... پہیے کا برسٹ ہو جانا اس کے کام بھی آیا۔ کہانی تراشنے میں دیر
نہیں لگی تھی۔ وہ دراصل اس پر اسرار آدمی کے معاملے میں محتاط رہنا چاہتا تھا۔

اسی لیے ایسی کہانی تراشی تھی کہ اس کا حوالہ نہ دینا پڑے....!

O

دوسری رات صفدر نے اپنی شکل میں کبڑے کا تعاقب شروع کیا۔ اسے یقین تھا کہ
میک اپ میں بھی پہچانا جاچکا ہے لیکن فی الحال وہ لوگ اسے زندہ ہی رکھنا چاہتے ہیں اگر یہ بات نہ
ہوتی تو اسے پچھلی رات دلدل میں پھینکنے کی بجائے کسی اندھے کنوئیں میں دھکیل دیا گیا ہوتا....!

کبڑا ایک گھٹیا سے شراب خانے میں داخل ہوا صفدر نے سوچا پھر شامت آگئی۔ ادھر کچھ
دنوں تک افیون کی گولیوں سے شوق کرنا پڑا تھا اور آج.... پتہ نہیں کیا گت بنے۔

وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ لیکن یہاں خالی بیٹھنا تو کسی طرح بھی ممکن نہ ہوتا۔ لہٰذا مجبوراً
کبڑے کے قریب ہی کی ایک میز پر قبضہ کر کے اسے بیئر کی بوتل طلب کرنی پڑی۔

کبڑا اپنی میز پر تنہا تھا.... اس نے معمولی ہی قسم کی شراب طلب کی تھی۔ اس کا حلیہ تو
معمولی سے بھی کمترین تھا اس لیے وہ اعلیٰ قسم کی شراب کیسے خریدتا۔ پھٹا پرانا کوٹ تھا جسم پر اور
ٹانگوں میں ملگجی سی پتلون جھول رہی تھی گلے میں ٹائی بھی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ
پچھلی کئی پشتوں سے صحیح وسلامت گذرنے کے بعد کبڑے تک پہنچی ہو۔

کبڑے نے دو چار گلاس پے در پے چڑھائے اور موج میں آکر بہ آواز بلند گانے لگا۔

جب میں نے پی کر چھلکائی۔ بادل ناچے جھوم کے
مولی نے محفل مہکائی
آلو گوبھی کی بن آئی
لال ٹماٹر.... لال ٹماٹر.... تاک دھنا دھن گھوم کے
بڑھ کے بیٹا.... بڑھ کے بیٹا.... ہائے ہائے

ایک گوشے سے ایک پہلوان ٹائپ کا غنڈہ گھونسہ تانے آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے
لگا۔ شاید وہ بھی نشے میں تھا۔ چلنے کے انداز سے یہی معلوم ہوتا تھا لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ

اس کے ہاتھ پیر قابو میں نہیں ہیں۔ کبڑا بے خبری میں گاتا ہی رہا اور غنڈہ اس کے سر پر پہنچ گیا۔
پشت پر تھا اس لیے کبڑا اب بھی بے خبر ہی رہا۔

دفعتاً غنڈے نے اس کے کوبڑ پر اس زور کا ہاتھ رسید کیا کہ فلٹ ہیٹ پیشانی کے نیچے سرک
آئی.... آواز حلق ہی میں گھٹ کر رہ گئی اور وہ اس طرح سمٹ گیا جیسے کوئی مومی مجسمہ دباؤ پڑ کر
پچک گیا ہو۔

غنڈہ دہاڑا۔ "ابے یہ کوئی بھٹیار خانہ ہے.... کیوں؟"

کبڑے نے آہستہ آہستہ گردن اٹھائی.... اور پھر وہ کوئی سالخوردہ سارس ہی معلوم ہونے
لگا۔ لیکن وہ سامنے خلا میں گھورے جارہا تھا۔ اس طرح کہ پتلیاں بھی جنبش نہیں کر رہی تھیں۔
پلکیں جھپکانا تو دور کی بات ہے۔

غنڈہ بڑبڑاتا ہوا کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ صفدر کبڑے ہی کو گھورے جارہا تھا۔

یک بیک وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور کاؤنٹر کی طرف مڑ کر گونجیلی آواز میں چیخا۔ "کون تھا۔
اب سامنے آئے۔ مابدولت واپس آگئے ہیں۔ ہمبگ دی گریٹ۔"

آس پاس کی میزوں سے قہقہے بلند ہوئے۔ لیکن کبڑا اسی انداز میں تنا کھڑا رہا۔ جسم میں اس
طرح زبردستی تناؤ پیدا کرنے کی بنا پر کوبڑ پہلے سے بھی زیادہ مضحکہ خیز نظر آنے لگا تھا۔

وہ غنڈہ بھی اس کا حلیہ دیکھ کر ہنس پڑا۔ پھر ہاتھ ہلا کر بولا۔ "بیٹھ اوئے خنزیر کے تخم!"

"نہیں.... او...." ہمبگ نے شاہانہ انداز میں ہاتھوں کو جنبش دی۔

کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے غنڈے کو دوسری طرف جانے کا اشارہ کیا اور وہ ہنستا ہوا ایک
دروازے میں داخل ہو گیا۔

کبڑا اب کاؤنٹر والے کو گھور رہا تھا۔ دفعتاً اس نے بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔ "میرے
غلاموں! مجھے پہچاننا سیکھو! میرے قہر سے ڈرو! تم نہیں جانتے میں کون ہوں۔ ساری دنیا کا شہنشاہ
ہمبگ دی گریٹ! سکندر و اکبر آج ہوتے تو میرے قدموں میں سر جھکا دیتے۔ مجھے پہچانو.... مجھے
پہچانوں.... ورنہ کسی دن یہ زمین جہنم کہلائے گی...."

"پاگل ہے۔ پاگل ہے۔ جانے نہ پائے!" چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں اور دیر تک
قہقہے گونجتے رہے لیکن وہ اسی انداز میں کھڑا حقارت سے دوسروں کو دیکھتا رہا جیسے وہ اس کے لئے

"زندہ باد" کے نعرے لگا رہے ہوں اور وہ خود منتظر ہو کہ ان جہالت مآبوں کا شور کم ہو تو دوبارہ تقریر شروع کرے۔

دفعتاً کسی نے اس کے چہرے پر کوئی سیال چیز پھینک ماری اور وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹا تو کرسی کے پائے سے الجھ کر لڑکھڑاتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔

"تم سب اندھے ہو!" وہ فرش سے اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا دہاڑا۔ "بھگتو گے! سڑکوں پر بلبلاتے پھرو گے.... جائے پناہ نہ ملے گی.... ایڑیاں رگڑ کر مرو گے۔"

"مارو۔ مارو۔ منحوس کو۔" کئی آوازیں آئیں.... اور کچھ لوگ اٹھے بھی اپنی جگہوں سے۔

اتنے میں صفدر کبڑے کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اس نے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔

"تڑاق۔" کبڑے کے سر پر ایک ہاتھ پڑا اور وہ اچھل کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ لوگوں نے انہیں گھیر لیا تھا۔ تقریباً آٹھ دس آدمی رہے ہوں گے لہٰذا اندازہ کرنا دشوار تھا کہ اس بار کس نے ہاتھ رسید کیا ہو گا۔

پھر صفدر اسے شراب خانے سے لے ہی نکلا.... ورنہ شاید اس کے ہاتھ پیر سلامت نہ رہتے۔ قریب ہی ایک پبلک پارک تھا۔ وہ اسے وہاں لے آیا۔

"میں سچ کہتا ہوں۔" ہمبگ بڑبڑا رہا تھا۔ "وہ کیچوؤں سے بھی زیادہ حقیر ہیں۔ ضرور بھگتیں گے۔ مابدولت کی توہین بڑی مہنگی پڑے گی۔!"

پھر چونک کر صفدر کو گھورنے لگا یہاں اتنی روشنی تھی کہ وہ ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔

"دنیا کا جو ملک چاہو مانگ لو۔" ہمبگ نے کہا۔ "بلا عذر بخش دوں گا۔"

"تم مجھے صرف ڈرائیونگ لائسنس دلوادو۔" صفدر نے مسکرا کر کہا۔ "حیرت ہے کہ ہمبگ دی گریٹ نے مجھے ابھی تک نہیں پہچانا۔"

"آہا۔ ہم شاید پچھلے سال منگولیا میں تھے۔" ہمبگ نے جلدی سے کہا۔

"یہ پچھلی رات کی بات ہے.... ٹھنڈی دلدل مجھے کبھی نہ بھولے گی۔"

"آہا۔ تو تم وہ ہو!" ہمبگ نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ "تم وہ نہیں ہو سکتے۔"

"میں میک اپ میں تھا۔"

"ہائیں۔ میک اپ میں۔ مگر کیوں؟"

"اسی طرح شکار کھیلتا ہوں۔"

"اکیلے ہی ہو۔" ہمبگ نے پوچھا اور صفدر نے سوچا خوب موقع ہاتھ آیا ہے۔ اس طرح شاید وہ اسے اپنے اعتماد میں لے سکے۔

"ریگستان کے ببول کی طرح۔" صفدر نے جواب دیا۔ "مجھے یاد نہیں آتا کہ کبھی میری تنہائی رفع ہوئی ہو۔"

"تب تو تم بھی میری ہی طرح لاجواب ہو۔ ماں باپ بھی تھے کبھی تمہارے۔"

"ماں باپ کیوں نہ ہوتے۔" صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اے اپنا لہجہ ٹھیک کرو۔" ہمبگ تحکمانہ انداز میں بولا۔ "تمہیں پھر مجھ پر غصہ آرہا ہے۔"

"او.... ہاہا۔" صفدر ہنس پڑا۔ "میں معافی چاہتا ہوں جہاں پناہ۔"

"ٹھیک ہے۔" ہمبگ کراہا۔ "ذرا ہولے ہولے میری کمر تو دباؤ.... کسی دن یہ کمبخت مجھے مار ہی ڈالیں گے اور پھر روئیں گے۔ سر پیٹیں گے لیکن پھر میں انہیں نہیں ملوں گا۔"

"درست فرمایا۔ عالی جاہ....!"

ہمبگ ٹھنڈی گھاس پر اوندھا لیٹ گیا اور صفدر اس کی کمر دبانے لگا۔

"گھاس تو برف ہو رہی ہو گی جہاں پناہ....!"

"نہیں۔ میں ایک بااقبال آدمی ہوں.... یہ گھاس پشمینے کی طرح گرم ہے۔"

"تو اب میرے لیے کیا حکم ہوتا ہے عالی جاہ...."

"ٹھوکریں کھاتے پھرو.... تپائے بغیر سونے پر نکھار نہیں آتا۔"

"اوہ.... تو آپ بھی غالباً نکھرتے ہی پھر رہے ہیں۔"

"میں ایسا سونا ہوں جسے لوگ مٹی سمجھتے ہیں۔ بس کرو۔ اب میں اٹھوں گا۔"

صفدر الگ ہٹ گیا۔ ہمبگ نے بیٹھ کر سگریٹ سلگائی اور ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔ پھر بولا۔

"اس شہر میں آئے ہوئے زیادہ دن نہیں گذرے لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ساری زندگی یہیں گذری ہو!"

"پہلے آپ کہاں تھے....؟"

"اسی زمین پر۔" ہمبگ اٹھتا ہوا بولا۔ "اٹھو۔ ٹہلیں گے....!"

صفدر بھی اٹھ گیا۔ ہمبگ کا چہرہ بالکل سپاٹ نظر آرہا تھا جذبات سے عاری۔ وہ ٹہلتے ہوئے پارک کے ایک ایسے گوشے کی طرف آنکلے جو تاریک تھا۔

"میں تمہیں اپنا وزیراعظم بناؤں گا۔" ہمبگ نے کہا۔ "ٹھہرو.... وہ دیکھو.... آسمان پر سامنے سب سے زیادہ چمکنے والے ستارے کے قریب۔"

صفدر رک گیا۔ ہمبگ کا ہاتھ شمال کی جانب اٹھا ہوا تھا۔ صفدر نے نظر اٹھائی۔

"کہاں....؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا تھا۔ جواب تھا.... "چھپاک!"

"ارغے.... غرچ....!" صفدر ٹھنڈے پانی میں غوطہ کھا گیا پھر ابھرا اور حلق پھاڑ پھاڑ کر ہمبگ کو گالیاں دینے لگا۔

اب اسے یاد آیا کہ پارک کے اس حصے میں ایک بڑا سا حوض بھی تھا۔

"دیکھو۔ دیکھو۔" ہمبگ کی آواز آئی۔ "تمہیں پھر غصہ آگیا ہے مجھ پر۔"

"ٹھہر تو.... تیری ایسی کی تیسی۔" صفدر پانی پر ہاتھ مارتا ہوا تاریک کنارے کی طرف جھپٹا لیکن اس بار ہمبگ کی آواز نہ سنائی دی۔

بدقت تمام وہ اوپر پہنچا۔ سردی سے دانت بجنے لگے تھے۔ ہمبگ کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

O

اب بلیک زیرو کو چکر پر چکر آرہے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ معاملات کو کس طرح ہینڈل کرے۔ چار ماہ قبل عمران کو کسی ایسے کبڑے کی تلاش تھی جس کے بائیں گال پر ابھرا ہوا سا تل تھا۔

وہ خود ہی تلاش کرتا رہا تھا۔ پھر یہ معاملہ صفدر اور خاور تک بڑھا دیا گیا تھا۔ وہ شہر میں اسے تلاش کیا کرتے تھے۔ وہ ملا تو اس کی نگرانی شروع کرائی۔ لیکن مقصد بلیک زیرو کو بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ پھر اچانک ایک نئی افتاد پڑی یعنی مسز پھٹاکیا والا معاملہ....!

عمران سے احکامات لے کر تو وہ خود کو ایکس ٹو پوز کر سکتا تھا لیکن خود اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اپنی مرضی سے کسی کیس کو ہینڈل کر سکتا۔ جب تک اسے شبہ رہا کہ عمران کا یادداشت کھو بیٹھنا بھی اسکیم ہی میں شامل ہو سکتا ہے اس وقت تک وہ صفدر اور خاور کی رہنمائی کرتا رہا لیکن جب عمران کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملی تو اسے محتاط ہو جانا پڑا۔ توقع تھی کہ عمران اسے صحیح

حالات سے ضرور آگاہ کرے گا۔ کرنا بھی چاہئے تھا کیونکہ اس کی عدم موجودگی میں بلیک زیرو ہی ایکس ٹو کے فرائض انجام دیتا تھا۔

اب عمران کی طرف سے کوئی پیغام نہ ملنے پر اس نے سوچا ممکن ہے اس بار یہ حضرت آ ہی گئے ہوں گے چکر میں۔ یعنی پاگل پن حقیقی ہو.... اور پھٹاکیا والا حادثہ اتفاقیہ رہا ہو! رحمان صاحب کے نمبروں پر رنگ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک آدھ بار کوٹھی کے چکر ضرور لگائے تھے لیکن عمران کی شکل نہیں دکھائی دی تھی۔ جوزف بھی شاید ان اوقات میں کہیں پڑا اونگھتا رہا تھا ورنہ اس سے بھی پوچھ گچھ تو کر ہی لیتا۔ ویسے دوسرے ذرائع سے اسے وہی اطلاعات ملی تھیں جن کا علم عمران سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کو تھا....!

بہت بڑا الجھاؤ تھا اس کے سامنے۔ اپنی ذمہ داری پر کچھ اسی وقت کرتا جب حالات سے پوری طرح باخبر ہوتا۔ کبڑے ہی کا معاملہ سامنے تھا لیکن وہ اس کی اہمیت سے واقف نہیں تھا۔ یہ تک نہیں جانتا تھا کہ عمران کو اس کی تلاش کیوں تھی؟

پھر ایسی صورت میں اس کے علاوہ اور کیا چارہ تھا کہ وہ صفدر کی رپورٹیں ٹیپ ریکارڈر پر ریکارڈ کرتا جائے خاموشی سے۔ اس کے کسی سوال کا جواب دیئے بغیر....!

جب بھی ایکس ٹو کے پرائیویٹ فون کی گھنٹی بجتی وہ دم بخود رہ جاتا۔ کال کا جواب تک نہ دیتا۔ یہ فون کچھ اسی قسم کا تھا۔ اگر ایکس ٹو موجود نہ ہوتا تو آدھے منٹ بعد اس کا سلسلہ ٹیپ ریکارڈر سے مل جاتا اور رنگ کرنے والے کو آواز سنائی دیتی: "پلیز ڈکٹیٹ" اور وہ اپنا پیغام ڈکٹیٹ کر دیتا....!

اس وقت بھی کچھ ہی دیر پہلے فون کی گھنٹی بجی تھی اور کسی نے پیغام ریکارڈ کرایا تھا۔ ٹیپ ریکارڈر کی سبز روشنی غائب ہو چکی تھی۔ بلیک زیرو اس کا سوئچ دوبارہ آن کر کے پیغام سننے لگا۔

"صفدر اسپیکنگ سر! ابھی تک مجھے کبڑے کے متعلق مزید ہدایات نہیں ملیں۔ پچھلی رات اس نے ڈکسی کے شراب خانے میں ہنگامہ برپا کر لیا تھا۔ اب میں کھل کر اس کے سامنے آگیا ہوں۔ بحیثیت صفدر بھی اور اسے بتا دیا ہے کہ موبی کے میک اپ میں بھی میں ہی اس سے ملا تھا۔ دیکھئے یہ میری اسکیم ہے۔ وہ دراصل یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ میری پشت پر کون ہے اور میں اسے اس وقت تک الجھائے رکھنا چاہتا ہوں جب تک کہ آپ کی طرف سے واضح ترین احکامات نہ

مل جائیں۔ میں اسے بتادوں گا کہ میں اسے موٹی مرغی سمجھ کر اس کا تعاقب کرتا رہتا تھا۔ کبھی اصلی شکل میں اور کبھی موبی کی حیثیت سے جو کچھ میں اسے ابھی تک سمجھا ہوں.... وہی اس پر ظاہر کردوں گا.... میری دانست میں وہ کوئی بہت بڑا اسمگلر ہے.... میں اس سے کہوں گا کہ میں دراصل ایک بلیک میلر ہوں لوگوں کے راز معلوم کر کے انہیں بلیک میل کرتا ہوں لیکن اس سے مرعوب ہو گیا ہوں یا پھر دوسری صورت یہ ہوگی کہ میں اسے بلیک میل ہی کرنا شروع کر دوں۔ بہرحال اب میں آپ کے احکام کے بغیر نیا قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ براہ کرم! تین چار چھ پر رنگ کر کے مجھے اپنے جواب سے جلد مطلع کیجئے گا.... پچھلی رات اس نے مجھے منٹو پارک کے حوض میں دھکیل کر دماغ ٹھنڈا رکھنے کی تلقین کی تھی.... اوور اینڈ آل....!"

بلیک زیرو نے طویل سانس لی اور ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔

"بہت بڑھ گیا ہے۔ احمق کہیں کا۔" وہ برا سامنہ بنا کر بڑبڑایا۔

پھر اس نے صفدر کے بتائے ہوئے نمبر پر رنگ کیا دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔

بلیک زیرو نے ایکس ٹو کی سی آواز میں کہا۔ "پیغام مل گیا! تم گدھے ہو! صفدر کی حیثیت میں سامنے آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"وہ.... دد.... دیکھئے جناب!" صفدر ہکلایا۔

"کچھ نہیں! یہ حماقت تھی! اب تم فی الحال اس کے سامنے آنے سے گریز کرو۔ گوشہ نشینی ہی بہتر رہے گی۔ تاوقتیکہ دوسرے احکامات نہ ملیں تم باہر نہیں نکلو گے۔"

"او کے سر!" دوسری طرف سے آواز آئی اور بلیک زیرو نے سلسلہ منقطع کر دیا....!

O

رحمان صاحب اس وقت گویا خود بھی پاگل ہو گئے تھے۔ سارا گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ رونے کی آوازوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سنائی دے رہا تھا۔

ہوا یہ کہ ٹھیک نو بجے رات کو عمران نے جو کمرے میں بند تھا چیخنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے ثریا ہی وہاں پہنچی تھی اور پھر رحمان صاحب کے علاوہ سبھی کمرے کے سامنے نظر آئے....!

عمران کھڑکی کی سلاخیں پکڑے کہہ رہا تھا۔ "ارے ظالمو.... یہ اسپتال ہے یا پاگل خانہ.... نکالو مجھے اس کمرے سے.... دروازہ کھولو.... کیا میں پاگل ہوں.... اے معزز خاتون....!"

وہ اماں بی کی طرف ہاتھ اٹھا کر خاموش ہو گیا۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم میٹرن نہیں ہو.... اگر ہو بھی تو مجھے اس سے کیا۔ لیکن میں تمہارے چہرے پر ماتا کا نور دیکھ رہا ہوں تم کسی نہ کسی کی ماں ضرور ہو گی.... کیا تمہارے کوئی بیٹا نہیں.... نہیں تمہارے چہرے پر ماتا کا نور ہے.... اولاد والی ہو.... میں دنیا میں اکیلا ہوں! بالکل اکیلا ہوں۔"

آواز حلق میں پھنس گئی۔ وہ خاموش ہو گیا.... آنکھوں میں امنڈنے والے آنسو گالوں پر بہہ آئے.... اور اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں رو رہا ہوں.... خاک پر پڑا ہوا بلک رہا ہوں.... مجھے اٹھا لو ماں.... مجھے اٹھا لو ماں....!"

اماں بی پھوٹ پڑیں.... ان کے رونے کی آواز بلند ہوئی ہی تھی کہ لڑکیوں نے بھی بلکنا شروع کر دیا۔

رحمان صاحب کہیں جانے کے لیے بعجلت تیاری کر رہے تھے۔ یہ غل غپاڑہ ان کی کانوں میں بھی پڑا اور وہ جھپٹتے ہوئے وہاں پہنچے۔ اب تو عمران بھی دہاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" رحمان صاحب دانت پیس کر گرجے۔

"بس چلے ہی جاؤ اس وقت۔ جاؤ۔" بیگم صاحبہ روتی ہوئی چلائیں اور رحمان صاحب کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ کیونکہ بیگم صاحبہ جب بھی بے نیام ہوتی تھیں وہ خاموش ہی ہو جاتے تھے۔

"لاؤ.... نکالو.... کنجی.... کھولو دروازہ۔" بیگم صاحبہ کی آواز بلند ہی رہی۔

رحمان صاحب کچھ نہ بولے۔ عمران کی ایک کزن جو رحمان صاحب کو دیکھتے ہی خاموش ہو گئی تھی.... ان کے اشارے پر آگے بڑھ آئی.... وہ اسے ایک طرف لے جاتے ہوئے آہستہ سے بولے۔ "کیا بات ہے.... کیا اس نے کسی کو پہچان لیا ہے۔"

"جج.... جی.... نن نہیں!" وہ ہکلائی۔ "آنٹی کو ماں تو کہہ رہے ہیں.... لیکن یونہی.... مطلب یہ کہ مجھے بیٹا بنا لو۔"

"اوہ بکواس!" رحمان صاحب دانت پیس کر رہ گئے.... چند لمحے خاموش کھڑے رہے اور پھر عمران کے کمرے کی طرف پلٹ آئے۔

"سنو!" انہوں نے اونچی آواز میں سبھوں کو مخاطب کیا۔ "تم سب اپنے کمروں میں جاؤ۔"

"ہائے آ گیا جلاد ڈاکٹر۔" عمران روتا ہوا کراہا۔ "بکواس بند کرو۔" رحمان صاحب چیخے۔

پھر انہوں نے دوسروں کو مخاطب کر کے کہا۔ "ہوش میں رہو تم لوگ! پاگل نہ بنو! میں اس وقت بہت جلدی میں ہوں۔"

انہوں نے خاموش ہو کر کلائی کی گھڑی دیکھی اور صرف بیگم صاحبہ سے نرم لہجے میں بولے۔ "آپ جو کچھ کرنا چاہتی ہیں وہ اس کے لیے بھی مضر ہے.... تاوقتیکہ ہم میں سے کسی کو پہچان نہ لے.... باہر نکالنا خطرے سے خالی نہیں۔ ویسے اگر آپ اس کی زندگی ہی کی خواہاں نہ ہوں تو.... یہ رہی کنجی....!"

انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ بیگم صاحبہ دوسری طرف مڑتی ہوئی بولیں۔ "میں کچھ نہیں جانتی!" اور آگے بڑھ گئیں۔ غالباً اتنا تو وہ خود بھی سمجھتی تھیں جو کچھ رحمان صاحب نے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"ہائے۔ اس رحم دل عورت کو بھی بہکا دیا۔" عمران نے گلوگیر آواز میں ہچکی لی اور کھڑکی بند کر دی۔ کمرے کے اندر سے اس کی بڑبڑاہٹ سنائی دیتی رہی۔

پھر رحمان صاحب نے نرم ہی لہجے میں لڑکیوں سے بھی کہا تھا کہ وہ اپنے کمروں میں جائیں۔ لہٰذا لڑکیوں کو بھی کھسکنا ہی پڑا.... ویسے ثریا تو سوچے بیٹھی تھی اگر اینٹھے تو آج میں بھی لڑ ہی جاؤں گی خواہ کچھ ہو۔

رحمان صاحب کے چلے جانے پر اس کی ایک کزن بولی۔ "کیوں.... انکل....!"

"ہاں.... نرم لہجے میں گفتگو کر گئے۔" ثریا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "قسمتیں بدل گئیں ہمارے دن پھر گئے....!"

"سمجھ میں نہیں آتا...."

"ارے.... جلدی میں تھے...." ثریا آنکھیں نکال کر بولی۔ "اور کیا.... سوچا.... ٹالو کسی طرح پیچھا چھڑاؤ ان کم بختوں سے.... ورنہ پتھر میں بھی کہیں جونک لگتی ہے۔"

O

رحمان صاحب کی لمبی سی بیوک پھاٹک سے گذر گئی۔ ان کے ساتھ وہی دونوں غیر ملکی مہمان بھی تھے جن کا قیام آؤٹ ہاؤز میں تھا۔

"بڑا شور ہو رہا تھا مسٹر رحمان۔ کیا بات تھی۔" ایک نے انگریزی میں پوچھا۔

"بھئی۔ میرا لڑکا....!"

"اوہ کیا بات تھی؟ آپ اسے سوئٹزر لینڈ لے جائیے۔"

"ہاں سوچ رہا ہوں۔"

"کسی ماہر سائیکو انیلیسٹ سے بھی مشورہ لیجئے۔" دوسرا بولا۔

"میرا ایک دوست عنقریب امریکہ سے آنیوالا ہے وہ دماغی امراض کا اسپیشلسٹ ہے۔"

پھر خاموشی چھا گئی۔

کچھ دیر بعد گاڑی سنٹرل جیل کے پھاٹک میں داخل ہو رہی تھی۔

پھر وہ ایک جگہ رک ہی گئی۔ رحمان صاحب خود ہی ڈرائیو کر رہے تھے.... حالانکہ گاڑی ڈرائیو کرنا بھی ان کے اصول کے خلاف ہی تھا۔

جیل کے آفیسر شاید پہلے ہی سے ان کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ رحمان صاحب نیچے اتر گئے۔ لیکن ان کے غیر ملکی مہمان گاڑی ہی میں بیٹھے رہے۔

پھر رحمان صاحب دوسرے آفیسروں کی معیت میں ایک جانب روانہ ہو گئے۔ کچھ دور چل کر وہ پھر رکے.... یہاں دو مسلح سپاہی ایک بند دروازے کے سامنے پہرہ دے رہے تھے۔ دروازہ سلاخوں دار نہیں تھا۔ ایک آفیسر نے آگے بڑھ کر قفل کھولا اور دو آدمی اندر چلے گئے۔ رحمان صاحب باہر ہی ٹھہرے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں آفیسر واپس آئے۔ لیکن ان کے درمیان ایک تیسرا آدمی بھی موجود تھا۔ شکستہ حال اور بد وضع آدمی۔ جسم پر جیل کے کپڑے تو نہیں تھے لیکن بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے اسی کوٹھری میں کوئی طویل مدت گزاری ہو۔

اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔

مسلح سپاہی اس کے دائیں بائیں چل رہے تھے۔ رحمان صاحب کی گاڑی کے قریب پہنچ کر وہ ادھر ادھر ہٹ گئے۔ دونوں غیر ملکیوں میں سے ایک نیچے اتر آیا تھا۔ قیدی کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھا ہوا غیر ملکی دوسرے سرے پر کھسک گیا تھا۔ قیدی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اس طرح کہ دونوں غیر ملکیوں کے درمیان رہے۔ رحمان صاحب نے پھر اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ کچھ دیر بعد گاڑی جیل کے پھاٹک سے باہر نکل رہی تھی۔

غیر ملکیوں میں سے ایک ریڈیم ڈائیل والی رسٹ واچ پر نظر جمائے ہوئے بولا۔

"ساڑھے دس بجے ہیں مسٹر رحمان۔"

"فکر نہ کیجئے۔ ہم پندرہ منٹ میں وہاں پہنچ جائیں گے۔" رحمان صاحب نے جواب دیا۔

قیدی سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔ یک بیک دوسرے غیر ملکی نے جیب سے ریوالور نکالا
رحمان صاحب کی گدی پر رکھتا ہوا بولا۔ "بائیں موڑو....!"

"کیا مطلب...."

"گردن پر ریوالور کی نال ہے مسٹر رحمان۔" غیر ملکی نے نرم لہجے میں کہا۔

"اوہ...." رحمان صاحب نے طویل سانس لی۔ "دھوکا۔"

"پرواہ مت کرو۔ ورنہ دھوکے ہی میں جان بھی جائے گی.... موڑو بائیں جانب موڑو...
ورنہ گولی حلق سے دوسری طرف نکل جائے گی۔"

رحمان صاحب نے گاڑی بائیں جانب موڑ دی۔ اب وہ بڑی اُلجھن میں پڑ گئے تھے یہ کیس اب
ہی تھا کہ حالات بگڑنے پر ان کا وقار خطرے میں پڑ جاتا۔

لیکن اب چارہ ہی کیا تھا۔ وہ سوچتے رہے اور گاڑی سنسان سڑک پر فراٹے بھرتی رہی۔

غصے کے مارے برا حال تھا۔ مگر وہ احمق بھی نہیں تھے۔ ایسے حالات میں ہاتھ پیر ہلا
خودکشی کے مترادف ہوتا.... ریوالور کی ٹھنڈی نال بدستور گردن سے چپکی رہی۔

"اچھی بات ہے۔" کچھ دیر بعد رحمان صاحب نے سرد لہجے میں کہا۔ "تم جیت گئے! لیکن
مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"ابھی ہم پوری طرح نہیں جیتے مسٹر رحمان!" دوسرا غیر ملکی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

رحمان صاحب کا وہ جملہ محض زبان ہلانے کی حد تک نہیں تھا۔ انہوں نے گاڑی کی رفتار کم
کر دی۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔" ریوالور والا غرایا۔

"دیکھنا چاہتا ہوں کہ ریوالور کی گولی حلق سے کیسے گزارتی ہے۔" رحمان صاحب نے ہلکے
سے قہقہے کے ساتھ کہا۔

انہوں نے گاڑی روک دی.... اب وہ دراصل یہ چاہتے تھے کہ خود ہی گاڑی نہ ڈرائیو

رہیں۔ مقصد حاصل ہو گیا۔ وہ بھی قیدی کے پاس بٹھا دیئے گئے اور دوسرے غیر ملکی نے
سٹیرنگ سنبھالا۔

اس وقت دوسرے غیر ملکی نے کہا۔ "یہ مت سمجھنا مسٹر رحمان کہ ہم ادھورے ہی کام پر
مطمئن ہو جائیں گے.... اس لیے محتاط رہو.... ہمیں اس کی قطعی پرواہ نہ ہو گی کہ تمہاری بے
وقت موت سے ہمارا کام ادھورا رہ جائے گا۔"

رحمان صاحب نے طویل سانس لی۔ تو آخری کارڈ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ اسی کے بل بوتے
پر انہوں نے کچھ کر گذرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور اسی لیے چاہا تھا کہ خود انہیں ہی ڈرائیونگ نہ کرنی
پڑے۔ گاڑی کی رفتار خاصی تیز تھی۔ کچھ دیر بعد رحمان صاحب نے محسوس کیا کہ وہ کسی کچے
راستے پر چل رہی ہے.... اور پھر رک ہی گئی۔

چاروں طرف اندھیرا تھا.... ان سے اترنے کو کہا گیا۔ قیدی اب بھی خاموش تھا۔ ایسا
معلوم ہوتا تھا جیسے وہ گونگا ہو یا ہر قسم کا احساس ہی فنا کر بیٹھا ہو۔

وہ اتر گئے۔ ریوالور والا.... ان دونوں کو کور کئے رہا اور دوسرا اس چھوٹی سی عمارت کی طرف
بڑھ گیا جس کے آثار اندھیرے میں بھی نظر آ رہے تھے۔

غالباً وہ دروازہ ہی پیٹنے کی آواز تھی جس پر دوسرا غیر ملکی چونک کر بولا تھا۔ "آگے بڑھو۔"

اس نے ایک چھوٹی سی ٹارچ بھی روشن کر لی تھی اور دونوں سے تقریباً چار قدم کے فاصلے
پر چل رہا تھا۔ رحمان صاحب سوچ رہے تھے کہ اب خاموشی سے نئے واقعات ہی کا منتظر رہنا
چاہئے۔ ان سے سب سے بڑی حماقت یہ سرزد ہوئی تھی کہ روانگی کے وقت اعشاریہ پانچ کا وہ
پستول بھی ساتھ نہیں لائے تھے جو عموماً ان کی جیب ہی میں پڑا رہتا تھا۔

وہ ایک چھوٹے سے برآمدے میں رکے۔ عمارت شکستہ حال تھی اور اس میں شاید مشکل ہی
سے تین کمرے رہے ہوں۔ دوسرا غیر ملکی اب بھی دروازہ پیٹے جا رہا تھا۔

"کون ہے؟" آخر کار اندر سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

"دروازہ کھولو۔" غیر ملکی نے انگریزی میں للکارا۔

"اوہ۔" اندر سے کراہ سنائی دی اور پھر کہا گیا۔ "ہائے ظالمو! تم مجھے زندہ بھی رہنے دو گے یا
نہیں! اتنا تو زچ نہ کرو۔"

"کھولو.... نہیں تو توڑتے ہیں دروازہ۔"

"ہائے" کی آواز کے ساتھ ہی دروازہ چڑچڑایا اور دونوں پاٹ کھل گئے۔

اندر کیروسین لیمپ کی روشنی میں رحمان صاحب کو ایک شکستہ حال کبڑا آدمی نظر آیا۔ جس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر اس نے حلق سے ڈری ڈری سی آوازیں نکالیں۔ غیر ملکی اسے پیچھے دھکیلتا ہوا آگے بڑھا اور یہ سب بھی اندر داخل ہوئے۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔

"گدھو...." کبڑا کانپتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "مجھے پہچانو.... مجھ سے ڈرو۔ میں ساری دنیا کا شہنشاہ ہوں.... ہمبگ دی گریٹ....!"

غیر ملکی نے اس کے سر پر دھپ رسید کیا اور وہ اس طرح چیخ کر اچھل پڑا جیسے کسی مندمل ہوتے ہوئے زخم پر چوٹ لگی ہو۔ وہ دوسرے کمرے میں آئے۔ کبڑے کا گریبان غیر ملکی کے ہاتھ میں تھا۔ اور وہ اسے گھسیٹتا ہوا چل رہا تھا۔

"ہاں اب بتاؤ مسٹر رحمان!" ریوالور والے نے کہا۔ "اس قیدی کے متعلق کاغذات کہاں ہیں؟ صرف جگہ بتادو۔ ہم حاصل کرلیں گے اور تم اس وقت تک ہماری قید میں رہو گے۔"

"کیوں شامت آئی ہے۔" رحمان صاحب دانت پیس کر بولے۔

"ارے تو مجھے کیوں مارے ڈال رہے ہو؟" کبڑا گریبان چھڑانے کی کوشش کرتا ہوا گڑگڑایا۔

"خاموش رہو...." اس نے اس زور کا جھٹکا دیا کہ کبڑا دروازے کے قریب جا پڑا اور ریوالور والے نے کہا۔ "خبردار اے کوزہ پشت۔ اگر تم نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو گولی ماردوں گا۔"

"خبردار...." کبڑا تن کر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "کوزہ پشت نہیں! ہمبگ دی گریٹ کہو! مجھے پہچانو.... میرا احترام کرو۔ ورنہ غارت کردوں گا۔"

کبڑے کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ اچانک کوئی وزنی چیز بڑی قوت سے اس کے سر پر پڑی اور وہ "ارے ارے" کہتا ہوا اوندھے منہ ڈھیر ہوگیا۔ دونوں غیر ملکی اچھل پڑے.... کبڑا دوبارہ اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا پھر ڈھیر ہوگیا۔ اس کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ غالباً سر کی چوٹ بے ہوش کردینے کے لیے کافی ثابت ہوئی تھی۔

پھر یک بیک دوسری چیخ بھی سنائی دی اور ایک آدمی بے ہوش کبڑے پر آگرا۔ یہ سب اتنی

برق رفتاری سے ہوا کہ کسی کی سمجھ میں کچھ آ ہی نہ سکا۔ دوسرا آدمی بھی ایسے ہی انداز میں گرا تھا جیسے بے ہوش ہوگیا ہو۔ اس کا سر بازوؤں میں چھپا ہوا تھا۔

غیر ملکیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

پھر ریوالور والا "خبردار.... خبردار.... گولی ماردوں گا" کہتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ اور پھر دوسرا ہی کھیل شروع ہوگیا.... کبڑے پر پڑے ہوئے آدمی کی ایک ٹانگ میں جنبش ہوئی تھی۔ بس پھر وہ ریوالور والے کی ٹانگوں کے درمیان نظر آئی۔ اور وہ ڈھیر ہوگیا۔ ادھر بے ہوش آدمی کسی سانپ ہی کی طرح پلٹ کر اس پر سوار ہوگیا تھا۔ اس بار رحمان صاحب نے بھی اس کے چہرے کی ایک جھلک دیکھ لی تھی۔

"اوہ....!" ان کے حلق سے بے اختیار نکلا اور وہ دوسرے غیر ملکی پر ٹوٹ پڑے۔ وہ بوڑھے ضرور تھے لیکن کمزور نہیں۔ اس عمر میں بھی کم از کم تین آدمیوں سے تو نپٹ ہی سکتے تھے۔

ادھر بے ہوش آدمی نے اپنے شکار سے ریوالور چھین لیا اور اسے چھوڑ کر ہنستا ہوا بولا۔

"سیدھے کھڑے ہوجاؤ....!"

لیکن وہ بھی شاید پاگل ہی ہوگیا تھا اس کی پرواہ کیے بغیر کہ مقابل کے ہاتھ میں ریوالور ہے اس سے لپٹ پڑا۔

"عمران! ہوشیاری سے۔" رحمان صاحب نے آواز دی۔

"عمران نہیں! پروڈیوسر ڈائریکٹر نادان۔ یہ ہے نیچرل ایکٹنگ۔ سلاما لیکم....!" عمران نے اپنے شکار کو دیوار سے رگڑتے ہوئے کہا۔

ہنگامہ جاری رہا۔ رحمان صاحب کا مقابل بھی کمزور آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ قیدی دیوار سے لگا کھڑا اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے وہ خود بھی کسی سے نپٹ رہا ہو۔ لیکن اس کی آنکھوں میں دیوانگی سے مشابہ بے تعلقی اب بھی پائی جارہی تھی۔ زبان اب بھی بند تھی۔

پھر یہ کھیل اسی وقت ختم ہوا جب دو نقاب پوش کمرے میں داخل ہوئے.... رحمان صاحب چیخے تھے۔ "دیکھو...."

عمران نے اپنے ہاتھ روک لیے.... نقاب پوشوں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے لیکن ان کے رخ دونوں غیر ملکیوں کی طرف تھے....!

"ان سبھوں کو جیل پہنچاؤ ....." عمران نے کہا۔

"یع ..... یع ..... یعنی کہ ....." ایک نقاب پوش ہکلایا۔

"ہاں۔ ڈائریکٹر جنرل صاحب سمیت!" عمران نے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔
رحمان صاحب نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا۔ پھر سختی سے ہونٹ بند کر لیے۔

O

بلیک زیرو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو گھور رہا تھا.....!

دفعتاً عمران تیزی سے جھکا اور بلیک زیرو اچھل کر دروازے کی طرف بھاگا۔ عمران نے قہقہہ لگایا۔ وہ تو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا۔ بلیک زیرو رک کر مڑا اور متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"اب میں پاگل نہیں ہوں گدھے۔" عمران مسکرایا۔ "میری یادداشت واپس آ گئی ہے۔ لا نکالو میرے ساڑھے پانچ روپے جو تم نے اس دن ادھار لیے تھے۔"

"اوہ ....." بلیک زیرو ہنس پڑا۔

تھوڑی دیر بعد عمران اس ہنگامے کی وجہ بیان کر رہا تھا۔

"مجبوراً سر پر چوٹ کھانی پڑی تھی۔ اب تم میرا سامان اس فلیٹ سے ہٹواؤ۔ آئندہ وہاں نہ رہ سکوں گا۔ خدا مسز پٹھا کیا کے گناہ معاف کرے ..... ہنسو نہیں ..... مطلب یہ کہ .... خیر ہاں .... تو کہنے کا مطلب یہ کہ وہ محض آلۂ کار تھی ..... اگر وہ سر پھاڑنے پر آمادہ نہ ہوتی تو کسی گاڑی ہی سے ٹکرانا پڑتا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح اسپتال ہی کے توسط سے گھر پہنچ جاؤں ..... نہ پہنچتا تو اس وقت پڑوسی مجھے یتیم سمجھتے ..... ہاں ایسی ہی بات تھی اگر قبلہ والد صاحب کو ان خطرات سے آگاہ کرتا جن میں وہ گھرے ہوئے تھے تو انہیں اس پر قطعی یقین نہ آتا۔ لہٰذا.....!"

"تو کیا ڈائریکٹر صاحب نے آپ کو آزاد کر دیا تھا.... میں نے سنا تھا کہ انہوں نے آپ کو ایک کمرے میں بند کر رکھا ہے اور قفل کی کنجی ہر وقت اپنے پاس ہی رکھتے ہیں۔"

"ٹھیک سنا تھا کمرہ اس وقت بھی مقفل ہو گا.... یہ بھی ایک راز ہے جس کا کسی کو علم نہیں۔ وہ میرا ذاتی کمرہ ہے سب سے الگ تھلگ! ہمیشہ سے اسی میں رہا ہوں۔ ایک بار کچھ دنوں کے لیے عمارت خالی ہو گئی تھی.... پرانا قصہ ہے.... میں نے ملازموں کو بھی چھٹی دے کر وہاں رات

پہلی کام کیا تھا اور ایک چور دروازہ بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ بھئی بڑی محنت کرنی پڑی ہے اس سلسلے میں بار بار اس کمرے سے اس کمرے میں بھاگنا پڑتا تھا۔ مقصد یہی تھا کہ کسی طرح اس کمرے میں پہنچ جاؤں جس میں چور دروازہ ہے پھر وہیں جم گیا تھا۔ جانتا تھا کہ بند ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ جن حرکتوں کی بنا پر بند کیا گیا تھا ان کے بغیر قبلہ والد صاحب کے غیر ملکی مہمانوں کی شکلیں نہ دیکھ سکتا۔ ٹھہرو سنتے رہو..... ہاں اب انہیں کی طرف سے آ رہا ہوں۔ کوئی چار ماہ پہلے کی بات ہے کہ لندن آفس سے مجھے اس اسکیم کی اطلاع ملی تھی ..... ہمارے یہاں ایک خطرناک قسم کا غیر ملکی جاسوس قید تھا لیکن وہ دراصل برطانوی حکومت کا قیدی تھا۔ ایسا قیدی جس کے متعلق ابھی تک فیصلہ نہ ہو سکا تھا کہ وہ صحیح آدمی ہے بھی یا نہیں ..... اس لیے اس کے مسئلے میں کافی راز داری برتی جا رہی تھی اسکاٹ لینڈ یارڈ سے دو آدمی آنیوالے تھے اسے لینے کے لیے .... اور ایک ایسا آدمی برما سے آنے والا تھا جو اس جاسوس کی شناخت کر سکتا۔ بہر حال لندن آفس سے مجھے اطلاع ملی کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے دونوں آفیسر والد صاحب کے مہمان ہوں گے اور جاسوس کی شناخت ہو جانے پر بہت خاموشی سے اسے اپنے ساتھ لندن لیجائیں گے۔ ایک دوسرا ملک بھی اس جاسوس میں دلچسپی لے رہا تھا۔ دراصل اس کے ایجنٹوں سے اس کے متعلق میرے ایجنٹوں کو معلوم ہوا تھا۔ اس ملک کے ایجنٹوں کی اسکیم یہ تھی کہ وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے آفیسروں کو راستے ہی سے غائب کر دیں اور ان کے کاغذات پر قبضہ کر کے والد صاحب کے مہمان ہو جائیں۔ اور پھر جاسوس کو شناخت سے پہلے ہی اڑائیں۔ وہ دراصل اسی ملک کا جاسوس تصور کیا جاتا ہے جس کے ایجنٹ اڑا لے جانا چاہتے تھے۔ ہاں تو اس کے لیے انہوں نے بڑے پاپڑ بیلے تھے۔ ان دونوں آفیسروں کے ہمشکل تلاش کئے .... اور انہیں اس کام پر مامور کیا۔ مجھے لندن ہی کے آفس سے یہاں کی ایک لڑکی کا نام اور پتہ معلوم ہوا تھا جو اسی ملک کی ایجنٹ تھی۔ میں نے اس پر ڈورے ڈالے .... اسی سے کسی کبڑے کا علم ہوا .... جو ان دنوں شاید شہر میں موجود نہیں تھا۔ بہر حال میں نے صفدر اور خاور کو اس کی تلاش پر مامور کر دیا۔ میرا اندازہ تھا کہ لڑکی محض ایک معمولی سی ایجنٹ ہے اور کسی دوسرے سے احکامات حاصل کرتی ہے جو کبڑے کے ذریعہ اس تک پہنچتے ہیں۔"

"مگر کبڑا بھی کوئی معمولی آدمی نہیں معلوم ہوتا۔" بلیک زیرو نے کہا اور صفدر کی کہانی

دہرائی....!

"ہاں ہو سکتا ہے.... کئی چکر معلوم ہوتے ہیں۔ کئی ممالک کے جاسوس۔ گہری نظر رکھنی پڑے گی۔ اب یہ تم نے کسی ایسے آدمی کا بھی تذکرہ کیا ہے جس سے کبڑا بھی خائف ہے.... اسے بھی دیکھنا پڑے گا...."

"وہ بھی آسانی سے پہچانا جاسکے گا بڑی عجیب شکل ہو گی جناب.... پیشانی سے ناک تک چہرہ دو حصوں میں تقسیم ہے۔"

"یقین نہیں آتا۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ "خیر دیکھا جائے گا۔ ہاں تو اس چکر میں آگئے تھے قبلہ والد صاحب! مگر چونکہ انہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے اس لیے سر پر چوٹ بھی کھانی پڑی اور مجنوں بھی بننا پڑا خیر.... ہاں تو وہ لڑکی ایک رات قتل کر دی گئی۔ مارتھا نام تھا.... لیکن اس کے قتل میں بھی کبڑے یا اس کے آدمیوں کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ وہ رقابت کی بنا پر قتل ہوئی تھی۔ پانچ آدمیوں پر شبہ ہے مجھے۔ ان میں سے ایک یقینی طور پر اس کا قاتل ہے.... خیر یہ پولیس کیس ہے.... اچھا اب سنو!"

عمران نے ایک طویل سانس لی اور سوچنے لگا۔ بلیک زیرو نے کہا۔ "لیکن آپ کا معائنہ تو کئی اسپیشلسٹوں نے کیا تھا اور میری معلومات کے مطابق ان کا متفقہ فیصلہ یہی تھا کہ آپ یادداشت کھو بیٹھے ہیں۔"

"ترکیب نمبر پانچ۔" عمران نے بائیں آنکھ دبائی۔ "بس معائنے سے پہلے ایک چٹکی چڑھا لیتا تھا۔ میری اپنی دریافت ہے.... ایک پودے کی پتیوں پر پایا جانے والا بھورے رنگ کا سفوف جو تقریباً دو گھنٹے کے لیے عارضی طور پر ذہنی اور اعصابی اختلال میں مبتلا کر دیتا ہے۔"

"کمال ہے جناب۔ اب سر کے زخم کا کیا حال ہے؟"

"ٹھیک ہی ہے...." عمران نے پھر ٹھنڈی سانس لی۔ "بہت کام کرنا پڑے گا۔ کہانی لمبی معلوم ہوتی ہے.... کبڑا میرے لیے ایک مستقل الجھن بنا ہوا ہے.... اچھا بھئی اب چلا....!"

O

یہ کہانی گھر میں ہر ایک کو معلوم ہو چکی تھی۔ اماں بی جیسی سنجیدہ عورت بھی بے ساختہ ہنس پڑی تھیں اور ثریا کا تو برا حال تھا اس طرح پیچ و تاب کھا رہی تھی جیسے عمران کی بوٹیاں ہی نوچ

ڈالے گی۔ اس کا کمرہ اب بھی مقفل ہی تھا۔ رحمان صاحب پہلے تو یہی سمجھے تھے کہ کسی نے کھول دیا ہو گا۔ لیکن پھر؟ بہر حال کمرہ کھولنے سے پہلے ہی انہیں بیگم صاحبہ کو مطمئن کرنا تھا۔

کمرہ کھولا گیا اور رحمان صاحب بوکھلا کر پیچھے ہٹ آئے۔ عمران سامنے ہی پڑا بے خبر سو رہا تھا۔ جتنی دیر میں کسی کو کچھ کہنے سننے کا ہوش آتا ثریا جھپٹ کر ٹھنڈے پانی کی بالٹی اٹھا لائی۔ پھر قبل اس کے کہ کوئی اسے روک سکتا.... وہ سوئے ہوئے عمران پر خالی بھی ہو گئی۔

"ہولی فادر...." عمران دہاڑتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ "اب اردو میں ارے باپ رے.... ہائیں!" وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا.... پھر بولا۔ "میں کہاں۔ ارے اماں بی.... آداب.... اور ڈیڈی.... آداب آداب.... ثریا.... تین بار آداب.... میں یہاں کیسے؟"

"یادداشت واپس آگئی نا؟" ثریا نے برا سا منہ بنا کر پوچھا۔

"بب بالکل!" عمران سردی سے کانپتا ہوا بولا۔ "سردیوں میں ٹھنڈا پانی پہلے مزاج پوچھتا ہے اور پھر یادداشت بھی واپس لے آتا ہے.... الحمدللہ....!"

"سور.... کہیں کا۔" رحمان صاحب آہستہ سے بڑبڑائے اور دوسری طرف چلے گئے....!

O

دوسری شام کو عمران نے دانش منزل سے رحمان صاحب کو رنگ کیا تھا اس کیس کے مختلف پہلوؤں پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ پھر رحمان صاحب نے کہا۔ "آخر کبڑے کو کیوں روکا جائے۔ ان لوگوں نے اس بے چارے پر بھی تو ظلم کیا تھا۔"

"جی نہیں!" عمران نے جواب دیا۔ "محض ایک ڈرامہ تھا جو آپ کے لیے اسٹیج کیا گیا تھا۔ کبڑا خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ انہوں نے قیدی کو لے بھاگنے کی اسکیم تو بنائی تھی اور انہیں یقین تھا کہ وہ اس میں کامیاب بھی ہو جائیں گے۔ لیکن قیدی سے متعلق چند کاغذات کا مسئلہ پھر بھی باقی رہتا۔ کاغذات آپ کی تحویل میں تھے.... وہ آپ کو کبڑے کے مکان میں اسی لیے لے گئے تھے کہ کاغذات حاصل کر سکیں لیکن انہیں یقین نہیں تھا کہ آپ آسانی سے شکست تسلیم کر لیں گے۔ لہٰذا یہ پروگرام بنایا تھا کہ ناکامی کی صورت میں آپ کو کبڑے کے ساتھ قید کر دیں گے.... اور کبڑا آپ کا ہمدرد بن کر کاغذات کا سراغ پانے کی کوشش کرے گا وہ انتہائی مکار آدمی ہے۔"

"لیکن کبڑے نے قطعی طور پر زبان بند کرلی ہے....!"

"مشکل ہی سے قابو میں آئے گا....!" عمران نے کہا۔

"مگر تم اس کے مکان تک کیسے پہنچے تھے؟"

"آپ کی گاڑی کی ڈکی میں چھپ کر....!"

"کمرے سے کیسے نکلے تھے....؟"

"وہ .... اوہ .... اوہ ....!" عمران ماؤتھ پیس میں ہکلایا۔ "ہائیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے.. مجھے.... شش شاید میں پھر سب کچھ بھولتا جارہا ہوں.... سلامالیکم....!"

اس نے سلسلہ منقطع کردیا....!

عمران سیریز نمبر 41

بے آواز سیارہ

دوسرا حصہ

O

صفدر کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکا کہ اس دوران میں کیا کچھ ہو چکا ہے۔ اس لیے وہ کبڑے کو سارے شہر میں تلاش کرتا پھر رہا تھا۔

عمران کے متعلق بھی اسے کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ عمران کی ٹیم میں شاید صفدر اور جوزف ہی ایسے تھے جنہیں اب بھی یقین تھا کہ اس کی یادداشت واپس نہیں آ سکی۔ ان کی اس لاعلمی کی وجہ یہی تھی کہ عمران اپنی کسی نئی اسکیم کے تحت انہیں "بے خبر" ہی رکھنا چاہتا تھا۔

رحمان صاحب نے گھر والوں کو سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ عمران کی صحیح الدماغی کی "خوشخبری" کسی کو بھی نہ دیں.... وہ اب بھی ان کی کوٹھی کے اسی کمرے میں مقید تھا۔

کیپٹن فیاض کو اب بھی مارتھا کے قاتل کی تلاش تھی.... اور وہ خوفناک چہرے والا اسے اکثر خواب میں بھی نظر آتا تھا جس سے ایک بار شہر کی ایک سنسان سڑک پر مڈبھیڑ ہوئی تھی۔

اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کے محکمے کے ڈائریکٹر جنرل پر کیا کچھ گذر چکی ہے.... اور وہ تو اس کبڑے کے وجود سے بھی لاعلم تھا جسے ان دنوں سنٹرل جیل کی ایک کوٹھری میں رکھ کر زبان کھولنے پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ پھر ان قیدیوں کے بارے میں وہ کیا جان سکتا جو ڈائریکٹر جنرل کے ساتھ ایک بہت بڑا فراڈ کرنے والے تھے۔ ان قیدیوں کی تو کسی کو ہوا بھی نہیں لگ سکتی تھی اور وہ براہ راست چند مخصوص آفیسروں کے سپرد کر دیئے گئے تھے۔

صفدر آج بھی چنگ شی کے چانڈو خانے کے چکر کاٹ رہا تھا۔ اس توقع پر کہ شاید وہیں کبڑے سے ملاقات ہو جائے۔ اسے یقین تھا کہ ایک بار چنگ شی اور کبڑے کے درمیان

جو جھڑپ ہوئی تھی۔ وہ سو فیصدی اداکاری تھی۔ دونوں کے درمیان کسی قسم کا خاص تعلق ضرور موجود تھا۔ صفدر نے اسے محض ایک معمولی گاہک کبھی نہیں سمجھا تھا۔

ادھر چند دنوں سے چلبلی فطرت رکھنے والی چنگ شی کچھ بجھی بجھی سی دکھائی دے رہی تھی۔ صفدر نے کئی بار افسردگی کی وجہ معلوم کرنی چاہی لیکن چنگ شی کا جواب صرف ایک مضمحل سی مسکراہٹ ہوتی۔

آج صفدر نے سوچا تھا کہ وہ اس کبڑے کے متعلق ضرور پوچھے گا۔

چنگ شی نے اس طرح پلکیں جھپکائی تھیں جیسے حافظے پر زور دینے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر بولی۔ "اچھا وہ سوّر.... میں نہیں جانتی کہ وہ ادھر کچھ دنوں سے دکھائی کیوں نہیں دیا۔"

"میں اس کے لیے متفکر ہوں۔" صفدر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیوں؟ ارے تم اس کے لیے متفکر ہو؟" چنگ کا لہجہ متحیرانہ تھا۔

"ہاں! مجھے اس سے ہمدردی ہے۔ اس رات والے جھگڑے کے بعد سے ہم گہرے دوست بن گئے تھے۔ ارے چنگ سوئیٹ.... وہ تو فلاسفر ہے فلاسفر.... بڑا گریٹ آدمی ہے اور سنو۔ اچھا ٹھہرو.... مجھے اس کا نام تو بتاؤ۔"

"نام" چنگ شی ہنس پڑی۔ "اس نے مجھے آج تک اپنا نام نہیں بتایا۔ کہتا ہے جو چاہے کہہ لو.... پاگل کتے کے نام سے بھی پکار سکتی ہو!"

"وہ خاموش ہو کر پھر ہنسی اور بولی۔ "میں تو اسے "ہنچ بیک آف ٹمبکٹو" کہتی ہوں۔"

"ہنچ بیک آف ناترے ڈیم' پڑھی ہے تم نے....؟"

"اوہ سوئیٹ!" وہ مٹھیاں بھینچ اور آنکھیں میچ کر بولی۔ "کئی بار.... اوہ بہت حسین.... ہائے کیا چیز ہے.... سنو! مجھے اس کے بہتیرے مکالمے زبانی یاد ہیں۔"

"اس نے مجھے اپنا نام ہمبگ دی گریٹ بتایا تھا۔" صفدر نے ٹھنڈی سانس لی۔

چنگ اسے پرتشویش نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ دیکھو! تم اس کے چکر میں نہ پڑنا مجھے تو وہ کوئی بہت پراسرار اور خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں یہی نہیں سمجھ سکتی کہ وہ یہاں آتا ہی کیوں ہے جب کہ کسی قسم کے نشے کا شائق بھی نہیں ہے۔

"واقعی!" صفدر کے لہجے میں سوالیہ استعجاب تھا۔

"یقین کرو....."

"تب تو واقعی سوچنا پڑے گا۔" صفدر جلدی سے بولا۔ "چنگ کہیں وہ کوئی سرکاری آدمی تو نہیں ہے؟"

"ہوا کرے۔" چنگ نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ "میرا بزنس صاف ہے۔"

"بزنس کو چھوڑو۔ یہاں ہر طرح کے آدمی آتے ہوں گے۔"

"ہاں۔" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "ممکن ہے۔ مگر مجھے کیا۔ کسی کی پیشانی پر تو تحریر نہیں ہوتا کہ وہ کیسا آدمی ہے۔ یہاں خونی بھی آتے ہوں گے۔ پھر مجھ پر تو اس کی ذمہ داری عاید نہیں ہوتی۔"

"ایسا حیرت انگیز آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا.....!"

"کیوں کیا تم اس کے متعلق کچھ اور بھی جانتے ہو؟"

"کاش کچھ اور بھی معلوم ہو سکا ہوتا...."

"اوہو۔ تم تو ایسی باتیں کر رہے ہو جیسے واقعی اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کر چکے ہو۔"

"نہیں ابھی تک کچھ نہیں معلوم کر سکا لیکن معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں؟"

"میں اچھا آدمی نہیں ہوں اس لیے مجھے الجھن ہو جاتی ہے اگر کوئی خواہ مخواہ میری طرف متوجہ ہوتا ہے۔"

"تو کیا سب سے پہلے اس نے ہی تم میں دلچسپی لی تھی؟"

"یقیناً۔ وہ رات یاد کرو۔ جب تمہارے بیڈ روم میں بات بڑھ گئی تھی۔"

"مجھے یاد ہے۔" چنگ شی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

"وہ کیوں گھس آیا تھا؟"

"اف۔ فوہ! یہی تو میں آج تک سوچتی ہوں۔ اس سے پہلے کبھی کسی نے میری اجازت کے بغیر خواب گاہ میں گھسنے کی ہمت نہیں کی تھی۔"

"اسی لیے مجھے اس کے متعلق بہت کچھ سوچنا پڑا ہے۔"

"کیا سوچنا پڑا ہے....؟"

"یہی کہ وہ میرے متعلق معلومات فراہم کرنا چاہتا ہے۔"

"سی۔ آئی۔ ڈی.... والا۔"

"پھر کون ہوگا؟" صفدر جھلا گیا۔

"تم خائف ہو؟"

"کیوں نہ ہوں۔ جب کہ پولیس کے پاس میرا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔"

"ارے تو کیا سچ مچ تم برے آدمی ہو؟"

"ہاں۔ اے اچھی عورت۔" صفدر کے لہجے میں تمسخر تھا۔

"تو یہاں کیوں مرنے آتے ہو؟ جاؤ نکلو۔" نہ جانے کیوں وہ یک بیک بپھر گئی۔ "دفع ہو جاؤ۔ ورنہ میں پولیس کو فون کردوں گی۔"

صفدر نے اسے خونخوار انداز میں گھورا۔ پھر اٹھا۔ سر پر فلٹ ہیٹ جمائی اور اسے تیکھی نظروں سے دیکھتا ہوا صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

O

ہمبگ دی گریٹ نئے جہانوں کی سیر کر رہا تھا۔ یعنی ٹانگیں اوپر تھیں اور کھوپڑی نیچے۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی مردہ کچھوے کو الٹا لٹکا دیا گیا ہو۔ اس طرح الٹے لٹکے ہوئے اس نے دس گھنٹے بخیر و عافیت گذار دیے تھے۔

اگر پلکیں نہ جھپک رہی ہوتیں تو شاید اس پر کسی لاش ہی کا دھوکا ہوتا۔ چہرہ سپاٹ تھا۔ جذبات سے عاری۔ کرب کے آثار تو چہرے پر اس وقت بھی نہیں نظر آئے تھے۔ جب اس پر بیدوں کی بارش ہوئی تھی اور مرمت کرنے والوں کو الگ جا کر آپس میں کھسر پھسر کرنی پڑی تھی۔ "یار یہ تو بالکل ایسا ہی لگتا ہے جیسے ہم کسی ربڑ کے مجسمے پر اپنی قوت ضائع کر رہے ہوں۔"

وہ دونوں آفیسر جو اس سے حقیقت اگلوانے پر مامور کیے گئے تھے کچھ دیر بعد بری طرح نروس نظر آنے لگے۔

دفعتاً کبڑے نے چبھتے ہوئے مگر پرسکون لہجے میں کہا۔ "اب آخری تدبیر مجھ سے سنو میری کھوپڑی کے نیچے آگ روشن کرو اور اس پر تیل سے بھری ہوئی ایک کڑھائی رکھ دو پھر میری کھوپڑی میں اتنا بڑا سوراخ کرو کہ مغز بوندوں کی شکل میں ٹپکنے لگے۔ بس یہی ایک طریقہ ہے جسے

اختیار کرنے کے بعد تم مجھ سے ایک بڑے راز کی بات معلوم کر سکو گے۔"

"اے کیوں زچ کر رہا ہے چھوے کی اولاد۔" ایک آفیسر نے بے بسی سے ہنس کر کہا۔

"اچھا تو قریب آؤ۔ میں تمہیں بتا ہی دوں۔"

آفیسر بڑی سنجیدگی سے اس کے قریب آکر جھکا۔

"بتا ہی دوں؟" کبڑے نے آہستہ سے پوچھا۔

"ضرور۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں انعام بھی دلوائیں گے۔" آفیسر نے بڑے خلوص سے کہا۔

"اچھا تو سنو! میں اس کو بڑ سمیت پیدا ہوا تھا۔"

"کیا بات ہوئی.... !"

"ارے واہ.... کچھ بات ہی نہ ہوئی۔ میری ماں مجھے جنم دیتے ہی مر گئی ہو گی۔"

"کیا بک رہے ہو؟"

ہمبگ دی گریٹ نے قہقہہ لگایا۔ بے تحاشہ ہنستا رہا۔ "مجھے بڑی لذت محسوس ہوتی ہے جب سوچتا ہوں کہ میری ماں اس طرح مر گئی ہو گی۔"

آفیسر نے جھلا کر دونوں ہاتھ اس کے منہ پر مارے۔ لیکن وہ اسی طرح ہنستا رہا۔

پھر آفیسر وہاں سے ہٹ کر دوسرے کمرے میں آیا اور فون پر ڈائریکٹر جنرل صاحب کے نمبر ڈائیل کیے....!

"ہیلو!" دوسری طرف رحمان صاحب ہی تھے۔

"قریشی.... سر....!"

"ہاں.... کیا رہا....!"

"اذیت رسانی کی بھی حد ہو چکی ہے جناب۔" آفیسر نے کہا۔ "میری دانست میں وہ صحیح الدماغ نہیں ہے۔ ہم ان دونوں کے متعلق اس سے زیادہ اور کچھ نہیں معلوم کر سکے کہ وہ ایک کالے آدمی کی مدد سے وقتاً فوقتاً اس کے مکان کو استعمال کرتے رہتے تھے۔"

"وقتاً فوقتاً....؟"

"جی ہاں۔ کالا آدمی تو اسے بہت دنوں سے پریشان کرتا رہا ہے۔ لیکن ان دونوں غیر ملکیوں

نے تھوڑے ہی دنوں سے وہاں اپنی حرکتیں شروع کی تھیں۔ جب وہ پہلی بار آئے تھے تو کالا آدمی بھی ان کے ساتھ تھا اور اس نے کبڑے کو دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے انہیں وقتاً فوقتاً اپنا مکان نہ استعمال کرنے دیا تو وہ اسے مار ڈالیں گے۔"

"وہ کن اوقات میں اور کس سلسلے میں اس کا مکان استعمال کرتے تھے؟"

"دو یا ڈھائی بجے رات کو وہ دونوں وہاں پہنچتے تھے اور ایک عجیب قسم کی مشین پر کسی کو پیغامات بھیجتے تھے اور اسی مشین پر کسی نامعلوم جگہ سے پیغامات وصول کرتے تھے۔"

"مشین کی ساخت....؟"

"غالباً مشین سے اس کی مراد ٹرانسمیٹر ہے۔ کیونکہ میں نے بھی ساخت کے متعلق استفسار کیا تھا۔ جواب میں اس نے جو کچھ بتایا اس سے ٹرانسمیٹر ہی....!"

"خیر۔ اس کالے آدمی کا حلیہ بتاؤ۔"

"لاکھوں میں پہچانا جا سکے گا۔ اگر اس نے حلیہ صحیح بتایا ہے۔ کہتا ہے اس کا چہرہ پیشانی سے ناک کی نوک تک دو حصوں میں منقسم معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا؟"

"مجھے یقین نہیں آیا جناب! اس کے بیان کے مطابق وہ شاید تلوار یا تبر کے زخم کا نشان ہے۔"

"اچھا ٹھہرو! اب اسے اذیت نہ دو۔ دوسرے احکامات کا انتظار کرو۔"

سلسلہ منقطع ہو گیا۔ آفیسر نے طویل سانس لی اور ریسیور کریڈل میں رکھ دیا....!

O

کیپٹن فیاض بے خبر سو رہا تھا۔ پھر یک بیک.... آنکھ کیسے کھلی تھی؟ کیا وہ آواز تھی کسی قسم کی۔ اپنی خواب گاہ میں تنہا سوتا تھا۔ لیکن دروازے کی ایک کنجی بیگم فیاض کے پاس بھی رہتی تھی اور دروازہ اندر سے مقفل کیے جانے پر باہر سے بھی کھولا جا سکتا تھا۔

فیاض نے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑیں کیونکہ اب وہ قدموں کی آواز بھی سن رہا تھا۔

دروازہ مقفل کر کے سویا تھا۔ اس لیے صرف برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔ بیوی کی یہ حرکت اسے بے حد گراں گزرتی تھی۔ اکثر کہہ بھی دیتا۔ "بھئی اگر تم پر اختلاج قلب کے دورے پڑتے ہیں تو

مجھے بے خوابی میں نہ مبتلا کیا کرو۔"

وہ اکثر سوتے سوتے جاگتی اور کسی الجھن میں مبتلا ہونے کے بعد فیاض کی خواب گاہ ہی کا رخ کرتی خواہ رات کے دو بجے ہوتے۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی خواب گاہ کی ایک کنجی اپنے پاس رکھتی تھی....!

"چٹ....!" کمرہ روشن ہو گیا.... لیکن فیاض اس طرح اچھلا تھا جیسے کسی نے پلنگ کے نیچے سے ٹھوکر ماری ہو۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہاتھ پیروں میں جان ہی نہ رہی ہو۔

"کپتان صاحب! بیٹھے رہیئے خاموشی سے...." کمرے میں تیز قسم کی سرگوشی گونجی۔

فیاض اس کے خلاف کیسے کرتا جب کہ ریوالور کی نال اسی کی طرف اٹھی ہوئی تھی....اور ریوالور بھی ایک ایسے آدمی کے ہاتھ میں.... جس کا چہرہ.... دو حصوں میں منقسم تھا....ایک بھیانک رات کا تصور فیاض کے ذہن میں رینگنے لگا۔

خوفناک آدمی نے ٹھوکر سے ایک کرسی کھسکائی اور ریوالور کا رخ فیاض ہی کی طرف کیئے ہوئے بیٹھ گیا....!

فیاض پلکیں جھپکائے بغیر اسے گھورے جا رہا تھا....دفعتاً خوفناک آدمی کے ہونٹ پھیل گئے! پتہ نہیں یہ مسکراہٹ تھی یا عادتاً ہونٹوں میں صرف کھنچاؤ پیدا ہوا تھا؟ فیاض اس کی آنکھوں میں اس قسم کی کوئی تبدیلی نہ دیکھ سکا کہ جسے جذباتی تغیر کا نتیجہ کہا جاسکتا۔

"میرا نام.... نردوا ہے کیپٹن.... پٹلو نردوا.... او پیلو نردوا نہ سمجھ بیٹھنا۔ میں نے آج تک ایک مصرعہ بھی نہیں کہا۔" خوفناک آدمی بولا۔

دفعتاً فیاض نے سنبھالا لیا اور آواز غصیلی بنا کر بولا۔ "کیا میں اس طرح آنے کا مقصد پوچھ سکتا ہوں؟"

"آج میں گرفتار ہونے آیا ہوں کیپٹن!"

"بھاگ جاؤ۔ مجھے غصہ نہ دلاؤ۔" فیاض نے آنکھیں نکالیں۔

"معلوم ہے۔" خوفناک آدمی کا لہجہ طنزیہ تھا۔ "آپ لوگ بہت ذہین ہیں۔ اتنا بھی نہ ہو سکا اس کبڑے کی اصلیت ہی معلوم کر لی جاتی۔"

"کیا مطلب؟ کیسا کبڑا....؟ میں سمجھا نہیں۔!"

"وہی کبڑا جو سنٹرل جیل کی ایک تاریک کوٹھری میں الٹا لٹکا ہوا تھا۔"

"تم پتہ نہیں کہاں کی اڑا رہے ہو۔"

"اوہ.... تو کیا آپ نہیں جانتے؟ مجھے حیرت ہے۔"

"میرا وقت نہ برباد کرو۔" فیاض نے برا سا منہ بنایا۔

"سمجھا!" خوفناک آدمی نے متفکرانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "آپ شاید لاعلم ہیں ممکن ہے آپ کے ملک میں سپرنٹنڈنٹ کوئی اہمیت نہ رکھتا ہو۔ ہاں ٹھیک ہے اسی لیے تو ڈائریکٹر جنرل بھاگے بھاگے پھرا کرتے ہیں۔"

"میں کچھ بھی نہیں سمجھا دوست!" دفعتاً فیاض کا لہجہ بے حد نرم ہو گیا۔

انہوں نے ایک کبڑے کو پکڑوا کر کئی دنوں تک الٹا لٹکائے رکھا۔ ایذا رسانی کی حد کر دی لیکن اس سے اعتراف جرم نہ کرا سکے۔ پھر آخر کار اسے چھوڑ ہی دینا پڑا۔"

"تب پھر تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ اس پر الزام کیا تھا؟"

"جانتا ہوں۔ ڈائریکٹر جنرل کا خیال تھا کہ وہ کسی تخریب پسند مملکت کا ایجنٹ ہے۔"

یک بیک فیاض نے اس پر چھلانگ لگائی۔ لیکن خوفناک اجنبی غافل تو نہیں تھا۔ فیاض کرسی سمیت دوسری طرف الٹ گیا۔ پٹلو نردوا دور کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"کیپٹن پلیز۔" ریوالور کی نال پھر سیدھی ہو گئی۔

فیاض اٹھا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا جس پر سیاہ پردہ کھینچ دیا گیا تھا۔

"نو.... نو.... مائی ڈیئر۔" پٹلو نردوا سر ہلا کر بولا۔ "ہاں ٹھیک ہے! کرسی سمیت فرش پر ڈھیر ہونے کی آواز دور تک پھیلی ہو گی لیکن.. کوئی یہاں تک آنیکی زحمت نہیں گوارہ کرے گا۔"

"کیوں؟" فیاض جو غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا دہاڑا۔

"وہ احمقوں کی طرح کچی نیند نہیں سوتے۔"

فیاض یک بیک پھر نرم پڑ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔

"غالباً ذہین کیپٹن کی سمجھ میں پوری بات آ گئی ہے۔" پٹلو نردوا بھی جواباً مسکرایا۔

"میں سنتھیلک گیس کی ہلکی سی بو محسوس کر رہا ہوں۔"

"لیکن یہاں اس کمرے میں یہ اتنی ناکافی ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی بے ہوش نہیں ہو

سکتا۔" پٹلو نرودا نے کہا۔

"تم حد سے بڑھتے جارہے ہو۔"

"بیٹھ جائیے کیپٹن! محکمہ سراغرسانی میں آپ سے زیادہ ذہین اور پھرتیلا آفیسر یہاں اور کوئی نہیں۔ میں دل سے آپ کی قدر کرتا ہوں۔"

"اور تم اس لڑکی کے قاتل بھی ہو۔ کیوں؟"

"وہم ہے آپ کا لیکن میں قاتل کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ وہ لڑکی رقابت یا جوش انتقام کا شکار ہوئی تھی۔ بالکل غلط خیال ہے۔"

"پھر....!"

"وہی کبڑا اس قتل کا ذمہ دار ہے لیکن آپ کے فرشتے بھی اسے کسی عدالت میں نہ پیش کر سکیں گے۔"

"کیا اس کبڑے سے تمہارا جھگڑا ہے؟"

"ہاں۔ اور آپ کے محکمے سے بھی.... ذرا 1920ء کا گرین فائیل ریکارڈ روم سے نکلوا کر ملاحظہ فرمالیجئے گا....!"

"تم اس کبڑے کے سلسلے میں ہماری مدد کرنا چاہتے ہو۔"

"چلئے بات سمجھ میں تو آئی۔" پٹلو نرودا نے قہقہہ لگایا۔

"میں ایسے لوگوں کی قدر کرتا ہوں۔"

"لیکن موقع مل جائے تو چھوڑتا بھی نہیں۔ کیوں؟" پٹلو پھر ہنس پڑا۔

"پکی بات ہے۔ محتاط رہنا۔" فیاض خوش دلی سے مسکرایا۔

پٹلو نرودا بھی ہنستا تھا پھر یک بیک اس کی آنکھوں میں گہری سنجیدگی کے آثار نظر آئے تھے۔

"ڈائریکٹر جنرل کے لڑکے کا پاگل پن۔" فیاض کچھ کہتے کہتے رک گیا اور نرودا متحیرانہ انداز میں چونک پڑا۔

"کمال ہے۔" وہ فیاض کی آنکھوں میں گھورتا ہوا بولا۔ "بھلا آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں اس وقت اسی کے متعلق گفتگو کرنے آیا ہوں۔"

فیاض نے فخریہ انداز میں شانوں کو جنبش دی اور چہرے پر اکتاہٹ کے آثار پیدا کر کے

بڑبڑایا۔ "پانچ گھنٹوں کی نیند بھی میرے مقدر میں نہیں۔"

"مجھے صرف اتنا ہی معلوم کرنا ہے کہ ڈاکٹر داور کی لیبارٹری سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

"کس کا تعلق؟" فیاض کو پھر چونکنا پڑا۔

"شاید آپ کو ان معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔" فیاض بولا۔ "اگر...."

"ٹھہریئے۔ میرا خیال ہے کہ ڈائریکٹر جنرل کے لڑکے نے کبھی کسی معاملے میں ڈاکٹر داور کی مدد بھی کی تھی۔"

"ممکن ہے۔ میں نہیں جانتا۔"

"کسی طرح اس تک یہ خبر پہنچا دیجئے کہ ڈاکٹر داور پھر خطرے میں ہے۔"

"تم آخر آئے کیوں ہو؟" فیاض کا پارہ پھر چڑھ گیا۔

"میں یہ بتانے آیا ہوں کہ تم بھی خطرے میں ہو۔ تمہارا ملک خطرے میں ہے کبڑا ایسی حرکتیں کر رہا ہے جن کی بنا پر دنیا تیسری جنگ عظیم کی لپیٹ میں آسکتی ہے۔"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی.... اور فیاض نے میز کی طرف بڑھنا چاہا۔

"ٹھہریئے!" نرودا آگے بڑھتا ہوا بولا۔ ریوالور کا رخ اب بھی فیاض ہی کی طرف تھا۔

نرودا نے ریسیور اٹھایا۔ کال ریسیو کی اور برا سا منہ بنائے فیاض کی طرف مڑا۔

"کوئی محترمہ ہیں۔ سنبھالئے لیکن یہ نہ بھولئے گا کہ میرے ہاتھ میں خالی ریوالور نہیں ہے۔"

فیاض نے جھپٹ کر ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو کیپٹن.... میں شمی بول رہی ہوں...."

"میں نہیں پہچان سکا محترمہ" فیاض نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ڈڈ۔ ڈاکٹر داور میرے ڈیڈی ہیں...."

"اوہ سمجھ گیا.... فرمایئے!"

"فوراً آیئے تجربہ گاہ کی طرف.... میں گھر میں تنہا ہوں.... ڈیڈی نے ابھی مجھے تجربہ گاہ ے فون پر اطلاع دی ہے کہ میں ڈائریکٹری میں آپ کے نمبر دیکھ کر آپ کو رنگ کروں۔ وہ رے میں ہیں۔"

"لیکن کیا وہ تجربہ گاہ ہی سے براہ راست رنگ نہیں کر سکتے تھے...؟"

"انہیں آپ کے نمبر یاد نہیں تھے شاید.... اور شاید ان کے پاس اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ وہ خود ہی ڈائریکٹری میں آپ کے نمبر تلاش کر سکتے۔"

"تو میں کہاں پہنچوں؟"

"تجربہ گاہ میں.... جلدی کیجئے۔ میں رحمان چچا کو بھی فون کر رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ فیاض ریسیور رکھ کر مڑا۔

لیکن اس طرح اچھل پڑا جیسے کسی نے سر پر لٹھ رسید کر دیا ہو۔ کمرہ خالی۔ بوکھلا کر باہر نکلا.... سارا گھر چھان مارا لیکن پٹلو نرودا کا کہیں پتہ نہ تھا۔

O

فیاض اور رحمان صاحب کی گاڑیاں لیبارٹری کے پھاٹک پر ساتھ ہی پہنچیں۔ چوکیدار جاگ رہا تھا۔ رحمان صاحب کو غالباً پہچانتا بھی تھا اس لیے پھاٹک کھلوانے کے سلسلے میں انہیں رسمی کاروائیوں سے نہیں گذرنا پڑا۔ رحمان صاحب نے چوکیدار سے کچھ سوالات کیے تھے اندازہ نہ کر سکے کہ چوکیدار اندر کے حالات سے باخبر ہوگا۔

"تم کیسے آئے؟" رحمان صاحب نے پھاٹک سے گذر کر عمارت کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"صاحبزادی نے مجھے فون پر اطلاع دی تھی کہ ڈاکٹر داور خطرے میں ہیں۔"

"مسلح ہو یا نہیں۔"

"جی ہاں....!"

وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ تجربہ گاہ کی عمارت پھاٹک سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھی۔ عمارت تاریک پڑی تھیں کہیں بھی روشنی نہ دکھائی دی۔ وہ وزیٹرس روم کی طرف بڑھے اور سوئچ بورڈ پر کال بیل کا بٹن دبایا۔ بار بار یہی کرتے رہے لیکن اندر سے جواب نہ ملا۔

پھر کیپٹن فیاض نے دروازے پر قوت صرف کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ رحمان صاحب اس کا شانہ چھو کر بولے۔ "ٹھہرو" چند لمحے کچھ سوچتے رہے پھر کہا۔ "تم نے غلطی کی۔ اکیلے چلے آ۔ کچھ آدمیوں کو ساتھ لانا تھا۔ جب لڑکی نے تمہیں...."

"میرے ساتھ پانچ انسپکٹر ہیں۔"

"گڈ....! تو پھر انہیں بلاؤ۔"

فیاض نے سیٹی نکالی اور اسے ہونٹوں کی طرف بڑھا ہی رہا تھا کہ رحمان صاحب کی نظر پڑ گئی۔ جھنجھلا کر بولے۔ "عجیب آدمی ہو۔ عقل استعمال کیا کرو۔ خود جاؤ باہر.... خاموشی سے لاؤ۔"

فیاض بوکھلائے ہوئے انداز میں پھاٹک کی طرف دوڑ گیا۔

رحمان صاحب بھی کھلے میں نکل آئے تھے۔ انہوں نے آس پاس کی کھڑکیوں اور دروازوں پر ٹارچ کی روشنی ڈالی اور پھر ایک جانب ان کے قدم تیزی سے اٹھ گئے۔

کھڑکی جس میں سلاخیں نہیں تھی کھلی ہوئی نظر آئی۔ لیکن اندر تاریکی تھی۔ رحمان صاحب نے ایک کنکری اٹھا کر اندر پھینکی اور تیزی سے بائیں جانب ہٹ کر دیوار سے جا لگے۔ لیکن اندر کے سناٹے میں کنکری گرنے کی آواز کے علاوہ اور کسی قسم کا تغیر نہ ہوا۔

اتنے میں پھاٹک کی جانب سے قدموں کی آوازیں آئیں۔ غالباً یہ فیاض کے ماتحت ہی تھے۔ رحمان صاحب نے ٹارچ کا رخ پھاٹک کی طرف کر کے روشنی کے سگنل دیئے اور وہ لوگ ادھر ہی چلے آئے۔ کچھ دیر بعد وہ ایک ایک کر کے کھڑکی سے گذر رہے تھے۔

رحمان صاحب نے سب سے پہلے اس حصے کا رخ کیا جہاں ڈاکٹر داور لیبارٹری ہی میں رات دن گذارنے کی صورت میں آرام کیا کرتے تھے۔ کمرہ خالی تھا۔ لیکن یہاں انہیں غیر معمولی حالات نہ دکھائی دیئے۔ ہر چیز اپنی جگہ پر تھی بستر بے شکن تھا۔ شاید کوئی اس پر بیٹھا بھی نہ ہوگا۔

پھر تین ملازمین ایک جگہ بے ہوش پڑے ملے۔ لیکن ان کے جسموں پر ضربات کے نشانات نہیں تھے۔

"غالباً کوئی نشہ آور چیز۔" رحمان صاحب ان کا جائزہ لیتے ہوئے بڑبڑائے اور فیاض کی طرف مڑ کر بولے۔ "اب تم لوگ لڑکی کی خبر لو۔ اس کے بعد یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف ایک آدمی لڑکی کے پاس رک جائے۔ فیاض تم ہی رکنا۔ بقیہ لوگ جا سکتے ہیں۔"

فیاض کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آئے۔ لیکن یہ بھی نہ کہہ سکا کہ وہ رحمان صاحب کو وہاں تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر بعد رحمان صاحب پھر ڈاکٹر داور کی خوابگاہ کی طرف واپس آ رہے تھے۔ بے ہوش آدمی جوں کے توں پڑے رہے۔

اس بار انہیں خوابگاہ کا دروازہ بند نظر آیا۔ واپسی کا مقصد یہ تھا کہ وہ خوابگاہ سے گھر فون کریں

گے۔ کوشش کریں گے کہ عمران تک ایک پیغام پہنچ جائے۔ جو ان کی دانست میں اس وقت تک اپنے کمرے میں خراٹے لے رہا ہوگا۔ وہ خیالات میں الجھے ہوئے یہاں تک آئے تھے۔ بند دروازے کو دھکا دیا اور پھر بے ساختہ اچھل پڑے کیونکہ کمرہ خالی نہیں تھا۔

"عمران....!"

پھر ان کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔ انہوں نے سوچا جب کمبخت کو اس کا بھی علم تھا تو اب تک خاموش کیوں رہا تھا۔

"کیوں؟" وہ غرائے۔

عمران اس وقت ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ڈاکٹر داور سے زیادہ ضدی آج تک میری نظر سے نہیں گذرا۔"

"کیوں؟"

"خطرہ محسوس کرنے کی وجہ بھی آپ لوگوں کو بتائی جاسکتی تھی۔"

رحمان صاحب کسی سوچ میں پڑ گئے پھر عمران کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔ "ممکن ہے اس کی مہلت ہی نہ مل سکی ہو۔"

"تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ یہ کوئی ناگہانی حادثہ ہے۔"

"کیوں؟"

"اگر ڈاکٹر داور نے اچانک غیر متوقع طور پر اپنے لیے کوئی خطرہ محسوس کیا تھا تو وہ ہی اس کا مقابلہ کرتے۔ آپ لوگوں کو اطلاع دینے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"کیا بات ہوئی؟"

"یعنی وہ خطرہ انجانا نہیں تھا۔ وہ پہلے سے واقف تھے کہ خطرہ پیش آسکتا ہے۔"

"چلو یہی سہی۔ پھر....؟"

"پھر کچھ بھی نہیں۔ میں نے صرف یہ عرض کیا تھا کہ ڈاکٹر ضدی ہیں۔"

"تم یہاں کب سے ہو۔"

"آپ کی گاڑی کی ڈکی میں گٹھری بن کر آیا تھا۔"

"یہ کیا بے ہودگی تھی۔" رحمان صاحب پھر جھلا گئے۔

"یہ تو دیکھیے کہ ان بے ہودگیوں کے لیے مجھے کتنی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر میں آپ کا فون ٹیپ کرتا ہوں۔"

"کیا مطلب....؟"

"ڈیڈی پلیز۔ یہاں نہیں گھر.... پر.... اب آئیے میرے ساتھ آپ کو دکھاؤں کہ ڈاکٹر اس وقت کہاں سے غائب ہوئے ہیں۔"

"تم بالکل گدھے ہو۔ یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟" رحمان صاحب نے اس کے سر پر منڈھی ہوئی سیاہ ٹوپی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ دیکھیے!" عمران نے ٹوپی کا نچلا گوشہ کھینچتے ہوئے کہا۔ اب ٹوپی نے غلاف کی طرح اس کے پورے چہرے کو ڈھک لیا تھا۔ آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے۔

"چلو۔" رحمان صاحب نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ وہ بھی عادتاً مجبور تھے ورنہ فیاض اور اس کے ماتحتوں کو یہاں سے ہٹا دینے کا مقصد یہی تھا کہ کسی طرح عمران کو فون پر بلا کر تجربہ گاہ کے حادثہ کی اطلاع دیں گے۔ ظاہر ہے اس کا مقصد بھی اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ عمران تجربہ گاہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا۔

عمران انہیں آبزرویٹری کی طرف لے جارہا تھا اور اس کا چہرہ اب بھی نقاب ہی میں پوشیدہ تھا۔ دفعتاً تھوڑے ہی فاصلے سے فائروں کی آوازیں آئیں اور وہ چلتے چلتے رک گئے۔

"اوہ۔ کہیں.... لڑکی تو خطرہ میں نہیں ہے؟" رحمان صاحب بولے۔

"پرواہ نہ کیجیے۔ لڑکی کا کوئی مصرف نہیں ہو سکتا۔"

"ہوش کی باتیں کیا کرو۔" رحمان صاحب پھر بگڑ گئے۔

"غلط نہیں کہہ رہا۔ لڑکی کا مصرف اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہم اس کے چکر میں پڑ کر وقتی طور پر اپنی توجہ تجربہ گاہ سے ہٹالیں۔ آئیے تو سہی وہ چھ آدمی ہیں۔ فیاض اتنا شریف نہیں ہے کہ اس نے فوری طور پر آپ کے حکم کی تعمیل کی ہو۔"

"یعنی....!"

"وہ ابھی ڈاکٹر کی رہائش گاہ سے پلٹا نہ ہوگا۔ پورے چھ آدمی اس لڑکی کی دیکھ بھال کے لیے موجود ہوں گے۔"

بات حلق سے اترنے والی تھی۔ اس لیے رحمان صاحب کو آبزرویٹری ہی کی طرف بڑھنا پڑا۔ چاروں طرف سناٹے اور اندھیرے کی حکمرانی تھی۔ دفعتاً عمران ٹھٹھک گیا۔ رحمان صاحب بھی رکے۔ آبزرویٹری کے نچلے دروازے کے قریب ایک متحرک سایہ نظر آرہا تھا۔ عمران بڑی پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ رحمان صاحب نے بھی کافی تیزی دکھائی۔

سایہ دروازے کی تاریکی میں مدغم ہو چکا تھا۔

عمران آہستہ آہستہ سینے کے بل رینگنے لگا۔ آبزرویٹری کے دروازے تک پہنچنے میں دشواری نہیں ہوئی۔ جیسے ہی اس نے دروازے میں بھی داخل ہونا چاہا۔ رحمان صاحب نے ٹانگ پکڑ لی.... اندر اندھیرا تھا۔

"جلدی نہیں۔" رحمان صاحب نے تیزی سے کھسک کر اس کے برابر پہنچتے ہوئے سرگوشی کی۔

"مطمئن رہیے!"

وہ تھوڑی دیر تک سن گن لیتا رہا۔ پھر اندر رینگ گیا۔ تھوڑی دیر بعد رحمان صاحب نے اندر روشنی کی ہلکی سی لکیر دیکھی۔ شاید عمران نے اپنی پنسل ٹارچ روشن کر لی تھی۔

"آجایئے۔" انہوں سرگوشی سنی اور رحمان صاحب بھی اندر پہنچ گئے۔ فائروں کی آوازیں گاہ بگاہے اب بھی سنائی دے جاتی تھیں۔

یہ گول کمرہ ویران تھا۔ بائیں جانب دوسری منزل کے زینے تھے۔ عمران نے دروازہ بند کر کے اسے بولٹ کر دیا۔

"ریوالور ہے نا؟" عمران نے پوچھا۔

"اوہ۔ تم بتاؤ کیا کرنا چاہتے ہو؟ وقت برباد نہ کرو۔" رحمان صاحب دانت پیس کر بولے۔

"ہو گا وہی.... خیر.... آپ یہیں ٹھہریے۔ میں اوپر جا رہا ہوں اگر کوئی دروازہ توڑنے کی کوشش کرے.... تو....!"

"میں بچہ نہیں ہوں!" بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے رحمان صاحب تھپڑ ہی تو رسید کر دیں گے۔ لہجہ بہت تلخ تھا۔

"خدا حافظ۔" عمران دوسری منزل کے زینوں کی طرف بڑھ گیا۔

O

ٹکراؤ سڑک پر ہوا تھا۔ شاید نو بجے رات کی بات ہے.... صفدر کو وہ قطعی غیر متوقع طور پر نظر آیا تھا اور اس طرح چل رہا تھا جیسے گھسٹ رہا ہو۔ چہرے پر ورم تھا اور کئی جگہ نیلے اور سیاہ نشان نظر آرہے تھے۔

کچھ دور چلتا اور رک جاتا۔ صفدر نے اسے ایک گلی سے نکلتے دیکھا تھا اور اب وہ دونوں آگے پیچھے چل رہے تھے۔ دفعتاً صفدر نے تیزی سے قدم بڑھائے اور اس کے قریب جا پہنچا۔

"جہاں پناہ....!" صفدر کا لہجہ مضحکہ خیز تھا۔ کبڑا رک گیا لیکن اس کی طرف مڑا نہیں پھٹی پھٹی آنکھوں سے سامنے خلاء میں گھورتا رہا۔

"یہ آپ کی کیا حالت ہے عالی جاہ۔" صفدر نے پھر چھیڑا۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ان دنوں کبڑے پر کیا گذری ہے۔

"حالت۔" کبڑے کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔ "بس ایسی ہی حالت ہے کہ میں تمہیں آواز سے پہچان سکتا ہوں لیکن اتنی ہمت نہیں کہ گردن گھما کر تمہاری شکل دیکھ سکوں۔"

"نام بتاؤ اس کا استاد جس نے تمہیں اس حال کو پہنچایا ہے۔"

"کیا کرو گے؟" بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا گیا۔

"اس کی ٹانگ پکڑ کر سارے شہر میں گھسیٹتا پھروں گا۔"

"پولیس۔"

"ارے باپ رے۔"

کبڑا ہنس پڑا اور بولا۔ "چلو۔ کہیں بیٹھیں گے۔"

کچھ دیر بعد وہ ایک گندے سے چائے خانے میں نظر آئے۔

"کیا گذری؟" صفدر نے پوچھا۔

کبڑا لاپروائی سے شانوں کو جنبش دے کر بولا۔ "وہ سمجھتے ہیں کہ شاید میں کسی سازشی مملکت کا ایجنٹ ہوں۔"

"حالانکہ تم اسمگلروں کے بادشاہ ہو۔"

"میں ساری دنیا کا بادشاہ ہوں۔" کبڑا غرایا۔ "آج نہیں تو کل.... ساری دنیا کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔"

"تو وہ تم سے کیا معلوم کرنا چاہتے تھے؟"

"اے لڑکے چائے!" کبڑے نے ایک ویٹر کو مخاطب کیا۔

صفدر نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ لیکن اس نے اکتائے ہوئے انداز میں ہاتھ ہلا کر کہا۔ "چھوڑو ختم کرو۔"

صفدر پھر کچھ نہ بولا۔ وہ خاموشی سے چائے پیتے رہے۔ پھر یک بیک کبڑے نے کہا۔ "تم نے اس دوران میں کون سا کارنامہ انجام دیا۔"

"میں نے.... نہیں کچھ بھی تو نہیں۔" صفدر اس سوال پر گڑبڑا گیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ کسی ایسے آدمی کو تلاش کرنا جس کا چہرہ پیشانی سے ناک تک دو حصوں میں تقسیم ہے۔"

"مجھے تو کبھی نہیں دکھائی دیا۔"

"پھر اب تم بھی میرے قریب نہ دکھائی دینا۔" کبڑے نے میز پر گھونسا مار کر کہا اور اس کی آواز بہت زیادہ بلند ہو گئی۔

دفعتاً کسی نے چیخ کر کہا۔ "اے منڈو.... گردن میں ہاتھ دے سالے کی.... آج پھر گھس آیا۔ حرامی۔"

اور پھر صفدر نے ایک ہٹے کٹے غنڈے کو اپنی میز کی طرف جھپٹتے دیکھا۔

پھر وہی مصیبت.... اس نے سوچا۔ ایک بار پہلے بھی وہ ایسے ہی حالات سے دوچار ہو چکا تھا.... وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ پچھلا تجربہ بھی زیادہ پرانا تو تھا نہیں کہ وہ اس وقت غافل ہوتا۔

جیسے ہی غنڈے نے.... کبڑے کی گردن دبوچنے کی کوشش کی۔ صفدر نے ایک ہاتھ اس کے جبڑے پر رسید کر دیا۔ وہ قریب ہی کی ایک میز پر جا پڑا۔

پھر قبل اس کے کہ دوسرے بھی اس کی مدد کو پہنچتے صفدر نے ایک بلب توڑ کر ہال میں اندھیرا کر دیا۔ لیکن کبڑے کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں نہ آ سکا اس نے بھی اسی میں عافیت سمجھی کہ نکل ہی جائے.... کبڑا اتنا احمق نہیں تھا کہ اندھیرے سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔

فٹ پاتھ پر پہنچتے ہی وہ آہستہ آہستہ چلنے لگا جیسے بہت دور سے سڑکیں ناپتا چلا آ رہا ہو۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ یہیں کہیں کسی قسم کا ہنگامہ برپا کر کے سڑک پر آیا ہو گا۔

کبڑے کا کہیں پتہ نہ تھا....

O

عمران دبے پاؤں زینے طے کرتا ہوا دوسری منزل پر پہنچا۔ پھر تیسری منزل کے زینوں کی طرف بڑھا ہی تھا کہ کسی نے پوچھا۔ "کون؟"

اور عمران رک گیا۔ اندازہ ہو گیا کہ آواز کدھر سے آئی ہے۔

پھر یک بیک کسی نے اس پر چھلانگ لگائی۔ حملہ خاصہ شدید تھا۔ لیکن عمران سنبھل ہی گیا۔ ایک قدم پیچھے ہٹ کر اس نے اس کے چہرے پر ایک زوردار ہاتھ جڑ دیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا ہی تھا کہ عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "خبردار حرکت نہ کرنا اپنی جگہ سے.... بے آواز ریوالور....!"

نامعلوم آدمی نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"چلو نچلے زینوں کی طرف مڑ جاؤ۔" عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور وہ بے چوں وچرا کیے آگے بڑھ آیا۔ عمران کا اندازہ تھا کہ آبزرویٹری میں اس وقت کوئی چوتھا آدمی موجود نہیں۔"

زینوں پر پہنچتے ہی اس نے محدود روشنی والی ٹارچ روشن کر لی۔ قیدی آگے تھا۔ عمران کو اس کے چہرے پر ویسی ہی نقاب نظر آئی جیسی خود اس کے چہرے پر تھی۔

"یہ کون ہے؟" رحمان صاحب نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"یہ پھر دیکھیں گے۔ فی الحال اسے قابو میں رکھنا ہے۔" عمران نے بدلی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

نقاب پوش نے اس وقت مزاحمت کی جب وہ اس کے ہاتھ ٹائی سے باندھنے جا رہے تھے۔ لیکن اب وہ بہرحال بے بس تھا۔ ٹانگوں کے لیے عمران نے اپنی ٹائی کھولی اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ آدمی ایک گوشے میں پڑا ہوا نظر آیا۔ نقاب چہرے سے ہٹا دی گئی تھی اور منہ میں حلق تک دو رومال ٹھونس دیئے گئے تھے۔ لیکن عمران کو نہیں یاد آ رہا تھا کہ اس نے اسے پہلے بھی کہیں دیکھا ہو رحمان صاحب کے لئے بھی وہ اجنبی ہی ثابت ہوا۔

دفعتاً کسی نے بند دروازے پر باہر سے دستک دی اور ساتھ ہی آواز بھی آئی۔

"سونی.... جلدی کرو....!"

قیدی نے تیزی سے فرش پر لوٹنا شروع کر دیا۔ لیکن حلق سے آواز نہ نکال سکا۔ عمران کو پہلے ہی سے علم تھا کہ دروازے کے جوڑوں میں جھریاں نہیں ہیں۔ اس لیے باہر سے اندر کے حالات نہیں دیکھے جا سکتے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے بلب روشن کر دیا۔

"سونی۔ کہاں ہو۔ یہ تم نے دروازہ کیوں بولٹ کر دیا ہے؟" باہر سے آواز آئی۔

رحمان صاحب نے اشارے سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہئے....

دفعتاً پھر فائرنگ کی آوازیں آئیں۔ اس بار فائر کرنے والے غالباً قریب ہی تھے۔

"اوہ بھاگو! جہنم میں جائے۔" باہر کسی نے کہا اور پھر سناٹا چھا گیا۔

ٹھیک اسی وقت عمران نے کیپٹن فیاض کی آواز سنی۔ "خبردار۔ خبردار....!"

پھر فائر ہوا بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں۔ پھر فائر....!

قدموں کی آوازیں دور ہوتی گئیں اور دروازے پر دستک ہوئی۔

"یہاں کون ہے؟" کیپٹن فیاض کی گرجدار آواز سنی گئی۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ تینوں آبزرویٹری کی بالائی منزل پر نظر آئے جہاں دنیا کی پانچویں سب سے بڑی دوربین نصب تھی۔

قیدی دو انسپکٹروں کی نگرانی میں تھا۔ اور تین انسپکٹر ڈاکٹر داور کی رہائش گاہ کی نگرانی کر رہے تھے۔

فیاض نے رحمان صاحب سے کئی بار ان کے نقاب پوش ساتھی کے متعلق کچھ پوچھنا چاہا لیکن ہمت نہ پڑی۔ ویسے خود رحمان صاحب پر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا کیونکہ فیاض کا سامنا ہوتے ہی عمران کی آواز یکسر بدل گئی تھی نہ صرف آواز بلکہ چلنے کے انداز میں رحمان صاحب اجنبیت محسوس کرنے لگے تھے۔

بالائی منزل پر خاصی ابتری نظر آئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے یہاں کچھ لوگ آپس میں ٹکرا گئے ہوں۔

"میرا خیال ہے کہ داور یہیں تھا۔" رحمان صاحب بولے.... پھر فیاض سے پوچھا۔ "ان لوگوں سے تمہارا ٹکراؤ کیسے ہوا تھا؟"

"کسی نے چوروں کی طرح عمارت میں داخل ہونیکی کوشش کی تھی۔ انسپکٹر سعید نے للکارا تو اس نے فائر کر دیا بعد میں وہ کئی آدمی ثابت ہوئے۔"

عمران اس گفتگو سے بے تعلق آس پاس کی چیزوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ فیاض بار بار اس کی طرف کنکھیوں سے دیکھنے لگتا۔

O

دوسری صبح کیپٹن اپنے آفس میں بیٹھا اونگھ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی دوسری طرف رحمان صاحب تھے۔

"قیدی سے کیا معلوم کیا؟" انہوں نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں جناب! وہ نہیں بتا سکتا کہ وہ لوگ ڈاکٹر داور کو کہاں لے گئے ہیں۔ اس کا کام صرف اتنا تھا کہ وہ چند آدمیوں کا ہاتھ بٹائے۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کا باس کون ہے.... اسے ہر ماہ دو ہزار روپے ملتے ہیں۔ کوئی کام کرے یا نہ کرے۔ ویسے اس نے پانچ آدمیوں کے نام اور پتے بتائے ہیں۔ جن کے ساتھ وہ اکثر مختلف قسم کے کام کرتا رہا ہے۔"

"ڈاکٹر داور کے اغواء کا مقصد۔"

"اس پر بھی وہ روشنی نہیں ڈال سکا۔"

"پھر تم اس سلسلے میں کیا کر سکو گے؟"

"جو آپ فرمائیں جناب!"

"ان پانچ آدمیوں کے لیے تم نے کیا کیا جن کے نام اور پتے اس نے بتائے ہیں۔"

"پانچ انسپکٹر ان کی تلاش میں ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" رحمان صاحب نے تھوڑی توقف سے کہا۔ "ہاں دیکھو۔ تمہیں کبڑے پر بھی نظر رکھنی ہے۔"

فیاض چونک پڑا۔ خود اس میں تو اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ رحمان صاحب سے کسی کونفیڈنشل معاملے کے متعلق کچھ پوچھ سکتا لیکن وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح پٹلو نرودا کے بیان کی تصدیق ہو جائے۔

"کبڑا۔" اس نے کہا۔ "بہت بہتر جناب!"

"وہ خود کو ہمبگ دی گریٹ کہتا ہے۔" رحمان صاحب بولے۔

فیاض نے پلکیں جھپکائیں۔ بہترین موقع تھا کہ وہ رحمان صاحب پر اپنی کارگزاریوں کا رعب ڈالتا۔

"اوہ۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "سمجھ گیا جناب! شہر میں عرصے سے ایک چپقلش چل رہی ہے۔ دو عجیب آدمیوں کے درمیان۔ ایک کبڑا ہے اور دوسرا.... سمجھ میں نہیں آتا کہ دوسرے کو کیا کہا جائے۔ اس کا چہرہ پیشانی سے ناک تک دو حصوں میں تقسیم معلوم ہوتا ہے۔"

"اوہ۔ تو تم ان دونوں ہی سے واقف ہو!"

"جج۔ جی ہاں!" فیاض نے کہہ تو دیا لیکن سانس پھولنے لگی۔ اس خیال سے کہ کہیں اب رحمان صاحب کوئی ایسا سوال نہ کر بیٹھیں جس کا جواب اس کے فرشتوں کے لیے بھی ممکن نہ ہو۔ کیونکہ اس نے آج تک کسی ایسے کبڑے کی شکل تک نہیں دیکھی تھی۔

"فیاض ....!"

"یس سر....!"

"میں کوٹھی ہی پر ہوں۔ فوراً پہنچو۔"

"او کے سر!" فیاض نے ہانپتے ہوئے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر خود بھی ریسیور رکھ دیا۔ خاصی سردی ہونے کے باوجود بھی اس کی پیشانی پسیج گئی تھی۔

O

رحمان صاحب ڈاکٹر داور کی لڑکی شمی کو اپنے ساتھ گھر لے آئے تھے۔

صبح ہوتے ہی ڈاکٹر داور کے اغوا کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ اخبارات نے معمول کے شمارے شائع ہونے کے تین گھنٹے بعد اپنے ضمیمے بھی شائع کیے۔ ڈاکٹر داور کا پراسرار اغوا معمولی واقعہ نہیں تھا کیونکہ وہ بین الاقوامی شہرت اور پوزیشن کے مالک تھے۔

شمی رات ہی سے روتی رہی تھی۔ ثریا اور اس کی چچازاد بہنیں اس کے پاس تھیں۔ عمران اپنے کمرے میں اونگھ رہا تھا۔

اب گھر والوں نے اس کی طرف خصوصیت سے توجہ دینا ترک کر دیا تھا۔ جوزف کو بھی اس کے کمرے تک آنے کی اجازت مل گئی تھی۔ لیکن کمرے میں داخلہ ممنوع تھا۔ وہ اندر آتا اور گھنٹوں کھڑکی کی سلاخیں پکڑے کھڑا رہتا۔ اسے آج تک عمران کے پاگل پن کے متعلق حقیقت کا

علم نہیں ہو سکا تھا۔

اس وقت بھی وہ کھڑکی کے قریب کھڑا عمران کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن عمران کی غنودگی کا سلسلہ ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ اتنے میں ثریا ادھر آ نکلی جوزف نے مڑ کر بڑے ادب سے سلام کیا اور کھڑا بسورتا رہا۔

"میں کہتی ہوں آخر تم کہیں اور کیوں نہیں چلے جاتے۔ دوسری جگہ ملازمت کر لو۔" ثریا نے کہا۔

جوزف کے نتھنے پھڑکنے لگے اور موٹے موٹے قطرے گالوں پر ڈھلک آئے۔ زبان سے کچھ نہ بولا اور کھڑکی کی طرف مڑ گیا۔

"اچھا فی الحال تو کھسکو بابا۔ یہاں کچھ لوگ آ رہے ہیں۔" ثریا نے نرم لہجے میں کہا۔ اسے جوزف سے ہمدردی تھی اور عمران پر بے تحاشہ غصہ آتا تھا کہ آخر وہ جوزف کو بھی حقیقت سے کیوں نہیں آگاہ کر دیتا۔ جوزف چپ چاپ رخصت ہو گیا۔

شمی عمران کو دیکھنا چاہتی تھی.... دیکھا لیکن کچھ نہ کہہ سکی۔ روتے روتے پلکوں پر ورم آگیا تھا۔ آنکھیں بیر بہوٹی ہو رہی تھیں۔ اس بار عمران کا رخ بھی کھڑکی ہی کی طرف تھا۔

"گڈ...." اس نے سلاخوں کے قریب آ کر شمی کو گھورتے ہوئے کہا۔ "اوہو! تم لوگ شاید انہیں ریہرسل کرا رہی تھیں۔ ویری فائین.... آرٹسٹک.... ہاہا.... بوکس آفس ہٹ!"

ثریا کا دل چاہا کہ عمران کے سر پر پتھر توڑ دے۔ حد ہو گئی سنگدلی کی۔ ارے پاگل بنے ہو تو بکواس کی کیا ضرورت ہے.... خاموش رہو۔ بے چاری شمی.... کیا وہ اس وقت ان باتوں سے محظوظ ہو سکے گی۔

"چلو۔" ثریا نے شمی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "ورنہ تمہاری طبیعت اور زیادہ خراب ہو جائے گی۔"

بہرحال میدان صاف ہو جانے پر عمران نے کھڑکی بند کر دی اور کمرے کے دوسرے سرے کی طرف پلٹ آیا۔ تیزی سے جھک کر قالین الٹا.... اور کچھ دیر فرش پر جھکا دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے فرش پر زور صرف کرتا رہا۔ پھر اس طرح تیزی سے پیچھے ہٹا جیسے کسی کنوئیں میں گر جانے کا خدشہ لاحق رہا ہو۔

دفعتاً ایک ٹائیل اپنی جگہ سے کھسک کر دوسرے کی درمیانی خلاء میں سما گیا۔ ٹائیل کا رقبہ کم از کم دو مربع فٹ ضرور رہا ہوگا.... اب فرش پر ایک اتنی بڑی خلاء نظر آ رہی تھی جس سے ایک آدمی بخوبی گذر سکتا۔

کچھ دیر بعد عمران ایک چھوٹے سے تہہ خانے میں نظر آیا۔ ڈکٹافون بخوبی کام کر رہا تھا یعنی وہ رحمان صاحب کی لائبریری میں ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ صاف سن سکتا تھا۔ آوازوں کا پہچان لینا کتنی بڑی بات تھی اور پھر اسے تو پہلے ہی سے علم تھا کہ رحمان صاحب نے کیپٹن فیاض کو کوٹھی پر طلب کیا ہے۔ شاید وہ طلبی کے مقصد سے بھی واقف تھا۔ ورنہ دونوں کی گفتگو سننے کے لیے اتنا بے چین نہ ہوتا۔

رحمان صاحب کہہ رہے تھے۔ "تم کبڑے اور اس آدمی کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"جانتا تو کچھ بھی نہیں لیکن۔" فیاض کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"کچھ کہتے وقت جملوں کا گلا مت گھونٹا کرو۔" رحمان صاحب کی آواز۔

"میں عرض کر رہا تھا جناب کہ دو چہروں والا.... خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟" رحمان صاحب صاحب کی آواز۔

"جج۔ جی ہاں.... لیکن اسے پکڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"ہزاروں میں پہچانا جا سکے گا!"

"جی ہاں۔ بڑی آسانی سے!" فیاض نے جواب دیا۔ "لیکن کیا ہمارے پاس اس کا کوئی ریکارڈ ہوگا۔"

"میرا خیال ہے کہ.... ریکارڈ موجود ہی ہوگا۔ لیکن یہ بتانا مشکل ہے کہ.... کس سنہ کے فائل میں مل سکے گا۔" رحمان صاحب کی آواز۔

"وہ دیکھئے۔ مم.... میرا خیال ہے کہ سنہ انیس سو بیس کا گرین فائیل....!"

"کیا؟" رحمان صاحب کے لہجے میں استعجاب تھا۔ "گرین فائیل.... تم کیا جانو.... تمہارے محکمے سے تو اس کا تعلق ہی نہیں۔"

دفعتاً کیپٹن فیاض کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ حماقت سرزد ہوئی تھی۔ اس کا تذکرہ کرنے سے پہلے اسے اپنے محکمے کے ریکارڈ کیپر سے گفتگو کرنی چاہئے تھی۔

"جواب دو۔" رحمان صاحب اسے گھورتے ہوئے بولے۔ "گرین فائیلوں کا تعلق ہم سے تو نہیں ہے.... تم گرین فائیلوں کے متعلق کیا جانو۔"

مم.... میں.... وہ.... جج.... جی...." فیاض ہکلایا۔

"ادھر دیکھو۔ تم کہاں ہو۔" رحمان صاحب کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔ دفعتاً فیاض کو ایک معقول سا جواب سوجھ ہی گیا۔

"دراصل قصہ یہ ہے جناب کہ میں نے اس آدمی پٹلو نزودا.... کو کہیں دیکھا تھا۔"

"پٹلو نزودا....؟"

"جی ہاں! اس کے نام سے بھی واقف ہو گیا ہوں۔ ایک دن میں نے کبڑے اور پٹلو نزودا کی گفتگو سنی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں۔ کبڑا اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ جب چاہے اسے پھانسی کے پھندے تک پہنچا سکتا ہے۔ اسے نہ بھولنا چاہئے کہ اس کا مکمل ریکارڈ یہاں کے گرین فائیل میں موجود ہے.... اور غالباً۔ جی ہاں!.... وہ ۱۹۲۰ء ہی کا فائل تھا۔ دیکھئے سنہ کے معاملے میں میری یادداشت دھوکا بھی دے سکتی ہے۔"

"ہوں۔ اچھا۔ وہ.... آدمی پٹلو نزودا رہتا کہاں ہے؟"

"آج تک نہیں معلوم کر سکا جناب...."

"سوال یہ ہے کہ تم ان دونوں کی طرف متوجہ کیسے ہوئے تھے؟"

"دونوں ہی عجیب الخلقت ہیں جناب! جب دونوں اکٹھے ہوں تو خواہ مخواہ متوجہ ہونا پڑے گا۔ پھر اگر ان کی گفتگو میرے پیشے کے اعتبار سے قابل توجہ ہو تو دلچسپی لینا ضروری ہو جائے گا۔"

"گفتگو۔ کس قسم کی گفتگو.... نوٹ کی تھی تم نے۔"

"کوئی متنازعہ مسئلہ تھا۔ دونوں ہی ایک دوسرے کو جیل بھجوانے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔" فیاض بے تکان جھوٹ اڑائے جا رہا تھا۔ "پھر کبڑے نے دفعتاً گرین فائیل کا حوالہ دیا تھا اور بدصورت آدمی پٹلو نزودا بوکھلا گیا تھا...."

"وہ دونوں کب سے نہیں دکھائی دیئے۔"

"کئی دن سے۔"

رحمان صاحب تھوڑی دیر خاموش رہے پھر بولے۔ "اچھا ٹھیک ہے۔ دونوں پر نظر رکھو۔"

پھر انہوں نے فیاض کو کبڑے کے اس مکان کا پتہ نوٹ کرایا جہاں اس کی گرفتاری عمل میں آئی تھی۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ فیاض کو جلد از جلد رخصت کر دینا چاہتے ہوں۔ لیکن فیاض غالباً منتظر تھا کہ رحمان صاحب خود ہی اسے واپسی کی اجازت دیں۔

"بس جاؤ۔" رحمان صاحب نے کچھ دیر بعد مضطربانہ انداز میں کہا۔

فیاض کے چلے جانے پر وہ تیزی سے فون کی طرف بڑھے کسی کے نمبر ڈائیل کیے۔

"ملٹری انٹیلی جنس؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کنکٹ جنرل شاہد۔" رحمان صاحب نے کہا۔

"یور آئیڈنٹٹی پلیز؟" دوسری طرف سے سوال ہوا۔

"ڈی۔ جی آف سنٹرل انٹیلی جنس بیورو۔"

"او کے سر!" دوسری طرف سے آواز آئی.... اور تھوڑی دیر بعد جنرل شاہد کی آواز آئی۔

"ہیلو! رحمان.... اولڈ بوائے۔"

"شاہد پندرہ منٹ کے اندر مجھ سے کہاں مل سکتے ہو؟"

"کوئی خاص بات۔"

"بہت اہم۔"

"کیا تم کوٹھی سے بول رہے ہو؟" جنرل شاہد نے پوچھا۔

"ہاں....!"

"اچھا تو وہیں ٹھہرو۔" جنرل شاہد نے کہا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

رحمان صاحب نے پندرہ منٹ بڑی بے چینی سے گذارے۔ بالآخر جنرل شاہد کی لمبی سی سیڈان کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

جنرل شاہد ایک دراز قد اور قوی الجثہ آدمی تھے۔ عمر پچاس کے لگ بھگ رہی ہو گی۔ آنکھوں سے غیر معمولی ذہانت مترشح تھی۔ دونوں بے تکلف دوستوں کے سے انداز میں ملے اور رحمان صاحب نے گرین فائیل کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ جنرل شاہد کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے وہ ذہن پر زور دے رہے ہوں۔

کچھ دیر بعد انہوں نے کہا۔ "تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ گرین فائیل پہلی جنگ عظیم کے دوران مین ٹین کیے گئے تھے اور ان کا سلسلہ ۱۹۲۵ء تک جاری رہا تھا اس کے بعد بعض انتظامی امور میں تبدیلیاں ہوئی تھیں اور گرین فائیل سسٹم بھی کسی دوسرے طریق کار میں مدغم ہو گیا تھا۔ مگر ٹھہرو! یہ گرین فائیل کا تذکرہ کہاں سے نکلا؟"

رحمان صاحب کو کبڑے کی کہانی شروع سے دہرانی پڑی۔ پھر پٹلو نرودا کا ذکر چھڑ گیا اور اس سلسلے میں رحمان صاحب نے کیپٹن فیاض کی گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔

"پٹلو نرودا کا ریکارڈ غالباً ۱۹۲۰ء کے گرین فائیل میں موجود ہے۔"

"اچھی بات ہے میں دیکھوں گا۔ اوہ ٹھہرو تو کیا تمہارا خیال ہے کہ ڈاکٹر داور کے اغوا میں انہیں لوگوں کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔"

"امکانات ہیں..!"

"میں چوبیس گھنٹوں سے پہلے ۱۹۲۰ء کے فائیل کے متعلق کچھ نہ بتا سکوں گا۔ بڑی جھنجھٹ کا کام ہے۔"

"ایکس ٹو کون ہے؟" رحمان صاحب پوچھ بیٹھے۔

"کیا مطلب؟" جنرل شاہد چونک پڑے۔

"بس یونہی پوچھ رہا ہوں۔"

"میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں۔ یہ سر سلطان کے محکمے کا کوئی جانور ہے۔ اور شاید صرف وہی اس کی شخصیت سے واقف ہوں۔ اس کے ماتحت زیادہ تر میرے محکمے کے لوگ ہیں لیکن وہ بھی نہیں جانتے کہ ایکس ٹو کون ہے۔ کیوں ایکس ٹو کے متعلق تم کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"یوں ہی پوچھا تھا۔ بے تکا نام ہے۔ جاسوسی ناولوں کا سا کوئی کردار معلوم ہوتا ہے۔"

"سر سلطان خبطی ہیں۔ اچھا خیر۔ تو میں چلا۔ یہ نام پٹلو نرودا مجھے جانا پہچانا سا معلوم ہوتا ہے۔"

O

عمران نے ڈکٹافون پر پہلے فیاض کی گفتگو سنی تھی اور پھر جنرل شاہد کی.... اس کے بعد وہ اس مختصر سے تہہ خانے سے اوپر آ گیا۔

رحمان صاحب کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ کمرہ کتنے رازوں کا مدفن ہے۔ عمران

سے آج تک نہیں معلوم کر سکے تھے کہ وہ کبڑے کی گرفتاری والی رات کمرے سے باہر کیسے نکل سکا تھا۔ حالانکہ اب وہ اس کے پاگل پن کی اصلیت سے بھی آگاہ ہو چکے تھے۔ لیکن اس پر آج تک غور نہیں کیا تھا کہ پاگل پن کے دوران میں مختلف کمروں میں کیوں ناچتا پھرتا تھا اور پھر اس کمرے میں کیوں دھرنا دے بیٹھا تھا جو پہلے کبھی کوٹھی کے دوران قیام میں اس کا مستقل رہائشی کمرہ ہوا کرتا تھا۔

کئی سال پہلے کی بات تھی ایک بار رحمان صاحب خاندان سمیت گرمیاں گذارنے پہاڑ پر چلے گئے تھے۔ عمران نے ملازموں کو بھی چھٹی دی اور کسی طرح شہر سے کچھ معمار پکڑ لایا۔ اس طرح اس کمرے میں وہ اپنی مرضی کے مطابق کچھ تبدیلیاں کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ جن کا علم رحمان صاحب کو بھی نہ ہو سکا۔

اسی رات کو چور دروازے سے باہر نکلنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ قفل میں کنجی گھمانے کی آواز آئی۔ دوسرے ہی لمحے میں دروازہ کھلا اور رحمان صاحب اندر داخل ہوئے۔

"بیٹھو بیٹھو!" انہوں نے مضطربانہ انداز میں ہاتھ ہلا کر کہا۔ "اگر ذرہ برابر بھی غیر سنجیدہ ہوئے تو تھپڑ رسید کر دوں گا۔ یہ معاملہ بہت اہم ہے۔"

"فرمائیے!" عمران نے بڑی سعادت مندی ظاہر کی۔

"تم نے کبھی پٹلو نزودا کا نام سنا ہے؟"

"اس کی بہتری نظمیں پڑھی بھی ہیں...."

"پٹلو نزودا۔" رحمان صاحب آنکھیں نکال کر غرائے۔ "پیلو نزودا نہیں۔"

"اوہ۔ ہاں۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ "جی ہاں پٹلو نزودا ۱۹۲۰ء کی جنگ میں اس نے قیصر ولیم کے خاص ایلچی کی حیثیت سے ایک لمبا سفر کیا تھا۔ پھر اس نے جرمنی سے غداری کی۔ انگریزوں سے آملا۔ ۱۹۲۰ء تک اس کا نام بڑے زور و شور کے ساتھ سنا گیا اس کے بعد اچانک غائب.... یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ۱۹۲۰ء میں اس پر کیا حادثہ گذرا تھا۔ بحر اوقیانوس میں ڈوبنے والے فرانسیسی جہاز کے کتنے بھی بچا لیے گئے تھے لیکن پٹلو نزودا۔ آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں غائب ہو گیا تھا۔ افواہ تھی کہ جہاز بھی خواہ مخواہ نہیں ڈوبا تھا۔"

"تمہیں یہ ساری باتیں کیسے معلوم ہوئیں....؟"

"کنفیوشس....!"

"بکواس مت کرو....!"

"۱۹۲۰ء کا گرین فائیل۔"

"خدا کی پناہ۔ تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو۔"

"ملٹری انٹیلی جنس کا ایک فائلنگ سسٹم جو ۱۹۲۵ء کے بعد ختم کر دیا گیا تھا۔"

رحمان صاحب اسے متحیرانہ انداز میں گھورتے رہے۔ عمران خود ہی بولا۔ "پٹلو نزودا کی بات کیوں چھیڑی ہے آپ نے۔"

"کیا تم اس کی کسی پہچان سے بھی واقف ہو؟"

"مجھے اس کے ریکارڈ سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی اس لیے تفصیل میں جانے کی ضرورت کیوں پیش آتی۔"

رحمان صاحب تھوڑی دیر تک کچھ سوچتے رہے پھر بولے۔ "وہ ان دنوں یہاں دیکھا جا رہا ہے۔"

"افواہ ہو گی۔"

"نہیں۔ جنرل شاہد نے اس کے ریکارڈ کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے۔ وہ پٹلو نزودا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کا چہرہ دو حصوں میں تقسیم معلوم ہوتا ہے۔"

"اوہ۔ تو کیا آپ کو کبڑے کی بات پر یقین آ گیا ہے۔" عمران مضحکانہ انداز میں مسکرایا۔

"یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ فیاض نے بھی اسے دیکھا ہے ایک ایسے موقع پر جب وہ دونوں آپس میں لڑ پڑے تھے۔ کبڑے نے اس کا نام لے کر گرین فائیل کا حوالہ دیا تھا۔ اس طرح گرین فائیل تک رسائی ہو سکی ورنہ کسی کو کیا علم ہوتا۔"

عمران کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ بھی کبڑے کا فراڈ ہو۔ ایک ایسا آدمی بھی بنا بیٹھا ہو جس کے سر الزام رکھ کر خود الگ ہو سکے۔"

"میں اس کے امکانات پر بھی پہلے ہی غور کر چکا ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس نئے مسئلے پر بھی سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔"

"اسے آپ نیا مسئلہ کہہ رہے ہیں تو آپ کے ذہن میں کوئی پرانا مسئلہ بھی ہو گا۔"

"کیوں؟ کیا وہ کبڑا۔" رحمان صاحب اسے پھر گھورنے لگے۔ لیکن جملہ پورا کیے بغیر۔

"جی ہاں! میری دانست میں تو وہ بھی نیا ہی ہے پرانا مسئلہ تو صرف وہ آدمی تھا جسے ان لوگوں نے نکال لے جانا چاہا تھا۔"

"تم نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ ڈاکٹر داور کے اغوا میں ان ہی لوگوں کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔"

"جی ہاں اور شبہ بے بنیاد بھی نہیں ہو سکتا جب کہ کبڑے کے بارے میں ذاتی طور پر یہ نظریہ قائم کر چکا ہوں کہ وہ کسی جنگ باز ملک کا ایجنٹ ہے۔"

"چلو فی الحال تسلیم کیے لیتا ہوں۔ پھر؟"

"بڑی مصیبت ہے۔" عمران مسمسی سی صورت بنا کر بولا۔

"کیا؟" رحمان صاحب غرائے۔

"وہ کبڑا میرے لیے نئی دریافت نہیں ہے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ "دو سال سے اس پر نظر تھی۔ ادھر چھ ماہ سے نظر نہیں آیا تھا۔ میں نے سوچا کسی طرف نکل گیا۔ لیکن جب آپ کے قیدی کا قصہ اٹھا تو اس کبڑے کی پوزیشن کسی حد تک واضح ہوئی لیکن وہ غائب تھا۔ لڑکی قتل کر دی گئی اور پھر کچھ ہی دن بعد کبڑا بھی نظر آیا۔"

"ہوگا۔" رحمان صاحب برا سا منہ بنا کر بولے۔ "میں ڈاکٹر داور کی بات کر رہا تھا۔"

"پچھلے چھ ماہ سے پہلے کی بات ہے۔ میں نے اکثر اسے تجربہ گاہ کے آس پاس منڈلاتے دیکھا تھا....

رحمان صاحب کچھ نہ بولے.... عمران اونگھنے لگا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسٹول پر بیٹھے بیٹھے ہی سو جائے گا۔ پلکیں آہستہ آہستہ جھکتیں اور وہ خود کو جھکولا دے کر سنبھل جاتا۔ آنکھیں پھاڑتا اور جھینپے ہوئے انداز میں مسکراتا۔

"آخر اس اغوا کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟" رحمان صاحب متفکرانہ لہجے میں بڑبڑائے۔

"عقیقہ۔"

"کیا؟" رحمان صاحب گرجے.... اور عمران بے ساختہ اچھل پڑا۔ بوکھلائے ہوئے انداز میں آنکھیں پھاڑیں اور پھر دونوں ہاتھوں سے منہ پیٹتا ہوا بولا۔ "میں نے کیا کہا تھا؟ او۔ اوف.... یہ غنودگی خدا اسے غارت کرے۔"

"ہوش میں رہو!"

"کام نہیں چلے گا۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔ "پھر بے ہوش ہونا پڑے گا ورنہ شاید ڈاکٹر داور نے جو کچھ بھی معلوم کیا ہے اس کے متعلق ملٹری انٹیلی جنس کو کوئی اطلاع نہیں دی۔ بلکہ غالباً انہیں کسی مسئلے میں شبہ ہے۔ اس لیے اغوا کی ضرورت پیش آئی ورنہ خاتمہ بھی کوئی ایسی بڑی بات نہیں تھی۔"

"کیا بک رہے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ اب مجھے اسی وحشت کے عالم میں گھر سے نکل جانے دیجئے۔"

"غالباً سب سو رہے ہوں گے۔"

"خدا کا شکر ہے کہ تم نے خود ہی تجویز پیش کر دی جتنی جلد ممکن ہو سکے دفع ہو جاؤ ورنہ تمہارا یہ نیگرو بدمعاش مجھے کنگال کر دے گا۔ خدا کی پناہ چھ بوتلیں یومیہ۔ آخر تم اس کے اخراجات کہاں سے پورے کرتے ہو؟"

"شیطان دیتا ہے۔"

رحمان صاحب برا سا منہ بنا کر رہ گئے۔ عمران اپنے کپڑے جھاڑ رہا تھا۔

"یہ کیا حرکت ہے؟"

"جوزف کہاں سو رہا ہے؟" عمران نے سوال کا جواب دینے کی بجائے پوچھا۔

"گیراج میں!"

"بس میں چلا۔"

کمپاؤنڈ میں اندھیرا تھا۔ عمران بے دھڑک باہر آ گیا۔ کیونکہ رحمان صاحب کو کتوں سے نفرت تھی۔ نہ ہوتی تو عمران اتنی آسانی سے اپنی اسکیموں میں کامیاب بھی نہ ہو سکتا کمرے میں چور دروازے کی موجودگی بھی بے کار ثابت ہوتی۔ وہ گیراج کی طرف جا رہا تھا۔

O

جولیانا فٹزواٹر جاگ پڑی۔ غالباً فون کی گھنٹی دیر سے بج رہی تھی۔ اس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھایا لیکن دوسری طرف سے تنویر کی آواز سن کر جھلا گئی۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے؟" وہ دانت پیس کر دہاڑی۔

"میں پاگل ہو جاؤں گا۔" تنویر بھی غالباً چیخا ہی تھا۔ "کیا اب پولیس کو رنگ کروں۔"

"جہنم میں جاؤ۔" جولیا جھلا کر ریسیور کریڈل پر پٹخنے ہی والی تھی کہ تنویر بولا۔ "یہ عمران...!"

"کیا۔"

"عمران آدھے گھنٹے سے دروازہ پیٹ رہا ہے۔ کپڑے تار تار ہیں اور جوزف کوشش کر رہا ہے کہ اسے سمجھا بجھا کر واپس لے جائے۔"

"اوہ۔" جولیا کی آواز سے تھکن مترشح تھی۔ "پھر بتاؤ۔ میں کیا کروں؟"

"کرو یا نہ کرو۔ میں اب باہر نکل کر مرمت کروں گا۔"

"ٹھہرو! ایسی حماقت بھی نہ کرنا۔" جولیا جلدی سے بولی۔ "جوزف تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"اوہ.... کیا میں....!"

"ٹھہرو تنویر!" جولیا نے نرم لہجے میں کہا۔ "میں آ رہی ہوں۔ میرے پہنچنے سے پہلے دروازہ نہ کھولنا۔"

"خیر آؤ" سلسلہ منقطع ہو گیا۔

بیس منٹ بعد جولیا کی گاڑی تنویر کے بنگلے کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ ہیڈ لیمپس کی روشنی برآمدے میں پڑی تھی۔ عمران اور جوزف صاف نظر آ رہے تھے۔ عمران دروازہ پیٹے جا رہا تھا اور جوزف بار بار گھگھیا رہا تھا۔ "باس خدا کے لیے اب بس کرو۔ کہیں اس شریف آدمی کا ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔"

"ابے بس چپ بھی رہ۔" تنویر اندر سے گرجا۔ "میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ ہونہہ!"

"کیا بات ہے؟" جولیا کی آواز پر وہ دونوں چونک کر مڑے۔

"لل.... لڑکی!" عمران پہلے تو ہکلایا اور پھر اچھل کر جوزف کی گردن سے جھول گیا۔

"بب۔ بچاؤ۔ پیارے بھائی.... خدا کے لیے مجھے اس لڑکی سے بچاؤ!

"باس ہوش میں آؤ.... دیکھو یہ مس فٹز واٹر ہیں۔"

"سوڈا واٹر حرام ہے.... بھگاؤ اسے.... ڈارلنگ بلیکی.... بھگاؤ.... فادر۔ فادر۔ ہولی فادر!" وہ حلق پھاڑنے لگا۔

تنویر بھی باہر آ چکا تھا۔ اب اس نے جوزف پر برسنا شروع کر دیا۔ "لے جاؤ اسے یہاں سے ورنہ دونوں کو پاگل خانے بھجوا دوں گا۔"

"ٹھہرو۔ خاموش رہو! میری سنو۔" جولیا اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "بہتر ہے کہ اسے اندر لے چلنے کی کوشش کرو جوزف تم بھی مدد کرو۔ ورنہ کسی پریشانی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اتنی رات گئے اس ہنگامے نے پولیس کو متوجہ کر لیا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔"

بات جوزف کی بھی سمجھ میں آ گئی اور وہ لوگ عمران کو اندر دھکیل لے گئے۔

"چھوڑو۔ مجھے چھوڑو۔" عمران زور زور سے ہاتھ گھماتا رہا۔

بدقت تمام وہ اسے ایک آرام کرسی تک لا سکے اور پھر جولیا ہی کی تجویز پر اسے کرسی سے باندھ دیا گیا۔

"ہائے میں سمجھ گیا۔" عمران روہانسی آواز میں کراہا۔ "اب یہ لڑکی مجھے ایک عشقیہ خط لکھے گی اور اس کی سہیلی اسے مشورہ دے گی کہ خط پر پانی کی دو چار بوندیں بھی ٹپکا کر بلاٹنگ پیپر سے خشک کر دو تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔ ہائے یہ لڑکیاں مجھے اس قدر الو کیوں سمجھتی ہیں۔ ارے بابا.... میں ڈیڑھ درجن بچوں کا باپ ہوں اور چوتھی شادی کی فکر ہے۔ ہائے۔ بچاؤ۔ کوئی بچاؤ۔ پولیس۔ پولیس!"

"بکواس بند کرو۔" تنویر نے اسے گھونسہ دکھایا۔

"اے مسٹر ہوش میں رہو! باس پاگل ہوں گے لیکن میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔"

"کیا بکتا ہے۔"

جوزف آنکھیں نکال کر اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ جولیا درمیان میں آ گئی۔

O

آج کیپٹن فیاض بذات خود کبڑے کا تعاقب کر رہا تھا۔ پھر اپنے مقدر کو گالیاں کیوں نہ دیتا۔ تین گھنٹے گذر چکے تھے سڑکیں ناپتے لیکن کبڑا تھا کہ کہیں رکنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ خدا خدا کر کے وہ ایک بار میں داخل ہوا اور فیاض نے فوری طور پر شرابی بننے کی کوشش کر ڈالی۔ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے پہلے بھی کہیں پیتا رہا ہو اور راہ چلتے حلق تر کرنے چلا آیا ہو۔ کئی میزیں خالی تھیں۔

فیاض نے کبڑے کے قریب ہی والی میز منتخب کی۔ کبڑے کی پشت اس کی طرف تھی۔

ویٹر کی شکل دیکھ کر فیاض نے آنکھیں اور نشیلی بنالیں.... اور جھومتا ہوا بولا۔ ''مارٹنی لاؤ.... ڈبل....!''

''جی صاحب!'' ویٹر نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

''مارٹنی.... یوانفرنل بیسٹ!''

''صاحب.... مینو میں نہیں ہے۔''

''مینو کے بچے.... میں مسور کی دال اور چپاتیاں نہیں مانگ رہا۔''

''منیجر صاحب کو بلاؤں صاحب!''

''مارٹنی.... مارٹنی.... جاہل کندہ تراش! شراب.... مارٹنی شراب۔ کیا تم فرانس کبھی نہیں گئے ہائے پیرس۔ میں مارٹنی کے علاوہ اور کچھ نہیں پیتا۔ اچھا ایک اسٹیک لاؤ۔'' ویٹر کی جان میں جان آئی اور وہ اسٹیک لینے دوڑا گیا۔

ادھر اب کبڑے کی میز بھی خالی نہیں تھی۔ ایک خوبصورت یوریشین لڑکی بھی تھی اور رم کی بوتل بھی۔ رم غالباً خالص ہی چل رہی تھی کیونکہ آس پاس نہ تو سائیفن ہی موجود تھا اور نہ سوڈے کی بوتل۔ سروس اتنی چوکس نہیں تھی کہ فوری طور پر خالی بوتل ہٹا دیئے جانے کا امکان ہوتا۔

فیاض میز پر کہنیاں ٹیک کر آگے جھک آیا۔ ان دونوں کے مابین گفتگو انگریزی میں ہو رہی تھی۔

کبڑا کہہ رہا تھا۔ ''مجھے تمہاری ماں سے عشق ہے۔''

''بکواس مت کرو۔'' لڑکی کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

''اگر زندہ ہو تو میرا ایک پیغام اس تک ضرور پہنچا دینا۔''

''میں اٹھ جاؤں گی۔ ہاں۔'' لڑکی نے دھمکی دی۔

''ارے نہیں ایسا بھی کیا۔ ہام تو تمہاری ماں....''

لڑکی نے زور سے میز پر ہاتھ مارا اور کبڑا جملہ پورا نہ کر سکا۔ خواہ مخواہ دانت نکال دیئے اور زبردستی ہنستا رہا۔ پھر لڑکی بھی اسے چڑانے پر آمادہ نظر آنے لگی۔

''یہ گٹھری اب زمین پر رکھ دو۔'' اس نے اس کے کوبڑ کی طرف اشارہ کیا۔

''ہوں!'' فیاض نے اس کی آواز میں غراہٹ سی محسوس کی۔ ''یہ گٹھری جس دن زمین پر اتری، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح خلاء میں چکراتے پھریں گے۔''

''اور تم کسی پاگل خانے میں نظر آؤ گے۔ کیوں؟'' لڑکی اس کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر ہنسی۔

کبڑے نے جھلاہٹ میں اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''حرامی۔'' لڑکی کا بھرپور ہاتھ اس کے گال پر پڑا۔

''کتیا۔ حرامزادی۔'' کبڑے نے اس کی کھوپڑی پر دوہتڑ چلایا اور وہ اس طرح پیچھے ہٹی کہ کرسی سمیت الٹ ہی جانا پڑا۔ بس پھر اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔

کبڑے پر چاروں طرف سے یلغار ہو گئی۔ مارو۔ مارو کے شور میں لڑکی کی ہسٹریائی چیخیں بھی مچل رہی تھیں۔ پھر دفعتاً ہال میں اندھیرا ہو گیا۔

فیاض کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ اندھیرا.... اور.... مغز پھاڑ دینے والا شور.... ہاتھاپائی کی آوازیں.... پتہ نہیں کتنے آدمی آپس میں الجھ پڑے تھے۔

''او۔ الو کے پٹھے سنبھل کر....''

''زبان.... سنبھال....''

''تڑاق....''

''ہائیں۔ ہائیں....''

کیپٹن فیاض نے اٹھنا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے میں سر پر قیامت ٹوٹی۔ بے خبری میں چبھنے والی سوئی بھی بعض اوقات نیزے کی انی معلوم ہوتی ہے پھر فیاض کو اپنا سر پاش پاش ہوتا کیوں نہ محسوس ہوتا۔ کوئی خاصی وزنی چیز اپنا کام کر ہی گئی تھی۔

فیاض چکرا کر کرسی سمیت گرا اور اندھیروں میں گم ہوتا گیا۔ لیکن اس عالم میں بھی وہ سوچ رہا تھا کہ محض اتفاق ہو سکتا ہے یا دیدہ دانستہ اس پر حملہ ہوا ہے۔ واقعہ اندھیرے کا تھا اس لیے کسی کے خلاف کوئی کارروائی بھی نہیں کی جا سکتی۔ فیاض بڑی خاموشی سے بے ہوش ہو گیا۔ وہ کسی بہت ہی معمولی آدمی کے روپ میں کبڑے کے پیچھے لگا تھا۔

O

''اچھا تو پھر کیا ہوا۔'' خاور نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

جولیا غصے کی زیادتی کی وجہ سے صحیح الفاظ ادا کرنے سے قاصر تھی۔ سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ بدقت تمام وہ بولی۔ ''تنویر۔ خدا اس سے سمجھے۔ میں نے عمران کو اس کی نگرانی میں دے کر

غلطی کی تھی۔ کاش کسی نہ کسی طرح اپنے ساتھ ہی لائی ہوتی۔"

"کیوں؟ کیا اب وہ وہاں نہیں ہے؟"

"نہیں۔" جولیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "ہم نے اسے کرسی سے جکڑ دیا تھا۔ لیکن وہ رات میں کسی وقت نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔"

"اچھا جوزف کہاں ہے؟"

"اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہو سکا کہ عمران کب نکل گیا اور تنویر کا بیان ہے کہ وہ خود ساری رات گہری نیند سوتا رہا تھا۔"

"یہ ناممکن ہے!" خاور کا لہجہ تشویش کن تھا۔ "اگر تنویر نے اسے نکل بھاگنے میں مدد دی ہو گی تو..... نہیں یہ بھی قرین قیاس نہیں۔"

"تم نہیں سمجھتے۔ مجھ سے زبردست غلطی ہوئی۔ وہ عمران کا دشمن ہے۔ خطرناک ترین دشمن۔"

"اوہ سمجھا۔" خاور ہنس پڑا۔ "تم ہی بہتر سمجھ سکتی ہو۔"

جولیا پھر کسی سوچ میں گم ہو گئی۔ کچھ دیر بعد بولی۔ "اگر میں جوزف کو اشارہ بھی کر دوں تو وہ تنویر کی بوٹیاں اڑا دے گا۔"

"اب وہ کہاں ہے؟"

"میرے ساتھ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کیسے سمجھاؤں۔ صبح پھوٹ پھوٹ کر بچوں کی طرح رو رہا تھا۔ بالکل بچوں ہی کے سے انداز میں اس کے متعلق سوالات کرتا ہے۔"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور جولیا نے جھپٹ کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے ایکس ٹو کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

"یس سر!" جولیا نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"تم لوگ عمران سے قطعی دور رہو۔ اگر کہیں دکھائی بھی دے تو نظر انداز کرو۔"

"مم.... مگر..... کیوں جناب؟"

"بکواس کرو گی؟" ایکس ٹو غرایا۔ "تمہیں جرات کیسے ہوتی ہے مجھ سے کسی حکم کی وجہ پوچھنے کی؟"

"مم.... معافی چاہتی ہوں جناب!" جولیا نے بوکھلا کر کہا۔

"سنو!" ایکس ٹو نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "نکسن روڈ پر رٹز کے سامنے ایک شراب خانہ ہے۔

وہاں اس وقت کیپٹن فیاض فرش پر بے ہوش پڑا نظر آئے گا۔ براؤن رنگ کے شکستہ سوٹ میں ہے اور نقلی مونچھیں لگا رکھی ہیں۔ انسپکٹر زاہد کو فون کرو کہ اسے اٹھا لے جائے گمنام کال۔ یاد رکھنا۔ بس۔"

سلسلہ منقطع ہو گیا اور جولیا جھلائے ہوئے انداز میں ریسیور پٹخ کر خاور کی طرف مڑی۔

"کیا بات ہے؟" خاور مسکرایا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کال ان کے چیف آفیسر کی رہی ہو گی۔

"پتہ نہیں! اس جانور سے کب اور کس طرح پیچھا چھوٹے گا۔"

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"عمران سے دور رہو! اگر کہیں دکھائی بھی دے جائے تو نظر انداز کرو۔"

"میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ اس کا پاگل پن مصلحت سے خالی نہیں ہو سکتا۔"

"کیا مطلب.....؟"

"وہ ایکس ٹو ہی کی کسی اسکیم کے تحت پاگل بنا ہو گا۔"

"میں یقین نہیں کر سکتی۔"

"پھر وہ عمران سے دور رہنے کا مشورہ کیوں دے رہا ہے۔" اسی طرح صفدر سے بھی دور رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ کوئی وجہ تو ہونی چاہئے۔"

جولیا کسی سوچ میں پڑ گئی۔ اتنے میں خاور کسی آواز پر چونکا اور اسی طرف کان لگا دیئے۔ پھر بولا۔ "یہ.... کون ہے۔ کیا اسی عمارت میں۔"

"جوزف شاید رو رہا ہے!" جولیا بولی۔ خاور ہنس پڑا۔ لیکن جولیا بدستور سنجیدہ رہی۔ سنجیدگی غم آلود تھی۔

"او بابا۔ تو آخر تم اس کے لیے اتنی پریشان کیوں ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ مجھے تمہاری ہمدردیوں کی ضرورت نہیں۔"

اس جھڑکی کے باوجود بھی خاور ہنستا ہی رہا۔ وہ سبھی جولیا کا احترام کرتے تھے۔ اس حد تک کہ اس کی جھڑکیاں بھی انہیں گراں نہیں گذرتی تھیں۔

خاور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"آ جاؤ۔" جولیا نے کہا اور جوزف لنگڑاتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"مجھے جانے دو.. مسّی!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں باس کو تلاش کر ہی لوں گا۔"

"اچھی بات ہے!" جولیا نے ٹھنڈی سانس لی۔ "جاؤ۔ لیکن مجھے فوراً ہی اطلاع دینا اگر کہیں دکھائی دے جائے۔"

"میں انہیں زبردستی اٹھا کر یہیں لاؤں گا مسّی۔ باپ کے گھر نہیں لے جاؤں گا۔ ایسا بھی کیا کنجوس باپ؟"

"کیا مطلب؟" خاور اسے گھورتا ہوا بولا۔ "رحمان صاحب تو بڑے شاہ خرچ آدمی ہیں تم انہیں کنجوس کیوں کہتے ہو؟"

"کنجوس کیوں کہتا ہوں۔" جوزف آنکھیں نکال کر غرایا۔ "جوان بیٹا پاگل ہو گیا ہے کچھ دن علاج کیا.... ڈاکٹر پر ڈاکٹر آئے.... مگر اب انہیں بالکل پرواہ نہیں ہے اب وہ باس پر ایک پائی بھی نہیں صرف کر سکتے۔"

"تمہارے باس نے انہیں کبھی سکھ نہیں دیا۔"

"تم پڑھے لکھے لوگوں سے میں بحث نہیں کر سکتا۔ ایک وحشی قوم سے تعلق رکھتا ہوں لیکن میرا بیٹا.... خواہ وہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو ہمیشہ میرے سینے سے لگا رہے گا آسمانی باپ نے ہم کمینوں کو سینے سے لگا رکھا ہے۔ ہم جو دن رات اس کی نافرمانی کرتے ہیں کیا وہ جوزف کا پیٹ نہیں بھرتا.... اس جوزف کا جو گوشت کھاتا ہے اور ہر وقت شراب میں ڈوبا رہتا ہے۔"

"اے جاہل آدمی میں تجھ سے بحث نہیں کر سکتا۔ مجھے معاف رکھ!" خاور نے ہنس کر کہا۔

"ورنہ میرا باپ بھی سانپ بن کر سرکنڈے کی جھاڑیوں میں سرسراتا پھرے گا...."

جولیا بھی مسکرا پڑی۔ لیکن جوزف کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں جا رہا ہوں مسّی.... خدا حافظ...."

"تمہاری چھ بوتلیں یہاں تیار ملا کریں گی۔" جولیا نے کہا.... جوزف مزید کچھ کہے بغیر.... دروازے کی جانب مڑ چکا تھا....!

O

زیرو نائین ٹرانسمیٹر کا سفری سیٹ صفدر کے پاس موجود تھا۔ لیکن اسے کبھی موقع نہ مل سکا کہ وہ اسے استعمال کر سکتا۔ آج کل وہ گرینڈ ہوٹل میں مقیم تھا۔ اخراجات کے لیے بے تحاشہ

رقوم ملتی تھی لیکن اس کے فرشتوں کو بھی علم نہ رہا ہو گا کہ وہ رقومات آتی کہاں سے ہیں۔ کون س تک پہنچاتا ہے.... ایک آدھ بار ایکس ٹو کی طرف بھی دھیان ضرور گیا تھا لیکن پھر سوچا کہ ایکس ٹو سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اس حد تک اپنے ماتحتوں کا خیال رکھے گا۔ نوٹوں کی گڈیاں اسے اپنی جیبوں میں ملتی تھیں.... تکیے کے نیچے بستر پر ملتی تھیں۔ غرضیکہ اسے اتنا مل جاتا تھا کہ وہ عیش سے زندگی بسر کر سکتا....!

لیکن زیرو نائین کا سیٹ استعمال کر کے ایکس ٹو سے رابطہ قائم کرنے میں کون حارج ہو سکتا تھا....؟

کوئی شخص.... کوئی انجانا آدمی.... جو ہر وقت اس کے آس پاس ہی موجود ہوتا ہے۔ وہ ویٹر ہی سہی.... جو اکثر دستک دیئے بغیر ہی اس کے کمرے میں گھس آتا تھا۔ اور پھر اس طرح گڑگڑا کر معافی مانگتا تھا کہ سفاک ترین آدمی بھی پسیج جاتا۔ صفدر کو یقین تھا کہ کبڑے کے آدمی ہر وقت اس کی نگرانی کرتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ ایکس ٹو سے اسے اپنے آدمیوں سے دور ہی رہنے کی ہدایت ملی تھی۔

کبڑا۔ کبڑا۔ ہمبگ دی گریٹ! صفدر اس کے متعلق سوچتے سوچتے اس طرح جھلا جاتا کہ مٹھیاں غیر شعوری طور پر سر کے بال جکڑنے لگتیں....!

اس وقت بھی وہ گرینڈ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں کبڑے ہی کا منتظر تھا۔

وہ آٹھ بجے نظر آیا.... لیکن اس انداز میں کہ صفدر کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

ڈنر سوٹ میں تھا.... بے داغ قمیض.... اور ایک عورت جو اس کے قد سے دوگنی ضرور رہی ہو گی۔ عورت کا لباس بھی قیمتی تھا۔ چہرہ خاصا دلکش تھا۔ لیکن کبڑے ہی کی طرح بے ہنگم تھی۔ دبلی پتلی تاڑ جیسی.... دونوں کو ساتھ دیکھ کر ڈائننگ ہال کا ہر فرد متوجہ ہو گیا تھا۔ پہلے بھی کوئی ایسا مضحکہ خیز جوڑا شاید ہی کسی کی نظر سے گذرا ہو۔

عورت بڑی بے پروائی سے مسکرا رہی تھی۔ کبڑے ہی کی طرح اسے بھی غالباً اس کی پرواہ نہیں تھی کہ لوگ انہیں مضحکانہ انداز میں گھور رہے ہیں۔

دونوں تیر کی طرح صفدر کی میز کی جانب آئے۔ صفدر ان دنوں ہر وقت میک اپ میں نظر آنے لگا تھا۔ وجہ معقول تھی اس نے ایک دن کیپٹن فیاض اور اس کے چند خاص ماتحتوں کو بھی

کبڑے کی نگرانی کرتے دیکھ لیا تھا۔ کیپٹن فیاض صفدر کو عمران کے دوست کی حیثیت سے جانتا تھا۔ لہٰذا وہ اسے کبڑے کے ساتھ دیکھ کر کان ضرور کھڑے کرتا۔ لہٰذا اس نے سوچا کیوں نہ ہر وقت اسی میک اپ میں رہے جس میں پہلی بار کبڑے سے ملاقات ہوئی تھی۔

"ہلو.... صفی گریٹ بوائے...." کبڑے نے بڑے مشفقانہ انداز میں صفدر سے مصافحہ کیا اور پھر عورت کی طرف دیکھ کر بولا۔ "لیڈی ہمبگ.... مائی لائف۔"

"ڈلائیٹڈ.... مائی لیڈی....!" صفدر نے بڑے احترام سے مصافحہ کیا۔

وہ بیٹھ گئے۔ کبڑا صفدر کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہا تھا اور لیڈی ہمبگ احمقانہ انداز میں سر ہلا ہلا کر مسکرا رہی تھی۔ کبھی کبھی دانت بھی نکل پڑتے مگر بے آواز....

"آج ہم یہاں مدعو ہیں۔ کیا تم میرے سیکرٹری کے فرائض انجام دو گے؟" کبڑے نے صفدر سے پوچھا۔

"یس یور ایبسرڈنس (Absuredness)۔" صفدر سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا۔

"گڈ....! مگر تم پھر میک اپ میں کیوں نظر آنے لگے ہو؟"

"کیپٹن فیاض اور اس کے آدمی حضور کی نگرانی فرما رہے ہیں اور وہ مجھے اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ اصل صورت میں سامنے آؤں تو چمڑی ادھیڑ کر رکھ دیں گے۔"

"ویری فائین! مگر یہ کیپٹن فیاض کیا بلا ہے.... میں تو نہیں جانتا۔"

"پولیس سرکار!" صفدر بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"تمہیں وہم ہو گیا ہے صفی۔" کبڑا مسکرایا۔ "بھلا پولیس کو مجھ سے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔ میں تو اپنے وقت کا عظیم ترین اکاؤنٹنٹ ہوں۔ اسی لیے ساری دنیا پر میری بادشاہت ہے۔ آج دیکھ لینا ان لوگوں کو جنہوں نے مجھے یہاں مدعو کیا ہے۔ پولیس بکواس ہے۔ پولیس سے کیا ہوتا ہے.... خواہ مخواہ اتنا بڑا عملہ رکھ کر مفت کی تنخواہیں بانٹی جاتی ہیں۔ قوم کا اتنا سرمایہ یونہی برباد ہوتا ہے۔"

"وہ کیسے یور ایبسرڈنس!"

"سیکرٹری! ہم اس وقت بحث کے موڈ میں نہیں ہیں۔ پھر کبھی اس مسئلے پر مجھ سے کچھ سن لینا۔"

"اوکے یور ایڈیوسن کریسی!"

"لیڈی ہمبگ سے کچھ دیر موسمیات پر گفتگو کرو۔ میں ابھی آیا۔" کبڑا اٹھتا ہوا بولا۔

چند لمحے بعد صفدر نے اسے اوپری منزل کے زینے طے کرتے ہوئے دیکھا اور پھر لیڈی ہمبگ کی طرف مڑ کر بولا۔

"ہز ایبسرڈنس واقعی بہت عظیم ہیں۔"

عورت اب بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ وہ چند لمحے صفدر کو گھورتی رہی پھر بولی۔ "کیا تم میرے شوہر کے متعلق کچھ بتا سکو گے....؟"

"میں نہیں سمجھا.... یور لیڈی شپ!" صفدر نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"وہ کرتا کیا ہے.... کہاں غائب رہتا ہے۔ میں آج ہی ساجد نگر سے آئی ہوں۔ تم نے کبھی رانی ساجد نگر کا نام سنا ہے؟"

"کیا؟" صفدر متحیرانہ انداز میں اچھل پڑا۔

"میں رانی ساجد نگر ہوں۔"

"آپ.... یعنی کہ۔ آپ اور یہ ہمبگ آپ کا شوہر...."

"بدتمیز نہ بنو!" عورت نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اچھا محترمہ! مگر میں آپ کو اپنے باس کے متعلق کیا بتا سکوں گا؟"

"وہ ساجد نگر سے کہاں غائب ہو جاتا ہے؟"

"اوہو تو کیا مستقل طور پر ساجد نگر میں رہتے ہیں؟"

"پھر کہاں رہے گا؟ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

"معافی چاہتا ہوں یور ہائی نس....!"

"اوہ.... اچھا خاموش رہو۔ وہ واپس آ رہا ہے۔"

ہمبگ واپسی کے لیے زینے طے کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ پھر اسی میز پر نظر آیا۔

"اب کتنی دیر ہے ڈارلنگ؟" عورت نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "تمہاری پارٹیاں میری سمجھ میں نہیں آتیں...."

"یہ پارٹی میں نے نہیں دی سویٹی۔" ہمبگ بولا۔ "ہم مدعو ہیں یہاں۔"

"مگر کتنی دیر انتظار کرنا پڑے گا؟"

"دیکھو سوئیٹی! میں بتاؤں۔!" ہمبگ نے طویل سانس لے کر کہا۔ "قصہ دوسرا ہے اگر تم خفا نہ ہونے کا وعدہ کرو تو بتاؤں۔"

"کیا میں کبھی تم سے خفا بھی ہوئی ہوں۔" عورت کے انداز میں بلا کی محبت پھٹ پڑی تھی۔

"کبھی نہیں! لیکن میں تمہاری خفگی کے تصور سے کانپتا ہی رہتا ہوں۔"

عورت نے بڑے فخریہ انداز میں صفدر کی طرف دیکھا۔ مسکرائی اور ہمبگ سے بولی۔

"بتاؤ نا کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں الجھن میں ہوں۔"

دراصل میں پارٹی میں شرکت نہیں کرنا چاہتا۔ اور پارٹی یہاں ہے بھی نہیں۔ پارٹی تو ڈی لکس میں ہوگی ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے! تم سیکرٹری کے ساتھ چلی جاؤ۔"

عورت نے برا سا منہ بنایا لیکن کچھ بولی نہیں۔ صفدر ہمبگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"مجھے توقع ہے کہ تم ہر لیڈی شپ کے وقار کا خیال رکھو گے!"

"دل و جان سے یور ایڈ سکریسی!" صفدر نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

"تم کیا کہتی ہو ڈارلنگ....؟"

"میں تو تم سے کبھی کسی بات کی وجہ بھی نہیں پوچھتی۔" عورت نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "دیکھو نا میں نے تم سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ پولیس تمہاری نگرانی کیوں کر رہی ہے؟ اور یہ تمہارا سیکرٹری تمہارا مضحکہ کیوں اڑاتا ہے؟"

"ارے وہ پولیس ہاہا۔" وہ ہنس پڑا اور دیر تک باقاعدہ طور پر ہنستا رہا پھر بولا۔ "پولیس والے مجھے ایک پراسرار آدمی سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ میں اسمگلروں کا شہنشاہ ہوں اور میرا سیکرٹری مردود بھی یہی سمجھتا ہے۔"

"اچھا؟" رانی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "کیا میں وزیر داخلہ کو فون کروں؟"

"ارررر۔ نہیں ڈارلنگ.... ہرگز نہیں۔ مجھے میری تفریح سے محروم نہ کرو۔ لطف آتا ہے پولیس سے چھیڑ چھاڑ میں۔ کیوں سیکرٹری؟"

صفدر نے بڑے عقیدت مندانہ انداز میں سر کو جنبش دی وہ ابھی تک اس عورت کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ رانی ساجد نگر خاصی مشہور عورت تھی۔ اکثر "کارہائے خیر" کے سلسلے میں اس کا نام اخبارات کی زینت بنتا رہتا تھا۔ لیکن یہ عورت.... اس ہمبگ کی بیوی.... رانی ساجد نگر شاید کوئی

بچہ بھی یقین نہ کر سکے۔ اس نے سوچا.... دیکھا جائے گا۔

اس دوران میں عورت نے کبڑے سے کچھ کہا تھا اور کبڑا ہنس پڑا تھا۔ کیا کہا تھا؟ صفدر نہ سن سکا۔ وہ تو ان دونوں کے متعلق طرح طرح کے خیالات میں الجھا ہوا تھا۔

"اچھی بات ہے۔" کبڑے نے کلائی کی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "سوا آٹھ بج رہے ہیں اب تم لوگ ڈی لکس کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ سیکرٹری تمہارے ساتھ ہی بیٹھے گا۔"

"کسی کو اعتراض تو نہ ہوگا؟" عورت نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں! میری کسی بات پر کسی کو بھی اعتراض نہیں ہوتا۔" کبڑے نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

صفدر الجھن میں مبتلا ہو گیا۔ کبڑے نے پہلے ہی اسے فون پر ہدایت کر دی تھی کہ وہ آٹھ بجے ڈنر سوٹ میں ملبوس ملے۔ لیکن یہ دعوت....!

"اوہ...." "تم کیا سوچنے لگے۔ کبڑے نے اسے ٹوکا۔ "دیر نہ کرو جاؤ۔"

پھر جب وہ دونوں اٹھے تو صفدر کا دل چاہ رہا تھا کہ کسی جانب نکل بھاگے کیونکہ یہ عورت تو قد میں خود اس سے بھی کچھ نکلتی ہوئی سی تھی۔

گرینڈ کی کمپاؤنڈ میں ایک لمبی سی شاندار گاڑی ان کی منتظر نظر آئی۔ ڈرائیور باوردی تھا۔ اس نے بڑی شائستگی سے اُن کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا اور پھر گاڑی ڈی لکس کے لیے روانہ ہو گئی۔

رانی ساجد نگر نے صفدر کو اپنے ساتھ پچھلی سیٹ پر بٹھایا تھا۔ وہ خاموش رہا۔ الجھن بڑھتی ہی جارہی تھی.... اگر یہ سچ مچ رانی ساجد نگر ہی تھی تو پھر کبڑا۔ کبڑے کی شخصیت کا ایک نیا پہلو سامنے آیا تھا۔ رومینٹک اور حیرت انگیز پہلو۔

"کیا تم زیادہ تر خاموش ہی رہتے ہو سیکرٹری؟" رانی ساجد نگر نے خود ہی پہل کی۔

"نن.... نہیں تو.... یور ہائی نس.... میں بڑی الجھن میں ہوں۔"

"کیوں؟"

"میں ہمبگ دی گریٹ کو سنکی اور مسخرہ سمجھتا تھا۔ لیکن وہ تو واقعی گریٹ نکلے۔"

"تم انہیں کب سے جانتے ہو؟"

"زیادہ دنوں سے نہیں۔ لیکن پھر بھی محسوس یہی کرتا ہوں جیسے سالہا سال سے ان کی

ملازمت میں ہوں۔"

"اوہو.... اوہو!" رانی ہنس پڑی۔ "تم میرے رقیب تو نہیں بن جاؤ گے؟"

"میں بہت پریشان بھی ہوں۔ یور لیڈی شپ۔ آخر آپ کو اس کی پرواہ کیوں نہ ہوئی کہ مسٹر ہمبگ پولیس کی نگرانی میں ہیں۔"

"اوہ...." وہ ہنس پڑی۔ "ھمبی بڑا ستم ظریف ہے۔ اس کی یہی چیزیں تو مجھے پاگل بنا دیتی ہیں اور میں اسے پہلے سے بھی زیادہ شدت سے چاہنے لگتی ہوں۔"

"ان کا اصلی نام کیا ہے؟" صفدر نے پوچھا۔

"خدا جانے.... میں ہمبگ دی گریٹ کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی۔"

"اور یہ نام آپ کو مضحکہ خیز بھی نہیں لگتا؟"

"مجھے اس کی ہر چیز سے پیار ہے...." رانی نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔ "میرا بلڈاگ۔"

"بلڈاگ....؟"

"ہاں۔ یہ ایک دکھ بھری کہانی ہے' کیا تم نے پہلے کبھی نہیں سنا کہ رانی ساجد نگر ایک بدنصیب عورت ہے۔"

"میں نے کبھی کچھ نہیں سنا محترمہ!"

"میں تمہیں ضرور بتاؤں گی۔ ہمبگ مجھے اپنا ہی جیسا بنانا چاہتا ہے اور میں بن بھی گئی ہوں ورنہ تم جیسے لوگ کانپتے ہوئے میرے سامنے آیا کرتے تھے۔ ہمبگ کہتا ہے کہ وہ کیڑے جو گندگی میں پیدا ہوئے ہوں انہیں گندگی ہی تک محدود رہنا چاہئے۔ اور ایسے کیڑوں میں کوئی بھی ایک دوسرے سے برتر نہیں ہوتا۔"

"لیکن وہ حضرت تو خود کو ساری دنیا سے برتر سمجھتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ یقیناً برتر ہے۔ میرا بلڈاگ! نہ وہ عام آدمیوں کی طرح پیدا ہوا تھا اور نہ عام آدمیوں کی طرح مرے گا.... اوہ۔ ختم کرو.... میں تمہیں اپنی کہانی سنانے جا رہی تھی۔ میرا قد مضحکہ خیز ہے.... تم بھی کافی لمبے تڑنگے آدمی ہو.... لیکن قد میں چھوٹے ہو مجھ سے! تمہیں حیرت ہوگی کہ تیرہ سال کی عمر تک میں اس قد کو پہنچ گئی تھی یعنی تیرہ سال کے بعد میری اونچائی میں اضافہ نہیں ہوا۔ میں جانتی تھی کہ ایسے حالات میں پوزیشن کے خواہشمند تو بہتیرے مل

جائیں گے لیکن ایسا آدمی جو مجھ سے محبت کر سکے' شاید کبھی نہ ملتا۔ میں بے ہنگم ہوں۔ آج بھی لوگ مجھے دیکھ کر ہنستے ہیں اس طرح کہ میں ان کی اس حرکت سے بے خبر رہوں۔ تب پھر میں کیا کرتی بتاؤ مجھے ایک ایسی ہستی کی تلاش تھی جو صرف مجھ سے محبت کر سکے.... میری دولت سے نہیں.... کوئی نہ مل سکا۔ سوائے اس بلڈاگ کے جسے میں نے بچپن ہی سے پالا تھا۔ وہ کرتا تھا مجھ سے محبت۔ لیکن میں بے خبر تھی۔ میں نے کبھی اس کے لیے کوئی غیر معمولی جذبہ نہیں محسوس کیا تھا۔ ایک بار شدت سے بیمار پڑی.... بلڈاگ دن رات میرے پلنگ کے قریب جما رہتا۔ جانتے ہو اس نے تین دن تک کچھ نہیں کھایا' اس وقت تک نہیں جب تک کہ میں پلنگ سے اٹھی نہیں تھی۔ تب مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرے لیے بھی پریشان ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ کتا ہی کیوں نہ ہو.... پھر میں اس کے لیے پاگل ہو گئی.... ایک پل کے لیے بھی جدائی شاق گذرتی.... لیکن۔!"

رانی ساجد نگر کی آواز بھرا گئی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے گریہ بے اختیار پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہو۔

"میرا بلڈاگ.... ایک رات اسے سانپ نے ڈس لیا۔ یقین کرو میں نے اس پر لاکھوں روپے صرف کر دیئے تھے۔ لیکن.... اسے بچا نہ سکی۔ دنیا تاریک ہو گئی میری نظروں میں!"

رانی ساجد نگر ہچکیاں لینے لگی۔ ڈرائیور کی موجودگی کی بھی پرواہ نہیں تھی اسے۔ کچھ دیر تک اسی طرح روتی رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "پھر ہمبگ مل گیا۔ پتہ نہیں کیوں مجھے اس میں اپنے بلڈاگ کی جھلکیاں نظر آئیں۔ بعض اوقات تو ایسا لگتا جیسے ابھی ہلکی سی 'بف' کے ساتھ میرے پیر چاٹنے لگے گا.... ہمبگ.... سچ کہتی ہوں وہ مجھے اتنا ہی چاہتا ہے جتنا میرا بلڈاگ چاہتا تھا۔ ہمبگ کی محبت بھی بے غرض ہے۔ پانچ سال ہوئے ہماری شادی کو.... لیکن اس نے آج تک میرا ایک پیسہ اپنی ذات پر نہیں صرف کیا.... اوہ.... پیارے ہمبگ کاش میں اس سے پہلے ہی مر جاتی.... کاش....!"

وہ پھر رو پڑی.... صفدر ہکا بکا بیٹھا سب کچھ سن رہا تھا۔ لیکن کیا وہ سچ مچ حقیقت تھی.... وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا تھا۔ ہمبگ دی گریٹ کسی گرم سلاخ کی طرح اس کے ذہن کی گہرائیوں میں اترتا جا رہا تھا۔ ہمبگ دی گریٹ جو رانی ساجد نگر کا چہیتا شوہر تھا۔ ہمبگ دی گریٹ جو شہر میں کباڑیوں کی سی زندگی بسر کرتا تھا۔

ڈی لکس ہوٹل پہنچ کر تو صفدر کی آنکھیں کھل گئیں۔ شہر کے کئی بہت بڑے سرمایہ دار رانی ساجد نگر کی پیشوائی کو موجود تھے۔ انہوں نے ہمبگ کی غیر حاضری پر بے حد افسوس ظاہر کیا۔

پھر طعام کے دوران میں صفدر کو ایک انوکھی اطلاع ملی۔

سیٹھ داور بھائی یاور بھائی رانی ساجد نگر سے کہہ رہا تھا۔ "پرنس نہیں آئے مجھے بے حد افسوس ہے۔ کیا آپ براہ کرم ہماری سفارش کر سکیں گی ان سے؟"

"کیسی سفارش ہم نہیں سمجھے؟" رانی یا لیڈی ہمبگ نے پوچھا۔

"ہم چاہتے ہیں کہ وہ کبھی کبھی ہمارے چیف اکاؤنٹنٹس کو کوچ کر دیا کریں۔"

"ارے تو وہ سچ مچ اس میں بھی دخل رکھتے ہیں۔" رانی نے حیرت سے کہا۔

"بہت زیادہ یور ہائی نس!" دوسرا سرمایہ دار بولا۔ "شاید ان کی ٹکر کا اکاؤنٹنٹ ساری دنیا میں نہ ملے۔"

"بڑی عجیب بات۔" رانی فخریہ انداز میں ہنسی۔ "ہمیں تو یقین نہیں آتا....!"

O

کیپٹن فیاض بڑی الجھن میں تھا۔ اس نے رحمان صاحب کو فون کیا کہ وہ ان سے ملنا چاہتا ہے۔ اجازت مل گئی تھی اور وہ اب اس وقت ان کی لائبریری میں بیٹھا دیر سے ان کے کان چاٹ رہا تھا۔

"مگر تمہارے سر پر چوٹ کیسے آئی تھی؟" رحمان صاحب نے اس کی بینڈیجڈ کھوپڑی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا جناب۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ چوٹ اتفاقیہ نہیں تھی۔ دیدہ دانستہ کسی نے کوئی وزنی چیز میرے سر پر ماری تھی....!"

رحمان صاحب کسی سوچ میں پڑ گئے اور فیاض نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کہنے کی بات ابھی تک نہ کہہ سکا ہو۔ دفعتاً بولا۔ "اب ایک حیرت انگیز خبر سنئے۔"

رحمان صاحب کی پیشانی پر سلوٹیں ابھرتی دکھائی دیں.... جیسے یہ انداز تخاطب انہیں گراں گذرا ہو۔ بہر حال وہ بھی اس "حیرت انگیز خبر" کے منتظر نظر آئے۔

"کبڑا.... رانی ساجد نگر کا شوہر ہے۔"

"کیا....؟" رحمان صاحب بے ساختہ اچھل پڑے۔

"یقین فرمایئے جناب! کل میں نے ان دونوں کو ساتھ دیکھا تھا گرینڈ ہوٹل میں کبڑے کی شخصیت ہی بدلی ہوئی نظر آئی تھی۔ وہ ایئر کنڈیشن لنکن میں آئے تھے گاڑی کے نمبر ساجد نگر اسٹیٹ کے تھے۔ ڈرائیور وردی میں تھا اور کبڑا کسی مغربی ملک کا معزول حکمران معلوم ہو رہا تھا۔"

"الف لیلیٰ سنا رہے ہو مجھے!" رحمان صاحب نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یقین فرمایئے جناب! میں بڑے معزز گواہ پیش کر سکتا ہوں۔ کبڑا گرینڈ سے حیرت انگیز طور پر غائب ہو گیا تھا اور رانی ایک سیکرٹری کے ساتھ ڈی لکس گئی تھی.... اور وہاں داور بھائی' سر وجاہت علی.... اور خان بہادر آصف جاہ جیسے لوگوں نے اس کا خیر مقدم کیا تھا اور افسوس ظاہر کیا تھا کہ کبڑے نے انہیں شرف نہ بخشا۔"

"ٹھہرو۔" رحمان صاحب نے فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ کسی کے نمبر ڈائیل کیے اور ماؤتھ پیس میں بولے۔ "سر وجاہت۔ ہاں۔ کہہ دو رحمان ہے ڈی۔ جی آف انٹیلی جنس۔"

پھر تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولے "ہیلو.... وجاہت میں ہوں۔ رحمان۔ پچھلی رات تم لوگوں نے کسے دعوت دی تھی.... اوہ.... اچھا.... مگر.... کبڑا.... نام بتاؤ اس کا.... کمال ہے.... ہمبگ۔ یہ کیسا نام ہوا خیر.... سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی ہمبگ رانی ساجد نگر کا شوہر کیسے ہو سکتا ہے؟ (ہلکا سا قہقہہ) ہاں.... ہاں.... کیا اکاؤنٹس.... یار کمال ہے۔ کوئی خاص بات نہیں۔ میں رانی کو پہچانتا نہیں.... بس تم لوگوں کے ساتھ دیکھا تھا حیرت انگیز طور پر لمبی ہے۔ بھئی کیا خیال ہے اس جوڑے کے متعلق؟" رحمان صاحب نے پھر قہقہہ لگایا اور ریسیور رکھ دیا۔

پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر فیاض کی طرف مڑے۔

"تمہارا خیال ٹھیک تھا پھر اب کیا کرو گے۔"

"میری سمجھ میں تو نہیں آیا جناب۔"

رحمان صاحب پھر کسی سوچ میں پڑ گئے.... تھوڑی دیر بعد طویل سانس لے کر کہا۔ "بھئی اب تو ڈاکٹر داور کا مسئلہ در پیش ہے۔ اس کے لیے کیا کیا تم نے؟"

"لیبارٹری مسلح پولیس کی نگرانی میں ہے۔ ڈاکٹر کے نائبوں کو چھٹی دے دی گئی ہے۔ عمارت میں اب کوئی بھی نہیں ہے۔ لیکن پوری عمارت چھان ڈالنے کے باوجود بھی کوئی ایسی چیز

نہیں مل سکی جس سے مجرموں کی شخصیتوں پر روشنی پڑتی.... جو آدمی ہاتھ آیا ہے وہ بھی بے کار ہی ثابت ہوا۔ درمیان کا آدمی ہے جسے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کوئی کام کیوں کرتا ہے اور کام لینے والا کون ہے۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ جھوٹا نہیں۔"

"میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں جناب!"

"پٹلو نرودا.... کا کیا رہا؟"

"کئی دنوں سے وہ بھی میرے آدمیوں کو نہیں دکھائی دیا۔"

"کہیں سے کوئی کڑی ملتی نہیں۔" رحمان صاحب تشویش کن انداز میں بولے۔

O

عمران ساجد نگر کی گلیوں کی خاک چھان رہا تھا اور اس کی پرانی دوست اینگلو برمیز لڑکی روشی اسی دن گرینڈ پیلس میں ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ رانی کو ایک لیڈی سیکرٹری کی بھی ضرورت پیش آ گئی تھی۔ روشی نے عمران کے مشورے پر اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ خود بھی انٹرویو کے لیے جا پہنچی تھی۔ انٹرویو میں پرنس یعنی ہمبگ بھی موجود تھا۔ غالباً لیڈی سیکرٹری کی ضرورت اسے ہی پیش آئی تھی۔

دونوں کی نظر انتخاب روشی ہی پر پڑی۔ بلیک زیرو نے اس کی اطلاع عمران تک پہنچائی اور عمران نے ایک نعرہ مستانہ بلند کیا۔

اس کے جسم سے چیتھڑے جھول رہے تھے اور ہاتھ میں پانچسو پچپن سگریٹ کا ایک ڈبہ تھا۔ پان اس بری طرح چبائے تھے کہ پیک باچھوں سے ٹپک رہی تھی۔

لیکن اب وہ پاگل کی بجائے "مجذوب" تھا۔ خود اس نے کوشش نہیں کی تھی کہ لوگ اسے مجذوب سمجھیں۔ بس یونہی سمجھا جانے لگا۔ قصہ دراصل یہ تھا کہ وہ بحالت دیوانگی چہرے پر حماقت تو طاری کر نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا کئی دن کے بڑھے ہوئے شیو میں خاصی نورانی صورت نکل آئی تھی۔ وحشت زدہ سی آنکھوں میں سرخ سرخ ڈورے تھے۔

جدھر جاتا بھیڑ لگ جاتی۔ رحمان صاحب نے اخبارات میں اس کی تصاویر شائع کرائی تھیں لیکن ان تصاویر سے اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وہ "ٹپ ٹاپ نوجوان" یہی مجذوبؒ ہو گا۔ اسی لیے

پکڑا نہ جا سکا۔ ورنہ رحمان صاحب نے اپنے مخبوط الحواس بیٹے کے فرار کی پبلسٹی بہت زور و شور سے کرائی تھی اور یہ سب کچھ بھی عمران ہی کی ایماء پر ہوا تھا۔ ایک سوچی سمجھی اسکیم تھی۔

عمران خواہ کسی چکر میں رہا ہو لیکن اس "عالم مجذوبیت" میں اسے بڑے عبرت انگیز تجربات ہو رہے تھے اور ان تجربات کا نچوڑ یہ تھا کہ دنیا کی پوری آبادی غالباً اولاد کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتی....

عشق ہو گیا ہے.... دعا فرمائیے کہ کامیابی ہو۔ (شادی اور پھر اس کے بعد.... اولاد)

دعا فرمائیے کہ نوکری مل جائے۔ بال بچے بھوکے مر رہے ہیں۔ (یعنی بال بچے زندہ رہیں)

براہ راست اولاد کی طلب....!

ایک عورت اولاد کے لیے گڑگڑاتی تھی۔

"میاں کتنا کماتا ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"ایک سو پچیس روپے۔" جواب ملا۔

"کتنا خرچ کر دیتی ہو....!"

"نہیں پورا پڑتا۔ میاں صاحب۔" عورت گڑگڑائی۔ "دس پانچ ادھار ہی ہو جاتے ہیں۔"

"اولاد کے لیے کہاں سے لاؤ گی؟"

"اجی۔ وہ.... گذر کر لیں گے کسی طرح.... تنگی ترشی سے.... اللہ پورا کرے گا۔"

"ہوں!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔ "اچھا۔ جاؤ پہلے تنگی ترشی سے گذر کرنا سیکھ آؤ پھر اولاد بھی دوں گا۔ ڈنکے کی چوٹ پر۔ بھاگو.... حق اللہ....!"

سرشام وہ ایک تکیے میں پڑ رہتا.... دو تین دن تک تو وہاں کے قلندروں نے اس سے پوچھ گچھ نہ کی.... لیکن آج کچھ رات گئے الجھ ہی پڑے.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اسے وہاں ٹکنے ہی نہ دینا چاہتے ہوں۔ کانے فضلو کی طرف سے تو پہلے بھی غیر مطمئن تھا۔ آج جب اس نے اس کی جیب میں اعشاریہ دو پانچ کے آٹومیٹک پستول کی جھلک دیکھی تھی تو اور زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔

فضلو اور اس کے گرد نظر آنے والی بھیڑ درویشوں کی سی زندگی بسر کرتی تھی۔ دن بھر یہ لوگ پڑے سویا کرتے.... لیکن سورج غروب ہوتے ہی ایسے چاق و چوبند نظر آتے جیسے ان کے لیے نور کا تڑکا ہو۔

سر شام ہی عمران پرانی خانقاہ کے ایک گوشے میں پڑ رہا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ فضلو اور اس کے ساتھی اسے شبہے کی نظروں سے دیکھتے ہیں اور یہ خانقاہ قلندروں سے زیادہ جرائم پیشہ جگلروں کا مسکن ہے۔ وہ چپ چاپ کان دبائے پڑا رہا اور پھر کچھ دیر بعد خراٹے بھی شروع کر دیئے۔ غالباً یہ خراٹے ہی اس جھگڑے کے لیے بہانہ بن گئے تھے۔

کانے فضلو نے ایک ٹھوکر رسید کی اور دہاڑا۔ "او.... ملنگے دوسروں کو بھی سونا ہے۔"

عمران ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

"ابے سوتا ہے کہ سڑک کوٹنے والا انجن چلاتا ہے۔" فضلو کا ایک ساتھی بولا۔

"ہائیں...." عمران نے آنکھیں نکالیں۔ "بھاگو ورنہ یہیں بھسم کر دوں گا۔"

"اچھا ہے....!" فضلو نے ہاتھ گھما ہی دیا! لیکن .... یہ کیا؟.... اس کے ساتھی متحیر کھڑے رہ گئے کیونکہ فضلو کا ہاتھ تو اس کے ساتھی ہی کے جبڑے پر پڑا تھا اور عمران اس سے صرف تین فٹ کے فاصلے پر نظر آیا۔

فضلو آگ ہو گیا.... شاید اپنے ساتھیوں میں تیس مار خان کہلاتا تھا۔ اس بار اس نے عمران پر چھلانگ لگائی.... لیکن پھر محاورۃً نہیں بلکہ سچ مچ منہ کی کھائی یعنی منہ کے بل نیچے آیا اس کے بعد تو سبھی جھپٹے تھے۔ یلغار ہوئی چاروں طرف سے اور عمران کے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے۔

وہ یہاں بے وجہ تو نہیں رہ پڑا تھا۔ اس وقت جو کچھ بھی ہو رہا تھا عین اس کی توقعات اور خواہش کے مطابق ہو رہا تھا۔ یک بیک اس نے فضلو کو ایک زور دار ہاتھ رسید کر دیا اور فضلو سنبھلنے کی انتہائی کوشش کے باوجود بھی برآمدے کے نیچے جا پڑا.... پھر اٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ یکے بعد دیگرے تین ساتھی خود اسی پر آگرے۔ عمران کے ہاتھ غیر معمولی تیزی دکھا رہے تھے۔

دفعتاً فضلو حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ "ہٹو۔ تم لوگ ہٹو سامنے سے۔"

اس نے پستول نکال لیا تھا۔

"ارے ارے استاد!" اس کے ساتھی نے غالباً احتجاج کیا۔

فضلو کی اکلوتی آنکھ سے گویا خون ٹپک رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس نے اپنے ساتھی کی آواز سنی ہی نہ ہو۔ پلک جھپکائے بغیر عمران کو گھورے جا رہا تھا۔ اس کے ساتھی بوکھلا کر ادھر ادھر ہٹ گئے۔ عمران وحشیانہ انداز میں قہقہے لگا رہا تھا۔

"خاموش....!" اچانک فضلو دہاڑا۔

"استاد.... استاد۔" کئی کانپتی ہوئی آوازیں پھر ابھریں۔ لیکن عمران کے قہقہے تو اب بھی جاری تھے۔

ایک فائر ہوا۔

"ارے.... ارے....!" فضلو کے ساتھی مضطربانہ انداز میں چیخے۔ مگر عمران کا قہقہہ.... اس کی گونج تو اب پہلے سے بھی زیادہ تیز تھی۔ پے در پے تین فائر اور ہوئے.... لیکن گولیاں سالخوردہ دیوار ہی میں پیوست ہوئیں۔ عمران سنگ آرٹ کا مظاہرہ کر رہا تھا....

فضلو کے ساتھی بوکھلائے ہوئے انداز میں فضلو ہی پر ٹوٹ پڑے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ اس کے ہاتھ سے پستول چھین لیں۔ فضلو نے بھی اس کے خلاف جدوجہد نہ کی۔ بہ آسانی پستول اپنے ہاتھ سے نکل جانے دیا۔ اس کے چہرے پر بھی بوکھلاہٹ کے آثار تھے۔

عمران اسی طرح قہقہے لگاتا ہوا دیوار سے جا ٹکا۔ پھر ایسے انداز میں اکڑوں بیٹھ گیا جیسے فرش کھود ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اب وہ خاموش تھا۔ فضلو اور اس کے ساتھی ایک ایک کر کے کھسک گئے۔

عمران گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا رہا۔ دفعتاً بائیں جانب والی کوٹھری کا دروازہ چرچرایا اور دیوار سے لگے ہوئے کیروسین لیمپ کی لو بھڑکنے لگی۔

عمران دروازے کی چرچراہٹ پر چونکا نہیں تھا۔ گھٹنوں سے سر اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ ایک گول مٹول سی چیز آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ کوئی آدمی گھٹنوں کے بل چلتا ہوا اس کے قریب آ رہا تھا۔ وہ اس سے تقریباً چار فٹ کے فاصلے پر رکا اور دوزانو بیٹھ گیا۔

یہ ہمبگ دی گریٹ تھا....!

"سرکار...." وہ کسی سانپ کی طرح پھپھکارا۔

عمران نے سر اٹھایا۔ آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔

"کیا ہے؟" اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"شہرت سن کر حاضر ہوا ہوں.... عالی جاہ!"

"ہاہا۔ ایک عالی جاہ... دوسرے عالی جاہ سے مخاطب ہے۔ کیوں؟" عمران کا لہجہ وحشیانہ تھا۔

"مجھے خدمت کا موقع دیجیے۔"

"بکواس بند کرو۔ میں پاگل ہوں.... مجذوب نہیں اس بستی کے لوگ مجھے اور زیادہ پاگل کیے دے رہے ہیں۔ عقل کے اندھو.... میں تمہیں اولادیں کہاں تک دوں آؤٹ آف اسٹاک ہو چکی ہیں۔"

"سرکار.... میں اولاد نہیں چاہتا۔ بلکہ یہ کہنے کو حاضر ہوا ہوں کہ اپنے باپ کا کلیجہ ٹھنڈا رکھیئے.... مجھے رحمان صاحب سے بے حد ہمدردی ہے۔"

"اوہ....!" عمران نے ہونٹ سکوڑے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "یہ نام میرا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ تم لوگ آخر مجھے میرے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ میں اسپتال واپس نہیں جاؤں گا۔"

"سرکار۔ مجھ سے نہیں چلے گی یہ الٹی سیدھی۔ میں آپ کو پہچان چکا ہوں کئی دن سے حضور کی تصویریں اخبارات میں شائع ہو رہی ہیں۔"

"ہاہا۔ بہت اچھے۔ میرا خیال ہے کہ عبدل بھائی پھوکٹ بھائی نے بلبل محبت کی پبلسٹی شروع کر دی ہے۔ پکچر ہٹ جائے گی دیکھ لینا مری جان۔ بوکس آفس ہٹ۔ ہاہا.... ڈائریکٹر نادان سے ملو۔ آہا.... ذرا سیدھے تو کھڑے ہو جاؤ.... تم شاید کبڑے ہو۔"

"میں کبڑا ہوں... اور تم اندھے ہو کہ تمہیں اپنے گھر والوں کی پریشانی نہیں دکھائی دیتی۔"

"سنو پیارے!" عمران اسے اس انداز میں گھورتا ہوا بولا جیسے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ "اگر ہنچ بیک آف ناترے ڈیم کا چربہ اردو میں پیش کیا جائے تو تم اس کے لیے بہت مناسب رہو گے.... کیا خیال ہے؟"

"اچھا خیال ہے۔ میں اس پر غور کروں گا.... اٹھو.... چلو میرے ساتھ۔"

"کہاں چلوں!"

"گھبراؤ نہیں! اس اسپتال سے دور لے جاؤں گا جہاں سے تم نکل بھاگے ہو۔"

"گڑ کی جلیبیاں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"بہت ملیں گی۔ اب اٹھو بھی۔"

برآمدے کے نیچے فضلو اور اس کے ساتھی پھر نظر آئے۔ کبڑے نے فضلو کو آواز دی۔

"سرکار.... حاضر ہوں۔" فضلو قریب آ کر گڑگڑایا۔

"درویش کو محل تک پہنچانا ہے۔"

"گڑ کی جلیبیاں....!" عمران کسی ندیدے بچے کی طرح منہ چلانے لگا۔ پھر تیزی سے اٹھتا ہوا بولا۔ "چلو.... جلدی کرو۔ ورنہ اسٹوڈیو سے کال آ جائے گی۔"

فضلو بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن عمران اب اسے اسی طرح دیکھ رہا تھا جیسے وہ اس کے لیے اجنبی ہو۔

"اور پیچھے ہٹو! کم بختو۔" ہمبگ غرایا۔ "جھکو.... تعظیم دو.... درویش کو.... میں تم لوگوں کی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔ ابے او فضلو.... خدا نے چاہا تو تیری دوسری آنکھ بھی جاتی رہے گی۔"

"میں غلط سمجھا تھا سرکار!" فضلو ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا۔ "درویش کے بھی پاؤں پڑتا ہوں۔"

وہ سچ مچ عمران کے قدموں پر آ رہا۔

O

روشی کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ لیکن اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ عمران تک پہنچ سکتی۔ سب کچھ اس کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا۔

عمران پر خاصی مار پڑی تھی اور اس نے بہتیرے آدمیوں کو کاٹا بھنبھوڑا تھا۔ ہمبگ اور لیڈی ہمبگ دور کھڑے قہقہے لگا رہے تھے۔ پھر ڈاکٹروں کی ایک فوج کمرے میں داخل ہوئی تھی اور عمران کا طبی معائنہ شروع ہوا تھا۔ طرح طرح کے آلے استعمال کیے گئے تھے۔

اس کے بعد اسے ڈاکٹروں کی رائے بھی معلوم ہو گئی تھی۔ یعنی عمران سو فیصدی پاگل تھا۔ بناوٹ کی گنجائش ہی نہیں تھی.... ہمبگ بے حد مطمئن نظر آنے لگا تھا۔

پھر اسی رات روشی کو صفدر بھی وہیں نظر آیا .... لیڈی ہمبگ کے اصرار پر اس نے اپنا میک اپ ختم کر دیا تھا۔ اسی میک اپ کے سلسلے میں روشی نے ان دونوں کی گفتگو بھی سنی۔

"تم میک اپ میں کیوں رہتے ہو؟" رانی نے پوچھا تھا۔

"میک اپ میں نہ ہوں تو آنریبل ہمبگ بھی دشواریوں میں پڑ جائیں.... کیونکہ میں کوئی نیک نام آدمی نہیں ہوں۔"

"ہمبگ جانتا ہے کہ تم اچھے آدمی نہیں ہو؟"

"قطعی جانتے ہیں یور ہائی نس!"

"کاش مجھے معلوم ہو سکتا کہ میرا ہمبگ کس قسم کا آدمی ہے۔ وہ آج تک میری سمجھ میں نہیں آسکا۔" رانی کا لہجہ دردناک تھا۔

پھر دوسری صبح روشی نے دیکھا کہ ہمبگ اپنے ہاتھوں سے عمران کا شیو بنا رہا ہے۔ اپنی ہی نگرانی میں اس نے اسے غسل بھی دلوایا۔ پھر تین گھنٹے کے اندر ہی اندر محل کے درزیوں نے اس کے لیے لباس تیار کئے۔

ایک بار پھر عمران آدمیت کے جامے میں نظر آیا۔ لیکن ہوش کی باتیں کہاں؟ وہ پھر فلم ڈائریکٹروں کے سے انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔

رانی ساجد نگر نے دوپہر کو روشی کو اپنی خواب گاہ میں طلب کیا۔

"تم دارالحکومت ہی میں رہتی ہو نا؟"

"یس یور ہائی نس۔"

"انٹیلی جنس بیوریو کے ڈائریکٹر جنرل رحمان صاحب کو جانتی ہو؟"

"بھلا میں کیا جانوں گی اتنے بڑے آدمیوں کو۔"

"یہ پاگل انہیں کا لڑکا ہے۔"

"اچھا۔" روشی نے متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ دیں۔

"ہاں۔ لیکن ہمبگ نے اچھا نہیں کیا۔ اسے خواہ مخواہ پٹوا ڈالا۔ ہم کہتے ہیں آخر اسے یہاں لانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

روشی کچھ نہ بولی۔ رانی نے کچھ دیر بعد کہا۔ "کیا تم اسے اس کے گھر تک پہنچا دو گی ہمبگ خود ہی لے جانا چاہتا ہے .... لیکن ہم اسے پسند نہیں کرتے۔"

"مم۔ مگر .... یور ہائی نس ...." روشی ہکلائی۔

"کیوں؟"

"مجھے پاگلوں سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ یور ہائی نس۔"

"نہیں۔ وہ خطرناک آدمی نہیں معلوم ہوتا۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن۔ آپ مجھے زندہ نہ پائیں گی۔" روشی کی آواز خوف سے کانپ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ہارٹ فیل ہی تو ہو جائے گا۔

پھر بات ٹل ہی گئی تھی کیونکہ رانی کو کسی ضرورت کی بنا پر خواب گاہ سے باہر نکلنا پڑا تھا۔

پھر شام کو ہمبگ اور لیڈی ہمبگ کی گفتگو سننے کا اتفاق ہوا۔ وہ ایک الماری کے پیچھے چھپ گئی تھی ورنہ تخلیہ میں کسی کا گذر کہاں؟

ہمبگ کہہ رہا تھا۔ "یہ بڑا خطرناک آدمی ہے۔ اب مجھے اس کی پوری ہسٹری معلوم ہوئی ہے اس نے بہت بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ لیکن اس کے متعلق پہلے ہی سے لوگوں کا خیال تھا کہ ایک نہ ایک دن پاگل ضرور ہو جائے گا۔ صحت مندی کے زمانے میں بھی کریک ہی سمجھا جاتا تھا۔"

"مگر تم خود اسے وہاں لے جانے پر کیوں مصر ہو۔ میں اسے پسند نہیں کرتی ڈارلنگ کہ تم لوگوں کی خوشامدیں کرتے پھرو .... تم ساجد نگر کے راجہ ہو ڈیئرسٹ!"

"میں ڈائریکٹر جنرل پر احسان جتانا چاہتا ہوں کیونکہ ایک بار اس نے میرے ساتھ بہت برا برتاؤ کیا تھا۔"

دفعتاً کمرے میں گھنٹی کی آواز گونجی۔ غالباً فون ہی کی گھنٹی تھی۔ روشی نے ہمبگ کی آواز سنی۔

"ہیلو... کون .... اوہ .... کیا کہا! .... کیا بات ہے .... اچھا ٹھہرو .... ان سے کہو کہ انتظار کریں۔"

پھر شاید اس نے رانی سے کہا تھا۔ "ڈارلنگ .... وہ خود ہی یہاں آ پہنچا۔ شاید اسے اب علم ہوا ہے کہ میں تمہارا شوہر ہوں .... واہ ....!"

"کون؟"

"ڈی جی رحمان!"

"ارے وہ یہاں کیسے پہنچا؟"

"تم سے ملنا چاہتا ہے .... ملاقات کے کمرے میں منتظر ہے۔"

"اوہ وہ مجھ سے کیا پوچھے گا۔ میں کہتی ہوں تم نے بہت برا کیا۔ آخر اس پاگل کو یہاں کیوں لائے تھے؟"

"پاگل کی بات نہ ہو گی ڈارلنگ۔" کبڑے نے کہا۔ "وہ دوسرا قصہ تھا۔ تم جانتی ہو نا کہ میں اختلاج قلب کا مریض ہوں۔ جب مجھ پر اس منحوس مرض کے دورے پڑتے ہیں تو میں تنہائی

تلاش کرنے لگتا ہوں۔ شہر میں کئی چھوٹے چھوٹے مکانات کرائے پر لے رکھے ہیں۔ وہیں اختلاج کے ایام تنہا گذارتا ہوں'ایک رات ایک آدمی میرے مکان میں زبردستی گھس آیا۔ بڑا خوفناک آدمی تھا۔ صورت دیکھو تو دہل جاؤ۔ اس کا چہرہ دو حصوں میں تقسیم نظر آتا ہے اس نے مجھے ایک ستون سے باندھ دیا پھر دو سفید فام غیر ملکی نظر آئے۔ انہوں نے کسی قسم کی ایک مشین نکالی اور اس پر کچھ بکواس کرتے رہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ٹرانسمیٹر تھا وہ اسی طرح متواتر کئی راتیں وہاں آئے.... پھر ایک دن دیکھتا کیا ہوں کہ مسٹر رحمان بھی بندھے چلے آرہے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ایسا کیوں ہوا تھا۔ ان لوگوں نے مسٹر رحمان کی خاصی مرمت کی تھی اور مجھے بھی مارا پیٹا تھا۔ میری تو وہ درگت بنی تھی کہ کیا بتاؤں۔ بیہوش ہو گیا تھا۔ دوبارہ آنکھ کھلی تو چھت سے الٹا لٹکا ہوا تھا اور مسٹر رحمان کے آدمی مجھ پر کوڑے برسا رہے تھے۔"

"بس کرو۔ بس کرو ....." رانی ہانپتی ہوئی بولی۔ غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"پھر مجھے معلوم ہوا کہ مجھے پریشان کرنے والے غیر ملکی جاسوس تھے۔ اور مجھ پر بھی شبہ کیا جا رہا ہے کہ میں بھی ان ہی میں سے ہوں۔ ایسی پٹائی ہوئی تھی میری۔"

"خاموش رہو!" رانی چیخی۔ "یہ رحمان یہاں سے زندہ نہیں جا سکتا۔"

"ہرگز نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کبھی نہیں...."

"تم بزدل ہو!"

"پرواہ نہیں۔ میری سات پشتوں میں کبھی کوئی شیر دل نہیں پیدا ہوا۔ رحمان کو انٹرٹین کرو.... نہ صرف انٹرٹین کرو.... بلکہ اس کے لڑکے کو بھی یہیں اس کے حوالے کر دو۔ البتہ اگر وہ میرے متعلق کوئی الٹی سیدھی گفتگو کرے تو ضرور گرم ہو جانا... مگر اس حد تک بھی نہیں کہ وہ اپنی توہین محسوس کرے۔"

"میں تو تھپڑ مار دوں گی۔"

"نہیں میری جان! یہ انگریزوں کا زمانہ نہیں! تمہیں قومی حکومت کے ایک معمولی کانسٹیبل سے بھی دبنا پڑے گا۔"

"تم بھی چلو میرے ساتھ...."

"احمق نہ بنو ڈارلنگ! مجھے دیکھ کر وہ چپ سادھ لے گا۔ میری عدم موجودگی ہی میں کھلے گا

اور تم اندازہ کر سکو گی کہ وہ میرے بارے میں کیسے خیالات رکھتا ہے۔ سمجھیں؟"

"اچھی بات ہے.... میں جا رہی ہوں!"

O

رحمان صاحب اپنے دو مسلح باڈی گارڈز سمیت رانی ساجد نگر کے مہمان خانے میں رانی کی آمد کے منتظر تھے۔

دفعتاً ایک باوردی داروغہ نے دروازے میں کھڑے ہو کر ہانک لگائی۔ "ہوشیار! رانی صاحبہ محل سرا سے روانہ ہو چکی ہیں۔"

رحمان صاحب کے باڈی گارڈ نے برا سا منہ بنایا.... اور پھر کچھ دیر بعد لیڈی ہمبگ نے "نزول اجلال" فرمایا۔ رحمان صاحب کے باڈی گارڈز نے فوجی انداز میں سلامی دی اور رحمان صاحب صوفے سے اٹھ گئے۔

"تشریف رکھئے!" بے حد نرم لہجے میں کہا گیا۔ "کیا آپ کو صاحبزادے کی بازیابی کی اطلاع مل چکی ہے؟"

"میں نہیں سمجھا! یور ہائی نس!"

"اوہ تو پھر آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟"

"بس یونہی ملاقات کو جی چاہا تھا۔ مگر لڑکے کے متعلق آپ نے کیا فرمایا تھا؟"

"آپ کے صاحبزادے ہمارے پاس ہیں۔" رانی مسکرائی۔ "ہم نے اخبارات میں تصویر دیکھی تھی اور ہمیں بے حد قلق ہوا تھا۔ ایسا جوان اور یوں برباد ہو جائے۔ ہمیں آپ سے پوری پوری ہمدردی ہے۔"

"میں شکر گزار ہوں یور ہائی نس۔"

"صاحبزادے بھی آہی رہے ہوں گے' آپ کی آمد کی اطلاع ملتے ہی ہم نے حکم جاری کیا تھا کہ صاحبزادے کو مہمان خانے میں پہنچایا جائے۔"

"کس زبان سے شکریہ ادا کروں.... یور ہائی نس!"

دوسرے ہی لمحے میں عمران کمرے میں داخل ہوا.... لیکن رحمان صاحب پر نظر پڑتے ہی چیخ ماری.... دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا اور دیوار سے ٹک کر کانپنے لگا۔

رحمان صاحب سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے رانی اٹھ کر عمران کی طرف بڑھی اور نرم لہجے میں اس سے پوچھنے لگی کہ وہ اتنا خائف کیوں ہے۔

"سس سرکار.... بچا لیجئے! خدا کے لیے مجھے اس ظالم ڈاکٹر سے بچا لیجئے۔ میں اب اس کے اسپتال میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ مجھ پر رحم کیجئے۔ یہیں روک لیجئے ورنہ مجھے خودکشی کرنی پڑے گی۔"

"اچھا تم خاموشی سے بیٹھ جاؤ!" رانی نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

عمران بیٹھ تو گیا لیکن وہ اب بھی دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے ہوئے تھا۔

"یہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے.... یور ہائی نس...." رحمان صاحب نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "گھر کو اسپتال سمجھتا ہے اور مجھے ڈاکٹر!"

"پھر وہی فریب کی باتیں۔" عمران دونوں ہاتھ جھٹک کر چیخا۔ "میں ایسے اسپتال میں نہیں رہنا چاہتا جہاں مجھ پر مار پڑتی ہو۔ میرے پیروں میں زنجیر ڈال دی جاتی ہو۔"

رحمان صاحب اس کی طرف دھیان دیئے بغیر رانی سے بولے۔ "میں دنیا کا بدنصیب ترین آدمی ہوں۔ اسے فی الحال یہاں سے ہٹوا دیجئے۔ یور ہائی نس!"

رانی کے حکم پر دو باوردی ملازم عمران کو وہاں سے لے گئے۔ رانی اب بھی سوالیہ انداز میں رحمان صاحب کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

"ہوش مندی کے زمانے میں یہ میرے لیے اور زیادہ تکلیف دہ تھا۔ گھر میں کبھی اس کے قدم نہیں جمے۔ کبھی کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کیا۔ بعض پولیس آفیسر اپنے مفاد کے لیے اسے ہمیشہ مجھ سے دور رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ بلا کا طباع اور ذہین تھا بہت بڑے بڑے کیسز میں اس نے دارالحکومت کی پولیس کا ہاتھ بٹایا تھا۔ نہ جانے کتنے اسی کی بدولت کہیں کے کہیں پہنچ گئے.... پہلی بار جب میں نے اس کے پاگل ہو جانے کی خبر سنی تو یہی سمجھا کہ اس نے کسی قسم کا مکر پھیلایا ہے.... لیکن پھر جب بہت بڑے بڑے ڈاکٹروں نے اس کے مرض کی تصدیق کر دی تو میں اسے گھر لے گیا تھا۔ قصہ دراصل یہی ہے کہ اس کے سر پر گہری چوٹ آئی تھی اور یہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ لیکن ہوش میں آنے پر اس نے ہوش مندی کی باتیں نہیں کی تھیں۔"

"ہمارے ڈاکٹروں کی بھی یہی رائے ہے کہ شدید ترین اعصابی اختلال کی وجہ سے ذہنی

توازن برقرار نہیں رہا۔ کیوں کیا برائی ہے اس میں اگر یہ کچھ عرصہ ہمارے ساتھ قیام کرے۔"

"ذرہ نوازی ہے یور ہائی نس.... بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"شکریہ....!" رانی مسکرائی۔

"اجازت ہو تو اب میں اصل معاملے کی طرف آؤں؟"

"ضرور.... ہم دیر سے منتظر ہیں۔"

رحمان صاحب نے جیب سے کبڑے کی تصویر نکالی اور بولے۔ "کیا یور ہائی نس اس آدمی کو پہچانتی ہیں؟"

"کیوں؟" رانی نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ "کیوں نہیں! یہ میرے شوہر ہیں!"

"خدا کی پناہ۔" رحمان صاحب مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگے۔

"آخر بات کیا ہے....؟"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر وہ اس قسم کی زندگی کیوں بسر کر رہے ہیں۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"دارالحکومت میں یہ حضرت ہمبگ دی گریٹ کے نام سے مشہور ہیں.... سڑکوں پر بچے ان کے پیچھے تالیاں بجاتے پھرتے ہیں۔"

"تو کیا یہ جرم ہے مسٹر رحمان....؟"

"نہیں۔ جرم تو نہیں!" رحمان صاحب اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔

"لیکن یہ تو سوچئے یور ہائی نس کیا یہ آپ کے شوہر کے شایان شان ہے؟"

"اب ان کی افتاد طبع کو کیا کہا جائے۔"

"پھر ایک موقع پر وہ چند غیر ملکی جاسوسوں کے ساتھ پکڑے گئے تھے۔ بعض آفیسروں نے انہیں پہچانا لیکن مجھے یقین نہ آ سکا کہ ان حضرت کا آپ سے بھی کسی قسم کا تعلق ہو گا۔"

"ہم آپ کے بے حد مشکور ہوں گے۔ ڈی۔ جی صاحب اگر آپ ان کے خلاف کسی قسم کا ثبوت مہیا کر سکیں۔"

"دیکھئے یور ہائی نس! میں اس لیے نہیں آیا کہ آپ کو دھمکیوں سے مرعوب کرنے کی کوشش کروں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ آپ انہیں قابو میں رکھئے ورنہ آپ کی اسٹیٹ بدنام ہو جائے گی۔"

"شکریہ مسٹر رحمان! لیکن آپ مجھے مزید تشویش میں مبتلا کر رہے ہیں۔ کیا آپ ثابت کر سکیں گے کہ ان کا تعلق غیر ملکی جاسوسوں سے ہے؟"

"جی نہیں! قطعی نہیں! میرے فرشتے بھی نہ ثابت کر سکیں گے۔"

"پھر آپ نے اس کا حوالہ دیا ہی کیوں.... ؟"

"کیا میں آپ کو حقیقت سے آگاہ نہ کرتا!"

"ہمیں بے حد صدمہ پہنچا ہے مسٹر رحمان! ہم سن چکے ہیں کہ آپ لوگ کس بری طرح پیش آئے تھے۔"

"کاش مجھے پہلے سے علم ہوتا کہ وہ حضرت کون ہیں۔"

"اچھا تو اب سنیے۔ ہم انہیں ان کی مصروفیات سے باز نہیں رکھ سکتے۔ لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ وہ صرف کسی قسم کا خبط ہے۔ وہ دوسروں کو اچانک متحیر کر دینے کے شائق ہیں۔"

"یہی بات ہوگی یور ہائی نس! تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں اب اجازت دیجیے۔"

"یہ ناممکن ہے مسٹر رحمان۔ دو چار دن تو ہمیں میزبانی کا موقع دیجیے۔"

"ذرہ نوازی کا شکریہ یور ہائی نس! پھر کبھی یہ سعادت حاصل کروں گا۔ آج کل ایک دن کے لیے بھی آفس چھوڑنا محال ہے.....!"

"خیر آپ کی مرضی! صاحبزادے تو کچھ دن ہمارے ساتھ رہیں گے۔"

"عزت افزائی کا شکریہ.....!"

O

ہمبگ دی گریٹ پہلی بار کھانے کی میز پر دیکھا گیا ورنہ وہ کھانا ہمیشہ تنہا ہی کھاتا تھا.... اپنی خواب گاہ میں یا پھر کبھی کبھی رانی بھی اس کے ساتھ ہوتی تھی۔ لیکن سرو کرنے کے لئے کوئی ملازم کبھی نہ ہوتا۔ رانی معمولی عورتوں کی طرح اس کی میز پر کھانا لگاتی۔

لیکن آج وہ محل سرا کے ڈائننگ ہال میں کھانا کھا رہے تھے۔ ملازموں نے پہلی بار کبڑے کو کھانا کھاتے دیکھا تھا۔ عمران بھی میز پر موجود تھا رانی بڑے مخلصانہ انداز میں اسے ڈشز پیش کر رہی تھی۔ میز پر صفدر بھی تھا۔ لیکن روشی کو اتنی زیادہ لفٹ نہیں مل سکی تھی کہ وہ بھی ان کے ساتھ نظر آتی۔

دفعتاً ہمبگ نے ہاتھ روک کر باورچی خانہ کے داروغہ سے کہا۔ "کریم کی ماں!"

"جی سرکار...." داروغہ بوکھلا گیا اور رانی مسکرائی۔

"کریم کی ماں!" ہمبگ زور سے میز پر ہاتھ مار کر دہاڑا۔ کھانے سے پہلے اس نے ڈھیروں وہسکی چڑھائی تھی۔ لہٰذا داروغہ کیوں نہ بوکھلاتا اکثر نشے کی حالت میں ملازموں کی پٹائی بھی کر دیتا تھا۔

"کریم دے ماں[1] کی بوتل لاؤ۔" رانی نے اس سے کہا۔ "گر اہم سے کہو وہ پہنچا دے گا۔"

داروغہ تیزی سے رخصت ہو گیا۔ اور اس کی واپسی تک ہمبگ برگنڈی وائین پیتا رہا۔ کچھ دیر بعد داروغہ نے سبز رنگ کی شراب پیش کی۔

"آؤ ماں.... آؤ!" ہمبگ گلاس پر دونوں ہاتھ نچاتا ہوا بڑبڑایا۔ "تم مجھے تبخیر معدہ سے بچاتی ہو۔ اس لیے میں تمہارا بہت احترام کرتا ہوں۔"

کچھ دیر بعد عمران نے بھی باورچی خانہ کے داروغہ کو للکارا۔

"جی سرکار.....!"

"جلیل کے ابا!"

"مم۔ میں۔ سس سرکار.....!" داروغہ ہکلایا۔

"سمجھایئے سرکار.....!" عمران نے رانی سے کہا۔

"میں.... میں کیا سمجھاؤں۔" رانی ہنس پڑی۔ "جلیل کے ابا۔ واہ کیا بات ہوئی ہے...."

"میں مسلمان ہوں!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ "کریم کی ماں میرے لیے نامحرم ہیں۔ لیکن جلیل کے ابا ضرور چلیں گے۔"

"وضاحت فرمایئے سرکار۔" داروغہ بھی مسکرایا۔

"چورن انار دانہ.....!" عمران نے گردن اکڑا کر کہا۔

زوردار قہقہہ پڑا.....!

"بھلا اسے پاگل کون کہے گا۔ یور ہائی نس!" صفدر نے رانی کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا۔

"وہ صرف یادداشت کھو بیٹھا ہے۔ پاگل نہیں!" رانی نے برا سا منہ بنایا۔

[1] پودینہ کی شراب فرانس میں عموماً کھانے کے بعد ہاضمہ درست رکھنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

کچھ دیر بعد ہمبگ بالکل ہی ڈاؤن ہو گیا۔ داروغہ سنبھال نہ لیتا تو کرسی کے نیچے ہی نظر آتا.... آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں ہونٹ ہل رہے تھے لیکن آواز ندارد....!

چار نوکروں نے اسے اٹھا کر خواب گاہ تک پہنچایا۔ رانی ساتھ آئی تھی۔ بستر پر لٹا کر اس کا لباس تبدیل کرایا....اور بالکل اسی انداز میں اس پر چادر ڈال کر تین چار تھپکیاں دیں جیسے کوئی اکتائی ہوئی ماں اپنے شریر بچے کو سلانے میں بالآخر کامیاب ہو ہی گئی ہو۔

پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کمرے سے باہر آئی اور دروازہ بند کر دیا۔

ہمبگ کا جسم تقریباً دس منٹ تک بے حس و حرکت رہا۔ پھر وہ اس طرح اٹھ بیٹھا جیسے یونہی شغل کے طور پر آنکھیں بند کیے پڑا رہا ہو۔ نہ تو آنکھوں میں نشے کے آثار تھے اور نہ چہرے سے تھکن ظاہر ہو رہی تھی۔

اٹھ کر کمرہ اندر سے مقفل کیا اور پھر تیزی سے لباس تبدیل کرنے لگا۔ میز کی دراز سے ایک ریوالور نکال کر جیب میں ڈالا.... پھر بائیں جانب والی دیوار کے قریب آ کھڑا ہوا.... یک بیک ہلکی سی آواز ہوئی اور فرش میں تین یا چار مربع فٹ کی خلاء نظر آنے لگی۔

اس نے خلاء میں قدم رکھا اور تہہ خانے کے زینے طے کرتا چلا گیا۔ آہستہ آہستہ فرش کی خلاء بھی پر ہوتی جا رہی تھی۔ یہ ایک زمین دوز موٹر گیراج تھا۔ ایک چھوٹی سی سیاہ رنگ کی کار میں بیٹھ کر اس نے قریبی ستون پر کسی قسم کے میکنزم کو حرکت دی۔ ہلکی سی گھڑگھڑاہٹ کے ساتھ سامنے والی دیوار دو حصوں میں تقسیم ہو کر دونوں اطراف میں کھسکتی چلی گئی۔ اب سامنے اتنا کشادہ راستہ موجود تھا جس سے گاڑی بآسانی گذر سکتی تھی۔

کچھ دیر بعد گاڑی ساجد نگر کے اس ویرانے میں نظر آئی۔ جہاں سے دن کو گذرتے ہوئے بھی ہول آتا تھا۔ بڑا گھنا جنگل تھا۔ لیکن کبڑے نے تو بہر حال اپنے لیے راستہ بنایا تھا۔

یہ راستہ دراصل ایک پتھریلے ٹیلے سے گذرتا تھا ورنہ اس کے علاوہ اور کہیں سے بھی اس جنگل میں داخلہ ممکن ہی نہیں تھا۔ میلوں تک کروندے کی کانٹے دار جھاڑیاں تھیں اسی لیے یہ کروندوں کا جنگل کہلاتا تھا۔

ٹیلا اتنا اونچا بھی نہیں تھا کہ اسے ناقابل گذر کہا جا سکتا۔ اکثر اجنبی شکاری ٹیلے پر پہنچ تو جاتے تھے لیکن اوپر پھر وہی کانٹے دار جھاڑیوں کی مصیبت۔ یہ اور بات ہے کہ اوپر کی جھاڑیاں انسانی

ہاتھوں ہی کی مرہونِ منت رہی ہوں.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دراڑ میں مٹی بھر کر جھاڑیاں لگائی گئی ہوں ورنہ اس پتھریلے ٹیلے پر سبزے کا گذر کہاں....!

مگر کبڑے کو ان جھاڑیوں سے کیا سروکار.... اس نے تو ٹیلے کے دامن ہی میں راستہ بنایا تھا۔ یہاں پہنچ کر وہ گاڑی سے اترا تھا اور ابھری ہوئی چٹان کے قریب رک کر غالباً پھر کسی میکنزم ہی کو چھیڑا تھا اور چٹان آواز پیدا کیے بغیر اپنی جگہ سے کھسک گئی تھی۔

لیکن پھر جیسے ہی گاڑی اس خلاء میں داخل ہوئی تھی چٹان پھر اصلی حالت پر نظر آنے لگی تھی۔

گاڑی سرنگ ہی میں چھوڑ دی گئی.... اور ہمبگ نیچے اتر کر پیدل چلنے لگا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ریوالور تھا اور بائیں ہاتھ میں ٹارچ۔

ٹیلے والی سرنگ سے گذر کر وہ کھلے میں آ گیا....!

O

عمران کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکا کہ اسے کب کلوروفارم کے زیر اثر لایا گیا اور کب خواب گاہ سے روانگی ہوئی۔ چار آدمی اسے اٹھائے ہوئے محل سرا سے باہر آئے تھے۔ غالباً ان اطراف کے پہرہ داروں کو بھی خواب آور اشیاء دی گئی تھیں جدھر سے انہیں گذرنا تھا۔ بہر حال عمران کو محل سرا سے نکال لانے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔

پھر عمران کو ایک ایسے کمرے میں ہوش آیا تھا جس کی دیواریں مٹی کی تھیں۔

"ہائے اب تیسرا اسپتال!" وہ دردناک لہجے میں بڑبڑایا۔ آس پاس کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ سامنے ہی ایک طاقچے میں چھوٹا سا کیروسین لیمپ روشن تھا۔ لیکن اتنے بڑے کمرے کے لیے اس کی روشنی ناکافی تھی۔

"ارے کوئی ہے!" اس نے پھر ہانک لگائی۔

"تم کہاں سے بول رہے ہو؟" آواز آئی تو.... مگر بہت دور کی معلوم ہوتی تھی۔

"کافی ہاؤز سے!" عمران نے چیخ کر جواب دیا۔

"میں پھر کہتا ہوں مجھے رہا کر دو! ورنہ پچھتاؤ گے!" آواز دور ہی کی سہی لیکن لفظ بہ لفظ عمران کی سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ کچھ قوت بھی صرف کی لیکن کام نہ بنا دروازہ کافی مضبوط تھا....!

اسی عمارت میں ہمبگ دی گریٹ ایک مشین پر جھکا ہوا یہ دونوں آوازیں سن رہا تھا۔

عمران کی آواز۔ "تمہاری آواز بڑی رسیلی ہے! تم میوزک ڈائریکٹر تو نہیں ہو؟"

"او خدا کے بندے اپنی شکل تو دکھاؤ۔ میں نے کئی دن سے کسی آدمی کی شکل نہیں دیکھی۔" دوسری آواز۔

اور پھر وہ دونوں آوازیں گھٹنے لگیں۔ مشین سے گھڑگھڑاہٹ بلند ہو رہی تھی اور ہمبگ کی پیشانی پر سلوٹیں ابھرتی آ رہی تھیں۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے اب وہ خود بھی پاگلوں کی طرح چیخنا شروع کر دے گا۔ مشین کو اسی حال میں چھوڑ کر وہ کمرے سے باہر نکلا۔

کچھ عجیب سی عمارت تھی..... ہر کمرہ کسی بہت بڑے گنبد کا اندرونی حصہ معلوم ہوتا تھا۔ لیکن یہ گنبد بڑے عجیب تھے یعنی کچی مٹی سے بنائے گئے تھے۔

کبڑا ایک کمرے میں داخل ہوا جہاں ایک قوی ہیکل آدمی بڑی پھرتی اور مستعدی سے کسی قسم کی مشینوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ کبڑے کو دیکھ کر وہ خود بھی کسی مشین ہی کی طرح رک گیا۔

"یہ کیا گڑبڑ پھیلا رکھی ہے تم نے؟" کبڑا دہاڑا۔

قوی ہیکل آدمی بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کی روح قبض کر لی گئی ہو۔

"بولتا کیوں نہیں؟" کبڑا پیر پٹخ کر بولا۔

"میں یہاں کسی عورت کے بغیر نہیں رہ سکتا۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"عورت کے بچے..... تو آوازوں میں کیوں گڑبڑ کر رہا تھا۔"

"یہ میرا احتجاج تھا۔" قوی ہیکل آدمی نے کہا۔

دفعتاً ہمبگ نے بندروں کے سے انداز میں چھلانگ لگائی اور اس کے دونوں پیر لمبے آدمی کے منہ پر پڑے۔ وہ چیختا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔ ناک اور منہ سے خون جاری ہو گیا تھا۔

وہ بدقت اٹھ سکا لیکن کھڑے ہونے کی تاب شاید نہیں رکھتا تھا۔

"کیوں؟ اب کیا خیال ہے۔" ہمبگ نے تلخ سی ہنسی کے ساتھ پوچھا۔

"مم..... میں تمہیں مار ڈالوں گا۔" قوی ہیکل آدمی نے جھلا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ہمبگ کی ٹھوکر اس کی پیشانی پر پڑی۔ وہ پھر ڈھیر ہو گیا۔

اب وہ فرش پر چت پڑا بے بسی سے ہاتھ پیر پھینک رہا تھا۔ پھر ذرا ہی سی دیر میں بے حس و حرکت ہو گیا۔ غالباً بے ہوش ہو گیا تھا۔ کبڑے نے دیوار سے لگے ہوئے سوئچ بورڈ کے ایک پش سوئچ پر انگلی رکھ دی۔ تھوڑی ہی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک سہما ہوا سا آدمی اندر داخل ہوا۔

"اسے دیکھو....." ہمبگ نے بے ہوش آدمی کی طرف اشارہ کیا۔

"جج جی ہاں..... دد..... دیکھتا ہوں جناب۔" وہ ہکلایا۔

"یہ عورت کے بغیر یہاں نہیں رہ سکتا تھا۔ اب کہو تو اسے دوبارہ جنم لینے پر مجبور کر دوں۔"

آنے والا ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا کچھ بولا نہیں۔ اس کا سینہ لوہار کی دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

"اب تم کنٹرول کرو گے..... ان مشینوں کو سمجھے.....!"

"ب۔ بہت بہتر جناب.....!"

"اسے یہاں سے اٹھوا لے جاؤ..... اصلاح خانے میں رکھو۔ اب یہ کبھی مشینوں کے قریب نہ آنے پائے۔"

"بہت بہتر جناب!"

"دیکھو!" ہمبگ نے مشینوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میں چودہ اور پندرہ نمبروں کی آوازیں سننا چاہتا ہوں۔"

اور پھر وہ اس کمرے سے نکل آیا.....!

O

دفعتاً عمران کی نظر بائیں جانب والے گول سوراخ پر پڑی جس کا قطر چھ انچ ضرور رہا ہو گا۔ اونچائی فرش سے تقریباً سات فٹ تھی۔ سوراخ کے عقب میں ایک دھندلا سا چہرہ نظر آ رہا تھا۔

"عمران۔ عمران!" سوراخ سے آواز آئی۔

"غلط سمجھے۔ پروڈیوسر ڈائریکٹر نادان۔" عمران نے ہانک لگائی۔ "لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کسی ایک آدمی کا شبہ مجھ پر کیوں ہوتا ہے۔ سب مجھے عمران ہی کہہ کر پکارتے ہیں۔ نام برا تو نہیں..... لیکن یہ نام سن کر نہ جانے کیوں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی پوپلا آدمی ککڑیاں چبانے کی کوشش کر رہا ہو۔"

"اوہ بیٹے.... بیٹے!" سوراخ سے آواز آئی۔ "تو تم ابھی تک صحیح الدماغ نہیں ہو سکے۔ مگر پھر یہاں نظر آ رہے ہو۔ تمہیں یہاں کون لایا ہے؟"

"مجھے یاد نہیں۔" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اچھا تو پھر.... بتاؤ۔ میں تم تک کیسے پہنچوں۔" سوراخ سے آواز آئی۔

"میں نہیں جانتا تم کون ہو۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"پہچانو بیٹے۔ میں داور ہوں۔ ڈاکٹر داور۔ شمی کا ڈیڈی۔"

"خدا کی پناہ۔ یہ لوگ خواہ مخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کیوں کرتے ہیں۔ میں کیا جانوں تم کس شمی کی بات کر رہے ہو۔"

"یا خدا ہم سب پر رحم کر.... اچھا سنو! وہ دیکھو! تمہارے پیچھے لوہے کی ایک سلاخ پڑی ہوئی ہے۔ اٹھا کر مجھے دے دو۔ میں اس سوراخ کو بڑھاؤں گا۔ شاید اسی طرح تم تک پہنچ سکوں۔ یہ دیواریں مٹی کی ہیں۔"

عمران نے لوہے کی سلاخ اٹھا کر سوراخ کی جانب بڑھا دی۔ ایک ہاتھ نکلا اور سلاخ کو کھینچتا ہوا پھر سوراخ میں غائب ہو گیا۔

O

کبڑا مشین پر جھکا ہوا دونوں کی آوازیں سن رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔ کچھ دیر بعد ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کسی ٹھوس چیز پر ضربیں لگائی جا رہی ہوں۔

اس نے قریب رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھایا اور ایک بٹن دبا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ "ہیلو۔ سکسٹی سکس۔ میں ہوں تمہارا باپ سور کے بچو سوتے رہتے ہو! دیکھو اب وہ کہاں ہے۔ ہاں ہاں.... نہیں دکھائی دیتا۔ لیکن اس وقت اسے دکھائی دینا چاہئے۔ ہوشیار رہو!"

ریسیور رکھ کر وہ پھر مشین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ضربات کی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں۔ ساتھ ہی کوئی ہانپتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "پتہ نہیں۔ یہ مردود کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں ہمیں یہاں کیوں لا پھینکا ہے.... عمران کاش تم ہوش مند ہوتے۔ میرے بچے مجھے وہ دن آج بھی یاد آتے ہیں جب تم نے مجھے زیرو لینڈ والوں سے بچایا تھا۔"

"او بڑے میاں خدا کے لیے معاف رکھو!" یہ عمران کی آواز تھی۔ "میں بہت پریشان ہوں۔

اس وقت ڈائیلاگ سننے کے موڈ میں نہیں۔ چوبیس گھنٹے پروڈیوسر ڈائریکٹر نہیں بنا رہتا۔"

"تم یہاں آنے سے پہلے کہاں تھے؟" ڈاکٹر داور کی آواز۔

"دوسرے اسپتال.... ارے واہ.... وہ رانی صاحبہ!" عمران نے زوردار قہقہہ لگایا۔ "اس اسپتال کی ایک لیڈی ڈاکٹر صاحبہ "ہر ہائی نس" کہلاتی ہیں.... واہ کیا پیارا خطاب ہے۔ او نٹنی جیسی عورت کے لیے "ہر ہائی نس" سے بہتر خطاب کوئی دوسرا نہ ہو گا۔ اف فوہ کتنی لمبی تھی! ہر ہائی نس.... ہاہا.... اور شوہر ڈھائی بالشت کا.... ہائے کاش یہ جوڑا مجھ سے کوآپریٹ کرے.... وہ فلم پیش کروں کہ جاپانیوں کو بھی پسینہ آ جائے اور فلم کا نام رکھوں "ڈیڑھ متوالے"... ہاہا....!"

"وہاں سے یہاں تک کیسے لائے گئے تھے؟"

"یار مت بھیجا چاٹو۔" عمران کی آواز۔ "بال کی کھال کھینچتے ہو۔ میں نہیں جانتا کہ یہاں تک کیسے پہنچا ہوں۔ ممکن ہے یہ خواب ہی ہو۔"

یک بیک بائیں جانب والی دیوار پر ایک سوئچ بورڈ کا ننھا سا سرخ بلب روشن ہو گیا....!

کبڑا اس پر نظر پڑتے ہی اس طرح اچھلا تھا جیسے کرسی نے کاٹ کھایا ہو۔ پھر وہ تیزی سے مشین پر جھکا اور اس کا سوئچ آف کر کے دوسرا آن کر دیا۔

مشین سے قدموں کی آوازیں آنے لگیں۔ عمران اور داور کی آوازیں غائب ہو چکی تھیں۔

قدموں کی آوازیں تھم گئیں۔ پھر ایک آواز آئی جیسے کوئی دروازہ چرچراہٹ کے ساتھ کھلا ہو۔

"کیوں؟" ایک آواز آئی۔ "یہاں کیوں آئے؟"

"صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔" دوسری بھرائی ہوئی سی آواز۔

"کیوں۔ کیا ہوا....؟"

"طاہر بے ہوش پڑا ہے۔ اس ظالم نے بڑی بے دردی سے اس کے سر پر ٹھوکریں ماری ہیں۔"

"شش! خاموش رہو۔ اس کے خلاف کہی جانے والی باتیں اس تک ضرور پہنچ جاتی ہیں۔"

"پہنچ جائیں مجھے پرواہ نہیں....!"

"بچے نہ بنو!"

"چار سال سے ہم نے آسمان نہیں دیکھا۔ ہم یہاں اپنی خوشی سے تو نہیں آئے تھے۔ راہ چلتے پکڑے گئے تھے۔ اس قید تنہائی سے موت بہتر ہے۔ طاہر نے اس سے کہا تھا کہ وہ عورت کے

بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"پھر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"بغاوت! وہ یہاں تنہا ہی ہوتا ہے۔ ہم دس ہیں۔"

"شاید وہ اس وقت بھی یہیں موجود ہے۔ لیکن کیا تم اسے تلاش کر سکو گے۔ آج تک کوئی بھی نہیں معلوم کر سکا کہ وہ کہاں بیٹھتا ہے۔"

"اگر ہم کوشش کریں تو سب کچھ ہو سکتا ہے.... کیا بڑی بات ہے آؤ ابھی سے اس جگہ کی تلاش شروع کر دیں، جہاں وہ آکر بیٹھتا ہے۔"

"میں پھر کہتا ہوں کہ حدود سے آگے نہ بڑھو!"

"اوہ.... تو تم ہمارا ساتھ نہیں دو گے۔"

"نہیں .... لیکن ہمارے سے کیا مراد ہے کیا تمہارے علاوہ کسی اور کے ذہن میں بھی کیڑے کلبلائے ہیں....!"

"طاہر اب بھی بے ہوش ہے۔ تم غداری پر آمادہ ہو لیکن آٹھ آدمی بری طرح جھلس رہے ہیں۔ اگر تم نے.... ساتھ نہ دیا تو...."

"ٹھہرو۔ مجھے سوچنے دو!"

"نہیں اسے بھی مار ڈالو۔" کئی آوازیں۔

پھر مشین سے دھینگا مشتی اور شور کی آوازیں آتی رہیں۔

"ارے .... ارے ٹھہرو .... سنو! او .... مرا .... مرا .... اوہ .... دیکھو .... بب بچاؤ۔ بچاؤ خ .... خیں .... خیں .... خرر .... خٹ!"

بالکل ایسا معلوم ہوا جیسے مخالفت کرنے والے کا گلا گھونٹ دیا گیا ہو۔

کبڑے نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔

مشین سے پھر آواز آئی۔ "چلو اب اسے تلاش کریں.... دیبو سے کہو وہ کنٹرول روم میں موجود رہے۔ کیونکہ وہ خبیث اپنے اڈے سے چودہ اور پندرہ نمبر کے قیدیوں کی گفتگو سن رہا ہے۔ کہیں اسے شبہ نہ ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے.... میں دیبو کو سمجھانے جا رہا ہوں۔"

آوازیں ختم ہو گئیں۔ کبڑے کے ہونٹوں پر ایک زہریلی سی مسکراہٹ لرز رہی تھی....!

O

اس عمارت کے دس باشندوں نے یہاں آنے کے بعد سے آج تک آسمان نہیں دیکھا تھا۔ چار سال گذرے وہ ایک ایک کر کے یہاں لائے گئے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر اعلیٰ درجہ کے انجینئر تھے۔ ان کا کام تھا پیغام رسانی۔ کسی نامعلوم جگہ سے آئے ہوئے پیغامات ہمبگ تک پہنچاتے تھے اور ہمبگ کے پیغامات ایک مخصوص فری کوئنسی پر کسی دوسرے کے لیے نشر کرتے تھے۔

ہمبگ سے بری طرح خائف تھے۔ اس کی شکل دیکھتے ہی ان پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور یہ حقیقت تھی کہ انہوں نے کبھی اس عمارت میں وہ جگہ تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی جہاں بیٹھ کر کبڑا ان پر حکومت کرتا تھا۔

لیکن آج.... وہ بری طرح جھلائے ہوئے تھے۔ ان پر خون سوار تھا۔ آٹھ آدمی۔ اگر کبڑا ہاتھ لگ جاتا تو وہ اس کی بوٹیاں دانتوں سے نوچتے۔ اسے گھسیٹ گھسیٹ کر مارتے اس وقت تک گھسیٹتے پھرتے جب تک کہ اس کا دم ہی نہ نکل جاتا۔

وہ ایک ایک دیوار ٹھونکتے بجاتے پھر رہے تھے کہ شاید کہیں کسی ایسے چور دروازے کا میکنزم ہاتھ لگ ہی جائے جس سے گذر کر وہ اس خبیث تک پہنچ سکیں۔

دفعتاً انہوں نے گھرگھراہٹ سی سنی۔ اور اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جہاں تھے وہیں رکنا پڑا یہ ایک علامت تھی۔ کبڑا جب کوئی اعلان کرنا چاہتا تھا تو پوری عمارت اسی قسم کی آواز سے گونج اٹھتی تھی۔

"دوستو!" کچھ دیر بعد آواز آئی۔ "مجھے افسوس ہے کہ طاہر کو تھوڑی سی سزا دینی پڑی۔ میں نے تمہیں اکثر سمجھایا ہے کہ میری آواز پر اپنی آواز بلند کرنے کی کوشش نہ کیا کرو۔ لیکن اکثر تم میں سے کوئی نہ کوئی بہک ہی جاتا ہے۔ تمہاری مشکلات کے دن ختم ہونے والے ہیں چھ ماہ کی ٹریننگ اور باقی ہے۔ اس کے بعد تم ایک ترقی یافتہ ترین ملک کے شہری ہو گے۔ تمہیں بڑے بڑے عہدے ملیں گے۔ رہنے کے لیے شاندار کوٹھیاں ہوں گی اور خرچ کرنے کے لیے بیشمار دولت۔ میں نے سوچا ہے کہ اب ہم لوگ کبھی کبھی ایک ساتھ ہی رہا کریں۔ مطلب یہ کہ تم لوگ تو مل جل کر رہتے ہی ہو میں بھی کم از کم ہفتے میں ایک ہی بار تم لوگوں میں مل بیٹھا کروں۔ لہٰذا آج

ہماری پہلی میٹنگ ہو گی۔ تم سب کمرہ نمبر تین میں میرا انتظار کرو۔"

سناٹا چھا گیا۔ پھر کبڑے کی آواز نہ سنائی دی۔

وہ سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے کچھ دیر بعد لیڈر نے کہا۔ "چلو! اس سے بہتر موقع شاید پھر کبھی ہاتھ نہ آئے۔ وہ غالباً نمبر تین کے آس پاس کہیں بیٹھتا ہو گا۔ ممکن ہے ہمارے پہنچنے تک وہ وہیں ملے۔ ہاں دیکھو ٹھہرو! فوراً ہی حملہ نہ کر بیٹھنا بہت چالاک ہے۔ اگر اسے ریوالور نکال لینے کا موقع مل گیا تو.... ایک بھی زندہ نہ بچے گا میں اسے باتوں میں الجھاؤں گا پھر جیسے ہی داہنا ہاتھ اپنے سر پر رکھوں تم لوگ ٹوٹ پڑنا۔"

وہ کمرہ نمبر تین کے سامنے آئے۔ اس میں دروازے کی بجائے صرف ایک کھلا ہوا دریچہ تھا اور تین اطراف میں چھوٹے چھوٹے روشن دان بھی تھے۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہو چکے.... دریچے کے اوپر سے لوہے کی ایک موٹی سی چادر فرش تک سرک آئی۔ وہ بوکھلا کر مڑے۔

ہمبگ کا کان پھاڑ دینے والا قہقہہ کمرے میں گونج رہا تھا۔ وہ دریچے پر چھا جانے والی چادر پر ٹکریں مارنے لگے۔ لیکن بے سود.... اس نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔

پھر کبڑے کی آواز سنائی دی۔ "احمقو۔ اندھو۔ یہاں ایک ایسا مشینی نظام بھی موجود ہے جسے صرف میں کنٹرول کرتا ہوں.... ہاں.... رانگے اب تم مجھے باتوں میں الجھاؤ تاکہ یہ ساتوں گدھے موقع پا کر حملہ کر سکیں۔ رکھو داہنا ہاتھ سر پر.... اور میری خواہش ہے کہ بایاں ہاتھ کمر پر رکھ لو۔ شروع ہو جاؤ شاباش...."

یک بیک وہ سب چیخنے لگے کیونکہ گیند نما کمرے کا فرش بڑی تیزی سے نیچے دھنس گیا تھا۔ انہیں اتنا موقع بھی نہ مل سکا کہ روشندانوں ہی کو پکڑ کر لٹک جاتے۔

کبڑے کے قہقہے وہ برابر سن رہے تھے.... اور خود بھی حلق پھاڑ رہے تھے۔ کوئی گڑگڑا رہا تھا کوئی معافی مانگ رہا تھا اور کوئی بے تحاشا گالیاں دے رہا تھا۔

فرش دھنستا رہا۔ لحظہ بہ لحظہ ان کا خوف بڑھتا جا رہا تھا۔ کیونکہ کمرے کا قطر بتدریج بڑھ رہا تھا۔ فرش اور دیواروں کے درمیان ایک بڑی سی ہلالی خلاء تشکیل پا رہی تھی۔

پھر دفعتاً فرش خلاء کی طرف جھکتا چلا گیا۔ گھٹی گھٹی سی چیخیں گونجیں.... اور پانی میں گرنے کے چھپاکے.... تیزی سے بہنے والے زمین دوز چشمے نے ذرا ہی سی دیر میں ان کے چیتھڑے اڑا

دیئے ہوں گے۔

O

سوراخ اتنا بڑا ہو چکا تھا کہ ڈاکٹر داور عمران تک پہنچ سکتے.... عمران نے برا سا منہ بنا کر ہاتھ اٹھائے.... اور ڈاکٹر داور کو بہ آسانی نیچے اتار لیا اور پھر بولا۔ "یار بوڑھے ہونے کو آئے مگر کودنے پھاندنے کی عادت نہ گئی.... سلامالیکم....!"

"وعلیکم السلام!" داور صاحب نے ہانپتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور کچھ جھینپے ہوئے سے نظر آنے لگے۔

"تو تم بھی آ کودے میرے خوابوں میں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"خدا کے لیے ہوش کی باتیں کرو بیٹے!"

"یار تم کتنے بھیس بدل کر آؤ گے میرے سامنے۔" عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "پروڈیوسر ڈائریکٹر ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ لوگ بھیس بدل کر بیٹا بیٹا کہتے دوڑے آئیں اور مرعوب کریں مجھے اپنی ایکٹنگ سے.... سلامالیکم....!"

داور صاحب نے شاید پھر وعلیکم السلام کہنے کے لیے ہونٹ کھولے تھے کہ خیال آ گیا اور انہوں نے سختی سے منہ بند کر لیا۔

دفعتاً کمرے میں گھڑگھڑاہٹ سی گونجی اور آواز آئی۔ "ڈاکٹر داور۔ اگر تم نے کل تک زبان نہ کھولی تو وہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہو گا۔ یہ آخری وارننگ ہے۔"

"ارے باپ رے!" عمران بوکھلا کر اچھل پڑا۔ "یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ بھوت.... بھوت.... بچاؤ.... بچاؤ!"

"خاموش رہو!" گرج سنائی دی۔

"خموش تو.... ہوں.... رر.... رر.... رر.... رر...." عمران کانپتا ہوا گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔ داور صاحب خاموش کھڑے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہے تھے۔

"داور.... کیا تم سن نہیں رہے! میری بات کا جواب دو۔"

داور صاحب نے اور زیادہ سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔

"اچھی بات ہے!" پھر آواز آئی۔ "کل اسی وقت ڈاکٹر داور.... اپنی گھڑی اچھی طرح دیکھو!

میری بات پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ باعزت زندگی یا کتے کی موت۔۔ کل تک فیصلہ کرلو۔ شب بخیر۔!

داور صاحب کچھ دیر تک سکتے کی سی حالت میں رہے پھر چونک کر عمران کی طرف مڑے جو ایک گوشے میں منہ چھپائے اکڑوں بیٹھا بری طرح کانپ رہا تھا۔

داور صاحب نے اسے بدقت اٹھایا اور وہ دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر کپکپاتی ہوئی آواز میں اذان دینے لگا۔۔۔!

O

آخری آدمی دیبو کنٹرول روم میں کھڑا بڑی طرح کانپ رہا تھا اور ہمبگ کی آواز کمرے کی محدود فضا میں گونج رہی تھی۔

"تمہارے ساتھی لمبے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہو۔ کیا سمجھے! طاہر غالباً اب بھی بے ہوش ہوگا۔ اس کی تیمارداری کے فرائض بھی تم پر ہی آپڑیں گے۔ خیر۔۔۔ کسی نہ کسی طرح تم دونوں چھ ماہ گذار ہی دو۔ اس کے بعد تمہیں اپنے وجود پر ہی مشکل سے یقین آئے گا۔ خواب میں بھی ایسی زندگی کا ایک لمحہ کبھی نہ نصیب ہوا ہوگا۔۔۔ اچھا شب بخیر۔۔۔ محنتی آدمیوں کی کافی قدر کرتا ہوں۔"

پھر گھنٹی بجی۔۔۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ہمبگ اس عمارت سے باہر جا چکا ہے۔ دیبو نے مشینیں بند کر دیں اور دوڑتا ہوا اس کمرے میں آیا جہاں باغی ساتھیوں نے میٹنگ کی تھی۔۔۔ مگر وہاں کیا تھا۔

پھر وہ دیوانہ وار چاروں طرف چکراتا پھرا۔۔۔ قابل گذر حصوں میں بس صرف تین آدمی دکھائی دیئے۔۔۔ ایک تھا بے ہوش طاہر اور وہ دونوں قیدی جنہیں غالباً کسی اسکیم کے تحت وہاں لایا گیا تھا۔ دیبو یا اس کے ساتھی مقصد سے واقف نہیں تھے۔ اس نے طاہر کو ہوش میں لانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ لمبے سفر کا مطلب اس کی سمجھ میں بخوبی آیا تھا۔ اس کے ساتھی۔۔۔ ہمیشہ کے لیے۔۔۔ رخصت ہو چکے تھے۔

کچھ دیر تک اس پر ہراس طاری رہا۔ مگر یک بیک جنونیوں کی سی حالت ہوگئی۔ خاموش بیٹھا کبھی دانت پیستا اور کبھی مکا ہلاتا۔

یک بیک اٹھا اور ان کمروں کی طرف چل پڑا جہاں دونوں قیدی رکھے گئے تھے۔ پہلے داور

صاحب ہی کے کمرے میں قدم رکھا تھا وہاں دیوار میں بڑا سا سوراخ دیکھ کر ٹھٹھکا اور پھر خود بھی اسی اسٹول پر نظر آیا جو سوراخ کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ جیسے ہی اس نے سوراخ میں جھانکا دوسری طرف سے آواز آئی۔ "سلاما لیکم" اور وہ بوکھلا کر اسٹول سے کود پڑا۔

"اے سلام کا جواب تو دے دیا کرو!" دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔

دیبو چند لمحے کھڑا سوچتا رہا پھر دوبارہ اسٹول پر جا چڑھا۔ کچھ دیر بعد وہ بھی انہیں کے قریب نظر آیا۔

"کیا تم لوگ باہر جانا چاہتے ہو؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ لیکن ڈاکٹر داور نے کہا۔ "کیوں۔۔۔ کیا بات ہے؟"

"میں بھی ایک قیدی ہی ہوں۔ تم یہاں کیوں لائے گئے تھے؟"

"میں نہیں جانتا کہ کوئی مجھ سے کیا چاہتا ہے؟" ڈاکٹر داور بولے۔

"اچھا۔ اچھا! میں سمجھ گیا! تم پر ہی کیا ہے۔ بہتیرے آتے جاتے رہتے ہیں۔۔۔ دیکھو! اگر تم دونوں میری مدد کرنے پر آمادہ ہو جاؤ تو شاید ہم یہاں سے نکل سکیں۔"

"ضرور۔ ضرور۔" ڈاکٹر داور مضطربانہ انداز میں بولے۔ دیبو نے عمران کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا اور عمران نے احمقانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں۔

"اوہ۔ ان کی فکر نہ کرو۔" داور صاحب جلدی سے بولے۔ "سب ٹھیک ہے۔"

وہ انہیں اس کمرے کی طرف لایا جہاں کچھ دیر پہلے اس کے ساتھی غرقاب ہوئے تھے۔ مگر اسے کیا معلوم۔ وہ تو اس وقت انہیں لوگوں کی اسکیم کے مطابق آپریشن روم میں مشینوں سے الجھا ہوا تھا۔

"صرف یہی ایک ایسا کمرہ ہے یہاں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "جہاں پتھر کی دیواریں ہیں۔ فرش بھی پتھر ہی کا ہے۔ ایک بار۔۔۔ شش۔۔۔!"

وہ چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ کسی قسم کی آواز ڈاکٹر داور نے بھی سنی تھی۔

"اوہ۔۔۔ طاہر۔۔۔!" دیبو بڑبڑایا۔

انہیں ایک لحیم شحیم آدمی نظر آیا جس کا چہرہ پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔

"اوہو۔" دیبو اس کی طرف جھپٹا۔ "تم کہاں اٹھ آئے تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"دور رہو۔ مجھ سے دور رہو۔" طاہر دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر دہاڑا.... اور دیبو رک گیا۔

طاہر پھر بولا "میں فیصلہ کر چکا ہوں.... اب یہی ہو کر رہے گا۔ سب کچھ خاک میں ملا دوں گا۔ کیا وہ سور کا بچہ ہم سے ہر ایک کے لیے ایک عورت بھی مہیا نہیں کر سکتا مجھے راہ چلتے اٹھایا گیا تھا اور پھر اس مقبرے میں میری آنکھ کھلی تھی.... اسی طرح عورتیں...."

"طاہر۔ طاہر...." دیبو مضطربانہ انداز میں بولا۔ "تم سب کچھ خاک میں کیسے ملا دو گے؟"

لیکن طاہر کوئی جواب دیئے بغیر ایک جانب مڑ گیا۔ وہ آپریشن روم کی طرف جا رہا تھا۔ دیبو اس کے پیچھے جھپٹا۔ لیکن اب طاہر نے دوڑنا شروع کر دیا تھا۔

عمران بھی آگے بڑھا لیکن اتنی دیر میں وہ دونوں نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔

طاہر آپریشن روم میں پہنچ کر ایک سوئچ بورڈ کے قریب رک گیا۔

"مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" اس نے کہا اور دیبو کا سر چکرا گیا۔ عقل جواب دے رہی تھی۔

"کیا بک رہے ہو....!"

"میں اس مقبرے کو تباہ کرنے جا رہا ہوں.... مختلف جگہوں پر لگے ہوئے ڈائنامائیٹ اس کے پرخچے اڑا دیں گے۔ میں نے ہی اس کا پتہ لگایا تھا۔ کبڑا بہت چالاک ہے اسے ہم پر اعتماد نہیں ہے۔ فرض کرو ہم اس کے خلاف ہو جائیں اور اس کے بتائے ہوئے مخصوص میٹروں کے علاوہ کسی دوسرے میٹر پر پیغامات اڑانا شروع کر دیں تو...."

"ہاں ممکن ہے۔"

"لیکن ہم تباہ ہو جائیں گے۔ جیسے ہی ہم فری کوئنسی یا میٹر بدلیں گے۔ وہ سارے ڈائنامائٹ پھٹ جائیں گے اور ہمارا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے.... ہرگز نہیں!" دیبو حلق پھاڑتا ہوا اس کی طرف جھپٹا دونوں لپٹ پڑے.... طاہر اس کی گرفت سے آزاد ہو کر ایک ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا اور دونوں ہی حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہے تھے۔

O

عمران اور داور مختلف کمروں میں دوڑتے پھر رہے تھے عمران کہہ رہا تھا۔ "وہ پاگل معلوم ہوتا ہے۔ پتہ نہیں کس سلسلے میں دھمکی دی ہو۔ کیا کر گزرے۔"

پھر داور صاحب کو بھی اتنا ہوش کہاں تھا کہ وہ عمران کی اس ہوشمندانہ بات پر دھیان دے سکتے۔ دفعتاً ایک زوردار گھڑگھڑاہٹ سنائی دی اور عمران نے داور صاحب کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے اپنی طرف کھینچا اور دیوار کی جڑ کی طرف گھسیٹتا چلا گیا۔

چھت سے مٹی کا ایک بڑا سا تودہ گرا.... اندھیرا.... گہرا اندھیرا.... دم گھٹ رہا تھا۔ داور صاحب نیچے تھے اور عمران ان پر اس طرح چھایا ہوا تھا کہ حتی الامکان انہیں بچا سکے۔ ڈھیروں مٹی آس پاس گر رہی تھی لیکن وہ ابھی اس قابل تھے کہ منہ اور ناک پر رومال لگا کر کسی نہ کسی طرح سانس تو لے ہی سکتے تھے۔

ستارے اچھے تھے کہ عمران کو دیوار کی جڑ کی سوجھ گئی تھی۔ ورنہ شاید....!

"ڈاکٹر صاحب!" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں.... میں زندہ ہوں۔"

"میری یادداشت واپس آگئی ہے اس حادثہ کی وجہ سے.... سلاما لیکم!"

"وو.... وو.... والیکم.... او گدھے.... بے ہودے تم اس وقت بھی سنجیدہ نہیں ہو! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"ناک اور منہ پر اکہرا رومال جکڑے رہیے ورنہ دم گھٹ جائے گا....!"

"یونہی ہوں.... مرے خدا اب کیا ہو گا؟"

"میرا خیال ہے کہ.... میں نے ابھی آسمان کی جھلکیاں دیکھی تھیں۔"

"خدا کرے.... سچ ہو!" داور صاحب نے کہا اور کھانسنے لگے۔

"رومال.... رومال...." عمران غرایا۔

O

پو پھٹ رہی تھی اور وہ پتھروں کے ڈھیر پر بیٹھے تھو تھو.... آخ تھو کر رہے تھے۔ داور صاحب کو بڑی دیر سے ابکائیاں آ رہی تھیں اور وہ بھوت تو بن ہی گئے تھے۔ شاید جانور بھی ان کی شکلیں دیکھ کر وحشت زدہ ہو جاتے۔

"یہ شاید کوئی بہت بڑا پتھریلا ٹیلا تھا۔" عمران نے کہا۔ "جسے اندر سے کھوکھلا کر کے وہ سب کچھ بنایا گیا۔ یا ممکن ہے قدرتی طور پر کھوکھلا رہا ہو۔"

عمران سیریز نمبر 42

ڈیڑھ متوالے

تیسرا حصہ

"تت۔ تو.... اب تم پاگل نہیں ہو؟"

"پیدائشی ہوں۔ کوئی نئی بات نہیں۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ "لیکن ابھی کھیل ختم نہیں ہوا۔ میں پاگل ہی رہوں گا اور آپ مردہ تصور کیے جائیں گے مگر قصہ کیا تھا؟"

"میں نے ایک بے آواز مصنوعی سیارہ دریافت کیا تھا۔ اس کی تصویریں لی تھیں۔ مدار معلوم کیا تھا۔ پورے ملک میں وہ سیارہ میری ہی آبزرویٹری سے دیکھا جا سکتا۔ کہیں اور کوئی ایسی طاقتور دور بین موجود نہیں۔ جس چور ملک نے بے آواز سیارہ چھوڑا ہے اس کے ایجنٹوں کو غالباً شبہ ہو گیا تھا کہ میں اسے دیکھ چکا ہوں۔ شاید وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں چاند کے کرّے کی فضا تک تصویریں لینے میں بھی کامیاب ہو چکا ہوں۔ پھر میں نے اس سیارے کی تصویریں کیوں نہ لی ہوں گی جو زمین ہی کے گرد گردش کر رہا تھا۔"

"تصویریں کہاں ہیں اور آپ کا وہ ٹیلیسکوپک کیمرہ کہاں ہے؟" عمران نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"یہی تو وہ لوگ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اگر معلوم کر لیا ہوتا تو.... شاید میں تمہیں زندہ نہ ملتا۔ تمہیں وہ لوگ غالباً اسی لیے یہاں لائے تھے کہ میں تم ہی سے کچھ بتا دوں اور وہ چھپ کر سننے میں کامیاب ہو جائیں.... مگر تم بہت عقل مند ہو بیٹے.... اف فوہ کیا حشر ہوتا ہمارا اگر تم مجھے دیکھ کر کھل گئے ہوتے۔ اعتراف کر لیتے کہ تم پاگل نہیں ہو۔"

"میں اب بھی پاگل ہوں۔" عمران پتھر اٹھانے کے لیے جھکا لیکن پھر یک بیک سنجیدہ نظر آنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "آپ نے ملٹری انٹیلی جنس کو اطلاع کیوں نہیں دی تھی۔ اگر وہ لوگ پہلے ہی سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہے تھے۔"

"میں اس وقت تک سمجھ نہیں سکا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ آخری واضح وارننگ تو اسی وقت ملی تھی جب میں نے شمی کو فون کیا تھا۔ یہ میرا بالکل نجی فون ہے لیبارٹری سے گھر تک کیبل ڈلوائے تھے اس لیے.... اگر اس کے تار بھی اوپر ہوتے تو یقینی طور پر کاٹ دیئے گئے ہوتے.... کیونکہ اس وقت میں نے اس ایک کے علاوہ سارے فون بے کار پائے تھے۔"

"اچھا تو اب اٹھئے.... "عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "ہمیں اب کہیں چھپنے کی فکر کرنی چاہئے۔"

انتساب

جناب حکیم محمد اقبال حسین
ایم ۔اے
پروپرائٹر ۔ آئی ساکو (پاکستان) کراچی کے
نام جن کے ہاتھوں میں نے تین سالہ طویل علالت
سے نجات پائی۔

ابن صفی

پیش رس

کیا سمجھتے ہو جام خالی ہے
پھر چھلکنے لگے سبو آؤ

آج پھر تین سال بعد آپ سے مخاطب ہوں.... اور اس پر یقین رکھتا ہوں کہ آپ کی دعاؤں نے ہی دوبارہ اس قابل کیا کہ خدمت کرسکوں۔ میرا سینہ فخر سے تن جاتا ہے جب یہ سوچتا ہوں کہ میری صحت یابی کے لئے مسجدوں، کلیساؤں اور گردواروں میں دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ مجھ تک میرے پڑھنے والوں کے خطوط بھی پہنچتے تھے لیکن جواب دینے سے قطعی معذور تھا۔ بس کڑھ کر رہ جاتا تھا.... بالکل ناکارہ ہو کر رہ گیا تھا توقع نہیں تھی کہ پھر لکھنے کے قابل ہو سکوں گا۔ ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے کبھی کچھ لکھا ہی نہ ہو! بیماری کی ابتداء نروس بریک ڈاؤن سے ہوئی تھی۔ پھر یادداشت پر اثر پڑا اور اس کے بعد مستقل طور پر ہر دوسرے تیسرے شدید قسم کے قلبی دورے پڑتے رہے!

ادھر یارانِ طریقت تھے کہ طرح طرح کی افواہیں پھیلا رہے تھے۔ ابن صفی پاگل ہو گیا ہے.... کاٹنے دوڑتا ہے.... ابن صفی نے پینے کی حد کردی تھی۔ (حالانکہ میری سات پشتوں میں بھی کبھی کسی نے نہ پی ہوگی) اس لئے ایک دن نروس بریک ڈاؤن ہو گیا۔ ابن صفی کا کسی سے عشق چل رہا تھا۔ اس نے بے وفائی کی، دل شکستہ ہو کر گوشہ نشین ہو گیا (حالانکہ گھٹیا قسم کے عشق کا تصور میرے لئے مضحکہ خیز ہے)۔

آخری اطلاع یہ تھی کہ ابن صفی کا انتقال ہو گیا۔ اس خبر پر سچ مچ اسی طرح جی بھر آیا تھا جیسے میں خود ہی ابھی ابھی ابن صفی کو مٹی دے کر واپس آیا ہوں۔

پھر درجنوں ابن صفی پیدا ہو گئے جواب بھی بفضلہٖ تعالیٰ بقید حیات ہیں اور دھڑلے سے میرے کرداروں کی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ ان میں ایک تو ایسا ہے کہ جس نے فحاشی کی حد کردی۔ حمید اور فریدی کو بھی رنڈی باز بنا کر رکھ دیا.... سوچئے اور سر دھنیے۔ خدا ان سبھوں کی مغفرت فرمائے اور مجھے صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔

پھر جب میری صحت یابی کی خبریں اخبارات میں چھپنے لگیں تو یار لوگوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ میرے اور عباس حسینی صاحب کے تعلقات خراب ہو گئے ہیں اور بھارت میں میری کتابیں ان کے ادارے سے نہیں شائع ہوں گی۔

ان بے چاروں کو شاید یہ نہیں معلوم کہ ایک درجن کتابیں تو میں عباس حسینی کی مسکراہٹ پر ہی قربان کر سکتا ہوں (بشرطیکہ کسی بات پر جھینپ کر مسکرائے ہوں)۔

اب کچھ ایسی باتوں کا ذکر سنئے جو بیماری کے دوران میرے لئے مزید اذیتوں کا سبب بنی رہی تھیں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ میں دنیا کا مظلوم ترین مصنف ہوں۔ لاہور کے بعض پبلیشروں نے مل کر میری ساری کتابیں چھاپ ڈالیں (میری اجازت کے بغیر) چونکہ ایک وقتی اپاہج کا مال تھا اس لئے ایک ہی کتاب کو کئی کئی پبلیشرز نے بیک وقت چھاپ کر مارکیٹ میں ڈھیر کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس ہیچمدان کی کتابیں چھ چھ آنے میں فٹ پاتھوں پر بک گئیں۔ اکثر کتابوں کے نام بدلے گئے اور پڑھنے والوں کو دھوکہ دیا گیا۔ کراچی میں ایک ذات شریف نے میرے ناول "زہریلا آدمی" کے کرداروں کے نام تبدیل کئے اور اسے اکرم الٰہ آبادی کے نام سے چلا دیا۔ اکرم الٰہ آبادی بھی خاصے مشہور لکھنے والے ہیں اس طرح ان کی بھی توہین کی گئی۔ جس قوم میں ایسے افراد موجود ہوں کیا وہ قوم دنیا میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہو سکتی ہے۔ حشر کی بات دور کی ہے انہیں دنیا ہی میں بھگتنا پڑے گا۔ انشاء اللہ.... منتظر رہیں۔

رہی مختلف قسم کے ابنوں اور صفیوں کی بات تو یہ بے چارے سارے قافیے استعمال کر چکے ہیں۔ لہٰذا اب مجھے کسی "ابن خصی" کا انتظار ہے۔ میری دانست میں تو صرف یہی قافیہ باقی بچا ہے۔!

کوئی صاحبہ (اسی قافیہ والی) عرصہ سے غلط فہمی پھیلا رہی ہیں کہ وہ میری کچھ لگتی ہیں.... لیکن یقین کیجئے کہ میرے والد صاحب بھی ان کے جغرافیہ پر روشنی ڈالنے سے معذور ہیں.... واللہ اعلم بالثواب....!

اچھا اب اجازت دیجئے۔

والسلام

ابن صفی

کراچی ۲۱ر اکتوبر ۱۹۶۳ء

O

نینا نے ایک طویل انگڑائی لی اور پھر کھڑکی سے سر نکال کر ملگجے اندھیرے میں گھورنے لگی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اسے اپنی روح کی گہرائیوں تک محسوس ہو رہے تھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے چاروں طرف بکھرا ہوا جنگل بھی اچانک اسی کی طرح جاگ پڑا ہو۔ پرندوں کی نیم غنودہ آوازوں سے فضا مرتعش ہونے لگی تھی۔

اس نے سختی سے دانت بھینچ لیے۔ اس بار انگڑائی جسم ہی میں سمٹ کر رہ گئی کیونکہ وہ کھڑکی سے ہاتھ ہٹا کر اپنا چہرہ اندر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ بڑبڑائی.... "پھر وہی صبح.... پھر وہی دن.... پھر وہی بوریت...."

پھر وہ ایک طویل سانس لے کر آدھے دھڑ سے کھڑکی پر جھک گئی۔ اس کے ذہن نے بوریت کی تکرار شروع کر دی تھی۔

"بوریت....!"

دور تک بکھرے ہوئے جنگلوں کے درمیان ایک تنہا عمارت کے مکین خود کو بوریت کا شکار محسوس کریں تو حیرت کی بات نہیں۔ یہ نواب صفدر جنگ کی کوٹھی تھی۔ کچنار کے جنگل کا یہ حصہ زیادہ گھنا نہیں تھا پھر بھی یہاں اس ویرانے میں کوٹھی....!

قریب ترین دیہی علاقے بھی یہاں سے کم از کم دس میل دور ہوں گے.. پھر یہاں کوٹھی؟

لیکن جو لوگ نواب صفدر جنگ سے واقف تھے انہیں اس بات پر حیرت نہیں تھی۔ بھلا ایک نیم دیوانے آدمی سے توقع ہی کیا ہو سکتی ہے؟ وہ عرف عام میں سنکی مشہور تھا۔ حقیقت بھی یہی تھی۔ مار دھاڑ کی فلموں اور امریکی ایڈونچر کی کہانیوں نے صحیح معنوں میں اس کے ذہن پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ وہ خود کو امریکی کہانیوں کے کسی TOUGH BOY (خطرناک آدمی) ہی کے روپ میں

پیش کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ ڈیل ڈول کے اعتبار سے لوگ اس پر نواب مچھر جنگ کی پھبتی کسنے پر بھی حق بجانب ہی رہے ہوں۔ چالیس پچالیس سال کا سوکھا ساکھا آدمی تھا کوشش کرتا تھا کہ اس کی آنکھیں دوسروں کو خوفناک نظر آئیں۔ گفتگو کے دوران نتھنے پھولنے پچکنے لگتے تھے بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ جیسے مخاطب کو دو چار ہاتھ ضرور جھاڑ دے گا۔ ہونٹ بھینچ بھینچ کر گفتگو کرتا اور زیادہ تر کاؤبوائے سوٹ میں نظر آنے کی کوشش کرتا تھا کہ سارا دن گھوڑے ہی پر گزرے....

آج کل تو خاص طور پر شکار کا سیزن تھا۔ دو مصاحبین اور سات عدد ملازمین ساتھ تھے.... اور ایک تھی بے چاری نینا.... اس کی پرائیویٹ سیکرٹری۔ اگر وہ صرف پرائیویٹ سیکرٹری ہی ہوتی تو تب تو کوئی بات نہیں تھی.... نہایت اطمینان سے ملازمت پر لات مار کر گھر بیٹھ رہتی۔ مصیبت تو یہ تھی کہ وہ اس کے ایک پشتینی ملازم کی بیٹی تھی اور خود اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت بھی صفدر جنگ ہی کے محل میں ہوئی تھی۔

وہ اکثر سوچتی کہ اگر بچپن ہی میں وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ ہی مر گئی ہوتی تو اس جہنم میں کیوں سلگنا پڑتا۔

صفدر جنگ نے بچپن ہی سے اسے اسمارٹ بنانے کی کوشش کی تھی۔ اتنی اسمارٹ کہ اب وہ بھی کاؤبوائے سوٹ میں ملبوس گھوڑے کی پشت پر اس کے پہلو بہ پہلو نظر آتی کیونکہ کمر کے ہولسٹر میں ریوالور ہوتا اور کاندھے سے ایک چھوٹی سی رائفل لٹکی رہتی لیکن وہ اس زندگی سے بیزار تھی۔ بعض اوقات صفدر جنگ پر اس شدت سے غصہ آتا کہ اپنی ہی بوٹیاں نوچنے لگتی.... دل چاہتا چیخ چیخ کر کہے۔ "باس.... تم حقیقتاً مچھر جنگ ہو۔ اپنی اوقات کو نہ بھولو.... شاید میرا ہی ایک تھپڑ نہ برداشت کر سکو!"

وہ "باس" کہلاتا تھا۔ مصاحبین، ملازمین، حتیٰ کہ مزارعین تک پر پابندی عائد تھی کہ وہ اسے حضور کی بجائے "باس" کہہ کر مخاطب کیا کریں....!

آج کل اس کی کوٹھی میں گیارہ افراد مقیم تھے۔ ان میں دو عدد مصاحبین بھی تھے۔ منشی کرامت علی اور شیخ ثناء اللہ.... لیکن بھلا صفدر جنگ جیسے اسمارٹ قسم کے کاؤبوائے کو یہ نام کیوں پسند آتے۔ لہٰذا منشی کرامت علی "ہارڈی" ہو گئے تھے اور شیخ ثناء اللہ جو پستہ قد تھے "شارٹی" کے نام سے نوازے گئے تھے.... رہ گئے ملازمین تو ان میں حالانکہ سبھی نتھو، بدھو، خیراتی تھے لیکن صفدر جنگ انہیں "ٹڈ" "فریڈ" "ڈفی" وغیرہ قسم کے ناموں سے پکارتا تھا۔

....اور بے چاری نینا حقیقتاً نسیم النساء خاتون تھیں۔

.... تو بے چاری نینا نے اپنا آدھا جسم کھڑکی کے اندر سمیٹ کر پھر ایک طویل انگڑائی لی اور پہلے سے بھی زیادہ بور ہونے لگی۔

بوریت.... یعنی آج پھر شکار کا پروگرام تھا۔ پچھلے تین دنوں تک وہ سب آرام کرتے رہے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ صفدر جنگ کو زکام ہو گیا تھا!....

صفدر جنگ کو زکام کیا ہوتا قیامت ٹوٹ پڑتی تھی۔ لیکن خود اسی پر دوسروں پر نہیں.... دوسرے تو اطمینان کا سانس لیتے تھے۔ گویا سالہا سال کی تھکن دور ہوتی تھی۔

ہوتا یہ تھا کہ جب بھی صفدر جنگ کو زکام ہوتا تو اسے گوشہ نشین ہو جانا پڑتا کیونکہ صورت ہی بگڑ کر رہ جاتی تھی۔ آنکھوں سے پانی بہہ رہا ہے اور ناک سے نزلہ.... نتھنے سرخ ہونٹ پھڑک رہے ہیں اور ناک ہے کہ پے در پے شوں شوں کئے جا رہی ہے کبھی کبھی وہ جھلاہٹ میں ناک پر ہاتھ بھی رسید کر دیتا بالکل اسی انداز میں جیسے وہ اس کے جسم سے قطعی کوئی علیحدہ چیز ہو۔ بس وہ بحالت زکام خود کو کسی کمرے میں بند کر لیتا اور محاورتاً نہیں بلکہ صحیح معنوں میں کسی کو اپنی شکل دکھانا ہرگز پسند نہ کرتا۔

ہاں تو آج پھر شکار کا دن تھا.... وہ سوچنے لگی تمام دن گھوڑے کی پشت پر بسر ہو گا.... پھر ان گدھوں کی اوٹ پٹانگ باتیں سنو! میرے خدا کب تک یونہی بسر ہو گی۔

اب فضا پرندوں کی آوازوں سے پوری طرح گونج رہی تھی۔ مشرقی افق میں سرخ دھاریاں نظر آنے لگی تھیں۔ وہ سوچتی رہی، الجھتی رہی۔

اسی وقت صفدر جنگ، منشی کرامت علی ہارڈی اور شیخ ثناء اللہ شارٹی بھی ڈائننگ روم میں داخل ہوئے۔ وہ تینوں کاؤبوائے سوٹ میں تھے....

"مورننگ باس...." نینا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مورننگ...." صفدر جنگ ٹھوکر سے کرسی کھسکاتا ہوا غرایا۔ "آج شکار کا دن ہے اور تم ابھی تک شلوار میں ہو....!"

"وہ.... دیکھئے.... میں.... آج...."

"نوپ!" صفدر جنگ دھاڑا۔ "بہانہ.... نہیں.... شٹ اپ!"

جثہ کے اعتبار سے اس کی آواز متحیر کن تھی.... کوئی اجنبی سوچ بھی نہیں سکتا تھا یہ منحنی سا

آدمی اتنی گرجدار آواز رکھتا ہوگا.... بہر حال اسے غصہ آگیا اور شیخ ثناء اللہ شارٹی بوکھلا کر اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ کیونکہ اس بیچارے کے پاس ڈاڑھی کے سوا اب اپنا رہ بھی کیا گیا تھا.... بڑی مشکل سے ڈاڑھی بچائی تھی.... رویا تھا.... گڑگڑایا تھا۔ صفدر جنگ کے قدموں پر سر رکھ دیا تھا اور آنسوؤں سے منہ دھوتا ہوا بولا تھا۔ "سرکار.... ارے توبہ.... باس.... اس پر رحم کیجئے! پشتہا پشت سے چلی آرہی ہے یہ گئی تو اجداد کی عزت گئی.... ہمارے گھرانے میں آج تک کسی نے ڈاڑھی نہیں منڈوائی...."

پتہ نہیں کیوں صفدر جنگ کو رحم آگیا مگر ایک شرط پر.... شرط یہ تھی کہ ڈاڑھی اسی صورت میں بچ سکے گی جب سر منڈوا دیا جائے.... اور کبھی ٹوپی نہ پہنی جائے.... مرتا کیا نہ کرتا۔ روزی کا معاملہ تھا.... بہر حال ڈاڑھی بچ گئی مگر سر ہر روز منڈتا رہا.... یہ منشی کرامت علی ہارڈی کی ڈیوٹی تھی کہ ہر روز صبح ہوتے ہی شیخ ثناء اللہ شارٹی کا سر منڈنے بیٹھ جائے....!

کوئی نہیں جانتا تھا کہ صفدر جنگ نے یہ شرط کیوں رکھی تھی اور ننگے سر رہنے پر کیوں مصر رہتا تھا۔ اس نے کبھی کسی کو اس کی وجہ نہیں بتائی تھی....

ہاں تو اس وقت صفدر جنگ کو اپنی سیکرٹری پر غصہ آگیا تھا۔

"میں بکواس نہیں سنوں گا!" وہ بیٹھتا ہوا دہاڑا۔ "کیا تمہیں زکام ہوگیا ہے؟"

"نن.... نہیں باس!"

"پھر....!"

"کک کچھ.... نہیں!"

"شارٹی۔ شارٹی...." صفدر جنگ غرایا۔ "ہاتھ روکو! جب تک یہ سوٹ نہیں پہنے گی ناشتہ نہیں ہوگا...."

"اوکے باس!" دونوں نے ہاتھ روک لیے اور نینا کمرے سے جانے ہی والی تھی کہ ایک ملازم جھپٹتا ہوا اندر آیا....

"کیوں؟...." صفدر جنگ نے آنکھیں نکالیں۔

"باس!" وہ ہانپتا ہوا بولا۔ "دو فقیر...."

"دو فقیر....! دماغ خراب ہوا ہے.... اپنا حلیہ تو دیکھو!"

"ہاں باس! وہ مرنے مارنے پر آمادہ ہیں....!"

"دو فقیر.... مرنے مارنے پر آمادہ ہیں.... ابے دماغ تو نہیں چل گیا.... کیا بکتا ہے!"

"باس! وہ کہتے ہیں ناشتہ لاؤ...."

"دفع ہو جاؤ....!" وہ ہاتھ ہلا کر غرایا۔ "انہیں کھانا دو...."

"مگر باس.... وہ انڈا مرغی توس مکھن مانگتے ہیں۔" نوکر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "میں نے دھمکایا تو مرنے مارنے پر آمادہ ہوگئے.... ایک وہ جو لونڈا سا ہے.... پکا حرامی ہے.... بڈھا بے چارہ تو کچھ بھی نہیں بولتا بلکہ شرمایا شرمایا سا ہے.... میں نے سالوں کو دھمکایا.... آپ کا نام بتایا.... مگر...."

"ہام....!" صفدر جنگ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ "شارٹی.... ہارڈی.... کم الانگ...."

وہ تینوں دروازے کی طرف جھپٹے....!

پھر چند لمحوں کے بعد دونوں فقیروں کو کڑے تیوروں سے گھور رہے تھے ان کا حلیہ عجیب تھا۔ دونوں کے کپڑے جابجا شکستہ اور گرد سے اٹے ہوئے تھے۔

"بھوت....!" منشی کرامت علی ہارڈی زیر لب بڑبڑایا۔

"کیا بات ہے....؟" صفدر جنگ نے آنکھیں نکالیں۔

"ناشتہ....!" نوجوان آگے بڑھتا ہوا للکارا.... لیکن بوڑھا آدمی اپنی جگہ کھڑا ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا کر رہ گیا۔ حقیقتاً اس کے چہرے پر خجالت کے آثار تھے....!

نینا نوجوان کو عجیب نظروں سے گھور رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ شکستہ حال ہونے کے باوجود بھی یہ لوگ فقیر تو نہیں معلوم ہوتے....!

"تم جھگڑا کر رہے تھے؟" صفدر جنگ دہاڑا۔

"کیوں نہ کریں؟" نوجوان نے برجستہ جواب دیا۔

"ٹوسٹ مکھن انڈے مرغی مانگ رہے تھے۔" شیخ ثناء اللہ شارٹی نے ٹکڑا لگایا۔

"پھر کیا مانگیں؟" نوجوان نے جھلا کر کہا۔ "کدو کی بھجیا اور خمیری روٹی۔ اے شیخ صاحب میں جانتا ہوں یہ نواب صفدر جنگ بہادر کی کوٹھی ہے۔"

"ہاں.... ہاں!" صفدر جنگ خوش ہو کر سینے پر ہاتھ مارتا ہوا آگے بڑھا۔ "ہماری ہی کوٹھی ہے.... تو پھر....؟"

"تو پھر.... یہ کہ اتنی بڑی سرکار ہیں ہمیں انڈے مرغی کے علاوہ اور کیا ملے گا؟"

"گڈ.... ویری فائین....!" صفدر جنگ بے حد خوش ہو کر دہاڑا۔ "شارٹی' ہارڈی دونوں کو اندر لے چلو....!"

اور پھر کچھ دیر بعد دونوں باقاعدہ طور پر ناشتے کی میز پر آئے۔

نینا متحیر تھی.... کتنی جلدی یہ سب کچھ ہوا.... دو خستہ حال بھکاری آئے اور نوکروں سے جھگڑ بیٹھے.... صفدر جنگ کو غصہ آیا اور دفعتاً فرو بھی ہو گیا اور اب وہ دونوں نہا دھو کر اور کپڑے تبدیل کر کے معزز مہمانوں کی طرح ناشتے کی میز پر براجمان ہیں.... شارٹی اور ہارڈی کے شفاف کپڑے انہیں دلوائے گئے تھے.... نینا سوچ رہی تھی کہ یہ نوجوان آدمی کتنا چرب زبان اور چالاک ہے جس نے صفدر جنگ جیسے منہ زور گھوڑے کو اتنی جلدی رام کر لیا.... اور اب وہ بوڑھے آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہا تھا۔ "میرے چچا.... بے چارے عقل سے معذور ہیں....!"

بوڑھے آدمی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ مگر وہ کچھ بولا نہیں۔ سر جھکائے خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا۔

"کیا تم واقعی بھکاری ہو؟" صفدر جنگ نے پوچھا۔

"لاحول ولا قوۃ....!" نوجوان نے برا سا منہ بنایا۔

"پھر....؟" صفدر جنگ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اگر بھوکا ہونے کا مطلب بھکاری ہوتا ہے تو ہم سب رات کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی طرح سوتے ہیں اور صبح بھکاری اٹھتے ہیں۔"

"یار تم تو بقراط معلوم ہوتے ہو۔" منشی کرامت علی ہارڈی نے کہا۔

نوجوان آدمی جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ صفدر جنگ بول پڑا۔ "پھر تم کیا بلا ہو....؟"

"سرکار.... ہم لوگ....!"

"سرکار نہیں! باس!" صفدر جنگ انگلی اٹھا کر بولا۔ "ہمیں گھسے پٹے القاب سے نفرت ہے!"

"خیر.... خیر...." نوجوان نے سر ہلا کر کہا۔ "ہم لوگ بالانگر سے بس پر ساجد نگر جا رہے تھے.... راستے میں بس الٹ گئی۔ ویسے ہم لوگ مستری ہیں بندوق بناتے ہیں.... اور یہ میرے چچا تو استاد ہیں۔ چھ فائر کی ٹویلو بور بنا لیتے ہیں...."

"چھ فائر کی ٹویلو بور....؟" شارٹی مضحکانہ انداز میں بولا۔

"ہاں چھ فائر کی!" نوجوان نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "کیا جھوٹ سمجھتے ہو میاں کمال تو یہ

ہے کہ نال صرف ایک ہوتی ہے...."

"واقعی کمال ہے.... بھلا وہ کیسے؟" صفدر جنگ نے پوچھا۔

"بہت آسانی سے.... اس میں بھی ریوالور کی طرح چیمبر ہوتے ہیں' اور گردش کرتے ہیں اور ہلکی اتنی کہ بچہ بھی لٹکائے لٹکائے گھومتا پھرے.... ہم دراصل ایسی ہی ایک بندوق بڑے آدمی کے لیے بنانے جا رہے تھے...."

"بڑے آدمی کے لیے!" صفدر جنگ نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "کون ہے وہ بڑا آدمی؟"

"بڑی عورت کہیے.... رانی ساجد نگر!" نوجوان نے کہا۔

"اوہ...." صفدر جنگ نے غرا کر ہاتھ روک لیے۔ چند لمحے نوجوان کو کڑی نظروں سے گھورتا رہا پھر بولا۔ "ہماری دشمن کے لیے بندوق بنانے جا رہے تھے اور ہماری ہی میز پر...."

"آپ کی دشمن۔" نوجوان نے حیرت سے دہرایا۔

"پشتینی دشمن.... یہ دشمنی شاہجہاں کے وقت سے چلی آ رہی ہے۔"

"تب تو بندوق ہرگز نہیں بن سکے گی۔" نوجوان نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "آپ اتنے اچھے آدمی ہیں.... نہیں چچا جان.... اب ہم وہاں ہرگز نہیں جائیں گے۔"

بوڑھے نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ غالباً اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔

"آپ ڈریئے نہیں چچا جان۔" اس نے بوڑھے سے کہا۔ "یہ بھی بہت بڑی سرکار ہے۔ رانی ساجد نگر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔"

"مجال ہے کوئی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے...." صفدر جنگ غرایا پھر بوڑھے آدمی سے بولا۔ "بڑے میاں تم قطعی نہ ڈرو.... سمجھے.... ہماری پناہ میں آیا کتے کا پلا بھی خود کو محفوظ سمجھتا ہے۔ تم ہمارے لیے بندوق بناؤ مالا مال کر دیں گے.... مگر تم تو کچھ بولتے ہی نہیں۔"

"نہ بولنا ہی بہتر ہے۔" نوجوان سر ہلا کر بولا۔ "جب بھی بولیں گے کوئی بے وقوفی ہی کی بات بولیں گے۔ اس لئے خود ہی خاموش رہتے ہیں۔ اس معاملہ میں کافی سمجھدار ہیں...."

"پھر بھی وعدہ کرو کہ ہمارے لیے بندوق بناؤ گے" صفدر جنگ نے بوڑھے سے کہا۔

"بہت اچھا جناب...." بوڑھے نے پھنسی پھنسی سی آواز میں کہا اور بے بسی سے نوجوان کی

طرف دیکھنے لگا۔

"مگر.... یہ ہے ٹیڑھی کھیر!" نوجوان متفکرانہ انداز میں بولا۔ "ہم گھر واپس گئے تو رانی صاحبہ ہمیں پکڑ بلوائیں گی.... کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم یہیں چھپے رہ کر آپ کا کام کرتے رہیں...."

"بڑی خوشی سے.... بڑی خوشی سے!" صفدر جنگ میز پر ہاتھ مار کر دہاڑا۔ "چھپنے کی ضرورت نہیں۔ یہیں رہو اور علانیہ گھومو پھرو.. دیکھتا ہوں کہ وہ شتر زادی تمہارا کیا بگاڑ لیتی ہے۔"

"شتر زادی" پر دونوں مصاحبوں نے زوردار قہقہے لگائے اور ان میں سے ایک اس کے بالشتیے شوہر کی شان میں قصیدہ پڑھنے لگا۔

نہ جانے کیوں نینا اس گفتگو سے مطمئن نہیں تھی۔ نوجوان اسے پکا فراڈ معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن وہ کچھ نہ بولی.... وہ سوچ رہی تھی کہ بس الٹنے کی وجہ سے وہ اتنی زیادہ گرد میں کیسے اٹ گئے ہوں گے جبکہ بالا نگر اور ساجد نگر تک پختہ اور شفاف سڑک پھیلی ہوئی ہے اور سڑک کے دونوں جانب کی زمین بھی سخت ہے۔

تقریباً دس بجے وہ چاروں شکار کے لیے نکل گئے۔ صفدر جنگ تو ان دونوں کی طرف سے مطمئن ہی نظر آرہا تھا لیکن نینا ملازمین کو تاکید کر کے گئی تھی کہ وہ ان پر نظر رکھیں....!

تنہائی نصیب ہوتے ہی ڈاکٹر داور عمران پر برس پڑے....

"او نالائق اب یہ کس مصیبت میں پھنسا دیا.... ارے میں کوئی لوہار ہوں کہ بندوق بنانے بیٹھوں گا۔"

"خدا کا شکر ادا کیجئے کہ اتنی جلدی سر چھپانے کو جگہ بھی مل گئی ہے.... جب تک جی چاہے مزے سے چھپے رہیے!"

"مگر یہ بندوق....!"

"مجھ پر چھوڑیئے!"

"آخر تم اس سلسلہ میں کیا کرو گے....؟"

"ارے تو وہ ایک دن میں تو بن نہ جائے گی۔" عمران جھنجھلا کر بولا۔ "لکڑی کے ایک تختے پر بندوق کے کندھے کی ڈرائنگ کر کے آپ کو دے دوں گا۔ بیٹھے ریتی سے گھسا کیجئے گا۔"

چند لمحے خاموش رہا پھر بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "اور میں نال ڈھلواتا پھروں گا کم از کم دس

پندرہ دن تو گزر ہی جائیں گے۔"

"مگر ہم واپس کیوں نہ چلیں...."

"صرف میں.... آپ نہیں.... میں اسے پسند نہ کروں گا کہ وہ آپ کو گولی مار دیں۔"

"میں فوج بلوا لوں گا۔"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں آپ کو وہی کرنا پڑے گا!".... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

O

دفعتاً کبڑے کی نیند اچٹ گئی.... عجیب قسم کا ہلکا سا شور کمرے میں گونج رہا تھا وہ بستر سے اچھل کر فرش پر آیا اور تیزی سے ایک الماری کی طرف جھپٹا۔ شور کی آوازیں اسی الماری سے آرہی تھیں.... یک بیک شور تھم گیا اور ہمبگ بوکھلائے ہوئے انداز میں الماری سے فون کی طرف جھپٹا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ ماؤتھ پیس میں کسی سے کہہ رہا تھا۔ "ہیلو.... ہیلو ڈیوٹی پر کون ہے.... اوہ.... راجن کو فوراً بھیجو.... فوراً جس حال میں بھی ہو!"

اب وہ ریسیور کریڈل میں ڈال کر پھر الماری کی طرف مڑا اور اسے کھول کر اس چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کا جائزہ لینے لگا جس سے سرخ رنگ کی ہلکی سی روشنی پھوٹ رہی تھی۔

"یہ تو.... ٹھیک ہے....." وہ زیر لب بڑبڑایا۔ پھر پیچھے ہٹ کر مضطربانہ انداز میں سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا بڑبڑایا۔ "تو کیا.... سب کچھ تباہ ہو گیا...."

چند لمحے کبڑا الماری کی طرف گھورتا رہا پھر الماری بند کر کے اس میز کی طرف آیا جس پر ایک بوتل اور دو گلاس رکھے ہوئے تھے۔ لیکن پھر نہ جانے کیوں پینے کا ارادہ ملتوی کر کے چور دروازے کی طرف جھپٹا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ محل کے باہر تھا....! جنوبی افق میں آسمان تاریک نظر آرہا تھا۔

"اوہ.... تو کیا سچ ہے...." وہ غرایا اور مضطربانہ انداز میں ٹہلنے لگا۔ اس نے ریڈیم ڈائیل والی گھڑی دیکھی پانچ بج رہے تھے.... وہ ٹہلتا رہا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک کار آکر رکی اور ایک آدمی کود کر باہر آیا۔

"راجن...." کبڑا جلدی سے اس طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "ایکسچینج تباہ ہو گیا۔"

"نہیں....!" آنے والے کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں.... جاؤ دیکھو.... اور واپس آکر مجھے اطلاع دو...."

"مم.... مگر.... جناب والا.... میں نے دھماکے کی آواز نہیں سنی.... جاگ ہی رہا تھا۔"

"دھماکہ...." کبڑا مسکرایا۔ "ہمارے کام کچے نہیں ہوتے۔ وہ نظام ہی ایسا تھا کہ دھماکے کے بغیر ہی سب کچھ تباہ ہو جائے.... اب وہاں ٹیلوں کے بجائے پتھروں کے ڈھیر ہوں گے.... بس ایسا ہی لگتا ہو گا جیسے زمین پھٹی او جنگل کا کچھ حصہ اس میں سما گیا۔"

"یہ تو بہت برا ہوا.... مگر کیسے....؟"

"جاؤ...." کبڑا ہاتھ ہلا کر بولا۔ "اور مجھے فون پر اطلاع دینا....!"

راجن واپس چلا گیا۔ ہمبگ پھر اپنی خواب گاہ میں واپس آ گیا۔ پھر کچھ دیر بعد ایسا معلوم ہونے لگا جیسے اس نے رات کو شب خوابی کا لباس پہنا ہی نہ ہو.. اب وہ کریم کلر کے سوٹ میں تھا۔

اس نے رانی کی خواب گاہ کے دروازے پر پہلے تو ہلکی سی دستک دی اور پھر کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد گھنٹی پر انگلی رکھ دی۔ اندر سے گھنٹی کی تیز آواز آئی۔ ساتھ ہی رانی کی کراہ بھی سنائی تھی۔ پھر دروازہ کھلا۔

"اوہ.... ھمبی....!" رانی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہائے میرے خواب....!" کبڑا گنگنایا۔

"ہٹو بھی! تم تو ڈرا دیتے ہو....!"

"میں خواب میں دیکھ رہا تھا ڈارلنگ.... کہ آنکھ کھل گئی...."

"اوہ اندر آؤ....!"

"نہیں بس! میں تو صرف تمہیں ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا.... ویسے کیا اس وقت تم میرے ساتھ باغ میں ٹہلنا پسند کرو گی؟"

"اوں.... ہوں.... کیوں نہیں! مگر آج یہ نئی بات کیوں؟"

"تم جانتی ہو کہ میری زندگی میں اگر ہر لمحہ کوئی نئی بات نہ ہوتی رہے تو میں بور ہو کر مر جاؤں گا۔"

"اوہ سمجھی! اچھا ٹھہرو.... میں لباس تبدیل کر لوں۔"

ہمبگ کمرے میں نہیں گیا باہر ہی کھڑا ہو کر انتظار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد رانی باہر آئی...

پھر جب وہ آگے بڑھ رہے تھے دفعتاً ہمبگ کی خوابگاہ کے فون کی گھنٹی بجی....!

"میں ایک منٹ میں واپس آیا ڈارلنگ....!" ہمبگ کمرے کی طرف جھپٹتا ہوا بولا۔

فون پر دوسری طرف سے راجن کی آواز سنائی دی۔ جو کہہ رہا تھا۔ "سب کچھ خاک میں مل گیا باس! وہاں اب کچھ بھی نہیں ہے....!"

"بس ختم!.... اسے بھول جاؤ!" ہمبگ نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر وہ دونوں متعدد راہداریوں سے گذرتے ہوئے ایسی جگہ پہنچے جہاں رانی کو رک جانا پڑا۔ کیونکہ ہمبگ اچانک متحیرانہ انداز میں اچھل پڑا تھا۔

"کیوں؟ کیا ہوا...." وہ بوکھلا کر بولی۔

"وہ دیکھو.... اس کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ہے جسے میں نے اپنے ہاتھ سے مقفل کیا تھا۔" ہمبگ نے بھرائی ہوئی سی آواز میں کہا۔

"کس کا کمرہ....؟"

"عمران کا....!"

"اوہ.... مگر....!"

"آؤ دیکھیں...." ہمبگ اسے اس کمرے میں لایا جو بالکل خالی تھا۔

"تم نے کمرے کو مقفل کیا تھا۔" رانی نے اسے گھور کر کہا۔ "تمہیں ہوش کہاں تھا میں نے تو تمہیں تمہارے کمرے میں بھجوایا تھا.... اور تم اس وقت بے خبر سو رہے تھے۔"

"تو پھر میں نے خواب دیکھا ہو گا.... مگر...."

"ہاں۔ حیرت کی بات ہے.... کیونکہ کمرہ تم نے مقفل کیا تھا۔" رانی تشویش کن لہجے میں بولی۔ "اگر واقعی نکل گیا تو بڑی بدنامی کا سامنا کرنا ہو گا۔"

"جہنم میں جائے.... اچھا خاصا موڈ تباہ کر دیا مردود نے...." ہمبگ غرایا۔

پھر محل میں چاروں طرف گھنٹیاں بجنے لگیں۔ گوشہ گوشہ چھان مارا گیا۔ لیکن انکا پاگل مہمان کہیں نہ ملا....

"ایس۔ پی کو فون کرو...." رانی نے ہمبگ سے کہا۔

"کر دیا جائے گا.... چلو.... فی الحال اپنی خواب گاہ میں چلو۔" ہمبگ بولا۔ پھر وہ اسے خوابگاہ میں لایا اور دروازہ بند کر کے بولا۔

"اس گوشے میں کھڑی ہو جاؤ.... اور مجھے بلڈاگ بے بو کی طرح پکارو ڈارلنگ....!"

"ھمبی...." رانی اٹھلائی۔

"نہیں.... پکارو!" ہمبگ نے سسکاری لی اور گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑا۔

اب وہ کتوں ہی کی طرح گھٹنوں اور ہتھیلیوں کے بل چل رہا تھا۔

"ھمبی.... اٹھو.... نہیں۔" رانی پھر ٹھنکی۔

"نہیں.... مجھ سے میری مسرتیں نہ چھینو!" ہمبگ نے دردناک لہجے میں کہا۔ "تم نہیں جانتیں، مجھے کتنا سکون ملتا ہے.... جب تم مجھے بے بو کہہ کر پکارتی ہو اور میں تمہارے گرد ناچنے لگتا ہوں.... پکارو.... پکارو.... خدا کے لیے پکارو۔"

"بے بو....!" رانی کی سریلی آواز کمرے میں گونجی اور ہمبگ کسی سردی کھائے ہوئے پلے کی طرح چیاؤں چیاؤں کرتا ہوا اس کے قدموں میں لوٹنے لگا۔

O

رات کے کھانے پر ہرن کا گوشت تھا۔ آج انہوں نے دو شکار کیے تھے۔ کھانے کے بعد وہ کافی نوشی کے لیے لائبریری میں آئے جس کی الماریاں ایکشن سے بھرپور امریکی ناولوں سے بھری ہوئی تھیں۔

"اچھا.... چچا جان....!" عمران نے ڈاکٹر داور کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اب تم جاؤ ورنہ رات بھر خواب میں خرگوش مارتے پھرو گے.... کیا میں تماری پیشانی پر رخصتی بوسہ رسید کر دوں...."

"ویری.... گڈ....!" صفدر جنگ عمران کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "میں تم میں ایک اوّل درجے کا کاؤ بوائے دیکھ رہا ہوں۔ وہ بھی باپ اور چچا سے دوستوں کی طرح پیش آتے ہیں...."

ڈاکٹر داور بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے.... انہیں واقعی عمران کے اس بے تکلے تخاطب پر غصہ آ گیا تھا۔ جیسے ہی انہوں نے لائبریری سے قدم نکالا.... وہ سب اونچی آوازوں سے ہنس پڑے۔ لیکن نینا خاموش رہی.... عمران نے اسے اس انداز میں گھور کر دیکھا جیسے اس نے قہقہہ نہ لگا کر عمران کی شان میں گستاخی کی ہو....!

پھر وہ سب بیٹھ گئے.... اب عمران کا مرکز نظر ثناء اللہ شارٹی تھا۔

"تم مجھے کیوں گھور رہے ہو؟" شارٹی فرش پر پیر مار کر غرایا۔

"گھورنے کی چیز ہو پیارے۔" عمران کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی!

"کیا مطلب....؟" شارٹی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"دھیرج! دھیرج!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں غلط نہیں کہہ رہا.... امریکہ چلے جاؤ تو ٹکٹ لگ جائے تم پر...."

"باس!" وہ اپنی ہتھیلی پر گھونسا مار کر گرجا۔ "میں نہیں برداشت کر سکتا۔"

"مت برداشت کرو۔" صفدر جنگ نے لاپروائی سے کہا۔

اب نینا کو عمران کی عافیت خطرے میں نظر آنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ شیخ ثناء اللہ شارٹی کسی ارنے بھینسے کی طرح مضبوط اور عقل سے خالی ہے۔

عمران بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ اس وقت ان لوگوں سے جان چھڑانا مشکل ہی ہو گا کیونکہ اس نے شارٹی کے اس رویہ پر صفدر جنگ کی آنکھوں میں مسرت آمیز چمک دیکھی تھی....

"لیکن!" عمران نے ہاتھ اٹھا کر حقارت آمیز لہجے میں کہا.... "یہاں جگہ ناکافی ہو گی۔"

"لان پر نکل چلو!" صفدر جنگ بولا۔ اس کی آواز میں مسرت آمیز ارتعاش تھا۔

"اندھیرے میں...." نینا نے ہانپتے ہوئے بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"ہارڈی....!" صفدر جنگ نے منشی کرامت علی کو مخاطب کیا۔ "چار پیٹرومیکس لیمپ روشن کراؤ.... جلدی....!"

"لل.... لیکن باس!" نینا بدحواس ہو کر بول پڑی۔ "اگر یہ حضرت ٹوٹ پھوٹ گئے تو.... پھر بندوق...."

"پرواہ نہیں...." صفدر جنگ ہاتھ جھٹک کر بولا۔

"مر گئے توڑنے پھوڑنے والے!" عمران نے کسی شریر اور ضدی بچے کی طرح کہا۔

ذرا ہی سی دیر بعد لان کا بڑا حصہ روشن ہو گیا.... اس ہنگامے کی اطلاع ڈاکٹر داور کو بھی ہو گئی تھی۔ وہ بوکھلائے ہوئے دوڑے آئے اور صفدر جنگ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ ان کا بھتیجا کریک ہے وہ اسے معاف کر دیں.... لیکن صفدر جنگ نے گردن جھٹک دی۔

"ناممکن.... شارٹی پاگل ہو جائے گا اگر وہ اپنی توہین کا بدلہ نہ لے سکے۔"

جب ڈاکٹر داور کو یقین ہو گیا کہ یہ آئی ٹل نہیں سکتی تو چپ چاپ وہاں سے چلے گئے۔ بھلا انہیں اس طوفان بد تمیزی سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی.....

جیسے ہی وہ مقابل ہوئے۔ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اچھا بھائی شیخ ثناء اللہ شارٹی اگر کوئی ہاتھ ذرا زور سے پڑ جائے تو معاف کر دینا.... ویسے اگر تم مجھے ایک ہاتھ بھی مار سکے تو میں بھی تمہاری طرح سر منڈوا کر ڈاڑھی رکھ لوں گا...."

شارٹی اس پر شیر کی طرح دھاڑنے لگا تھا۔ نینا سچ مچ خوف سے کانپ رہی تھی کیونکہ وہ اس سے پہلے بھی کئی بار شارٹی کے ہاتھوں دوسروں کی مرمت کا نظارہ کر چکی تھی .... وہ ایک اچھا خاصا مکا باز تھا۔

پھر مقابلہ شروع ہو گیا۔ شارٹی نے پہل کی.... یعنی عمران پر چھلانگ لگائی لیکن عمران نے بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹتے ہوئے بایاں ہاتھ اس کے جبڑے پر رسید کر دیا اور پھر غرایا۔ "نمبر ایک....!"

شارٹی بری طرح لڑکھڑا گیا مگر گرا نہیں کیونکہ وہ خود بھی کافی جان دار تھا۔

مقابلہ جاری رہا.... شارٹی بری طرح پٹتا رہا اور یہ حقیقت تھی کہ وہ ابھی تک عمران کو ایک ہاتھ بھی نہیں مار سکا تھا۔ نینا کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں اور وہ بری طرح ہانپ رہی تھی۔ آخر کار عمران نے آخری ہاتھ مقابل کی کنپٹی پر رسید کر دیا اور وہ کسی تناور درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا۔

"بریوو!" صفدر جنگ ہاتھ اٹھا کر چیخا اور پھر چھلانگ لگا کر گرے ہوئے شارٹی پر جھک پڑا۔ اب وہ گنتی گن رہا تھا۔ "ایک.... دو.... تین.... چار۔"

لیکن شارٹی "دس" پر بھی نہ اٹھ سکا۔ وہ بے چارہ تو بے ہوش ہو چکا تھا۔

"بریوو...." صفدر جنگ عمران کا ہاتھ اوپر اٹھاتا ہوا غرایا.... "ابے تم مستری ہو؟"

"جی ہاں.... اور آدمیوں کی مرمت کا اسپیشلسٹ!" عمران نے بڑی سعادت مندی سے جواب دیا!....

"آج رات بھر جشن ہو گا.... ہاہاہا!" صفدر جنگ نے قہقہہ لگایا۔ پھر عمران کی پیٹھ پر ٹھونکتا ہوا بولا.... "لڑکے میں تمہیں بہت پسند کرنے لگا ہوں اوہ.... بوائے.... مائی بوائے۔"

اور پھر جشن میں ثناء اللہ شارٹی بھی شریک ہوا۔ لیکن وہ زبردستی خود کو سنبھالے رکھنے کی

کوشش کر رہا تھا.... اور اس کی آنکھوں سے کینہ توزی جھلک رہی تھی۔

جشن کیا تھا اچھا خاصا طوفان بد تمیزی تھا.... صفدر جنگ کے ملازمین باورچی خانے سے خالی کنستر اٹھا لائے تھے اور انہیں پیٹ پیٹ کر الٹے سیدھے گیت گا رہے تھے.... ایک ہیجڑوں کے سے انداز میں ناچ بھی رہا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد یہ ہنگامہ ختم ہوا اور کافی کا دور چلنے لگا.... اسی دوران میں عمران نے شیخ ثناء اللہ شارٹی کو آنکھ مار دی۔

"ابے تو کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے؟" وہ دانت پیس کر چیخا۔

"کیا بات ہے؟" صفدر جنگ چونک پڑا۔

"آنکھ مارتا ہے باس....!"

صفدر جنگ نے قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنستا رہا۔ دوسرے بھی ہنس رہے تھے۔

"لڑکے میرے آدمیوں میں شامل ہونا پسند کرو گے۔" کچھ دیر بعد اس نے عمران سے پوچھا۔

"باس!" نینا عمران کے جواب سے پہلے ہی بول پڑی۔ "ہم نہیں جانتے یہ کون ہے؟"

"بکواس!" وہ ہاتھ جھٹک کر بولا۔ "یہ بھی نہیں جانتا کہ ہم کون ہیں؟"

"میں آپ سے متفق نہیں ہوں!" عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

"کیا مطلب....؟" صفدر جنگ میز پر ہاتھ مار کر اس کی طرف مڑا۔

"اگر میں نہ جانتا ہوتا کہ یہ کتنی بڑی سرکار ہے....!"

"چاپلوسی نہیں....!" صفدر جنگ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ہمیں کوئی بھی نہیں جانتا۔ آج تک کوئی سمجھ ہی نہیں سکا کہ ہم کیا ہیں...."

"اُلو کے بیٹے!" نینا نے دل میں کہا اور عمران بولا۔ "میں آپ کو سمجھنے کی کوشش کروں گا۔ وعدہ کرتا ہوں.... باس آپ اس قابل ہیں کہ ساری دنیا میں آپ کی شہرت ہو جائے.... اور یہ ممکن ہے...."

"وہ کس طرح....؟" صفدر جنگ نے پر اشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"بڑی آسانی سے!" عمران نے شیخ ثناء اللہ شارٹی کو گھورتے ہوئے کہا۔ پھر اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ایسے ایسے نادر الوجود کاؤبوائز پال رکھے ہیں آپ نے بھلا یہ کس دن کام آئیں گے...."

"پھر مجھ سے بولا...." ثناء اللہ شارٹی چنگھاڑا۔

"چپ بے! خاموشی سے سن...." صفدر جنگ اس پر الٹ پڑا.... چند لمحے خونخوار نظروں سے اسے گھورتا رہا پھر عمران سے بولا۔ "بیان جاری رہے۔"

"پبلسٹی!" عمران متفکرانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "یہ ایٹم کا زمانہ ہے.... وہ زمانہ گزر گیا جب شہرت لوگوں کے پیچھے دوڑتی تھی.... اب شہرت کے پیچھے دوڑنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر مس طمنچہ جان اگر فلموں میں کام نہ کرنے لگتیں تو بھلا انہیں کون جانتا۔ بس اپنے ڈیرے پر ہی ٹھمک ٹھمک کیا کرتیں...."

"مگر ہم اپنی پبلسٹی کس طرح کرائیں...."

"یہ رہی آپ کی پبلسٹی....!" عمران نے ثناء اللہ شارٹی کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ جو اس وقت ایک ہاتھ سے ڈاڑھی سہلا رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے منڈے ہوئے سر پر چپی کر رہا تھا۔

"میں تمہیں گولی مار دوں گا۔" وہ دونوں ہاتھ میز پر پٹخ کر بولا۔

"میں اس کے لیے بھی تیار ہوں.... کیوں باس.... چلیں لان پر۔" عمران نے صفدر جنگ سے پوچھا۔

"نہیں پہلے پبلسٹی کا طریقہ بتاؤ...."

عمران خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ اس کے چہرے پر حماقت کے آثار نہیں تھے اس وقت وہ ایک شوخ اور کھلنڈرا لڑکا معلوم ہو رہا تھا۔

"حیرت انگیز چیزیں بہت جلد مشہور ہو جاتی ہیں۔" وہ کچھ دیر بعد بولا۔ "مثال کے طور پر ایک سڑک سے روزانہ ہزاروں آدمی گزرتے ہیں لیکن کوئی ان کی جانب متوجہ نہیں ہوتا.... اچھا فرض کیجئے آپ کی نظر سے کوئی ایسا آدمی گزرے جو بہترین سوٹ پہنے اور گلے میں پھٹے پرانے جوتوں کا ہار لٹکائے سڑک سے گزرے... تو اس کا کیا حال ہو گا.... بھیڑ لگ جائے گی نا۔"

"ابے کیوں میری مٹی پلید کرائے گا.... حرامزادے....!" شارٹی اپنا سینہ پیٹ کر دہاڑا۔

"دھکے دے کر باہر نکلوا دوں گا۔" صفدر جنگ غرایا۔ "تم خاموش کیوں نہیں رہتے۔"

نینا بے تحاشہ ہنس رہی تھی اور عمران شدت سے سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

کچھ دیر بعد جب صفدر جنگ پھر جواب طلب نظروں سے اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "میں اب کچھ نہ کہوں گا۔"

"نہیں کہنا پڑے گا...." صفدر جنگ زانو پر ہاتھ مار کر غرایا۔

"اچھا تو سنیئے! شیخ ثناء اللہ شارٹی کی تصویر اخباروں میں چھپنی چاہئے۔ ایسی حالت میں کہ جسم پر کاؤبوائے سوٹ ہو اور گردن میں ڈھولک لٹک رہی ہو۔"

نینا پھر بے تحاشہ ہنس پڑی اور شیخ ثناء اللہ شارٹی کے حلق سے ایسی ہی آوازیں نکلنے لگیں جیسے دو کتے آپس میں لڑ پڑے ہوں.... غالباً اسے اس شدت سے غصہ آیا تھا کہ اظہار خیال کے لیے الفاظ ہی نہیں مل رہے تھے....!

"کیا بات ہوئی....!" صفدر جنگ آنکھیں نکال کر غرایا۔ "ہمارا مضحکہ اڑانا چاہتے ہو؟"

"سرکار....!" عمران ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا.... "پوری بات سن لیجئے جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کے لیے دلائل بھی رکھتا ہوں۔"

"بکو.... لیکن اگر مجھے مطمئن نہ کر سکے تو کھال کھنچوا لوں گا....!"

"میری کھال کے زنانہ سینڈل نہایت سبک رفتار ہوں گے.... لیکن خیر.... ہاں تو میں گزارش کر رہا تھا۔ لیکن ٹھہریئے! پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ عجیب و غریب چیزیں جاذب توجہ ہوتی ہیں اور ہمیشہ ذہنوں سے چپکی رہتی ہیں.... اس ڈھولک والی تصویر کے نیچے لکھا ہونا چاہئے کہ یہ نواب صفدر جنگ بہادر کے ایک ایسے شکاری کی تصویر ہے جو حیرت انگیز طور پر تنہا شیر کا شکار کرتا ہے یعنی ڈھولک بجا بجا کر خود ہی ہانکا کرتا ہے اور پھر شیر کو گولی بھی خود ہی مار دیتا ہے.... مچان پر کبھی نہیں بیٹھتا.... لیکن شیر کو مار دینے کے بعد نہ جانے کیوں کتوں کی طرح بھونکنے لگتا ہے.... تہلکہ مچ جائے گا ساری دنیا میں ذرا میری تجاویز پر عمل کر کے تو دیکھئے۔"

صفدر جنگ چند لمحے سوچتا رہا پھر بے تحاشہ ہنسنے لگا۔

"بہترین تفریح....!" وہ اپنے قہقہوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ "واقعی ہم خوش ہوئے.... ایسا ہی ہو گا.... اوہ بوائے.... اوہ بوائے.... تم آج سے ہمارے عزیز ترین ساتھی ہو....!"

پھر وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا اس کی نگاہ نینا کے چہرے پر جم کر رہ گئی تھی اور شارٹی قہر آلود نظروں سے عمران کو گھورے جا رہا تھا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر دفعتاً صفدر جنگ بولا۔ "لیکن تم میری سیکرٹری سے عشق کرنے کی کوشش نہیں کرو گے سمجھے.... جوان آدمی...."

"ان سے عشق کروں گا....!" عمران نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ ابھی ان کی عمر ہی کیا ہے.... ارے جناب! ستر ستر سال کی بوڑھیاں پیچھے لگی رہتی ہیں مگر میں کسی کو لفٹ نہیں دیتا۔ ویسے مجھے اپنی بکری کے علاوہ آج تک کسی اور سے عشق نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ صبح شام ڈھائی سیر دودھ دیتی ہے الحمدللہ۔"

نینا شرم اور جھلاہٹ کے ملے جلے اثرات کے تحت بوکھلا کر اٹھی اور تیزی سے ہال سے نکل گئی۔ یہ ہنگامہ ایک بجے رات سے زیادہ نہ رہ سکا کیونکہ صفدر جنگ دن بھر کا تھکا ہوا تھا۔ ویسے عمران تو یہی سمجھا تھا کہ "رات بھر جشن" والی دھمکی کو عملی جامہ ضرور پہنایا جائے گا....اس نے بھی اطمینان کا سانس لیا اور اس کمرے میں چلا آیا جو ان "چچا بھتیجے" کو شب بسری کے لیے ملا تھا۔

ڈاکٹر داور جو بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔ عمران کو دیکھ کر رک گئے۔ چند لمحے عمران کو گھورتے رہے پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "یہ کس جنجال میں پھنسایا تم نے۔ اب یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہو گی مگر کیوں؟ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم خود ہی یہاں الجھے رہنا چاہتے ہو۔"

"آج کل میرا دماغ قابو میں نہیں.... یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔" عمران مسکرایا۔

"مجھے یقین نہیں...."

کچھ دیر خاموشی رہی پھر عمران پلنگ پر ڈھیر ہوتا ہوا بولا...."آخر آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"ہمیں واپس چلنا چاہئے...." ڈاکٹر داور متفکر انداز میں بولے۔ "پھر یک بیک چونک کر عمران سے پوچھ بیٹھے۔ "وہاں تمہیں کون لایا تھا؟"

"کیا آپ بھی میرے اسی سوال کا جواب دے سکیں گے؟" عمران نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا ایک رات سکون سے سویا ہوا تھا۔ آنکھ کھلی تو اس تہہ خانے میں تھا۔ میرے خدا.... لیکن تم کیسے ان لوگوں کے ہتھے لگے تھے؟"

"میں بھی نہیں جانتا۔ رانی ساجد نگر کے محل میں سویا تھا.... جھونپڑوں کے خواب دیکھ رہا تھا کہ کسی نے غلطی سے اس مقبرے میں پہنچا دیا۔"

"رانی ساجد نگر کے محل میں۔" ڈاکٹر داور نے حیرت سے کہا۔ پھر کچھ پوچھنا چاہتے تھے کہ عمران بول پڑا۔ "اس دوران کبھی کسی کیڑے سے بھی ملاقات ہوئی تھی مطلب یہ کہ اس تہہ خانے میں پہنچنے سے پہلے یا بعد میں۔"

"نہیں.... کبھی.... نہیں.... کیوں؟"

"کچھ نہیں...." عمران کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر سر اٹھا کر پوچھا۔ "آپ کا وہ ٹیلیسکوپک کیمرہ کہاں ہے جس سے آپ نے بے آواز سیارے کی تصویریں لی تھیں؟"

"محفوظ ہے.... تم اس کی فکر نہ کرو.... وہ لوگ مجھے تہہ خانے میں قید کر دینے کے باوجود بھی اس کے متعلق کچھ نہ اگلوا سکے۔" ڈاکٹر داور نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"ہام....!" عمران دانت پر دانت جما کر بولا۔ "اسی خلا کار مادے کی طرح محفوظ ہو گا جسے تقریباً ہمبل بی اڑا لے گئی تھی....!"

"اوہ...." ڈاکٹر داور ٹہلتے ٹہلتے رک گئے ان کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

"پھر بتاؤ.... میں کیا کروں؟" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"اپنی پہلی فرصت میں مجھے اس جگہ کا پتہ بتائیے جہاں آپ نے اسے چھپایا ہے۔"

"آبزرویٹری ہی میں ایک جگہ...."

عمران اس طرح کراہا جیسے کسی نے اس کے سر پر ڈنڈا رسید کر دیا ہو۔

"کیوں کیا بات ہے....؟" ڈاکٹر داور بوکھلا گئے۔

"جو لوگ آپ کو غائب کر سکتے ہیں.... کیا وہ اسے تلاش نہ کر سکیں گے؟ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اطمینان سے تلاش جاری رکھنے ہی کے لیے آپ کو وہاں سے ہٹایا ہو۔"

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کون....؟" ڈاکٹر داور چونک پڑے۔

"دروازہ کھولو۔" باہر سے آواز آئی۔

عمران خود اٹھا اور ڈاکٹر داور کو بیٹھ جانے کا اشارہ کرتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

باہر سے دستک دینے والا منشی کرامت علی ہارڈی تھا وہ ان دونوں کو گھورتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ یہ ایک کم سخن آدمی تھا لیکن اس وقت ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی آتش فشاں ہی کی طرح پھٹ پڑے گا۔

"تم اپنے کو کیا سمجھتے ہو؟" وہ عمران کی طرف مکا تان کر دہاڑا۔

"کیا بات ہے پیارے.... کیوں خفا ہو رہے ہو؟" عمران مسکرا کر بولا۔

"میں تمہیں گولی مار دوں گا.... لفنگے ہو تم.... بدمعاش.... آوارہ.... میرے باس کے ساتھ کسی قسم کا فراڈ کرو گے۔ تم لوگ مستری نہیں ہو.... پچھلے ایک سال سے آج تک بالا نگر

اور ساجد نگر کے درمیان ٹریفک کا کوئی حادثہ نہیں ہوا۔"

"تمہیں یہ اطلاع اپنے باس کو ہی دینا چاہئے تھی۔ بھلا مجھے بتانے سے کیا فائدہ!" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اب وہ کسی کی کچھ نہیں سنیں گے.... تم پکے چالباز اور مکار ہو! وہ کہتے ہیں کچھ بھی ہو، میں اس نوجوان سے دستکش ہونا پسند نہ کروں گا....!"

"عقلمند آدمی ہیں۔" عمران نے سر ہلایا۔

"ارے.... ادھر دیکھو!" منشی کرامت علی ہارڈی پھر اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ "اگر تم نے ہم لوگوں سے چھیڑ چھاڑ کی تو اچھا نہ ہوگا۔"

"کیا تم لوگوں میں وہ لڑکی بھی شامل ہے۔" عمران نے بڑی سعادت مندی سے پوچھا۔

پہلے تو کرامت علی ہارڈی کچھ نہ سمجھا لیکن پھر جب اس طنز کا نکیلا پن ذہن کے کسی گوشے سے ٹکرایا تو وہ بے تحاشہ عمران پر جھپٹ پڑا۔

"جناب۔ جناب....!" ڈاکٹر داور دونوں کے درمیان حائل ہوتے ہوئے گڑگڑائے۔

"تم ہٹ جاؤ بڑے میاں....!" کرامت علی ہارڈی انہیں ہٹانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

لیکن وہ بھی بھاری جسم کے آدمی تھے۔

"آپ سنیئے تو سہی....!" ڈاکٹر داور نے پھر لجاجت سے کہا۔

"آؤ دوست....!" دفعتاً عمران منشی کرامت علی ہارڈی کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "ہم کہیں الگ چل کر سمجھ بوجھ لیں...." پھر ڈاکٹر داور سے کہا۔ "چچا جان آپ یہیں ٹھہریں میں ابھی واپس آ جاؤں گا...."

وہ دونوں کمرے سے نکل کر پورچ میں آئے.... یہاں دو ملازمین اس وقت چوکیداری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

"جاؤ...." کرامت علی ہارڈی ہاتھ ہلا کر ان سے بولا۔ "ہم یہاں کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں تم نے رکھوالی کے کتے کھول دیئے ہیں یا نہیں....؟"

دونوں چوکیدار اثبات میں جواب دے کر وہاں سے چلے گئے۔

"سنو چالاک آدمی!" کرامت علی ہارڈی نے کچھ دیر بعد کہا۔ "ابھی ہمارے ہاتھ میں ایک کارڈ باقی ہے.... ہم تمہیں جہنم میں پہنچا دیں گے....!"

"وہ کون سا کارڈ ہے پیارے منشی جی؟"

"ابھی ہم نے ایک خاص بات کی طرف باس کی توجہ نہیں دلائی....!"

"یار وہ خاص بات بھی جلدی سے بتا ڈالو...." عمران نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ اور منشی کرامت علی ہارڈی کا غصہ انتہائی حدوں پر پہنچنے لگا۔

"تم دونوں بھی ان نامعلوم آدمیوں سے تعلق رکھتے ہو جو ہم سے یہ کوٹھی خالی کرا لینا چاہتے ہیں۔ جہاں میں نے اس طرف توجہ دلائی تمہاری کھال کھنچوالی جائے گی۔ سمجھے! اور مجھے یقین ہے کہ تم دونوں انہیں میں سے ہو۔"

عمران نے ایک طویل سانس لی اور منشی کرامت علی نے ایک زہریلے قہقہے کے بعد کہا۔

"لیکن میں تم جیسے حقیر آدمیوں پر ایک احسان کرنا چاہتا ہوں!"

"اوہو.... تو احسان کرنے سے پہلے اس کی نوعیت بھی بتا جاؤ...."

"جاؤ.... جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے چلے جاؤ.... کیونکہ آج کل میں لاشیں دیکھنے اور انہیں دفن کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں.... تم دونوں یہیں کہیں دفن کر دیئے جاؤ گے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔"

"ارے باپ رے...." عمران خوفزدہ انداز میں لرزنے لگا....

منشی کرامت علی ہارڈی نے پھر قہقہہ لگایا....

"اے منشی جی....! اے منشی جی رحم کرو ہمارے حال پر!" عمران گڑگڑایا۔ "کان پکڑتا ہوں کہ اب تم دونوں سے نہیں الجھوں گا۔"

"اور دوسری بات....!" منشی کرامت علی ہارڈی لاپرواہی سے بولا۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ شارٹی تمہیں گولی مار دے.... وہ بڑا کینہ توز آدمی ہے۔"

"پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے؟" عمران نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں پوچھا۔

"بھاگ جاؤ.... جتنی جلد ممکن ہو سکے.... میں اس پوری بھیڑ میں سب سے زیادہ شریف آدمی ہوں...."

"مگر اس وقت رات کو...."

"صبح کو سہی!" کرامت علی سر ہلا کر بولا۔

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اندر سے ایک چیخ سنائی دی۔ پھر ایسا ہوا معلوم ہونے لگا جیسے کچھ

آدمیوں نے آپس میں دھینگا مشتی شروع کر دی ہو۔

"اوہ.... تو پھر وہی...." کرامت علی کہتا ہوا صدر دروازے کی طرف جھپٹا۔

نہ جانے کیوں عمران محسوس کر رہا تھا جیسے وہ چیخ ڈاکٹر داور کی رہی ہو.... وہ بھی کرامت علی کے پیچھے جھپٹا۔ اندر اندھیرا تھا اور ہاتھا پائی کی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں۔ دفعتاً کسی گوشے سے صفدر جنگ کی گرجدار آواز ابھری۔

"خبردار.... گولی مار دوں گا.... جو جہاں ہے وہیں ٹھہرے....!"

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟" عمران نے ہانک لگائی۔

"آج ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔" عمران نے پھر صفدر جنگ کی گرج سنی۔

چاروں طرف اندھیرا تھا۔ کسی کمرے میں روشنی نہیں تھی سارے پیٹرومیکس لیمپس بجھے پڑے تھے....!

شور اب بھی جاری تھا۔ کچھ دیر بعد اچانک کئی ٹارچوں کی روشنیاں اندھیروں میں چکرانے لگیں اور پھر شاگرد پیشے سے کچھ لالٹینیں بھی آ گئیں۔

لیکن ہنگامے کی نوعیت عمران کی سمجھ میں نہ آ سکی۔ کیونکہ وہاں صفدر جنگ کے ملازمین کے علاوہ اور کوئی نہ دکھائی دیا۔ اور شاید انہیں بھی کسی کی تلاش تھی۔ ایک ایک کمرہ دیکھتے پھر رہے تھے۔ عمران اپنے کمرے کی طرف جھپٹا۔ لیکن وہ خالی ملا۔ ڈاکٹر داور کا کہیں پتہ نہ تھا۔

"چچا جان!" اس نے حلق پھاڑ کر آواز دی... پھر بوکھلائے ہوئے انداز میں پکارتا ہی چلا گیا۔

"خاموش رہو...." پشت پر صفدر جنگ کی دہاڑ سنائی دی۔

"سس.... سرکار.... چچا جان...." عمران ہکلا کر رہ گیا۔

"وہ کہاں ہے....؟"

"پپ.... پتہ نہیں! میں کیا کروں؟" عمران رو دینے والی آواز میں بولا۔

پھر ڈاکٹر داور کی تلاش شروع ہو گئی۔ کچھ لوگ باہر نکل کر سڑک کی جانب بھی دوڑتے چلے گئے لیکن ڈاکٹر داور کا سراغ نہ مل سکا۔

عمران نے ان کے کمرے میں خاصی ابتری پائی تھی.... دونوں مسہریاں اپنی جگہ سے کھسکی ہوئی نظر آ رہی تھیں اور ان کے درمیان چھوٹی میز الٹی پڑی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ سب پھر ہال میں نظر آئے.... اب پوری کوٹھی روشن تھی۔ صفدر جنگ

عمران کو خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔ دفعتاً اس نے کسی قسم کا اشارہ کیا اور اس کے دونوں مصاحبوں کے ریوالور ہولسٹروں سے باہر نکل آئے۔

"اب بتاؤ!" صفدر جنگ انتہائی سرد لہجے میں بولا۔ "تم ہر حال میں اگلو گے۔"

"میں نہیں سمجھا باس!" عمران نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں.... وہ سبھی اسے کڑے تیوروں سے گھور رہے تھے۔

عمران کو ان سب کے چہروں پر خونخواری نظر آئی۔ اس نے کچھ دیر قبل منشی کرامت علی ہارڈی سے کچھ ایسے آدمیوں کے متعلق سنا تھا کہ جو صفدر جنگ سے یہ کوٹھی خالی کرانا چاہتے تھے وہ سوچنے لگا کہ کہیں صفدر جنگ کے ذہن میں بھی انہیں دونوں کے خلاف شبہات سر نہ ابھاریں کیونکہ وہ دونوں پراسرار حالات ہی کے تحت وہاں تک پہنچے تھے۔ ایسی صورت میں ان پر شبہ کیا جانا لازمی تھا.... لیکن ڈاکٹر داور....! عمران کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے چاروں طرف کھڑے ہوئے آدمیوں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے اور ان کی نالیں اسی کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ اگر وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی کرتا تو سارا جسم چھلنی ہو کر رہ جاتا اور منشی کرامت علی ہارڈی کو (موڈ میں نہ ہونے کے باوجود بھی) وہاں ایک نئی قبر کھودنی پڑتی۔

"سس سرکار.... سنیے تو سہی! میرے چچا جان...." عمران پھر خوفزدہ انداز میں ہکلایا۔

"میرے آدمی اسے تلاش کر رہے ہیں۔" صفدر جنگ غرایا۔ "تم فی الحال میرے سوالوں کا جواب دو۔"

اتنے میں نینا باہر جانے کے لیے مڑی اور جب وہ ہال سے باہر نکل گئی تو عمران نے ایک چھت شگاف قہقہہ لگایا۔

"کیا بے ہودگی ہے؟" صفدر جنگ دہاڑا....

"سرکار!" عمران یک بیک سنجیدہ ہو کر بولا۔ "اس لڑکی کی پتلون تو ڈھیلی ہی کرا دیجئے۔"

"کیا مطلب....؟"

"بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے دو تربوز آپس میں لڑتے جھگڑتے چلے جا رہے

مصاحبین اور ملازمین ہاتھوں میں منہ دبائے ہوئے دوسری طرف مڑ گئے۔ لیکن "کھی کھی کھی" کی آوازیں تو سنی ہی جا سکتی تھیں....

اب صفدر جنگ اسے متحیرانہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ملازمین بھی سنبھل گئے لیکن ان کے چہروں پر بناوٹی سنجیدگی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس چویشن کے تصور ہی کی بناء پر دوبارہ ہنس پڑیں گے۔

دفعتاً صفدر جنگ نے متحیرانہ لہجے میں آہستہ سے پوچھا۔ ”لڑکے تم خوفزدہ نہیں ہو....؟“

”ہرگز نہیں۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”پستول تو کیا توپ بھی مجھے ختم نہ کر سکے گی۔ میری موت تو صرف ایک ذریعہ سے آسکتی ہے....“

”وہ کیا....؟“

”باس یہ ہمیں باتوں میں الجھائے رکھنا چاہتا ہے۔“ ثناء اللہ شارٹی بول پڑا۔

”تم بکواس بند کرو.... ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔“ صفدر جنگ جھلاہٹ میں دونوں ہاتھ جھٹکتا ہوا غرایا۔ پھر عمران سے بولا۔ ”ہاں تو تمہاری موت کس ذریعے سے آسکے گی۔ مجھے بھی بتاؤ....!“

”کسی چڑچڑی اور لڑاکی عورت سے میری شادی کرا دیجئے.... انشاء اللہ پہلی ہی جھڑپ میں اللہ کو پیارا ہو جاؤں گا۔“ عمران نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔

صفدر جنگ ہنسنے لگا۔

”باس....!“ منشی کرامت علی ہارڈی نے کچھ کہنا چاہا۔

”شٹ اپ! میں کچھ نہیں سننا چاہتا.... جاؤ تم سب چاروں طرف پھیل جاؤ اور بوڑھے آدمی کو تلاش کرو۔“

وہ سب طوعاً و کرہاً وہاں سے چلے گئے۔ نینا پہلے ہی جاچکی تھی۔ عمران اور صفدر جنگ تنہا رہ گئے۔

”بیٹھ جاؤ!“ صفدر جنگ نے عمران کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔ ”تم مجھے کسی قدر عقلمند بھی معلوم ہوتے ہو۔ بیٹھو.... میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

عمران بیٹھ گیا۔ لیکن وہ ڈاکٹر داور کے لیے زیادہ مضطرب تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ پھر انہی لوگوں کے ہاتھ میں جا پڑے ہیں جن سے انہیں حیرت انگیز حالات کے تحت چھٹکارا نصیب ہوا تھا۔

”تم کوئی بھی ہو!“ صفدر جنگ کچھ دیر بعد بولا۔ ”لیکن وہ ہرگز نہیں ہوسکتے جو ہم سمجھتے ہیں۔“

”میں نہیں جانتا کہ آپ نے ہم لوگوں کے متعلق کیا سوچا تھا....“ عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ”اور اس وقت اس ہنگامے کا مقصد بھی میری سمجھ میں نہیں آسکا۔“

”میں اسی کے متعلق تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ تمہاری ہی وجہ سے میں معاملات کی تہہ تک پہنچنے کے قابل ہو سکوں گا....“

عمران خاموش رہا۔ وہ چاہتا تھا کہ صفدر جنگ گفتگو کو طول نہ دے سکے....!

کچھ دیر خاموش رہ کر صفدر جنگ خود ہی بولا۔ ”تم نے یہی کہا تھا نا کہ اگر تم یہاں رک گئے تو ساجد نگر کی کتیا تمہیں زبردستی پکڑوالے گی....“

”جی ہاں! میرا تو یہی خیال تھا!“ عمران خیالات میں ڈوبا ہوا بڑبڑایا۔

”بس تو پھر یہ وہی ہے.... اسی کے آدمی یہاں ہڑبونگ مچایا کرتے ہیں۔“ صفدر جنگ اٹھ کر ٹہلتا ہوا کہنے لگا۔ ”اب میں اسے دیکھ لوں گا۔“

”لیکن وہ یہاں ہڑبونگ کیوں مچاتے ہیں؟“ عمران نے پوچھا۔

”یہی تو معلوم کرنا ہے.... اس وقت تمہارے چچا کے غائب ہوجانے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ساجد نگر کے ہی آدمی ہیں۔ میں تقریباً ایک سال سے پریشان ہوں۔ ان میں سے ایک بھی آج تک ہاتھ نہیں آسکا۔ مگر سنو لڑکے! میں کس طرح یقین کرلوں کہ تم بھی انہیں میں سے نہیں ہو!“

”آپ کو یقین دلانے کی کیا صورت ہوگی؟“ عمران نے مایوسانہ انداز میں پوچھا۔

دفعتاً باہر دھماکے کی آواز آئی اور دونوں بے ساختہ اچھل پڑے۔

O

رات کے دو بج رہے تھے۔ روشی رانی ساجد کے محل کے ایک کمرے میں بے خبر سو رہی تھی۔ غالباً وہ کسی قسم کی آواز ہی تھی جس نے اسے جگا دیا تھا اسے فوری طور پر ایسا محسوس ہوا جیسے سارا جسم سن ہو کر رہ گیا ہو.... ہاتھ پیر ہلانے کی سکت بھی باقی نہ رہی تھی.... وہ کچھ دیر اندھیرے میں گھورتی رہی پھر کسی طرح داہنی کروٹ بدلنے میں کامیاب ہوئی تھی کہ آواز دوبارہ سنائی دی کوئی خوابگاہ کا دروازہ پیٹ رہا تھا۔

وہ متحیر رہ گئی.... یہاں اس قسم کی کوئی حرکت اس کے لیے قطعی نئی تھی۔ پہلے کبھی اس کی خوابگاہ کا دروازہ اس طرح نہیں کھٹکھٹایا گیا تھا۔ وہ اٹھی اور سوئچ آن کر کے کمرے میں روشنی کر دی۔

دروازہ پھر کھٹکھٹایا گیا۔

"کون ہے؟" روشی نے دبی دبی سی آواز میں پوچھا۔

"دنیا کا عظیم ترین آدمی۔" باہر سے آواز آئی۔ "دروازہ کھولو۔"

آواز روشی کے لیے نئی نہیں تھی.... بھلا وہ ہمبگ دی گریٹ کے حکم کی تعمیل بے چون و چرا کیوں نہ کرتی، مالک ہی تھا۔ اس نے جھپٹ کر سلیپنگ گاؤن پہنا اور آگے بڑھ کر دروازے کا بولٹ گرا دیا۔ ہمبگ جھومتا ہوا اندر داخل ہوا اور مسہری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"آداب بجا لاتی ہوں!.... یور ہائی نس۔" روشی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں مڑ کر کہا۔

"مجھے یور ہائی نس کہہ کر مخاطب نہ کیا کرو۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "کیا تم نہیں جانتیں کہ لوگ مجھے یور ایڈیوسن کریسی کہہ کر مخاطب کرتے ہیں؟"

"میں ایسی گستاخی نہیں کر سکتی جناب!"

"اوہ گستاخی!" کبڑے نے قہقہہ لگایا۔ "ہمیشہ یاد رکھو میں دنیا کا عظیم ترین اور ذلیل ترین آدمی ہوں۔ تم اس وقت مجھے عظیم نہ سمجھو.... میں اس وقت عظیم ضرور تھا جب میں نے تمہارے دروازے پر دستک دی تھی...."

"تشریف رکھئے.... یور ایڈیوسن کریسی!" روشی نے کرسی پر جھک کر کہا۔

"یقیناً.... میں اسی لیے آیا ہوں۔" کبڑا کرسی پر ڈھیر ہوتا ہوا مسکرایا۔

روشی ایک طرف ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوگئی۔

"یہاں میرے قریب کرسی لاؤ...." اس نے کچھ دیر بعد دردناک آواز میں کہا۔

"مم.... میں!" روشی ہکلائی۔

"ڈرو نہیں! میں ایک حقیر کبڑا آدمی ہوں.... ایسا کہ اگر کسی سڑک پر تم مجھے مل جاتیں اور میں اس طرح پیش آتا تو تم مجھے ٹھوکروں سے اڑا کر رکھ دیتیں...."

روشی صرف ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی کچھ بولی نہیں۔ کبڑا شرارت آمیز تبسم کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "تم بہت چالاک ہو!"

روشی کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔

دفعتاً کبڑے نے قہقہہ لگایا اور کرسی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ روشی کی الجھن بڑھتی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے عمران ہی کی ہدایت پر نہ صرف وہاں ملازمت اختیار کی تھی بلکہ ان لوگوں کی نظروں میں عمران سے قطعی بے تعلق بنی رہی تھی اس وقت کبڑے کے تیور سے اس نے بھی

محسوس کیا تھا جیسے وہ ان دونوں کے متعلق سب کچھ جانتا ہو لہٰذا وہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے خود کو تیار کر رہی تھی کہ کبڑا پوچھ بیٹھا۔

"عمران کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

"جی کس کے متعلق...." روشی نے چونک کر سوال کیا۔

"عمران کے متعلق۔" کبڑا اس کی آنکھوں میں گھور رہا تھا۔

"اوہ.... وہ پاگل!" روشی ہنس پڑی۔ اپنی دانست میں وہ عمران کے متعلق لاعلمی ظاہر کرنے کی بڑی اچھی اداکاری کر رہی تھی۔

"کیا وہ حقیقتاً پاگل ہے....؟" کبڑے نے پوچھا اور روشی بہت زیادہ متحیر نظر آنے لگی....!

"بھلا میں کیا بتا سکوں گی سرکار....!"

کبڑا سنجیدہ ہوگیا....!

"کیا تم اس کے ساتھ نہیں رہتی تھیں....؟"

روشی نے ایک طویل سانس لی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ کبڑا اس کے متعلق بہت کچھ جانتا ہے۔ لہٰذا اب عمران سے قطعی بے تعلقی ظاہر کرنا مناسب نہیں۔

"مجھے اعتراف ہے کہ میں اس کے ساتھ بہت دنوں تک رہی ہوں!" اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "پھر ہماری لڑائی ہوگئی تھی عرصہ ہوا اس کے فلیٹ کی رہائش ترک کر چکی ہوں۔"

"میں تم سے اس کے پاگل پن کے متعلق پوچھ رہا تھا....!"

"مجھے تو وہ ہمیشہ ہی سے پاگل معلوم ہوتا رہا ہے.... حقیقتاً وہ کیا ہے؟ میں نہیں جانتی...."

"تمہیں یہاں ملازمت کرنے کا مشورہ کس نے دیا تھا؟"

"کسی نے بھی نہیں...." روشی نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "بھلا مشورہ کون دیتا.... اشتہار دیکھ کر آگئی تھی۔"

"میں کیسے مان لوں....؟"

"پھر تو...." روشی اٹھلائی۔ "اب مجھے یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ میں یہاں کس کے مشورے سے رکھی گئی ہوں.... میں تنہا تو نہیں تھی سرکار.... بہت سی امیدوار آئی تھیں۔"

"اہمپ.... ٹھیک ہے...." کبڑا کسی سوچ میں پڑ گیا پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "تم نے عمران کے بارے میں ہمیں کیوں نہیں بتایا تھا کہ تم اسے پہلے سے جانتی تھیں۔"

"میں نے ضروری نہیں سمجھا تھا کہ کسی غیر معقول آدمی سے اپنا کسی قسم کا تعلق ظاہر کروں۔"

"غیر معقول کیوں؟"

"حیرت ہے کہ اس کے متعلق بہت کچھ جاننے کے باوجود بھی آپ اسے غیر معقول نہیں سمجھتے۔"

"تم کیا جانو کہ میں اس کے متعلق کچھ جانتا ہوں۔"

"آپ کو میرے متعلق بھی تو بہت کچھ معلوم ہے....!"

"میں دراصل الجھن میں تھا.... وہ لڑکا مجھے بے حد پسند ہے۔ اس کی دیوانگی میرے لیے تکلیف دہ ہے۔ میں نے چاہا تھا کہ کچھ دیر اسے یہاں رکھتا لیکن وہ پہرہ داروں کو بھی جل دے کر نکل گیا۔ اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ رحمان صاحب کو کیا جواب دیا جائے گا...."

"میرا خیال ہے کہ اس کے باپ کو ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو گی...." روشی نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

کبڑا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "کیا تم اسے تلاش کر سکو گی؟"

"م... میں... نہیں سرکار.... میں اس نامعقول آدمی کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتی۔"

"آخر کیوں؟"

"اس نے مجھے تباہ کر دیا.. بہلا پھسلا کر مجھے شاداب نگر سے لایا.. اور پھر علیحدگی اختیار کر لی۔"

"تم اس سے شادی کرنا چاہتی تھیں...." کبڑے نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں.... لیکن اب قریب قریب اس کی زندگی کی گاہک بن کر رہ گئی ہوں۔"

"اتنی دشمنی...."

"یس یور ایڈیوسن کریسی۔" روشی نے گردن اکڑا کر تلخ لہجے میں کہا۔

"صفدر کا اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔"

"صفدر...." روشی یادداشت پر زور دینے کی سی ایکٹنگ کرتی ہوئی بولی۔ "میں نے یہ نام کبھی نہیں سنا....!"

"تم میرے سیکرٹری کو نہیں جانتیں...."

"جانتی ہوں...."

"اس کا نام صفدر ہے۔"

"میں نے اسے عمران کے ساتھ کبھی نہیں دیکھا...."

"میرا سیکرٹری اپنا حلیہ بھی تبدیل کر سکتا ہے.... میک اپ کا ماہر ہے!"

"تب تو میں وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتی۔ بہر حال میں نے موجودہ حلیہ میں اسے عمران کے ساتھ کبھی نہیں دیکھا۔"

کبڑا پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر دفعتاً سر اٹھا کر بولا۔ "اس روشن دان کی طرف دیکھو...."

روشی اس جانب دیکھنے لگی پھر جواب طلب نظروں کے ساتھ اس کی طرف مڑی.... کبڑا مسکرایا اور بولا۔ "کیا دیکھا؟"

"مجھے تو کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا...."

"وہاں ایک ایسا آدمی موجود ہے جس کے ہاتھ میں بے آواز ریوالور بھی ہے۔"

پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر بلند آواز میں کسی کو مخاطب کیا۔ "سامنے والی تصویر پر فائر کرو۔"

اچانک سامنے والی دیوار پر لگے ہوئے تصویری فریم کا شیشہ ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر فرش پر اُترا.. روشی لرز گئی۔ اس کی خوفزدہ آنکھیں استفہامیہ انداز میں کبڑے کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

"ڈرو نہیں...." کبڑے نے سرگوشی کی.... پھر زور سے ہنس پڑا۔

روشی کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا.... کچھ دیر قبرستان کی سی خاموشی مسلط رہی پھر کبڑے کی تیز قسم کی سرگوشی کمرے کی محدود فضا میں گونج اٹھی۔ "یہ اندیکھا اور بے آواز ریوالور صرف ان کے لیے ہے جو میرا حکم نہیں مانتے....!"

"م.... مگر.... میں نے تو...." روشی ہکلائی۔

"آؤ...." کبڑے نے کہا اور فرش پر اوندھا لیٹ گیا.... پھر چند لمحے خاموش رہ کر تحیر زدہ روشی کو مخاطب کرتا ہوا بولا۔ "آؤ.... میرے کوبڑ پر بیٹھ جاؤ.... اور اسی طرح آگے پیچھے جھولتی رہو جیسے اونٹ پر سواری کرتے ہیں۔"

روشی بے ساختہ ہنس پڑی.... لیکن دوسرے ہی لمحے کبڑا کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔ "کیا تُو نے میرا حکم نہیں سنا...."

"اوہ.... سرکار.... یعنی کہ میں...."

"بکواس بند کرو.... ورنہ کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا اور تمہاری لاش کہیں دفن کر دی جائے گی.... میرے حکم کی تعمیل کرو.... چلو...."

روشی کی پوزیشن بے حد مضحکہ خیز ہو گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرتا

چاہئے.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی پتھریلے مجسمے کی طرح ایک ہی جگہ بے حس و حرکت ہو کر رہ گئی ہو....!

"گلدان پر فائر کرو....!" کبڑا سر اٹھا کر دہاڑا۔

روشندان سے پھر بے آواز فائر ہوا اور میز پر رکھا ہوا بڑا گلدان چور چور ہو گیا۔

روشی بزدل نہیں تھی لیکن اس چویشن نے اسے صحیح معنوں میں دہلا کر رکھ دیا تھا اگر اس اندھے اور بے آواز ریوالور کا خوف نہ ہوتا تو وہ شاید ہنستے ہنستے بیہوش ہو جاتی۔ بات ہی مضحکہ خیز تھی.... ہزاروں پر حکومت کرنے والا زمین پر اوندھا پڑا ہوا اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ اس کے کوبڑ پر بیٹھ کر اس طرح ہلتی رہے جیسے اونٹ پر سواری کرنے والے آگے پیچھے جھولتے ہیں۔

"آؤ...." کبڑا پھر غرایا اور روشی جھینپتے ہوئے انداز میں ہچکچاتے ہوئے قدموں سے اس کی طرف بڑھی....

"آؤ.... آؤ.... بل بل بل۔بل۔" کبڑا دانت پر دانت جما کر کسی اونٹ ہی کی طرح بلبلایا.... روشی اس کے کوبڑ پر بیٹھ کر ہنسنے لگی.... مگر اس ہنسی میں بیچارگی اور شرمیلے پن کا امتزاج تھا۔

"جھولو.... جھولو...." کبڑا موج میں آ کر اور زیادہ بلبلانے لگا۔

روشی ہنسی کے مارے دوہری ہوئی جا رہی تھی.... اس وقت اسے ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ پہلی بار کسی مرد سے مخاطب ہوئی ہو۔ ایسا مرد جو مضحکہ خیز ہونے کی بناء پر ہنسنے پر مجبور کر دے اور جس سے شرم بھی آئے اسے خود اپنی مضحکہ خیز حیثیت پر ہنسی بھی آ رہی تھی اور شرم بھی۔

"ہائے.... ہائے۔" کبڑا کراہا۔ "بس اسی طرح جھولتی رہو۔"

اس کے بعد وہ پھر اونٹوں کی طرح بلبلانے لگا۔ تقریباً دس منٹ تک یہی کیفیت رہی تھی۔ کبڑا کراہتا رہا اور روشی "کھی کھی کھی" کر کے ہنستی رہی۔ وہ اتنی اسمارٹ اور تنک مزاج ہونے کے باوجود اس وقت خود کو ایک ننھی سی بچی محسوس کر رہی تھی....

"بس اب اٹھ جاؤ....!" کبڑے نے مضمحل اور بھرائی ہوئی سی آواز میں کہا۔

روشی اٹھ کر اس کے پاس سے ہٹ گئی لیکن اب بھی متحیرانہ انداز میں اسے گھورے جا رہی تھی اور کبڑا قطعی بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور ہاتھ پیر پھولے ہوئے تھے سانس تیزی سے چل رہی تھی اور وہ اب بھی اوندھا ہی پڑا ہوا تھا۔

روشی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ پتہ نہیں کیوں وہ ایسی تھکن محسوس کر رہی تھی جیسے اس نے کسی اونٹ ہی کی پشت پر کوئی طویل سفر طے کیا ہو....

وہ اس روشندان کی طرف دیکھنے لگی جس سے کچھ دیر پہلے دو بے آواز فائر ہوئے تھے لیکن وہاں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ کبڑا تھوڑی دیر بعد پھر کراہا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب اس کی آنکھیں دھندلی تھیں اور چہرے پر تھکن کے گہرے آثار تھے۔

پھر وہ اٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا ایک کرسی میں ڈھیر ہو گیا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر روشی کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ "تم بہت اچھی لڑکی ہو.... کیا مجھے تھوڑی سی برانڈی دو گی؟"

"میں قطعی نہیں پیتی جناب...."

"جھوٹ نہ بولو.... اچھی لڑکی.... تمہاری آنکھیں مجھے دھوکا نہیں دے سکتیں۔"

"اوہ...." روشی ہنس کر بولی۔ "بہت پہلے کی بات ہے جب میں پیا کرتی تھی جب سے شاداب نگر چھوٹا۔ شراب بھی چھوٹ گئی۔"

"عمران بھی تو نہیں پیتا۔" کبڑے نے کہا جو براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"پتہ نہیں.... پہلے تو نہیں پیتا تھا۔" روشی نے لاپرواہی سے کہا۔

"اچھا لڑکا ہے.... لیکن کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر میرے پیچھے پڑ گیا ہے.... ارے میں تو زندگی کی یکسانیت سے اکتایا ہوا ایک غیر متوازن آدمی ہوں۔ یہاں عیش بھی کرتا ہوں اور دارالحکومت کی سڑکوں پر ٹھوکریں بھی کھاتا پھرتا ہوں.... تم مجھے بتاؤ اگر میں کسی چوراہے پر سر کے بل کھڑا ہو جاؤں تو قانون کو اس سے کیا سروکار.... اگر دارالحکومت کے بچے میرے پیچھے تالیاں بجاتے پھریں تو کسی کو کیا.... میں زندگی کی یکسانیت سے بہت جلد اکتا جاتا ہوں۔"

"مم.... مگر.... یہ اونٹ...." روشی ہکلائی۔

"اوہ.... یہ....!" کبڑا ہنسنے لگا لیکن اس ہنسی میں شرمندگی کی بجائے ڈھٹائی تھی اور اس کی آنکھوں میں کسی شریر بچے کی آنکھوں کی سی چمک نظر آ رہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک ہنستا رہا پھر سنجیدگی اختیار کرتا ہوا دردناک لہجے میں بولا۔ "میں اکثر سوچتا کہ مجھے اونٹ ہی ہونا چاہئے تھا.... نہ جانے کیوں.... دل چاہتا تھا کہ کوئی مجھے اونٹ سمجھے، مجھ پر سواری کرے.... البتہ بلڈاگ بننا مجھے پسند نہیں.... لیکن رانی مجھے یہی سمجھتی ہے.... مجبوری میں اسے کچھ کہہ تو نہیں سکتا.... کتنی محبت کرتی ہے مجھ سے...."

روشی متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتی رہی اور پھر بولی۔ "اچھی لڑکی کیا تم میرے گال پر تھپڑ رسید کرو گی.... پوری طاقت سے مارو۔"

روشی کو پھر ہنسی آ گئی لیکن کبڑا ایک بیک مغموم نظر آنے لگا اور پھر تھوڑی دیر بعد ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "شاید میری بے چین روح کو مرنے کے بعد بھی سکون نہ مل سکے۔"

لہجے میں رو دینے کا سا انداز تھا۔ روشی سنجیدگی اختیار کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ کبڑا اب باقاعدہ ہچکیاں لے لے کر رو رہا تھا۔ روشی اسے خاموشی سے گھورتی رہی۔ پھر یک بیک وہ اسے ایک ننھا سا معصوم بچہ معلوم ہونے لگا اور نہ جانے کیوں اس کا دل بھر آیا۔ پھر وہ اس کی پوزیشن اور اپنی حیثیت کو بھلا کر مضطربانہ انداز میں اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

"تم چپ ہو جاؤ.... خدا کے لیے چپ ہو جاؤ.... دیکھو میں بھی رو رہی ہوں.... میں بھی رو رہی ہوں۔ عمران ہی نے مجھے یہاں بھجوایا تھا۔ تاکہ تم پر نظر رکھوں.... مگر تم تو صرف ایک سر پھرے بچے ہوں۔ عمران کو سمجھادوں گی کہ وہ تمہارا پیچھا چھوڑ دے۔"

کبڑے کی گریہ زاری میں مزید اضافہ ہو گیا۔ پھر وہ اچانک دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "مجھے جانے دو۔"

اور اسی طرح روتا اور سسکیاں لیتا ہوا باہر نکل گیا۔ روشی اب بھی روئے جا رہی تھی۔

دیر تک یہی کیفیت رہی پھر دفعتاً اس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا اور ایسا محسوس ہوا جیسا نیند سے اچانک بیدار ہوئی ہو۔ وہ بے اختیارانہ دروازے کی طرف جھپٹی لیکن پھر رک گئی۔

"اوہ.... چوٹ دے گیا۔" وہ ران پر ہاتھ مار کر بڑبڑائی اور پھر مسہری پر ڈھیر ہو گئی۔ اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا.... وہ سوچ رہی تھی کہ کبڑا اسے اچھی طرح بے وقوف بنا کر عمران اور خود اس کے متعلق معلومات حاصل کر گیا ہے۔ اب کیا ہو گا۔ عمران کسی معمولی شبہے کی بنا پر اس طرح اس کے پیچھے نہ لگا ہو گا۔ یقیناً کوئی خاص بات ہو گی.... پھر اسے عمران پر بھی غصہ آ گیا سارے معاملات سے آگاہ کر کے اسے وہاں جھونکا ہوتا۔ نادانستگی میں پٹ جانے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا لیکن اب اس کا کیا حشر ہو گا۔

اب نیند کا کوسوں پتہ نہیں تھا۔ وہ بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی۔

O

دوسری صبح نینا اٹھی تو اسے اپنا سارا جسم پھوڑے کی طرح دکھتا محسوس ہو رہا تھا تقریباً ساری رات ہنگاموں میں ہی گزری تھی۔ دھماکے کے بعد وہ سب ہی باہر کھلے میدان میں نکل گئے تھے۔ کیونکہ دھماکہ عمارت کے اندر ہی کسی حصے میں ہوا تھا۔ اتنا زوردار دھماکہ تھا کہ پوری عمارت لرز کر رہ گئی تھی۔ لیکن تھوڑی دیر بعد ایسا سناٹا چھا گیا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

پھر سب سے بڑی عجیب بات یہ تھی کہ عمارت کے کسی حصے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ اس لیے دھماکے کی نوعیت بھی کسی کی سمجھ میں نہ آ سکی تھی۔ لیکن اس مسخرے مہمان نے تو اسی وقت کہہ دیا تھا کہ دھماکے کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا کہ ہم فوری طور پر عمارت سے باہر نکل جائیں.... کیوں؟ اس کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

نینا اپنے کمرے سے نکل کر برآمدے میں آئی۔ یہاں منشی کرامت علی ہارڈی، شیخ ثناء اللہ شارٹی کی کھوپڑی پر صابن کا جھاگ پھیلائے بڑے انہماک سے شیو کر رہا تھا۔ دونوں آہستہ آہستہ باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔

نینا ان کے قریب ہی رک گئی۔ نہ جانے کیوں وہ عمران کے متعلق ان کے خیالات معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اسے اتفاق ہی کہنا چاہئے کہ اس وقت ان کا موضوع گفتگو بھی عمران ہی تھا۔

"ہیلو نینا!" منشی کرامت علی ہارڈی ہاتھ روک کر بولا۔ "ہاؤڈو یوڈو!"

"اوکے.... گو آن یور بزنس۔!" نینا نے خالص کاؤبوائے اسٹائل میں جواب دیا۔

"بہت اچھا ہوا کہ تم ادھر ہی آ گئیں۔" ثناء اللہ شارٹی نے کہا۔

"کیوں.... خیریت....!"

"اس لونڈے کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے....؟"

"اوہ وہ...." نینا بے ساختہ ہنس پڑی اور ثناء اللہ شارٹی نے کھنکار کر حلق صاف کیا۔ پھر بولا۔

"میں تو اسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔ حرامزادہ میری ڈاڑھی کا مضحکہ اڑاتا ہے...."

"کیا ہم سب ہی مضحکہ خیز نہیں ہیں؟" نینا نے پوچھا۔

"میری بات سنو!" ثناء اللہ شارٹی غرایا۔ "اگر وہ یہاں جم گیا تو ہم سب دو کوڑی کے ہو کر رہ جائیں گے۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ اگر ایسا ہوا تو وقت اچھا گزرے گا۔"

"شاید تمہیں معلوم نہیں کہ اس نے تمہاری پتلون پر کیسی پھبتی کہی تھی۔" منشی کرامت علی ہارڈی نے تلخ لہجے میں کہا۔

"کیا کہا تھا....."

وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے۔

اتنے میں ایک دروازے سے آواز آئی۔ "بیکار ہے.... جب تک منڈی ہوئی کھوپڑی پر سرسوں کا تیل بھی نہ لگایا جائے قطعی بیکار ہے.....!"

وہ سب چونک کر مڑے۔ نینا نے عمران کو ایک دروازے میں کھڑے دیکھا جس کے ہونٹوں پر شریری سی مسکراہٹ تھی۔ ایسی مسکراہٹ جو انہیں جھلاہٹ میں مبتلا کر دینے کے لیے کافی تھی۔

شارٹی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن منشی کرامت علی ہارڈی اسے دوبارہ بٹھا دینے کی کوشش کرنے لگا۔

"نہیں چھوڑ دو...." شارٹی اس کی گرفت سے نکل جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"چھوڑ بھی دو پیارے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ایک بار دن کے اجالے میں بھی سہی۔"

"تم چلے جاؤ یہاں سے۔" کرامت علی ہارڈی نے ہانپتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

اب کرامت علی ہارڈی نے شیخ ثناء اللہ شارٹی کی کمر پکڑ لی تھی.... عمران جہاں تھا وہیں کھڑا چیونگم کچلتا اور مسکراتا رہا۔ نینا انہیں خاموشی سے دیکھتی رہی۔

شارٹی عمران پر جھپٹ پڑنے کے لیے اب بھی زور لگا رہا تھا اور کرامت علی ہارڈی اسے وہاں سے ہٹا لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ شارٹی کو اس زور کا غصہ آیا تھا کہ جیسے کسی قسم کے پاگل پن کا دورہ پڑا ہو۔

"نینا اسے لے جاؤ یہاں سے!" کرامت علی ہارڈی ہانپتا ہوا دہاڑا۔ اور نینا بے بسی سے عمران کی طرف دیکھنے لگی۔

"لے چلو نا!" عمران بڑی سعادت مندی سے سر ہلا کر بولا اور پھر تھوڑے توقف کے بعد دوسری جانب جانے کے لیے مڑ گیا۔ نینا غیر ارادی طور پر اس کے پیچھے چل رہی تھی۔

"یہ مم.... میرا.... کمرہ ہے۔" کچھ دور چل کر وہ بدقت بولی۔

عمران اس کی جانب مڑے بغیر کمرے میں داخل ہو گیا۔

کچھ دیر تک دونوں خاموش کھڑے سنجیدگی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے نینا کبھی کبھی نظریں بھی چراتی.... پھر عمران ہی بولا۔ "کمرے کا فرنیچر ڈھنگ سے سیٹ نہیں کیا گیا۔"

"تو کیا اس میں بھی دخل ہے!" نینا جھینپے ہوئے انداز میں مسکرائی۔

"آل راؤنڈر..!" عمران نے متفکرانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور گرد و پیش کا جائزہ لیتا رہا۔

نینا نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر پھر رک گئی اور صرف عمران ہی کو گھورتی رہی جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"چپاتیاں پکا سکتی ہو....؟" دفعتاً وہ نینا کی طرف مڑ کر بولا۔

"چچ.... چپاتیاں!" نینا بوکھلا گئی۔ پھر ہنس پڑی اور بولی۔ "اچانک چپاتیاں کیوں یاد آ گئیں۔"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ صفدر جنگ کی دہاڑ سنائی دی۔ "یہاں کیا ہو رہا ہے؟" ساتھ ہی وہ کمرے میں داخل ہوا۔

"یہ چپاتیاں نہیں پکا سکتیں" عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب!" صفدر جنگ اسے گھور رہا تھا۔

"چپاتیوں کا مطلب ہوتا ہے.... یوں!" عمران نے انگلی سے خلاء میں دائرہ بناتے ہوئے کہا۔ "یعنی کہ گول.... پتلی پتلی.... جب بنائی جاتی ہے تو چوڑیاں مسلسل کھنکتی رہتی ہیں۔"

"کیا بک رہے ہو....."

"مگر یہ چوڑیاں کب پہنتی ہیں کہ چپاتیاں پکا سکیں گی۔"

"کیا تم پر کسی قسم کا دورہ پڑا ہے۔" صفدر جنگ غرایا۔

"مگر جناب میں تو کہتا ہوں کہ.... لعنت ہے ان چپاتیوں پر جن میں چوڑیوں کا دھوئن بھی شامل ہو....."

"لڑکے میں کھال کھینچ لوں گا تمہاری۔"

"مجبوری ہے...." عمران نے مایوسی سے کہا اور سر جھکا لیا۔ اب وہ احمقانہ انداز میں فرش کو گھور رہا تھا۔

"میں نے تمہیں کیا سمجھایا تھا...." صفدر جنگ آنکھیں نکال کر بولا۔

"پوچھ لیجئے ان سے اگر ایک لفظ بھی محبت کا زبان سے نکالا ہو۔" عمران نے نینا کی طرف ہاتھ اٹھا کر مردہ سی آواز میں کہا۔

"کیا بیہودگی ہے!" نینا پیر پٹخ کر بولی اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گئی۔

اس کے چلے جانے کے بعد وہ دونوں تھوڑی دیر تک ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے پھر

عمران مسکرایا اور بولا۔ "وہ بے چاری تو مجھے موت کے منہ سے نکال کر یہاں لائی تھی...."

"موت کے منہ سے...."

"ہاں.... آں.... وہ آپ کا مولانا شارٹی ہے نا۔ اس وقت پھر مجھے مار ڈالنے پر تل گیا تھا...."

"کیا ہوا تھا۔" صفدر جنگ بے اختیار مسکرا پڑا۔

"بات یہ ہے سرکار۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اگر کوئی بے قاعدہ کام ہوتے دیکھ لیتا ہوں تو میرے سر میں درد ہو جاتا ہے۔ یہ شیخ صاحب سر تو منڈوا دیتے ہیں مگر اس پر سرسوں کا تیل ہرگز نہیں لگاتے۔ اگر کوئی اس کا مشورہ دے تو مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں...."

صفدر جنگ کی مسکراہٹ کچھ اور وسیع ہو گئی۔

"ختم کرو....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ چند لمحے خاموش رہ کر پھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عمران بول پڑا۔ "میں کیا کروں.... ہائے چچا جان.... میں انہیں کہاں تلاش کروں۔"

صفدر جنگ کے ہونٹوں پر تلخ سی مسکراہٹ نظر آئی۔ لیکن وہ کچھ بولا نہیں بس عمران کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"میں سمجھتا ہوں!" عمران تھوڑی دیر بعد تشویش کن لہجے میں بولا "آپ ہم دونوں کو فراڈ سمجھتے ہیں۔"

"پھر تم ہی بتاؤ کہ تمہیں اور کیا سمجھا جائے۔" صفدر جنگ کے لہجے میں تمسخر تھا۔

"بس تو پھر مجھے چڑھا دیجئے پھانسی پر...."

یک بیک عمران کے چہرے پر کسی بوڑھے اور جہاں دیدہ آدمی کی سی سنجیدگی طاری ہو گئی۔ آنکھوں میں پائی جانے والی شوخی کی جھلکیاں نہ جانے کہاں غائب ہو گئی تھیں۔ یہ تبدیلی غالباً صفدر جنگ نے بھی محسوس کر لی تھی اور قدرے متحیرانہ انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

عمران نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے طویل سانس لی۔ اب تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے وہاں صفدر جنگ کی موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔ صفدر جنگ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

"یہ عمارت کب بنائی گئی تھی۔" دفعتاً اس نے صفدر جنگ سے پوچھا۔

"کیوں؟" صفدر جنگ چونک پڑا.... پھر خود ہی ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا غرایا۔ "کوئی عذر کام نہ آئے گا.... تم بے تکی بکواس مت کرو...."

"اچھا تو کیا یہ ہنگامہ برپا کرنے والے آسمان سے ٹپکتے ہیں اور زمین میں دفن ہو جاتے ہیں۔" عمران نے بھولے پن سے کہا۔

"کیا مطلب....!"

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ پچھلی رات والا واقعہ یہاں کے لیے نیا نہ تھا۔"

"ہام.... تو پھر؟"

"میں یہی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں سے آتے ہیں اور کہاں غائب ہو جاتے ہیں۔"

"تم معلوم کر لو گے....!" صفدر جنگ نے حقارت سے پوچھا۔

"کوشش کروں گا!" عمران نے لاپرواہی سے کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

پھر کمرے کی فضا پر گہری خاموشی مسلط ہو گئی۔ صفدر جنگ عمران کو گھورتا رہا لیکن عمران اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"کیسے کوشش کرو گے۔" کچھ دیر بعد صفدر جنگ نے پوچھا۔

"عمارت کب بنائی گئی تھی؟"

"دس سال پہلے کی بات ہے۔"

"تہہ خانے بھی ہیں اس میں...."

"نہیں.... کیوں....؟"

عمران نے اس "کیوں" کا جواب دیئے بغیر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ ہی کی نگرانی میں اس کی تعمیر ہوئی تھی۔"

اس سوال پر صفدر جنگ نے ایک طویل قہقہہ لگایا.... دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔ "وہ میرے ایک ملازم کی بیوی ہے"

"کون....؟" عمران اس بے تکے جواب پر بوکھلا گیا۔

"رانی ساجد نگر!" صفدر جنگ حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

"آہا.... تو اس کیڑے...."

جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی صفدر جنگ نے پھر قہقہہ لگایا اور ہاتھ کے اشارے سے عمران کو کچھ کہنے سے روکتا ہوا بولا۔ "وہ حقیر چیونٹا میرا غلام تھا.. اور اب رانی ساجد نگر اس کی بیوی ہے۔"

"سرکار میں اس عمارت کے متعلق پوچھ رہا تھا۔" عمران نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"یہ عمارت اسی کی نگرانی میں تیار ہوئی تھی۔ میں تو اس زمانے میں یورپ کی سیر کر رہا تھا۔ دو سال بعد واپسی ہوئی تھی اس وقت تک یہ عمارت تیار ہو چکی تھی۔"

"اسی کبڑے کی نگرانی میں؟"

"ہاں.... وہ حقیر مینڈک حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے ایک عظیم آرکیٹکٹ۔"

"میں نے تو سنا ہے کہ وہ ایک عظیم اکاؤنٹنٹ بھی ہے۔" عمران نے مایوسی سے کہا۔

"پتہ نہیں کیا کیا ہے...."

"اچھا تو اب میں اپنا کام شروع کرنے والا ہوں۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "مگر وہ آپ کی ملازمت کیوں چھوڑ گیا۔"

"میں نے دھکے دلوا کر نکال دیا تھا۔" صفدر جنگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اتنے کار آمد آدمی کو دھکے دلوا کر نکال دیا؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"اوہ.... پکا سور تھا.... ڈیٹ لٹل باسٹرڈ....!"

"میں نہیں سمجھا!"

"پاگل بھی تھا.... کاشت کاروں کی مرغیاں چرایا کرتا تھا.... اور ان کا گوشت پکا کر میری بوڑھی ملازمہ کو کھلایا کرتا تھا...."

"آہا یہ تو اپنے ہی قبیلے کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔" عمران خوش ہو کر بولا۔

"کیا مطلب....؟"

"کچھ نہیں!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "بچپن میں ہم بھی یہی شغل کیا کرتے تھے۔"

"مگر تم کرو گے کیا....؟"

"تہہ خانوں کی تلاش...."

"کیا تم نے نہیں سنا؟ میں نے تہہ خانے نہیں بنوائے تھے...."

"اس عظیم آرکیٹکٹ کی نگرانی میں سب کچھ ہو سکتا ہے.... حضور.... خیر.... مگر سرکار وہ رانی ساجد نگر سے کیسے جا ٹکرایا؟"

"پتہ نہیں!" صفدر جنگ لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دیتا ہوا بولا۔ "جہنم میں جائے۔"

"تو پھر اب آپ میرے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے؟" عمران نے موضوع بدل دیا۔

"یقین نہیں آتا۔" صفدر جنگ کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔

"کس بات پر....!"

"یہی کہ تم بھی انہیں نامعلوم لفنگوں میں سے ہو گے!"

"شکریہ....!"

"لیکن پھر تم کون ہو.... کیا ہو!...."

"اب چچا کی طرح میں بھی غائب ہو جاؤں گا۔ پھر سوچوں گا کہ میں کیا ہوں۔"

"خیر.... خیر.... چلو ناشتے کی میز پر....!"

ڈائننگ روم میں ہارڈی، شارٹی اور نینا ان کے منتظر تھے۔

شارٹی نے عمران کو صفدر جنگ کے ساتھ دیکھ کر بہت برا سا منہ بنایا۔ وہ بیٹھ گئے نینا نے گھنٹی بجائی اور ایک ملازم ناشتے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا ڈائننگ روم میں داخل ہوا....!

کچھ دیر بعد وہ سب ناشتے میں مشغول تھے۔ ہر ایک کچھ نہ کچھ سوچ رہا تھا۔

دفعتاً صفدر جنگ سر اٹھا کر بولا۔ "آج سر یکھم کی طرف چلیں گے۔ سنا ہے چیتلوں کا ایک جھنڈ چرائی کر رہا ہے۔"

"بوریت...." عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

"کیا مطلب!" صفدر جنگ نے غرا کر ہاتھ روک لیے۔

"میں اسے بوریت ہی سمجھتا ہوں.... کہ مارے مارے پھریں شکار کے چکر میں! آپ نہیں جانتے کہ میں کس طرح اپنا یہ شوق پورا کرتا ہوں.... دو چار شریف آدمی اور چند بکرے ساتھ.... کسی جنگل میں پہنچ کر بکروں کو پہلے بندوق سے مارا پھر ذبح کر ڈالا۔ اس کے بعد بھن رہا ہے شکار اور مزے کر رہے ہیں شکاری....! ہاہاہو۔"

نینا ہنس پڑی لیکن صفدر جنگ اور دونوں مصاحبین کی بھنویں تن گئی تھیں۔ صفدر جنگ چند لمحے عمران کو گھورتا رہا پھر غرایا۔ "اس بکواس کا مطلب۔"

"ہر طرح کے شکاری اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں.... میرے دوستوں میں ایک سید صاحب ہیں.... دونالی دنادن والی خرید رکھی ہے.... لیکن خود چلانے کا آج تک اتفاق نہیں ہوا ویسے شکار پر ضرور جاتے ہیں اور چند "نابندوق" قسم کے شکاریوں سے دوستی گانٹھ رکھی ہے.... اس طرح ہو جاتا ہے شکار.... ڈھیروں تیتر ہر ہفتے شکار کر لاتے ہیں! غالباً مطلب سمجھ میں آ گیا ہو گا...."

صفدر جنگ فورک اور نائف پلیٹ پر پٹخ کر کھڑا ہو گیا اور چیخ کر بولا۔ "کھینچ کر لے چلو اسے .... میں دکھاؤں گا کہ شکار کیسے کھیلتا ہوں .... کیمپنگ بھی ہو گی .... چھوڑو ناشتہ .... سامان لدواؤ....!"

شارٹی اور ہارڈی بھی ناشتہ چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ البتہ نینا برا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھ رہی تھی....

"میرا یہ مطلب نہیں تھا.... سرکار کہ آپ...." عمران نے کچھ کہنا چاہا لیکن صفدر جنگ کے حلق سے بیک وقت کئی قسم کی آوازیں نکلیں اور وہ ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔ "نہیں میں تمہیں دکھاؤں گا کہ شکار کیسے کھیلتا ہوں۔"

"میرے سرکار مجھے یقین ہے کہ آپ ایک اچھے شکاری ہیں۔" عمران گھگھیایا۔ وہ دراصل اب کسی نئی حماقت میں مبتلا ہو کر وقت نہیں گنوانا چاہتا تھا۔ مگر چرخے کی طرح چلنے والی زبان کو کیا کرتا جو کسی حال میں رکنا جانتی ہی نہیں تھی۔ وہ اب دراصل ڈاکٹر داور کی تلاش کے سلسلہ میں تگ و دو کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"نہیں....!" صفدر جنگ میز پر ہاتھ مار کر چیخا۔ "تمہیں چلنا ہی پڑے گا۔"

"ہائے!" عمران سر پر ہاتھ رکھ کر کراہا۔ اور نینا پھر ہنس پڑی۔

بہر حال پھر کسی نے ناشتے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بڑے ٹرک پر چھولداریاں بار کی جانے لگیں۔.. انہیں تو گھوڑوں پر ہی سفر کرنا تھا۔ ٹرک پہلے روانہ ہو گیا۔.. کوٹھی پر صرف دو ملازم چوکیداری کے لیے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ چار ٹرک پر گئے تھے۔

عمران سوچ رہا تھا کہ اس مصیبت سے کیسے گلو خلاصی ہو۔ اس نے محض ڈاکٹر داور کی وجہ سے چھپ کر کام کرنا چاہا تھا لیکن اب ان کے غائب ہو جانے کے بعد کسی قسم کی پردہ داری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا.... جو لوگ انہیں کوٹھی سے لے گئے ہوں گے انہوں نے اسے بھی وہاں دیکھا ہو گا۔ پھر اب چھپ کر کام کرنے سے کیا فائدہ.... وہ سوچ رہا تھا کہ کبڑے کے خلاف ثبوت بہم پہنچانے میں دانتوں پسینہ آ جائے گا۔ وہ بہر حال ایک اونچی حیثیت رکھنے والی عورت کا شوہر تھا۔

تھوڑی دیر بعد گھوڑے تیار ہو کر آ گئے لیکن عمران نے کاؤ بوائے سوٹ پہننے سے صاف انکار کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں سرکار.... ابھی نہیں.... جب آپ کی ملازمت میں آ جاؤں تب....

ابھی تو آپ بھی مجھے مہمان ہی سمجھئے...."

اس پر صفدر جنگ نے بات نہیں بڑھائی۔ پھر ان چھ آدمیوں کا یہ قافلہ شکار کے لیے روانہ ہو گیا۔ شارٹی اور ہارڈی کے علاوہ صفدر جنگ کا ایک منہ لگا ملازم شیخو بھی ساتھ تھا.... اس کا نام شیخو تھا۔ لیکن اس دربار میں ٹونی کہلاتا تھا چونکہ پڑھا لکھا نہیں تھا اس لیے ابھی تک صفدر جنگ اسے ڈھب پر نہیں لا سکا تھا۔ ہر چند وہ شیخ ثناء اللہ شارٹی اور منشی کرامت علی ہارڈی کی نقل کرنے کی کوشش کرتا تھا.... مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی۔ وہ دونوں بقول صفدر جنگ منجھے ہوئے کاؤ بوائز تھے۔ اس کی تو زبان بھی ٹھیک نہیں تھی آدھی اردو اور آدھی پوربی بولتا تھا۔

اس وقت راہ میں وہی چہکتا رہا تھا اور سب خاموش تھے۔ نینا کی پیشانی پر سلوٹیں تھیں اور ہونٹ اس طرح سکوڑ رکھے تھے جیسے کوئی بہت ہی ناخوشگوار فرض انجام دینا پڑا ہو....!

یہ بڑی متناسب الاعضاء لڑکی تھی۔ صورت شکل کی بھی بری نہیں تھی شاید فطرتاً شرمیلی بھی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ عرف عام میں "سمارٹ" ہونے کے باوجود بھی اس میں نسوانیت کی جھلکیاں ملتی تھیں....

گھوڑے تیز رفتاری سے گھنے جنگلوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ نینا کوشش کر رہی تھی کہ صفدر جنگ کے ساتھ ہی ساتھ رہے۔ دفعتاً شیخو المعروف ٹونی کا گھوڑا ایک بار بھڑکا اور دوسری سمت کچھ دور جا کر اڑیل پن دکھانے لگا۔

سبھوں کو راسیں کھینچ لینی پڑیں اور صفدر جنگ دہاڑا۔ "او حرامی یہ کیا کر رہا ہے....؟"

"ہم کا جانی باس یو سر و حرامی پن کرنا مانگتا....!" ٹونی نے ہانپتے ہوئے جواب دیا۔

"شارٹی.... ہارڈی.... دیکھو!" صفدر جنگ چیخا۔

دونوں دھما دھم گھوڑے سے کود پڑے۔ ٹونی کا گھوڑا اب ایک ہی جگہ پر اچھلنے کودنے لگا تھا۔ وہ راس کھینچتا تو پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو کر اسے الٹ دینے کی کوشش کرنے لگا۔

ثناء اللہ شارٹی اور کرامت علی ہارڈی نے اسے قابو میں لانے کی جدوجہد شروع کر دی۔

جوش میں آ کر صفدر جنگ بھی ان کی طرف جھپٹا تھا۔ لیکن عمران جہاں رکا تھا وہیں اپنا گھوڑا روکے رہا۔ نینا قریب ہی تھی۔

عمران اس کی طرف مڑ کر آہستہ سے بولا۔ "گھوڑے پر بیٹھنے سے پہلے دودھ ضرور بخشوا لینا چاہئے...."

"تم شاید اسی طرح بیٹھے ہو گے!" نینا نے مسکرا کر کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ پوری توجہ سے گھوڑے کی بدمستیاں دیکھ رہا تھا۔ ایک بار موقعہ پا کر ٹونی گھوڑے سے ہی کود پڑا۔ پھر تو گھوڑے کو قابو میں رکھنا محال ہی نظر آنے لگا۔ شارٹی ہارڈی نے دونوں طرف سے لگام پکڑ رکھی تھی اور گھوڑے کو قابو میں رکھنے کے لیے جھومے جا رہے تھے۔

دفعتاً عمران اپنے گھوڑے سے اترتا ہوا نینا سے بولا۔ "تم ذرا اس کی باگ تھامو میں دیکھتا ہوں۔"

نینا نے اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور وہ دونوں کی طرف بڑھا۔ صفدر شارٹی اور ہارڈی کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔

"مرغے ذبح کیا کرو تم لوگ۔" عمران نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "چھوڑو ہٹو! میں دیکھوں گا کہ کتنا دم دار ہے۔"

"چپ.... رہو.... سالے.... ورنہ.... گردن توڑ دوں گا...." شارٹی ہانپتا ہوا بولا۔ منشی کرامت علی ہارڈی چپ ہی رہا۔ گھوڑے کی منہ زوریاں بدستور جاری رہیں اور وہ دونوں بھی اس کے ساتھ اچھلتے کودتے رہے اور صفدر جنگ انہیں انگریزی اور اردو میں گالیاں دیتا رہا۔ پھر عمران پر الٹ پڑا۔ "دفع ہو جاؤ مجھے غصہ نہ دلاؤ۔"

"خفا ہونے کی ضرورت نہیں سرکار.... مجھے ڈر ہے کہ کہیں شکار یہیں نہ ہو جائے۔" عمران نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

"کیا مطلب...." صفدر جنگ نے آنکھیں نکالیں۔

"یہ عشوہ طراز گھوڑا...."

"کیا کرو گے تم...."

"ان سے کہئے کہ لگام میرے ہاتھ میں دے کر اس کے پاس سے ہٹ جائیں!"

صفدر جنگ چند لمحے عمران کو گھورتا رہا پھر دونوں کی طرف مڑ کر بولا۔ "گھوڑا چھوڑ دو۔"

عمران تیزی کے ساتھ گھوڑے کی طرف لپکا۔ لیکن شاید وہ دونوں اسے ذلیل کرنے ہی پر تلے ہوئے تھے اس لیے انہوں نے اس کے قریب پہنچنے سے قبل ہی گھوڑے کی لگام چھوڑ دی۔

گھوڑے نے چھلانگ لگائی اور ایک طرف کو ہو لیا....

اب وہ سرپٹ دوڑا جا رہا تھا اور وہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے۔ دفعتاً عمران اپنے گھوڑے کی طرف دوڑا اور نینا کے ہاتھ سے اس کی باگ چھینتا ہوا رکاب میں پاؤں رکھ کر ایک

جھٹکے کے ساتھ سوار ہو گیا!.... پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کا گھوڑا مغرور گھوڑے کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

"یہ بھی نکلا جا رہا ہے باس....!" شارٹی چیخا۔

"اوہ....!" صفدر جنگ چونک پڑا۔ پھر چیخا۔ "پیچھا کرو۔"

گھوڑے دوڑنے لگے۔

شیخو المعروف بہ ٹونی جواب "پیدل" ہو گیا تھا.... کچھ دور تک پیدل ہی دوڑا پھر چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "ہم رہے جائیت ہے باس.... ہائے بپون.... ایہہ کی مہتاری کا....!"

نینا الگ جھلائی ہوئی تھی۔ سرپٹ قسم کے گھوڑ دوڑ اسے پسند نہیں تھی مگر اس وقت سب پر بھوت سوار تھا۔

غنیمت یہی تھا کہ مغرور گھوڑا سڑک پر دوڑ رہا تھا۔ ادھر ادھر جنگلوں میں نہیں مڑ گیا تھا۔ ورنہ شامت ہی آ جاتی سبھوں کی۔ کیونکہ ان اطراف میں زیادہ تر کانٹے دار جھاڑیاں تھیں.... جن کے درمیان سے پگڈنڈیوں کے طویل سلسلے گھنے جنگلوں کی طرف بڑھتے چلے گئے تھے۔

نینا دل ہی دل میں عمران کو برا بھلا کہہ رہی تھی.... نہ وہ بیچ میں ٹانگ اڑاتا اور نہ اس طرح کی ابتری پھیلتی۔ گھوڑا تو کسی نہ کسی طرح قابو میں آ ہی جاتا۔ اس کا گھوڑا صفدر جنگ کے ساتھ ہی تھا۔

"میں اس خبطی کو دیکھوں گا...." صفدر جنگ غرایا۔

"شرارت شارٹی اور ہارڈی کی تھی باس۔" نینا بولی۔

"کیوں؟"

"آپ نے دیکھا نہیں کہ اس کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی انہوں نے لگام چھوڑ دی تھی میرا خیال ہے کہ ہم آہستہ چلیں۔ وہ گھوڑے کے پیچھے جا ہی رہا تھا مجھے یقین ہے کہ ضرور پکڑ لے گا۔"

"میں اس کے متعلق الجھن میں ہوں بے بی۔".... صفدر جنگ نے کہا اور چیخ کر ساتھیوں کو ہدایت دی کہ وہ گھوڑوں کی رفتار سست کر دیں۔

O

موسم بڑا اچھا تھا.... صبح سے دھوپ نہیں دکھائی دی تھی.... آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا لیکن ہوا کے رخ کی بناء پر بارش کے امکانات نہیں تھے۔

کبڑا اس وقت بڑی موج میں تھا۔ لان پر ہی بلانوشی کے لوازمات منگوالیے تھے اور صبح سے بیٹھا پی رہا تھا۔ روشی اور صفدر بھی ساتھ ہی تھے۔ رانی ساجد نگر ایسے مواقع پر ساتھ نہیں دیتی تھی۔ ہو سکتا ہے اسے اس کے پینے پلانے سے دلچسپی نہ رہی ہو۔ ویسے کھانے کی میز پر تو اس معاملہ میں بھی اس کا ساتھ دینا ہی پڑتا تھا۔

اس وقت صفدر اس کے لیے انڈیل رہا تھا اور روشی مینڈولین بجا رہی تھی۔ مینڈولین اس کا پسندیدہ ساز تھا اور وہ اس پر کئی مختلف زبانوں کے نغمے بجا سکتی تھی۔ اس وقت وہ ایک اسپینی سیرے نیڈ بجا رہی تھی.... دفعتاً کبڑے نے اس کی طرف انگلی اٹھائی اور جھوم کر بولا۔ "کچھ گاؤ بھی نا.... آج سے تم رانی کی نہیں میری سیکرٹری ہو!"

"یہ ایک اسپینی گیت ہے یورایڈیو سنکریسی.... ایک سیرے نیڈ...."

"بے وقت کی شہنائی.... بے موقع.... بے تکا.... یہ تو مجھے گانا چاہیے.... تمہاری کھڑکی کے نیچے.... کیا تم مجھے نرا گاؤدی ہی سمجھتی ہو.... کوئی حسین سا گیت سناؤ....!"

اور پھر خود ہی گانے لگا.... جوش کی ایک رومانی نظم۔

عجب نوجوانی تھی اپنی بھی پیارے   نہیں بھولنے کے وہ کافر نظارے

پھر نظم ادھوری ہی چھوڑ کر بولا۔ "ایسی حسین نظمیں لکھی ہیں' اس ظالم نے کہ بعض اوقات ورڈس ورتھ کو بھی جھکائی دے گیا ہے.... واہ کیا نظم تھی "آواز کی سیڑھیاں" مگر اب آج کل عقل و دانش کے پتھر چبا رہا ہے.... کیوں تمہارا کیا خیال ہے....؟"

وہ خاموش ہو کر صفدر کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"میں کیا عرض کروں سرکار.... شاعری وائری میری لائن کی چیز نہیں! مجھے تو ان لوگوں کے ہاتھ پہچاننا آتا ہے جو اس صفائی سے چاقو مارتے ہیں کہ پہلے ہی جھٹکے میں آنتیں باہر آ جائیں...." صفدر نے جواب دیا۔

"مجھے ایسے لوگ پسند نہیں جن میں جمالیاتی حس بالکل ہی نہ پائی جاتی ہو!"

"میں یہی نہیں جانتا کہ جمالیاتی حس کسے کہتے ہیں۔"

"تم جانتی ہو...." کبڑے نے روشی سے پوچھا۔

"انگلش میں کہئے یورایڈیو سنکریسی.... اتنی گاڑھی اردو میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"ایستھٹیک سنس.... سمجھتی ہو!"

"یس یورایڈیو سنکریسی....!"

"اس ایڈیٹ میں بالکل نہیں ہے....!" کبڑا صفدر کے چہرے کے قریب انگلی لے جا کر بولا۔

دفعتاً ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا.... کبڑے کو جھک کر سلام کیا اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر اس طرح ہانپنے لگا جیسے کچھ کہنے سے قبل سانسوں پر قابو پانا چاہتا ہو....

کبڑا اسے تیکھے پن سے دیکھتا رہا.... صفدر اور روشی بھی متوجہ ہو گئے تھے۔

"بکو جلدی سے....!" کبڑا میز پر ہاتھ مار کر غرایا۔

"ہم نے اس کو پکڑ لیا ہے سرکار....!"

"کس کو....؟"

"اسی پاگل کو...."

"اوہ.... کہاں........؟"

"کیمپ کے قریب.... وہ ایک خالی گھوڑے کا پیچھا کرتا ہوا وہاں آیا تھا۔"

"بہت اچھے....!" کبڑے کے چہرے پر مسرت کے آثار نظر آنے لگے.... اس نے اپنے ہی خالی گلاس میں شراب انڈیل کر آنے والے کی طرف بڑھا دی۔

"پیئو.... خوشخبری کے صلے میں....!"

آنے والے نے ایک گھٹنا زمین پر ٹیک کر گلاس اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"بیٹھ جاؤ....!" کبڑے نے خالی لان چیئر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم بہت اچھی خبر لائے ہو.... اب میں اس شرمندگی سے بچ سکوں گا جو مسٹر رحمان سے ہوتی۔"

پھر روشی سے بولا۔ "یہ عمران کی بازیابی کی خبر لایا ہے.... کیا تم خوش نہیں ہوئیں؟"

"مم.... مجھے کوئی دلچسپی نہیں....!" روشی نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"اچھی اداکارہ ہو....!" کبڑا اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ پھر صفدر کی طرف مڑ کر بولا۔ "سیکرٹری۔ تم اس آدمی کے ساتھ کیمپ تک جاؤ.... اور اسے اپنی نگرانی میں رکھو....!"

روشی الجھن میں پڑ گئی.... سوچ رہی تھی کہ اب عمران شاید ہی بچ سکے کیونکہ کبڑا اس کے پاگل پن کی اصلیت سے واقف ہو چکا تھا اور اس کی معلومات کا ذریعہ بھی خود روشی ہی بنی تھی..

روشی نے جی کڑا کر کے پوچھا۔ "اب اس کا کیا حشر ہو گا یورایڈیو سنکریسی....!"

"حشر....!" کبڑے نے قہقہہ لگایا۔ پھر بولا۔ "پہلے سے بھی زیادہ محبت کروں گا اس سے اس کی بچوں کی سی خوش فہمیاں مجھے بہت اچھی لگتی ہیں بڑا پیارا لڑکا ہے۔"

"باس!" روشی اٹھلائی۔ "آپ کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔"

"اوہ تو کیا تم سمجھتی ہو کہ میں اسے سزا دوں گا...."

روشی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔

"تم غلط سمجھتی ہو.... مگر نہیں! میں اسے سزا ضرور دوں گا۔"

"میں سچ کہتی ہوں وہ بہت معصوم ہے۔ کسی نے آپ کے خلاف اکسا کر آپ کے پیچھے لگایا ہوگا۔ کیا کسی پولیس آفیسر سے آپ کا جھگڑا ہوا تھا...."

"پولیس۔" کبڑے نے حیرت سے کہا۔ "ارے پولیس والے تو میرے نور نظر اور لخت جگر ہیں بھلا ان سے کیوں جھگڑا ہونے لگا میرا...."

"پھر میں نہیں سمجھ سکتی کہ وہ آپ کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے... بہر حال اسے معاف کر دیجئے۔"

"ایک شرط پر!" کبڑا اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"شرط.... میں نہیں سمجھی...."

"میں اسے یونہی بلا معاوضہ معاف کرنے سے تو رہا....!"

"بتائیے.... آپ کیا چاہتے ہیں!"

"ایک بار پھر اونٹ پر بیٹھو" کبڑا دانت پر دانت جما کر حلق کے بل بولا۔ ایک دوسرے پر مضبوطی سے جمے ہوئے دانتوں سے سسکاریاں سی نکل رہی تھیں۔

روشی بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگی اور کبڑا آگے جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "بولو تیار ہو....!"

"یہاں.... لان پر....!" روشی خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی.... سوکھتے ہوئے حلق میں تھوک بھی اٹکنے لگا تھا....

"ہاں.... کیا حرج ہے....؟"

"مم.... مگر....!"

"کسی کو بھی اس پر حیرت نہ ہوگی.... سب مجھے اچھی طرح جانتے ہیں.... کسی کو اتنی ہمت نہیں کہ رک کر ہماری طرف دیکھ بھی سکے.... سب کچھ حسب معمول رہے گا...."

"مم.... مگر.... رانی صاحبہ....!"

"وہ میرے معاملات میں دخل نہیں دیتی....! میں تمہیں اس سے مانگ چکا ہوں...."

"پھر بھی.... یہاں نہیں...." روشی ٹھنکی۔

"خیر.... چلو تو اندر چلیں۔" کبڑا اٹھ گیا۔

O

گھنے جنگل کے درمیان تھوڑی سی مسطح اور صاف زمین تھی جس پر متعدد چھولداریاں نصب تھیں۔ قریب ہی تین چار گھوڑے چر رہے تھے۔ چھولداریوں سے گاہے گاہے قہقہے بلند ہوتے اور کبھی کبھی کوئی بے ہنگم آواز میں گانے لگتا....

ایک طرف دو بانسوں کے سہارے ایک بورڈ لٹک رہا تھا جس پر تحریر تھا "رانی صاحبہ ساجد نگر کا شکار کیمپ...." یہاں رانی ساجد نگر کے کچھ شکاری ہمیشہ مقیم رہتے تھے۔ جن کا کام تھا کہ محل میں روزانہ شکار پہنچایا کریں۔

صفدر اور اس کا ہمراہی ایک چھولداری میں داخل ہوئے.... سامنے ہی عمران رسیوں سے جکڑا پڑا تھا اور دو شکاری ہاتھوں میں رائفل لیے اس کی نگرانی کر رہے تھے....!

"ہم نے غلطی تو نہیں کی...." ہمراہی نے مڑ کر صفدر سے پوچھا۔

"نہیں.... وہی ہے!" صفدر نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

عمران پلکیں جھپکائے بغیر چھولداری کی چھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ان کی آوازیں سن کر بھی اس نے اپنے سر کو جنبش نہیں دی....

صفدر چند لمحے خاموش کھڑا رہا پھر ہمراہی اور شکاریوں سے بولا "تم لوگ جا سکتے ہو۔ میں خود نگرانی کروں گا.... مگر ٹھہرو.... یہ ہاتھ کیسے لگا؟"

شکاریوں میں سے ایک نے کھنکار کر حلق صاف کیا پھر بولا۔ "یہ ایک ایسے گھوڑے کا تعاقب کرتا ہوا ادھر نکل آیا تھا جس کی زین خالی تھی.... ہم نے گھیرنا چاہا تو مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا۔ دو شکاری زخمی ہو گئے کسی طرح قابو میں نہیں آتا تھا۔ آخر چھپ کر جال پھینکا گیا.... تدبیر کامیاب رہی۔ جال میں الجھ کر گرا.... اور دبوچ لیا گیا...."

"بہت اچھے!" صفدر مسکرایا۔ "تم لوگ واقعی بہت چالاک ہو!"

"شکریہ جناب....!"

"اب تم لوگ جاسکتے ہو! ہمبگ دی گریٹ کے آنے تک میں خود اس کی نگرانی کروں گا...!"

وہ سب باہر نکل گئے اور صفدر کینواس کے ایک فولڈنگ اسٹول پر بیٹھ گیا تھوڑی دیر تک اسی طرح خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ کر چھولداری کے در تک آیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ آس پاس کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ وہ پھر پلٹا اور سیدھا عمران کی طرف چلا آیا۔

"بھید کھل گیا سرکار۔" اس نے جھک کر آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب....؟" عمران نے اپنی پوزیشن میں تبدیلی کئے بغیر چھت ہی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس نے روشی کو نہ جانے کس طرح پھسلا کر سب کچھ معلوم کر لیا۔ روشی اعتراف کر چکی ہے کہ آپ پاگل نہیں اور اس نے آپ ہی کے ایما پر رانی ساجد نگر کی ملازمت کی ہے۔"

عمران نے ایک طویل سانس لی اور اس طرح منہ چلانے لگا جیسے گلے میں پہلے ہی سے چیونگم دبائے رہا ہو۔

"اب اپنی فکر کیجئے....!" صفدر نے کچھ دیر بعد کہا۔

"پرواہ نہیں.... میں نے اب اسکیم بدل دی ہے....!" عمران نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں.... قریب کی چھولداری میں پھر کوئی بے ہنگم سی آواز میں گانے لگا....

O

صفدر جنگ اور نینا کے گھوڑے برابر سے دوڑ رہے تھے.... لیکن اب وہ سڑک پر نہیں تھے۔ دو رویہ گھنی جھاڑیوں کے درمیان ایک کچا راستہ تھا۔ اتنا تنگ کہ بمشکل دو گھوڑے ایک ساتھ چل سکتے تھے۔ ان کے گھوڑوں کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔

"اب بتاؤ...." صفدر جنگ غرایا۔ "آخر وہی ہوا نہ جس کا ڈر تھا۔ گھوڑا جنگل میں مڑ گیا.... اور وہ بھی ہاتھ سے گیا۔"

"شارٹی اور ہارڈی کی حرامزدگی...." نینا نے جواب دیا۔ "ان کتوں نے اسے نیچا دکھانے کے لیے وہ حرکت کی تھی۔ مجھے یقین ہے 'باس کہ وہ بُرا آدمی نہیں....!"

"تم اس کی طرفداری کر رہی ہو!" صفدر جنگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہر شریف آدمی کو دوسرے شریف آدمی کی طرفداری کرنی ہی چاہئے۔"

"شریف.... میسمرڈ.... بکواس... لڑکیاں ہر خوبصورت آدمی کو شریف سمجھ لیتی ہیں۔"

نینا نے برا سا منہ بنایا لیکن کچھ بولی نہیں۔ ان کے گھوڑے آگے بڑھتے رہے۔ شیخ ثناء اللہ شارٹی اور منشی کرامت علی ہارڈی ان سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر تھے۔ ان دونوں نے بھی اپنے گھوڑوں کو مہمیز کی اور ان کے قریب پہنچ گئے۔

"دیکھ لیا... باس.... گھوڑا بھی لے گیا....!" شارٹی نے خشک لہجے میں کہا۔

"تم ڈفر ہو....!" نینا بول پڑی۔

"مجھ سے نہ الجھنا....!" شارٹی غرایا۔

"چپ بے.... ورنہ ڈاڑھی سے بھی محروم کر دوں گا!" صفدر جنگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بھنویں تک منڈوا دی جائیں گی۔"

"اسے نہیں دیکھتے باس....!"

"وہ ٹھیک کہتی ہے۔ تم دونوں نے اس کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی لگام کیوں چھوڑ دی تھی؟"

"یہ جھوٹ ہے!"

"مجھے جھوٹا بناتا ہے حرامزادے....!" صفدر جنگ نے گھوڑا روک لیا.... وہ سبھی رک گئے صفدر جنگ نے شارٹی کی جانب گھوڑے کا رخ موڑا۔ اور اسے خونخوار نظروں سے گھورنے لگا۔

"ب.... باس....!" شارٹی خوفزدہ لہجے میں ہکلایا۔

"ہارڈی پانچ عدد....!" صفدر جنگ نے ہارڈی کی طرف مڑے بغیر اور شارٹی کو بدستور گھورتے ہوئے کہا پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔

"ب.... باس....!"

"شٹ اپ.... ہارڈی!"....

ہارڈی گھوڑے سے کود پڑا اور اپنے داہنے پیر کا جوتا اتارنے لگا.... شارٹی چپ چاپ گھوڑے سے اتر آیا تھا۔ پھر منشی کرامت علی ہارڈی نے شیخ ثناء اللہ شارٹی کے منڈے ہوئے سر پر گن کر پانچ جوتے لگائے۔

یہ سب کچھ انتہائی سنجیدگی سے ہوا۔ کسی کے ہونٹ پر خفیف سی مسکراہٹ بھی نہیں تھی۔

شارٹی اپنی کھوپڑی ٹٹولتا ہوا پھر گھوڑے پر سوار ہو گیا.... پھر وہ باگیں کھینچنے ہی والے تھے

که اگلے موڑ پر گھوڑے کی ٹاپیں گونجنے لگیں۔ پھر ایک گھوڑ سوار دکھائی دیا جس نے ایک خالی گھوڑے کی لگام بھی پکڑ رکھی تھی۔

ان لوگوں پر نظر پڑتے ہی اس نے اپنا گھوڑا روک لیا... اور صفدر جنگ پر نظر پڑتے ہی بڑے ادب سے سلام کیا۔ "یہ گھوڑے سرکار ہی کے فارم کے معلوم ہوتے ہیں....!"

"تم کون ہو....؟" صفدر جنگ نے گونجیلی آواز میں پوچھا۔

"میں رانی ساجد نگر کا شکاری ہوں.... جو شخص آپ کے گھوڑے لے بھاگا تھا اسے ہم نے پکڑ لیا ہے.... اب میں یہ گھوڑے سرکار کی سرکاری کوٹھی کی طرف لے جا رہا تھا۔"

"وہ ہمارا آدمی ہے.... چور نہیں ہے۔" صفدر جنگ نے سخت لہجے میں کہا۔

"پتہ نہیں سرکار.... ہمارے میر شکاری نے تو اس کو باندھ رکھا ہے.... ہم نے جال ڈال کر بڑی مشکل سے اسے قابو میں کیا تھا۔"

نینا اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگی۔

"باندھ رکھا ہے....؟" صفدر جنگ دہاڑا۔ اس کی بھنویں تن گئی تھیں اور سرخ سرخ آنکھیں حلقوں سے نکل پڑی تھیں۔

شارٹی اور ہارڈی نے ریوالوروں کے دستوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے اور شکاری کو خونخوار نظروں سے گھور رہے تھے۔

"کیوں باندھ رکھا ہے؟" صفدر جنگ پھر گرجا۔

"مم.... میں.... کیا عرض کروں گا سرکار.... یہ تو میر شکاری ہی جانے۔"

"کدھر ہے تمہارا کیمپ....؟"

شکاری نے ایک طرف ہاتھ اٹھا دیا۔

"چلو....!" صفدر جنگ نے رخ موڑتے ہوئے گھوڑے کو ایڑ لگائی.... اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس شکاری کو بہت پیچھے چھوڑ گئے۔ خالی گھوڑے کی لگام اب بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔

O

کبڑا عمران کے قریب ایک فولڈنگ اسٹول پر بیٹھا اسے گھور رہا تھا۔ صفدر اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ عمران بڑی دیر سے پلکیں جھپکائے بغیر چھت کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ اس کا جسم اب بھی

رسیوں سے جکڑا ہوا تھا....!

"تو تم نہیں بولو گے....!" کبڑے نے جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارادہ تو نہیں تھا!" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن اب بولنا ہی پڑے گا.... بتاؤ کیا چاہتے ہو۔!"

"سیدھی طرح راہ پر آجاؤ....!"

"چلو آگیا.... پھر....!"

"تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو....؟"

"نادر الوجود ہو پیارے!...." عمران آنکھ مار کر مسکرایا۔ "رانی ساجد نگر کیوں لٹو ہو رہی ہے تم پر.... میں دراصل تمہیں اپنے البم میں چپکانا چاہتا ہوں۔"

"تو تم پاگل نہیں ہو....!"

"قطعی نہیں...."

"پھر ڈھونگ رچانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میرا خیال ہے کہ تم بھی زندگی کی یکسانیت سے بہت جلد اکتا جاتے ہو۔" عمران نے جواب دیا۔

"تو پھر....؟"

"میرا بھی یہی حال ہے....!"

دفعتاً باہر سے شور کی آواز آئی.... اور وہ چونک پڑے۔ کبڑے نے ہاتھ ہلا کر صفدر سے کہا۔

"دیکھو....!"

صفدر باہر چلا گیا۔ لیکن عمران تو اس شور میں صفدر جنگ کی آواز پہلے ہی پہچان چکا تھا۔ اس نے پھر کبڑے کو آنکھ ماری اور لفنگوں کے سے انداز میں مسکرانے لگا۔

اتنے میں صفدر واپس آگیا....

"کیا بات ہے....؟" کبڑے نے پوچھا۔

"چار سوار ہیں.... یوراڈیوسنکریسی جو اپنے کسی آدمی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔"

"کون ہیں....؟" کبڑا اٹھ کر دروازے کی طرف جھپٹا لیکن پھر اس طرح رک گیا جیسے الیکٹرک شاک لگا ہو....

"اوہ.... تم ہو.... حرامزادے....!" عمران نے صفدر جنگ کی آواز صاف پہچانی۔

"ارے.... یور ہائی نس...." کبڑا دفعتاً مسکرایا۔ "زہے نصیب تشریف لائیے۔"

پھر وہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹ گیا۔

صفدر جنگ اور اس کے تینوں ساتھی چھولداریوں میں گھس آئے....

"اوہ...." صفدر جنگ عمران کی طرف دیکھ کر غرایا۔ پھر کبڑے کی طرف خونخوار نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "تم نے جرات کیسے کی.... کیا اس نے میرا نام نہیں لیا تھا۔"

"میں نہیں سمجھا! یور ہائی نس....!"

"اسے فوراً کھول دو۔ ورنہ خون خرابہ ہو گا۔" صفدر جنگ نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"میں وجہ ضرور پوچھوں گا! یور ہائی نس۔" کبڑے نے بڑے ادب سے کہا۔

"یہ ہمارا آدمی ہے....!"

"میں نہیں سمجھ سکتا۔" کبڑے نے کہا۔ "کیونکہ پرسوں تک یہ رانی صاحبہ کا مہمان تھا اور سرکار کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ یہ پاگل بھی ہے۔ رات کو جب سب سو رہے تھے یہ کسی طرح محل سے بھاگ نکلا تھا۔"

"اب تو میں اس کے چچا کا بھی مطالبہ کروں گا.... اسے بھی فوراً واپس کرو۔ ورنہ ساجد نگر کو جہنم بنا دیا جائے گا.... مجھے عرصہ سے کسی بہانے کی تلاش تھی۔ سمجھے کوزہ پشت نمک حرام....!"

کبڑا مسکراتا رہا۔ صفدر جنگ کی گالیاں اس کی پیشانی پر شکن تک نہ لا سکیں البتہ آنکھوں سے تمسخر ضرور جھلک رہا تھا۔

"میں نہیں جانتا کہ آپ کس چچا کا تذکرہ کر رہے ہیں.... لیکن اس کے باپ کو ضرور جانتا ہوں.... آپ بھی نام سے واقف ہی ہوں گے۔"

"کس کے نام....!"

"اس کے باپ کے....!"

"کیا بکواس ہے....!"

"سچ عرض کر رہا ہوں سرکار.. یہ انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل مسٹر رحمان کا لڑکا ہے۔"

نینا نے عمران کی طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور پھر حیرت سے پلکیں جھپکانے لگی۔

"تم جھوٹے ہو....!"

"کیوں سیکرٹری....!" کبڑا صفدر کی طرف مڑا۔

"جی ہاں.... یہ ڈائریکٹر جنرل رحمان صاحب کے صاحبزادے ہیں۔" صفدر نے بڑے ادب سے کہا۔

"بکواس نہیں سنوں گا۔" صفدر جنگ نے کہا پھر شارٹی اور ہارڈی کی طرف مڑ کر کچھ اشارہ کیا۔ وہ دونوں باہر چلے گئے۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر یک بیک صفدر جنگ نے ویسٹ ہولسٹر سے ریوالور کھینچ لیا اور صفدر اور ہمبگ کو کور کرتا ہوا نینا سے بولا۔ "عمران کی رسیاں کھول دو۔"

شارٹی اور ہارڈی کو شاید اسی لئے باہر بھیجا تھا کہ وہ رانی کے شکاریوں کو سنبھالے رکھیں۔

"آپ بہت برا کر رہے ہیں یور ہائی نس...." کبڑے نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"خاموش لونڈی کے بچے.... تیری بھی یہ جرات ہوئی کہ ہم سے آنکھیں چار کر سکے!"

کبڑا کچھ نہ بولا۔ صفدر نے بھی ہاتھ اٹھا دیئے تھے اور اس طرح پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے سچویشن کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو.... نینا دوزانو بیٹھی عمران کی رسیاں کھولتی رہی۔

عمران ہولے ہولے کراہتا ہوا کہتا جا رہا تھا۔ "بڑا درد ہو رہا ہے بدن میں.... ان لوگوں نے مجھ پر جال پھینکا تھا۔"

"آپ رانی صاحبہ کو غصہ دلانے کا سامان کر رہے ہیں یور ہائی نس۔" کبڑے نے کچھ دیر بعد کہا۔

"وہ کیا بگاڑ لے گی میرا.. صدیوں سے ہم لوگ ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہیں۔"

"انگریزوں کا زمانہ لد گیا سرکار.... اب اگر خون خرابہ ہوا تو قومی حکومت کا ایک معمولی سا تھانیدار بھی لال پیلی آنکھیں دکھاتا ہوا چڑھ دوڑے گا۔"

"صفدر جنگ نے آج تک کسی کی بھی پرواہ نہیں کی.... سمجھے.... تم اب اپنی زبان بند رکھو گندے سور.... ورنہ ٹھوکروں سے اڑا کر رکھ دوں گا...."

نینا عمران کو کھول چکی تھی اور وہ سامنے کھڑا بل کھا کھا کر انگڑائیاں لے رہا تھا۔

پھر اس نے ادھر ادھر دیکھ کر صفدر کو آنکھ ماری.... کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ دوسرے ہی لمحے صفدر نے کھنکار کر کبڑے کو مخاطب کیا۔

"اجازت ہے! یور ایڈیو سنکریسی...."

"نہیں!" کبڑے نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں جھگڑا نہیں پسند کرتا۔"

"یور ایڈیو سنکریسی!" صفدر جنگ ہنس پڑا۔ "تخاطب شاندار ہے....!"

"میں پھر یہی کہوں گا کہ یہ محل کا مہمان ہے۔" کبڑے نے کہا۔ "ڈائریکٹر جنرل رحمان صاحب کبھی پسند نہ کریں گے کہ ان کا لڑکا آوارگی کرتا پھرے.... یہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔ رانی صاحبہ نے تبدیلی آب وہوا کی غرض سے روک لیا تھا....!"

"کیوں...؟ تم ڈائریکٹر جنرل رحمان صاحب کے لڑکے ہو؟" صفدر جنگ نے عمران سے پوچھا۔

"نہیں باس! میں تو ایک معمولی سا مستری زادہ ہوں....!"

"تم ان لوگوں سے بندوق بنوانا چاہتے ہو!" صفدر جنگ نے کبڑے سے پوچھا

"بندوق!" کبڑے نے حیرت سے کہا۔ "کن لوگوں سے؟"

"اس کا چچا کہاں ہے....؟"

"کون چچا.... میں نہیں سمجھا۔ یہ محل میں تنہا ہی آیا تھا...."

صفدر جنگ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "میری شکاری اقامت گاہ تمہاری ہی نگرانی میں تعمیر ہوئی تھی؟"

"جی ہاں.... مجھے یاد ہے!" کبڑے نے خندہ پیشانی سے جواب دیا۔

"تم نے اس میں تہہ خانے بھی بنوائے تھے؟"

"مجھے تو یاد نہیں پڑتا.... میں نے ہی پلاننگ کی تھی.... لیکن تہہ خانے.... نہیں یور ہائی نس.... اس میں تہہ خانے نہیں ہیں۔"

"ہیں۔" صفدر جنگ آنکھیں نکال کر دہاڑا۔ "اور آئے دن وہاں جو ہنگامے ہوتے رہتے ہیں ان کے بھی ذمہ دار تم ہی ہو...."

کبڑے نے عمران کی طرف دیکھ کر پلکیں جھپکائیں.... اور پھر صفدر جنگ کو مخاطب کر کے بولا۔ "میں کچھ نہیں سمجھا یور ہائی نس....!"

"تم لوگ مجھ سے وہ کوٹھی خالی کروانا چاہتے ہو...."

"آپ کی ساری باتیں حیرت انگیز ہوتی ہیں۔" کبڑا مسکرایا۔ "آپ ہر معاملے میں چونکا دینے کے عادی ہو گئے ہیں یور ہائی نس...."

"وہاں تہہ خانے موجود ہیں...."

"تو پھر تلاش کیجئے۔" کبڑے نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"میں سارے فرش کھدوا ڈالوں گا۔"

"آپ کی مرضی.... مالک ہی ہیں۔"

"چلو....!" صفدر جنگ عمران کی طرف مڑا۔

"یہ ناممکن ہے...." کبڑا بولا۔

"روک کر دیکھ.... جہنم کا دہانہ کھول دوں گا۔"

کبڑا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر لمبی سانس لے کر بولا۔ "اچھی بات ہے.... لیکن میرا فرض ہے کہ رحمان صاحب کو مطلع کر دوں۔"

صفدر جنگ نے ریوالور ہولسٹر میں رکھ لیا۔ کبڑے اور صفدر نے ہاتھ گرا دیئے۔

"مگر چچا جان کے بغیر تو بندوق ہرگز نہ بن سکے گی۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

"تم چلو.... میں سب دیکھ لوں گا۔"

صفدر نے کبڑے کو دکھانے کے لیے صفدر جنگ پر جھپٹنا چاہا.... لیکن کبڑا اس کا بازو پکڑتا ہوا بولا۔ "نہیں یہ بہت بڑے آدمی ہیں.... ہمیں کیا۔ رانی صاحبہ خود ہی سمجھ بوجھ لیں گی..!"

"اس سے کہنا.... کبڑوں کی پوری فوج لے کر آئے میرے مقابلہ پر!" صفدر جنگ نے قہقہہ لگایا۔

وہ باہر نکلے.... شارٹی اور ہارڈی رانی کے شکاریوں کو کور کیے ہوئے کھڑے تھے۔

دفعتاً کبڑا چیخ کر بولا۔ "کوئی کچھ نہ بولے.... انہیں جانے دو....!"

صفدر جنگ نے شارٹی اور ہارڈی کو اشارہ کیا.... انہوں نے بھی اپنے ریوالور ہولسٹروں میں رکھ لیے۔

وہ شکاری بھی کیمپ میں پہنچ چکا تھا جس کے پاس صفدر جنگ کے دونوں گھوڑے تھے۔ کبڑے نے بڑے ادب سے انہیں صفدر جنگ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

کچھ دیر صفدر جنگ اور اس کے ساتھی مع عمران اپنے کیمپ کی طرف جا رہے تھے....!

O

رانی ساجد نگر فون پر "لائن کلیئر" ملنے کی منتظر تھی اور کبڑا قریب ہی کھڑا وہسکی کی چسکیاں لے رہا تھا۔ رانی کے چہرے پر شدید ترین غصے کے آثار تھے.... کبھی وہ قہر آلود نظروں سے فون کو گھورتی اور کبھی کبڑے کو....

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور رانی نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف آپریٹر کی آواز آئی۔

"ہیلو.... لائن کلیئر یور ہائی نس.... آپ دارالحکومت سے رابطہ قائم کرسکتی ہیں....!"

"تھینکس۔" رانی نے کہا۔

پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ.... سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل مسٹر رحمان کو مخاطب کررہی تھی۔

"یس.... یور ہائی نس....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہمیں افسوس ہے مسٹر رحمان کہ صاحبزادے یہاں سے چلے گئے۔"

"کہاں چلا گیا...." دوسری طرف سے آواز آئی۔

"رات کو کسی طرح پہرہ داروں کو جل دے کر نکل گئے.... اور اب نواب صفدر جنگ کے ساتھ ہیں۔"

"یہ تو بہت بری بات ہے۔ صفدر جنگ مجھے پسند نہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اب نہ وہ اس کے پاس سے آنے پر رضامند ہیں اور نہ صفدر جنگ ہی انہیں چھوڑ رہا ہے.... مرنے مارنے پر آمادہ ہے۔"

"اوہ.... خیر آپ فکر نہ کیجیے۔ میں دیکھ لوں گا...." دوسری طرف سے آواز آئی۔

پھر رانی نے سلسلہ منقطع کردیا اور کبڑے کو گھورنے لگی۔ جو اب بھی وہیں کھڑا وہسکی کی چسکیاں لے رہا تھا....

"ھمبی! میں تم سے بے حد خفا ہوں!" اس نے کہا۔

"میرا قصور.... ڈارلنگ....!" کبڑے نے نظریں ملائے بغیر پوچھا۔

"وہ صرف تین تھے.... اگر تم شکاری کتے ہی چھوڑ دیتے تو ان کی بوٹیاں بھی نہ ملتیں۔"

"میں بہت امن پسند آدمی ہوں ڈارلنگ...."

"میں تمہاری ساری حرکتیں برداشت کرلیتی ہوں۔ لیکن تمہاری امن پسندی نے مجھے بے حد تکلیف پہنچائی ہے۔"

"دنیا دارالمحن ہے ڈارلنگ...." کبڑا غمناک لہجے میں بولا۔ "اور ہر ایک کے غم الگ ہیں.... تمہارے لیے میری امن پسندی باعث غم ہے.... اور مجھے اس بات کا غم ہے کہ تمہارا غصہ بڑی جلدی اتر جاتا ہے۔"

"کیا مطلب....؟"

کبڑا جواب دیئے بغیر کپ بورڈ کی طرف مڑ گیا۔ بوتل اٹھا کر گلاس میں انڈیلی اور سوڈا واٹر ملائے بغیر ہی پینے لگا۔

"تمہارا دل چھلنی ہو کر رہ جائے گا.... اب سوڈا بھی نہیں ملاتے۔" رانی نے کہا۔

"کب نہیں تھا۔ یہ دل تو بچپن ہی سے چھلنی ہے...."

"فضول باتیں نہ کرو۔ بہت زیادہ پینے لگے ہو....!"

"اتنی بڑی رانی ساجد نگر کا شوہر اب اتنی بھی نہ پیئے....!"

"بکواس نہ کرو.... اگر تم بھی مر گئے تو میں کیا کروں گی....؟"

"ہاں.... یہ بات واقعی قابل غور ہے۔" کبڑے نے سنجیدگی سے کہا اور پھر سنجیدگی ہی سے کچھ سوچنے بھی لگا۔

پھر کمرے کی فضا پر خاموشی مسلط ہوگئی۔ رانی کے خدوخال کا تیکھا پن غائب ہوگیا تھا۔ اس کی جگہ چہرے پر ایک غم آلود سی نرماہٹ پھیل گئی تھی۔

اس نے اپنی مغموم آنکھیں اٹھائیں اور آہستہ سے بولی۔ "تم اتنے بے درد کیوں ہو؟"

"میں.... میں!" کبڑا اچھل پڑا۔ "نہیں تو.... ارے میں بے چارہ.... ایک حقیر سا کوزہ پشت.... ابھی صفدر جنگ سے گالیاں کھا کر آرہا ہوں.... اتنی عزت افزائی مت کرو....!"

"میں صفدر جنگ کی لاش سڑکوں پر گھسٹواتی پھروں گی!" دفعتاً رانی کو پھر غصہ آگیا.... چند لمحے وہ خاموش رہی پھر بولی۔ "تم دیکھ لینا.... اب یہی ہوگا.... بہت دن صبر کرچکی۔"

"ہرگز نہیں..." کبڑے نے نرم لہجے میں کہا۔ "اگر وہ کمینہ ہے تو ہم بھی کیوں اپنی سطح سے گر جائیں... آدمیت بڑی چیز ہے ڈارلنگ... اگر یہ ضائع ہوئی تو پھر آدمی کو کنگال ہی سمجھو... اب مجھے دیکھو... میں اپنی آدمیت برقرار رکھنے کے لیے ہر طرف سے جوتے کھاتا پھرتا ہوں... وہ مجھے ذلیل کرتے ہیں... اور میں خوش ہوتا ہوں کہ میں نے پلٹ کر انہیں کچھ نہیں کہا۔"

"تم گدھے ہو!" رانی نے دانت پیس کر کہا۔

"اس سے بھی کوئی زیادہ اونچی چیز...." کبڑا سنجیدگی سے سر ہلا کر بولا۔

وہ دونوں خاموشی سے پھر کچھ سوچنے لگے۔ کبڑا خالص وہسکی کی چسکیاں لیتا رہا۔

کچھ دیر بعد رانی نے کہا۔ "ھمبی...."

"نہیں۔" کبڑا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم مجھے بے بو ہی کہا کرو.....!"

"کیا تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو.....!"

"تمہیں کب یقین آئے گا ڈارلنگ۔" کبڑے نے بڑے پیار سے کہا۔

"بے بو.....!" رانی چڑانے کے سے انداز میں مسکرائی۔

کبڑے نے گلاس کپ بورڈ پر رکھ دیا اور بالکل کتوں کے سے انداز میں رانی کے گرد گھوم ناچ کر اسے سونگھنا شروع کر دیا ساتھ ہی "چوں چوں" بھی کرتا جا رہا تھا۔

رانی ہنستی اور اس طرح دوہری ہو ہو جاتی تھی جیسے کوئی گدگدیاں کر رہا ہو۔

"ھمبی..... بس.....!" وہ ہنستی ہوئی اٹھلائی۔ "اب نہیں ہنسا جاتا....."

"ھمبی نہیں! بے بو.....!" کبڑا اسی طرح ناچتا ہوا دانت پر دانت جما کر بولا۔

"اچھا..... بے بو..... اب بس..... ہائے اللہ.....!" وہ ہنستی ہوئی دوسرے کمرے کے دروازے کی طرف بھاگی..... اور کبڑا دانت پر دانت جمائے ہوئے اسی طرح "چوں چوں" کرتا اس کے پیچھے دوڑتا چلا گیا۔

O

صفدر جنگ کے کیمپ میں جشن برپا تھا۔ کیمپ کئے ہوئے آج تیسرا دن تھا۔ اس دوران میں اس کے چند احباب بھی بغرض شکار دارالحکومت سے آ گئے تھے۔ آج کل وہ انہیں ہی انٹرٹین کر رہا تھا۔ ان میں دو شاعر بھی تھے۔

عمران شدت سے بور ہو رہا تھا۔ اسے ڈاکٹر داور کی فکر تھی۔ وہ تو اب یہ بھی سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ کھل کر مقابلہ کیا جائے..... کیونکہ صفدر کے بیان کے مطابق کبڑے نے روشی سے کچھ نہ کچھ تو اگلوا ہی لیا تھا۔ ایسی صورتحال پیدا ہو جانے کے بعد پردہ داری کی ضرورت ہی کیا تھی..... اور پھر وہ مقصد تو کبھی کا حاصل ہو چکا تھا جس کے لیے عمران نے پاگل پن کا ڈھونگ رچانے کی ضرورت محسوس کی تھی..... اب تو اسے کھل کر سامنے آ جانا چاہئے تھا۔ ویسے کبڑے کے خلاف ثبوت بہم پہنچا لینا یوں بھی مشکل ہوتا۔ کوئی بھی عدالت اسے تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوتی کہ وہ کبڑے ہی کی وساطت سے ان تہہ خانوں میں پہنچا ہوگا جہاں ڈاکٹر داور سے ملاقات ہوئی تھی۔

خود ڈاکٹر داور نے کسی کبڑے کے وجود سے لاعلمی ظاہر کی تھی پھر خود رحمان صاحب نے کئی دنوں تک اسے بند کرائے رکھا تھا اور اذیت رسانیوں کی حد کر دی تھی.. مگر.. کیا اس سے کچھ

اگلوا لینے میں وہ کامیاب بھی ہوئے تھے؟..... وہ تو کسی کچھوے ہی کی طرح سخت جان اور محفوظ تھا۔

عمران صفدر جنگ سے اس کے متعلق اور بھی معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن ابھی تک موقع نہیں مل سکا تھا۔ دن بھر شکار ہوتا اور رات کو محفل گرم ہو جاتی۔ شراب اور کافی کے دور چلتے نشے میں بہک کر کبھی کبھی کوئی شکاری ناچنے لگتا اور اس کے ساتھ سب ہی اٹھ کھڑے ہوتے لیکن صفدر جنگ نشے کی حالت میں اپنا وقار برقرار رکھتا۔ اس پوری بھیڑ میں عمران اور نینا ہی تھے جنہیں شراب سے دلچسپی نہیں تھی۔

آج پھر حسب معمول سورج غروب ہوتے ہی بوتلیں کھلنے لگیں تھیں..... صفدر جنگ نے دونوں شعرائے کرام سے کچھ سنانے کی فرمائش کی تھی..... جیسے ہی ایک صاحب بیاض کھول کر سنبھل کر بیٹھے عمران ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

"سرکار!" اس نے بڑی عاجزی سے پوچھا۔ "شہر والی تو نہ ہوگی.....؟"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" شاعر نے بڑی عاجزی سے حیرت ظاہر کی۔

"شہر کا تذکرہ سنتے سنتے کان پک گئے ہیں..... غزل میں کم از کم ایک شعر ایسا ضرور پایا جاتا ہے جس میں لفظ شہر موجود ہو۔"

شاعر صاحب نے غیر ارادی طور پر بیاض کے صفحے پر نظر دوڑائی..... پھر مسکرائے اور بولے۔ "جی ہاں..... اتفاق سے ایک شعر موجود ہے جس میں شہر کا تذکرہ ملے گا..... مگر وہ شہر آرزو ہے.....!"

"وہ تو اور زیادہ بور کرتا ہے!" عمران نے زیادہ عاجزی سے کہا۔ "مکانوں، دکانوں اور سڑکوں والے شہر سے جی نہیں گھبراتا..... البتہ جو یہ نئے نئے شہر آپ لوگوں نے پیدا کر لیے ہیں مجھے بوکھلا کر رکھ دیتے ہیں۔"

"بیٹھ جاؤ..... بیٹھ جاؤ.....!" صفدر جنگ نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

عمران متفکرانہ انداز میں سر ہلاتا ہوا بیٹھ گیا۔ اس شاعر نے غزل سنائی..... اور خوب داد وصول کی کیونکہ سبھی نشے میں تھے..... حتیٰ کہ میاں شیخو المعروف بہ ٹونی نے بھی سینے پر دوہتھڑ مار کر فرمایا تھا۔ "ہائے بیون ہنس نیک گاوت ہو۔"[1]

دوسرے شاعر نے غزل سنانے سے پہلے عمران سے کہا۔ "آپ تو بہت بڑے نقاد معلوم

[1] ہائے باپ رے..... اتنا اچھا گاتے ہو۔

ہوتے ہیں.... ذرا یہ غزل بھی ملاحظہ فرمائیے گا۔"

عمران نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سر جھکا کر کہا۔ "بسر و چشم....!"

یہ صاحب اپنے ساتھی سے بھی زیادہ "مترنم" ثابت ہوئے.... شیخو تو ایک شعر پر اچھل کر باقاعدہ ناچنے لگا تھا....

غزل ختم کر کے ان شاعر صاحب نے فخریہ انداز میں عمران کی طرف دیکھا.... پھر بڑے دلآویز انداز میں مسکرائے.... مجمع بے ہنگام پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور پھر بولے۔ "فرمائیے جناب غزل کیسی رہی.... اس میں تو شہر نہیں آیا...."

"ضرور فرماؤں گا۔ ہر چند کہ اس میں لفظ شہر نہیں آیا.... اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے مجھ پر۔ لیکن....!" عمران نے کہا اور سنجیدگی سے ایسا پوز بنایا جیسے کسی اہم مسئلہ پر غور کر رہا ہو....!

"لیکن کیا....؟" شاعر صاحب اسے گھور کر بولے۔

"یار پتہ نہیں کیوں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم سب کسی ایک ہی استاد سے غزل کہلواتے ہو.... مشاعروں میں سنتا ہوں.... رسالوں میں پڑھتا ہوں.... سبھوں کا ایک ہی رنگ نظر آتا ہے.... خدا بھلا کرے فیض صاحب کا کہ انہوں نے اپنے بعد پھر کوئی اور یجنل شاعر پیدا ہی نہیں ہونے دیا.... صرف دو، تین اس بھیڑ سے الگ معلوم ہوتے ہیں.... جیسے جمیل الدین عالی.... اور جعفر طاہر وغیرہ.... آگے رہے نام اللہ کا....!"

"اچھا....!" شاعر صاحب نے جھلا کر کہا۔ "سردار جعفری کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"پتھر توڑتے ہیں....!"

"واہ.... واہ.... سبحان اللہ۔" صفدر جنگ ہاتھ اٹھا کر داد دینے کے سے انداز میں شور مچانے لگا۔ "جواب نہیں ہے اس تنقید کا...." پھر سنجیدگی اختیار کر کے اسے گھورتا ہوا بولا۔ "اے تم مستری ہو.... بندوق بناتے ہو۔"

"ہاں سرکار...."

"لو اسی بات پر...." صفدر جنگ نے اپنا ہی گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ....! آپ جانتے ہیں کہ میں نہیں پیتا....!"

"پینی پڑے گی...." صفدر جنگ آنکھیں نکال کر غرایا۔ "یہاں سب پی رہے ہیں۔"

"آپ کی سیکرٹری کہاں پی رہی ہے....!"

"وہ عورت ہے۔"

"تو مجھے عورت سے بھی کمترین سمجھ کر بخش دیجئے.... ورنہ میرے دادا مولوی فضل الٰہی جنت مکانی خواب میں ڈنڈا لے کر دوڑے آئیں گے....!"

"اے تم کا ایٹی کیٹ نہیں آوت؟" شیخو عرف ٹونی نے عمران کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

عمران سعادتمندانہ انداز میں صرف مسکرایا۔

"تو تم نہیں پیئو گے...." صفدر جنگ عمران کو خونخوار آنکھوں سے گھورتا ہوا بولا۔

"نہیں سرکار....!"

"اچھا ٹھہر جاؤ.... تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا۔" صفدر جنگ سر ہلا کر بولا۔ پھر ان لوگوں پر بگڑنے لگا جو ابھی تک مسلم ہرنوں کو نہیں بھون سکے تھے....!

یہ سب اس وقت چھولداریوں کے باہر کھلے میں رنگ رلیاں منا رہے تھے۔ ایک جانب قطار میں پانچ جگہ بڑے بڑے الاؤ روشن تھے جن میں مسلم ہرن بھونے جا رہے تھے اور جن کی اشتہا انگیز خوشبو فضا میں بکھری ہوئی تھی.... کئی بڑے بڑے پیٹرومیکس لیمپ درختوں کی شاخوں سے لٹکے ہوئے تھے جن کی روشنی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

شراب پانی کی طرح صرف ہو رہی تھی اور اب تو شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے بہکنا نہ شروع کر دیا ہو....! دفعتاً شیخو عرف ٹونی نے برہے کی تان ماری! اور اٹھ کر ناچنے لگا....!

صفدر جنگ شاید کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا اور عمران انہیں ایسی تشویش کن نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی باپ یہ سوچ رہا ہو کہ آخر ان نامعقول بچوں کا مستقبل کیا ہو گا....

اور نینا عمران کو متواتر دیکھے جا رہی تھی۔

دفعتاً سارے پیٹرومیکس لیمپوں کے شیشے بیک وقت ٹوٹ گئے.... اور چاروں طرف اندھیرا پھیل گیا۔ اس اچانک تبدیلی کا ساتھ آلاؤں کی روشنی بھی نہ دے سکی اور وہ بھی ایک پل کے لیے اندھیرے میں ڈوب گئے۔

اور پھر رائفلوں کی گولیاں فضاؤں میں سنسنانے لگیں۔ بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ صفدر جنگ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ اپنے حواس برقرار رکھیں لیکن کون سنتا ہے۔!

ہرن جوں کے توں آلاؤں پر لٹکے رہے کیونکہ کھانے والوں کا نشہ ہرن ہو چکا تھا۔ اور جدھر جس کے سینگ سمائے تھے بھاگ نکلا تھا۔ عمران تو اسی وقت بڑی پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا

تھاجہ ...رومیکس لیمپوں کے شیشے ٹوٹے تھے!

وہ تیزی کے ساتھ ایک جانب کھسکتا رہا۔ ساتھ ہی وہ خود کو بچاتا بھی جا رہا تھا۔ اندھی بھیڑوں کی طرح بھاگنے والے "کاؤبوائز" اس کے قریب ہی سے گزر رہے تھے گولیاں برابر چل رہی تھیں.... ایک آدھ چیخ بھی فضا میں گونجی تھی.... پھر ایک بڑی سی چیخ عمران کے قریب ابھری اور کوئی دھب سے اس پر آ رہا۔

عمران اسے اپنے اوپر سے کھسکا کر ایک طرف ہٹ گیا.... یہ نینا تھی....!

"کیا ہوا....؟" عمران نے اسے جھنجھوڑ کر پوچھا۔

"گگ.... گولی.... لگ.... ہوف.... اوہ.... مری.... بازو میں آگ...."

"اچھا.... اچھا.... گھبراؤ نہیں.... حملہ آور دور ہیں.... ابھی قریب نہیں آئے.... اگر پڑے پڑے رینگ سکو تو رینگتی رہو.... یہ لو.... میرا ہاتھ پکڑ لو...."

"ہات.... پک.... کڑ.... ہوں.... ہوں...."

اور پھر شاید وہ بے ہوش ہو گئی....

عمران کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ دونوں آلاؤوں کی روشنی کے احاطے میں تھے۔ نینا بے ہوش ہو چکی تھی اور وہ اٹھ کر اسے پیٹھ پر نہیں لاد سکتا تھا کیونکہ گولیاں زمین کی سطح سے صرف ایک یا ڈیڑھ گز اونچی گزر رہی تھیں.... صفدر جنگ کے دوسرے ساتھیوں کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ حملہ آوروں نے شاید اسے چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کی تھی۔ مختلف سمتوں سے آنے والی آوازیں یہی بتا رہی تھیں۔

آخر کار عمران نے لیٹے لیٹے بے ہوش نینا کو اپنی پشت پر ڈالا اور زمین پر کہنیاں ٹیکے ہوئے آہستہ آہستہ ایک جانب کھسکنے لگا.... کبھی کبھی رک کر نینا کو بھی سنبھالنا پڑتا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد آلاؤوں کی روشنی کی حدود سے باہر نکل جائے۔ گولیاں اب بھی چل رہی تھیں۔ لیکن کسی آدمی کی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ اور اب تو گولیوں کی آوازیں قریب تر ہوتی جا رہی تھیں۔ شاید حملہ آور آہستہ آہستہ اپنا گھیرا تنگ کر رہے تھے....!

O

صفدر محل کے ایک تاریک گوشے میں کھڑا کسی کی آہٹ کی طرف کان لگائے ہوئے تھا دفعتاً پیچھے سے کمر پر کسی کی لات پڑی اور وہ اچھل کر روشنی میں جا پڑا۔ لات اتنی زوردار نہیں

کہ اسے اتنے فاصلے تک دھکیل لے جاتی۔ وجہ یہ ہوئی کہ اول تو وہ بے خبر تھا اور دوسری مصیبت یہ کہ وہ زینوں کے سرے پر کھڑا تھا۔ اس لیے نہایت آسانی سے سات یا آٹھ لڑھکنیاں کھانے کے بعد صحن میں چت ہو گیا....! پھر اسے کبڑے کی جھلک دکھائی دی جو زینوں سے اتر کر نیچے آ رہا تھا۔ غالباً یہ لات اسی کی جولانی طبع کا نتیجہ تھی۔

صفدر نے اسے دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔

کبڑا نیچے اتر کر صفدر پر جھک گیا۔ بغور اسے دیکھتا رہا۔ صفدر نے کراہ کر کروٹ بدلی....! اور پھر چونک کر اسی طرح اٹھ بیٹھا جیسے یونہی اندھا دھند کسی طرف بھاگ نکلنے کا ارادہ رکھتا ہو....!

اچانک کبڑے نے اس کے شانے پر تھپکی دی اور صفدر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں منہ اوپر اٹھا دیا۔ پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"اوہ آپ تھے....!" صفدر نے کھسیانی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"اور آپ یہاں کیا فرما رہے تھے....!"

"میں۔ اوہ!" صفدر اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔ "میں اب آپ کو بھی بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہیں باہر چلیے.... یور ایڈیوسنکریسی....!"

"یہی کافی الگ تھلگ جگہ ہے!"

"میں آپ کی.... لیڈی سیکرٹری روشی کی نگرانی کر رہا تھا۔"

"کیوں؟" کبڑے نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں اسی دن سے اس کی ٹوہ میں ہوں جب آپ اس پاگل کو یہاں لائے تھے۔"

"اوہ.... جلدی سے اس کی وجہ بھی بتاؤ! میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"اس نے اس سے اشاروں میں کچھ کہا تھا۔ لیکن دوسروں کے لیے ایسی بنی رہی تھی جیسے وہ اس کے لیے قطعی اجنبی ہو....!"

"چلو مان لیا.... پھر تمہیں کیا؟"

"یور ایڈیوسنکریسی یہ نہ بھولیے کہ میں آپ کا سیکرٹری ہوں اور بذات خود کوئی اچھا آدمی نہیں۔"

"میں عمران کو یہاں کیوں لایا تھا؟"

"میں نہیں جانتا....!"

"پھر روشی کی نگرانی کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

”وہ ایک ایسے آدمی کو اشارے کر رہی تھی جو اس کے لیے اجنبی تھا....“ صفدر جھنجھلا گیا۔

”تو اس سے کیا ہوتا ہے....؟“

صفدر نے اسے غصیلی نظروں سے دیکھا اور مزید کچھ کہنے کی بجائے اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگا!

”تم میری سیکرٹری پر ڈورے ڈالنے کی فکر میں ہو!“ کبڑا اسے گھورتا ہوا آہستہ سے غرایا۔

صفدر ہنسنے لگا.... پھر بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ ”یور ایڈیو سنکریسی.... آپ کو اپنے متعلق ایک بات بتانا بھول گیا تھا۔ اب سن لیجئے۔ وہ یہ کہ عورت کے معاملے میں مجھ پر وہی اعتماد کر سکیں گے جو پرلے سرے کے گاؤدی ہوں!“

”کیا مطلب....؟“

”یہی کہ اب اپنی سیکرٹری کو ڈبیہ میں بند کر کے رکھیئے۔“

”ہوں....!“ کبڑے نے اسے نیچے سے اوپر تک گھورا۔ پھر بولا۔ ”اچھا میرے ساتھ آؤ۔“

وہ دونوں ایک ایسے کمرے میں آئے جس میں فرنیچر نہیں تھا۔ البتہ فرش پر بیش قیمت قالین نظر آرہے تھے.... محل کا یہ حصہ حال ہی میں تعمیر ہوا تھا اور اس کی تکمیل اتنے فنکارانہ انداز میں ہوئی تھی کہ یہ اصل عمارت میں بعد کا اضافہ نہیں معلوم ہوتا تھا....

صفدر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

کبڑے نے فرش کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”بیٹھ جاؤ....!“

پھر وہ دونوں آمنے سامنے اس انداز میں بیٹھ گئے جیسے شطرنج کھیلنے والے بیٹھے ہوں۔

”تم بہت دن مفت خوری کر چکے۔“ کبڑا بولا۔ ”اب کچھ کام بھی کرو۔“

”شکریہ....“ صفدر بچوں کے سے انداز میں خوش ہو کر بولا۔ ”میں ڈر رہا تھا کہ کہیں بے کاری مجھے ٹی۔ بی میں نہ مبتلا کر دے۔“

”ہوں....!“ کبڑا اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ عجیب بچگانہ سی مسکراہٹ تھی۔ بچوں کی آنکھوں کی سی چمک پیدا ہو جاتی ہے.... حالانکہ محل میں عورتوں کی کمی نہیں تھی۔ پھر بھی اس کا یہ عالم تھا....

”تم کیا سوچنے لگے؟“ کبڑے نے پوچھا۔

”آپ کے جغرافیہ پر غور کر رہا تھا۔“

کبڑا ہنس پڑا.... پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ ”اس چکر میں نہ پڑو.... تم مجھے نہیں سمجھ

سکو گے۔“

”خیر....! میں متحیر ہوں کہ آپ نے صفدر جنگ کو کیوں معاف کر دیا۔“

”پھر کیا کرتا....!“

”میں تو سمجھا تھا کہ آپ مجھے اس کے کیمپ پر شبخون مارنے کا حکم دیں گے۔“

”ہرگز نہیں....!“ کبڑے نے سخت لہجے میں کہا۔ ”ایسی باتیں ہرگز نہ سوچا کرو.... مجھے کشت و خون سے بڑی نفرت ہے.... میں تو پیار کے میٹھے گیتوں کا پجاری ہوں.... کیا ہوا اگر اس نے مجھے گالیاں سنائیں۔ سچ کہتا ہوں اس کے خلاف میرے دل میں ذرہ برابر بھی برائی نہیں ہے.... اگر وہ دوسروں پر اپنی برتری جتا کر خوش رہ سکتا ہے تو کسی کو اس سے اس کا یہ حق چھین لینے کا حق نہیں پہنچتا.... ختم کرو.... اس کا قصہ.... مجھ سے تو تم چوزوں کی باتیں کرو.... ہائے۔“

وہ دانت پر دانت جمائے۔ ”ماتک زدہ“ کتوں کی طرح چوں چوں کرنے لگا.... صفدر کبھی مسکراتا اور کبھی سنجیدہ ہو جاتا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کا رویہ کیا ہونا چاہئے!

بمشکل تمام اس کی ”چوں چوں“ ختم ہوئی اور قطعی خاموش ہو گیا۔ اب وہ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر بولا۔ ”میں تمہیں ایک ضروری کام سے یہاں لایا ہوں!“

”اوہ بتائیے بھی نا....!“ صفدر نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ وہ دراصل چاہتا تھا کہ کسی طرح عمران سے دوبارہ ملنے کا بہانہ ہاتھ آئے کیونکہ وہ اس سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا تھا....

”روشی سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرو۔“

”لاحول ولا قوۃ....!“ صفدر نے جھلا کر اپنی پیشانی پر دو ہتھڑ رسید کیا۔

”آخر تم لوگ میری باتوں کو ہنسی میں اڑانے کی کوشش کیوں کرتے ہو؟“ کبڑے کو بھی غصہ آگیا۔

”نن.... نہیں تو.... میں سوچ رہا تھا صفدر جنگ....“

”اسے جہنم میں جھونکو.... مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس نے میری توہین کی تھی۔ تمہیں کیوں پریشانی ہے....!“

”خیر مجھے کیا....“ صفدر نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ ”میں تو....!“

”نہیں بس.... خاموش رہو۔ میں صفدر جنگ کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں سننا چاہتا....!“

"اوہ.... اچھا.... میں سمجھ گیا....!"

"کیا سمجھ گئے....!"

"آپ اسی بھیانک آدمی پٹلو نزودا....!"

"اسے بھی جہنم میں جھونکو....!" کبڑا ہاتھ ہلا کر بولا۔

"ہائے وہ بھی نہیں....!" صفدر چڑانے والے انداز میں کراہا۔

"سنجیدگی اختیار کرو.... ورنہ تھپڑ مار دوں گا۔" کبڑے کو زیادہ زور سے غصہ آ گیا۔

صفدر نے فوراً ہی اپنے چہرے پر سنجیدگی طاری کر لی۔

پھر کبڑا کچھ سوچنے لگا.... صفدر اس کے چہرے پر ذہنی کشمکش کے آثار دیکھ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ سر اٹھا کر بولا۔ "روشی سے اتنی بے تکلفی پیدا کرو کہ اس سے اپنی باتیں منوا سکو....!"

"چلئے ہو جائے گا.... پھر....!"

کبڑا پھر خاموشی سے کچھ سوچنے لگا۔ صفدر کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی....!

"سنو!" اس نے کچھ دیر بعد صفدر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اور جب تم اس سے اپنی باتیں منوا لینے کے قابل ہو جاؤ تو اس سے کہو.... کہ جب بھی ہز ایڈیوسنکریسی ہمبگ دی گریٹ اسے تنہائی میں چھیڑے تو وہ اسے بے تحاشہ مارنا شروع کر دے.... تھپڑوں گھونسوں اور لاتوں سے.... زمین پر گرا کر چڑھ بیٹھے.... اور بے تحاشہ پیٹتی رہے!"

صفدر ہنسنے لگا.... بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔

"خاموش....!" کبڑا زور سے گرجا.... اور قہر آلود نظروں سے صفدر کو گھورتا رہا پھر اٹھا اور اس کی طرف دیکھے بغیر دروازے کی جانب بڑھتا ہوا بولا۔ "جو کچھ میں نے کہا ہے یہی ہونا چاہئے.... ورنہ تمہاری کھال کھنچوالی جائے گی...."

وہ جا چکا تھا.... اور صفدر قالین پر اکڑوں بیٹھا اس طرح سر سہلا رہا تھا جیسے دماغ پر گرمی چڑھ گئی ہو....!

O

وہ دونوں تین دن سے گھنے جنگلوں میں بھٹک رہے تھے.... ان تین دنوں میں کئی بار نامعلوم بندوقچیوں نے انہیں گھیرنے کی کوشش کی لیکن عمران کی بروقت سوجھنے والی تدبیروں

نے ایک نہ چلنے دی۔

نینا کی حالت زیادہ خراب نہیں تھی۔ گولی بائیں بازو کو چھوتی ہوئی گذر گئی تھی۔ وقتی طور پر خاصا خون بہا تھا۔ لیکن پھر زخم پر کھرنڈ جمنے لگی.... ویسے اتنی تکلیف تو تھی ہی کہ چہرہ ست کر رہ جاتا.... وہ کچھ نقاہت بھی محسوس کر رہی تھی لیکن جان کا خوف بہر حال ادھر سے ادھر دوڑائے پھر رہا تھا۔

اس وقت وہ دونوں ایک جگہ بیٹھے سوچ رہے تھے کہ پیٹ کی آگ کس طرح بجھائی جائے۔ پہلے انہوں نے جہاں ڈیرا ڈالا تھا۔ وہاں کچھ جنگلی پھل مل گئے تھے لیکن یہاں کچھ بھی نہیں تھا....

ان کے پاس رائفلیں بھی نہیں تھیں کہ شکار ہی پر قناعت کرتے.... عمران تو خیر شروع ہی سے غیر مسلح رہا تھا۔ نینا بھی جشن کے وقت کاؤ بوائے سوٹ میں نہیں تھی ورنہ اس کے ہولسٹروں میں کم از کم دو عدد ریوالور ہی ہوتے....

نہتے اور کسمپرسی کے عالم میں یہ دونوں جنگلوں میں بھٹکتے پھر رہے تھے اور انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ چند نامعلوم آدمی ان کی تاک میں ہیں اور کسی وقت بھی ان سے مڈ بھیڑ ہو سکتی ہے.... لہٰذا وہ بہت احتیاط برت رہے تھے۔

نینا سوچ رہی تھی کہ اگر گولی نہ لگی تو بھوکوں ہی مر جانا پڑے گا۔ بہر حال اسے توقع نہیں تھی کہ دوبارہ مہذب آدمیوں کے درمیان پہنچ سکے گی۔

دفعتاً عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"اب یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ پاجامہ واقعی بڑی عظیم چیز ہے۔"

"خدا کے لیے چپ رہو!" نینا مضمحل سی آواز میں بولی۔ "اب ہنسنے کی بھی سکت نہیں رہ گئی۔"

"نہیں! ہنسنے ہنسانے کی بات نہیں۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرے دادا جان مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ پتلون کو پاجامے کی جگہ دے کر اچھا نہیں کیا گیا.... میں سچ کہتا ہوں کہ اگر جشن کے وقت پاجامہ پہنے ہوتا تو آج بھوکوں نہ مرنا پڑتا۔"

نینا کچھ نہ بولی اس کے چہرے پر بیزاری کے آثار بھی نہیں تھے۔ آنکھیں ہر قسم کے تاثرات سے خالی تھیں۔

پھر عمران ہی بڑبڑاتا رہا۔ "پاجامے سے کمربند کھینچ کر گوپھن (فلاغن) بناتا.... اور کرتا پرندوں کا شکار.... کیوں کیسی رہی....؟"

"ہوں.... اوں۔" نینا بے دلی سے بولی۔

"بھوک بری بلا ہے.... کیوں؟" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"میں نہیں.... جانتی.... کچھ دیر خاموش رہو....!"

"اگر میں خاموشی اختیار کروں گا تو آنتیں بولنا شروع کر دیں گی۔ اس لیے خاموش رہنے سے کیا فائدہ....!"

"میں سونا چاہتی ہوں....!"

"ہوں.... ضرور.... اگر خواب میں روٹیاں نظر آئیں تو مجھے بھی بلا لینا۔"

نینا پھیکی سی ہنسی کے ساتھ قریب ہی لیٹ گئی۔

کچھ دیر بعد عمران پھر بڑبڑانے لگا۔ "فرض کرو کچھ پرندے ہاتھ بھی آجائیں تو کیا ہم انہیں کچا چبا جائیں گے.... تم اتنی واہیات لڑکی ہو کہ سگریٹ بھی نہیں پیتیں.... پیتی ہوتیں تو دیا سلائیاں یا سگریٹ لائٹر ضرور رکھتیں۔ لاحول ولا قوۃ...."

"تم کیوں نہیں پیتے سگریٹ....!" نینا نے سر اٹھا کر جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہایت فرمانبردار لڑکا ہوں۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "بچپن میں ایک بار اماں بی نے سمجھایا تھا کہ سگریٹ پینے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے.... اس لیے آج تک نہیں پی.... انہیں پیسوں کا گھی دودھ کھاتا پیتا ہوں۔"

نینا کچھ نہ بولی.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے دنیا اور اس کی باتوں سے دلچسپی نہ رہ گئی ہو۔

کچھ دیر بعد عمران نے پھر چھیڑا۔ "چیل کے کچے انڈے پیو گی.... اتار لاؤں کسی درخت سے....!"

"مت بولو مجھ سے...." نینا پھر جھنجھلا گئی۔

"پھر کس سے بولوں.... نہ مولانا شارٹی ساتھ آئے ہیں اور میاں شیخو ٹوٹی سلمہ۔ پتہ نہیں زندہ بھی ہیں یہ لوگ یا عالم بالا میں گھوڑے دوڑا رہے ہیں...."

نینا جھلا کر اٹھ بیٹھی.... کچھ دیر عمران کو گھورتی رہی پھر بولی۔ "کیا تم بھوکے نہیں ہو۔؟"

"اتنا زیادہ کہ اجازت دو تو تمہیں ہی کھا جاؤں گا۔"

"پھر بکواس کیوں کر رہے ہو....؟"

"تم کیسی کاؤگرل ہو.... ایک ہی فاقے نے تمہیں دنیا سے بیزار کر دیا۔"

"میں لعنت بھیجتی ہوں اس زندگی پر.... خدا کرے صفدر جنگ کے بھی گولی لگ گئی ہو!"

"تم اس کی ملازم ہو کر ایسی...."

"میں اس کی ملازم نہیں ہوں....!" نینا نے عمران کو جملہ پورا نہیں کرنے دیا۔ چند لمحے سوچتی رہی پھر بولی۔ "ملازمت پر تو لات ماری جا سکتی ہے.... لیکن کچھ بندھن ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں توڑنا بے حد مشکل ہوتا ہے....!"

"میں سمجھ گیا۔" عمران سر ہلا کر تشویش کن لہجے میں بولا۔

"تم کچھ بھی نہیں سمجھے....! غلط سمجھے ہو! اس سے میرا کوئی ایسا رشتہ نہیں جس پر مجھے شرمندگی ہو.... میں اس کی پروردہ ہوں.... میری پرورش اس کی لڑکیوں کے ساتھ ہوئی ہے.... میرا باپ اس کا ملازم ہے.... میرے تین بھائی بھی اسی کے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں.... میری ماں بچپن ہی میں مر گئی تھی.... صفدر جنگ نے مجھے محل کی نرسوں کے سپرد کر دیا تھا.... اور پھر ہم لوگ ویسے بھی اس کے پشتینی نمک خوار ہیں.... کوئی بھی شریف النفس آدمی ایسے بندھنوں کو نہیں توڑ سکتا.... یا توڑ سکتا ہے؟"

"ہوں.... اوں.... پتہ نہیں....!"

"نہیں توڑ سکتا.... میں نے کئی بار سوچا.... لیکن جب اس کے احسانات یاد آئے تو سارا جوش ٹھنڈا پڑ گیا....!"

"میرا بھی خیال یہی ہے کہ تم اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتیں۔ بہت سمجھدار اور نیک لڑکی ہو۔ بہت سمجھدار اور نیک لڑکیاں عموماً برباد ہو جایا کرتی ہیں۔"

"کیا مطلب....؟"

"مطلب ہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔ "مطلب سمجھ میں آتا ہوتا تو میٹرک میں پانچ سال تک فیل ہوتے رہنے کی بعد پڑھنا کیوں چھوڑ دیتا.... وہ امتحان میں پوچھتے تھے کہ عادِ اعظم مشترک کسے کہتے ہیں اور میں سکندر اعظم کی سسرال کے حالات لکھ دیا کرتا تھا....!"

نینا ہنس پڑی۔ پھر سنبھل کر اس طرح بسورنے لگی جیسے اسے نہ ہنسنا چاہئے تھا۔

کچھ دیر وہ خاموش رہے.... عمران اس طرح چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے کسی چیز کی تلاش ہو....!

دفعتاً نینا بولی۔ "یہ بلا محض تمہاری وجہ سے نازل ہوئی ورنہ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا...."

"تو تم یہ سمجھتی ہو کہ.... وہ رانی ساجد نگر کے آدمی تھے۔"

"پھر اور کیا سمجھوں....!"

"یہ کبڑا صفدر جنگ کے پاس کب سے ملازم تھا؟"

"میں نے ہوش سنبھالنے پر اسے باس ہی کے ملازم کی حیثیت سے دیکھا تھا۔ پہلے کی بابت نہیں کہہ سکتی۔"

"کس بنا پر ساتھ چھوڑ گیا؟"

"مرغیاں چرایا کرتا تھا.... سنا ہے اور بھی عجیب حرکتیں کرتا تھا.... بوڑھی عورتوں کو چھیڑتا تھا اور وہ جوتیاں اتار کر پل پڑتی تھیں.... سرراہ عورتوں کے ہاتھوں کی جوتیاں کھایا کرتا تھا۔ پھر باس نے تنگ آ کر اسے نکال دیا۔ اب وہ رانی ساجد نگر کا شوہر ہے کتنا مضحکہ خیز جوڑا ہے۔" نینا ہنس پڑی پھر بولی۔ "وہ اونٹنی ہے اور یہ ٹٹو.... ان کے لیے تو "وہ دونوں" کہنے کی بجائے "ڈیڑھوں" کیوں نہ کہا جائے۔ اوہ! مگر تم اپنی کہو.... سچ سچ بتاؤ تم کون ہو....؟"

"میں لڑکیوں کے والدین کی جوتیاں کھاتا ہوں....!"

"فضول بکواس مت کرو.... بتاؤ تم کون ہو.... جو کچھ ظاہر کرتے ہو حقیقتاً معلوم نہیں ہوتے.... تمہارے چچا بھی مستری تو نہیں معلوم ہوتے تھے....!"

"کبڑے کا اصل نام کیا ہے....؟"

"پتہ نہیں.... میں نہیں جانتی.... باس اسے ٹینی کہہ کر مخاطب کرتے تھے.... میں جو کچھ پوچھ رہی ہوں وہ بتاؤ...."

"تمہیں یقین نہیں آئے گا کیونکہ وہ کچھوے کا بچہ ڈائریکٹر جنرل والا شوشہ چھوڑ گیا ہے۔"

"تو اس نے غلط کہا تھا....؟"

"پتہ نہیں.... مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ میں کون ہوں؟"

"تم بتانا نہیں چاہتے!" نینا جھنجھلا گئی۔

"آہستہ بولو.... ورنہ کہیں کوئی گولی چھید کر ہی نہ رکھ دے۔"

نینا سہم کر چاروں طرف دیکھنے لگی.... دفعتاً ٹھیک اسی وقت قریبی جھاڑیوں میں سرسراہٹ ہوئی اور عمران نے نینا کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹ لیا۔ اب وہ گھنی جھاڑیوں کے درمیان تھے۔

انہوں نے قدموں کی آواز سنی۔ اور پھر تین آدمی دکھائی دیئے.... دو کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔ تیسرے کے ہاتھ اس کی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

عمران نے اسے صاف پہچانا.... وہ شینو ٹونی تھا.... نینا نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ پھر اس کے ہونٹ ہلے ہی تھے کہ عمران نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تم یہیں ٹھہرو....!" عمران نے سرگوشی کی....! اور آہستگی جھاڑیوں سے باہر نکل آیا۔

اب وہ کسی چیتے کی طرح زمین پر سینہ ٹیکے بڑی پھرتی سے ان لوگوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ نینا نے جھاڑیوں سے جھانک کر دیکھا اور بے حد مضطرب نظر آنے لگی۔ وہ اب اسے آواز بھی نہیں دے سکتی تھی وہ کیا کرنا چاہتا ہے....؟ وہ سوچ رہی تھی۔ نہتا ہے.... کئی دن کا بھوکا بھی.... وہ دو ہیں.... پوری طرح مسلح اور چاق و چوبند.... کہیں وہ بھی نہ پکڑا جائے.... پھر کیا ہوگا.... اوہ واقعی احمق.... خود ہی جہنم میں چھلانگ لگانے جا رہا ہے.... میرے خدا کیا کیا جائے....

پر اس کے منہ سے چیخ نکل گئی.... کیونکہ عمران نے کسی چیتے ہی کی طرح ان دونوں پر چھلانگ لگائی تھی اور وہ دونوں کو ساتھ لیتا ہوا خود بھی ڈھیر ہو گیا تھا.... وہ دونوں بے خبری کی وجہ سے خود کو سنبھال نہ پائے تھے.... اور عمران کوشش کر رہا تھا کہ وہ اب اٹھنے نہ پائیں.... شینو ٹونی قریب ہی کھڑا اچھل اچھل کر کہہ رہا تھا۔ "باہا.... باہ بھیا.... رگڑ دیو سروں کا.... ڈیم بلاڈی باسٹر والا...."

اب نینا کو کچھ عقل آئی.... اور وہ بھی ان کی طرف دوڑ پڑی۔ سب سے پہلے اس نے ایک ایک کر کے دونوں کے ہاتھوں سے رائفلیں چھینیں اور پھر ہولسٹرس بھی ٹٹولنے لگی.... وہ دونوں اب اور زیادہ زور لگا رہے تھے کہ عمران کو اپنے اوپر سے اچھال پھینکیں.... نینا نے ان کی انگلیوں پر پتھر مار مار کر رائفلیں چھینی تھیں.... اس نے رائفلیں تو ایک طرف ڈال دیں اور دونوں ہاتھوں میں ریوالور سنبھال کر کھڑی ہو گئی۔ ریوالور بھرے ہوئے تھے۔

"اب انہیں چھوڑ کر ہٹ جاؤ....!" اس نے عمران سے کہا۔

"جو حکم سرکار...." عمران کہتا ہوا ان پر سے اٹھ آیا۔

"خبردار! ایسے ہی پڑے رہو...." نینا نے مغلوبوں کو مخاطب کیا۔

وہ چپ چاپ اوندھے پڑے رہے۔

شیخو ٹونی اچھل اچھل کر کہہ رہا تھا۔ "دیکھیو سردن! ہم کہت رہن کہ کونو ہمار منئی دیکھ لہس تو تمہار اکچومر نکال دے ای.... باہ.... بیٹا.... باہ.... باہ بھیا باہ!"

نینا ان دونوں کو کور کئے رہی اور عمران نے شیخو کے ہاتھ کھول دیئے۔ چھوٹتے ہی وہ مغلوبوں کی طرف جھپٹا۔

"نہیں....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اس رسی کے دو ٹکڑے کرو.... اور ان دونوں کے ہاتھ اسی طرح باندھ دو جیسے انہوں نے تمہارے باندھ رکھے تھے۔"

"ہمکا اپنے جی کی بھڑاس نکال لے دیو.... ہم تو نامائب مرہے جو ذر سردن کا.... ہمرو پٹائی بھے رہے....!"

"نہیں....!" نینا نے سخت لہجے میں کہا۔ "جو کچھ کہا جارہا ہے وہی کرو....!"

"کھیر مانے لیئیت ہے.... مدا.... "

"نہیں کچھ نہیں....!"

شیخو ٹونی نے ان کے ہاتھ پشت پر لے جاکر باندھنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی وہ انہیں گالیاں بھی دیئے جارہا تھا....

پھر عمران انہیں ان جھاڑیوں میں لایا جہاں خود پناہ گزیں تھا۔ ٹونی کو اس نے رائفل دے کر ایک گھنے اور اونچے درخت پر چڑھا دیا.... پھر دونوں مغلوبوں کے شکاری تھیلے ٹٹولنے لگا۔ نینا دور بیٹھی ان دونوں کو گھور رہی تھی....!

دفعتاً عمران نے بچوں کی طرح قلقاری مار کر قہقہہ لگایا....

"کھانا ضرور ملے گا چاہے جہاں چلے جاؤ....!" اس نے نینا کو مخاطب کر کے کہا۔

"کیوں کیا بات ہے؟" نینا نے پراشتیاق لہجے میں پوچھا اور اٹھ کر اس کی طرف جھپٹی۔

عمران اب مغلوبوں کے شکاری تھیلوں سے ڈبل روٹیاں اور گوشت کے تلے ہوئے پارچے نکال رہا تھا....

وہ دونوں خاموش بیٹھے انہیں گھورتے رہے.... کچھ بولے نہیں.... ویسے ان کے چہروں پر سراسیمگی کے آثار تھے....!

"اللہ تیرا شکر ہے....!" نینا نے بڑے خلوص سے کہا۔

"ہاں ہاں.... دوسروں کو لوٹ لوٹ کر کھاؤ.... اور اللہ کا شکر کرو۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

پھر دونوں نے جی بھر کے کھایا اور بقیہ ایک طرف رکھتے ہوئے عمران نے ایک کنکری پھینک کر ٹونی کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ پھر اشارے سے اسے نیچے آنے کو کہا وہ بھی شاید بھوکا ہی تھا۔ بری طرح ٹوٹ پڑا....

اب عمران درخت پر چڑھا گردوپیش کا جائزہ لے رہا تھا....!

ٹونی بڑے بڑے نوالے لے کر منہ چلاتا ہوا بولا۔ "نینا.... بیٹا.... یو سردن ہم کا بہت مارن ہیں.... کھانے کے ہم ان کی ٹھکائی جرور کرب....!"

نینا کچھ نہیں بولی۔ اب وہ پہلے سے بھی زیادہ مضمحل ہو گئی تھی۔ بے اختیار یہی جی چاہ رہا تھا کہ آنکھیں بند کر کے لیٹے اور گہری نیند سو جائے۔

پھر جب کچھ دیر بعد عمران درخت سے اترا تو وہ سچ مچ گہری نیند سو رہی تھی۔ ٹونی کو پھر اس نے درخت پر چڑھا دیا۔ ابھی تک اس نے مغلوبوں سے پوچھ گچھ نہیں کی تھی....!

"کہو دوستو....!" اس نے انہیں مخاطب کیا۔ "میں تمہیں تل کر کھاؤں یا اُبال کر....!"

"ہم کچھ بھی نہیں جانتے!" ان میں سے ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا نہیں جانتے....!"

"یہی کہ ہم کس کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"بہت پرانی کہانی ہے!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اب کوئی نیا پلاٹ چاہئے۔"

"مت یقین کرو۔" اس نے گردن جھٹک کر کہا۔

"ہم میں سے کتنے آدمی مارے گئے.... کتنے زخمی ہوئے؟" عمران نے پوچھا۔

"ہم لوگ کچھ بھی نہیں جانتے....!"

"تمہارے کرتا دھرتا سے ایک غلطی ہو گئی!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اسے چاہئے تھا کہ تم لوگوں کے لیے پولیس کی وردیاں فراہم کرتا.... اور تم ہی ڈاکوؤں کو چن چن کا مار لیتے اس طرح آس پاس کے گاؤں والے بھی تمہاری مدد کرتے.... کیوں ہوگئی نا غلطی....!"

عمران نے قہقہہ لگایا.... پھر یک بیک گہری سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "یہ نہ بھولو کہ تم لوگوں نے اندھیرے میں ہم پر بڑی بے دردی سے گولیاں چلائی تھیں.... کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گا.... تم اپنے سرغنہ کا نام بتاؤ یا نہ بتاؤ.... انجام بہر حال وہی ہونا ہے جو

میرے بعض ساتھیوں کا ہوا ہو گا۔"

"ہم نے کبھی کسی پر اندھیرے میں گولی نہیں چلائی.... یہ کب کی بات ہے....؟"

"چار دن پہلے کی بات ہے....!"

ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے .... لیکن ہم اپنے سرغنہ کا نام ضرور بتا سکیں گے .... خیسو کا نام سنا ہے....؟"

"اوہ....وہ....ڈاکو....!"

"ہاں....وہی.... ہم اس کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں.... کسی نے اس سے کہا تھا کہ وہ تم لوگوں کو جنگل میں تلاش کر کے پکڑے....!"

"کیا خیسو اسے جانتا ہے....؟"

"پتہ نہیں....!"

"خیسو کہاں ہے؟" عمران نے پوچھا اور وہ دونوں ہنسنے لگے پھر بولے۔ "تم معلوم کرو گے ہم سے....؟"

"کیوں کیا نہ بتاؤ گے؟" عمران نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"کوشش کر کے دیکھ لو۔" ایک نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

"فضول باتیں نہ کرو۔ ہم جانتے ہی کب ہیں کہ خیسو کس وقت کہاں ہو گا....؟"

"تم لوگوں نے اب تک ہمارے کتنے آدمی پکڑے ہیں؟" عمران نے پوچھا۔

"یہ پہلا ہاتھ آیا تھا....!"

"کہاں لے جا رہے تھے....؟"

"اپنے اڈے پر....!"

"مجھے خیسو سے ملاؤ! مجھ سے مل کر وہ فائدے میں رہے گا۔" عمران نے کہا۔

"ہم نہ ملا سکیں گے کیونکہ جانتے ہی نہیں کہ وہ کہاں ملے گا۔"

"اگر تمہیں کوئی ضروری پیغام اس تک پہنچانا پڑے تو کیا کرو گے؟"

"ہمارے پاس نامہ بر کبوتر ہیں۔ وہ ہمارے پیغام اس تک لے جاتے ہیں۔"

"دفعتاً شیخو دھم سے زمین پر کودا۔ وہ اتنی جلدی میں تھا کہ تنے سے گذر کر اترنے کی بجائے نچلی شاخ ہی پر سے کود پڑا تھا....!

وہ ایک طرف ہاتھ اٹھا کر ہانپتا ہوا بولا۔ "او کیت سے سات آٹھ منئی آوت ہیں!"[1]

عمران نے جھپٹ کر نینا کو جگا دیا۔ دو رائفل اور دو ریوالور کافی میگزین سمیت پہلے ہی ہاتھ آ چکے تھے.... اس لیے عمران غیر مطمئن نہیں دکھائی دیتا تھا۔

اچانک دونوں مغلوبوں نے چیخنا شروع کر دیا....

عمران اور شیخو ٹوٹی ان کے منہ دبائے رکھنے کی کوشش کرنے لگے....!

O

آج صفدر نے کسی نہ کسی طرح موقع پیدا کر کے ساجد نگر ٹیلیفون ایکسچینج کے ذریعہ ایکس ٹو (بلیک زیرو) سے رابطہ قائم کیا اور عمران کی گمشدگی کی اطلاع دی۔

وہ محل ہی سے غائب ہوا تھا؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"جی ہاں....! میرا خیال ہے کہ آپ ممبروں کو یہاں بھیجئے....!"

"تم خود نامزد کرو....!"

صفدر نے سوچا کہ جولیا کار آمد ثابت ہو گی.... اسے یقین تھا کہ عمران کی گمشدگی میں کبڑے کا ہی ہاتھ تھا یہ اور بات ہے کہ پھر کسی طرح نواب صفدر جنگ کے ہاتھ جا لگا ہو۔

پھر اس نے پٹلو نرودا کے متعلق بھی بلیک زیرو کو بتاتے ہوئے کہا۔ "وہ بھی کوئی اہم آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"بہت زیادہ!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اتنا اہم کہ مسٹر رحمان کا محکمہ اس کے لیے دن کا چین اور راتوں کی نیند کھو بیٹھا ہے...."

"پھر جولیا آئے گی نا....!"

"کل تک پہنچ جائے گی.... لیکن کہاں؟"

"اسے سیاحوں کے ہوٹل پیراڈائز میں قیام کرنا چاہیئے.... میں رابطہ قائم کر لوں گا۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

وہ بڑی الجھن میں تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ عمران سے کس طرح رابطہ قائم کرے پہلے اس نے کوشش کی تھی کہ صفدر جنگ سے چھیڑ چھاڑ کے لیے کبڑے سے اجازت حاصل کر

[1] ادھر سے سات آٹھ آدمی آ رہے ہیں۔

لے.... لیکن وہ اس معاملہ میں بے حد ٹھنڈے خون والا ثابت ہوا۔ اجازت مل جاتی تو عمران تک رسائی بھی ممکن ہوتی.... وہ حالات کو سمجھنا چاہتا تھا۔ آخر اتنے پاپڑ کیوں اور کس لیے بیلے گئے تھے۔ وہ سوچتا اور مزید الجھنوں میں مبتلا ہو جاتا.... پھر اس نے سوچنا ہی چھوڑ دیا.... کیونکہ ایکس ٹو سے بھی کسی قسم کے واضح احکامات نہیں ملے تھے۔

بہر حال یہ دن بھی خاصی تفریحات میں گذر رہے تھے.... کبڑا تو مختلف النوع دلچسپیوں کا خزانہ تھا.... اس کی ہدایت کے مطابق اس نے روشی سے گفت وشنید شروع کی۔

"ایسا آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گذرا...." روشی نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"کیا بتاؤں.... شرم آتی ہے۔" وہ شرمیلے انداز میں ہنسی۔

"شرم.... تمہیں.... تم جیسی اسمارٹ عورت کو....!" صفدر نے حیرت سے کہا۔

"بات ہی ایسی ہے....!" وہ پھر ہنس پڑی۔

"بتاؤ نا آخر.... کیا بات ہے....!"

"تم ہنسو گے.... اور مجھے الو سمجھو گے....!"

"وعدہ کرتا ہوں نہیں سمجھوں گا.... نہیں ہنسوں گا۔" صفدر کا اشتیاق بڑھ رہا تھا۔

"میں اس پر سواری کرتی ہوں!" روشی نے کہا اور کہتے وقت ہنسی کی وجہ سے اس کے حلق سے "قیاؤں قیاؤں" قسم کی آوازیں نکلی تھیں....

"سواری کرتی ہو....!"

"ہاں وہ زمین پر اوندھا لیٹ جاتا ہے۔ مجھ سے کہتا ہے کہ اس کے کوبڑ پر بیٹھ جاؤں اور اسی طرح آگے پیچھے جھولتی رہوں جیسے اونٹ پر بیٹھنے والے جھولتے ہیں۔"

صفدر ہنس پڑا.... لیکن انداز میں بے یقینی تھی۔

"اب تم دوسری فرمائش کر رہے ہو...." روشی نے ہنس کر کہا۔ "اچھی بات ہے میں اسے پیٹ پیٹ کر ادھ موا کر دوں گی لیکن تم اسے نہ بتانا کہ اونٹ والی بات تمہیں معلوم ہو چکی ہے۔"

صفدر کچھ نہ بولا.... پھر وہ کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا....

O

کبڑا دبے پاؤں روشی کے کمرے میں داخل ہوا۔ روشی کی پشت دروازے کی جانب تھی اور وہ

ایک باتصویر میگزین میں کھوئی ہوئی تھی۔ اس لیے کبڑے کی آمد سے لاعلم رہی....

وہ پیچھے سے آہستہ آہستہ اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر زور سے چیخا اور روشی اچھل کر فرش پر جا گری.... اس کے حلق سے بھی چیخ ہی نکل گئی تھی....

پھر وہ اٹھی اور جھلائے ہوئے انداز میں کبڑے کو گھورنے لگی.... اس وقت سچ مچ اس کا یہی جی چاہتا تھا کہ دونوں ہاتھوں میں سینڈلیں سنبھالے اور آنکھیں بند کر کے پل پڑے....!

"آپ نے تو ڈرا دیا.... یور ایڈیوسنکریسی....!" اس نے زبردستی اپنی آواز میں نرمی پیدا کر کے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

کبڑا بچگانہ انداز میں ہنسنے لگا۔

"آج میں بڑے اچھے موڈ میں ہوں؟" اس نے کچھ دیر بعد کہا اور شرارت آمیز نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"تشریف رکھیے!" روشی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں.... میں فرش ہی پر بیٹھوں گا.... تم دروازہ بند کر دو....!"

"کک.... کیوں....؟"

"کچھ نہیں.... بس موج ہے قلندر کی....!"

"مم.... مگر....!"

"کیا وہ بے آواز فائر بھول گئیں....!" کبڑا سنجیدہ ہو گیا۔

"مگر کیوں؟...." روشی ٹھٹکی....!

"کچھ بھی نہیں بس باتیں کریں گے...."

"آپ کو اور کوئی کام نہیں رہتا....؟"

"دروازہ بند کر دو....!" پھر سخت لہجے میں کہا گیا۔

روشی طوعاً و کرہاً.... دروازے کی طرف بڑھی۔ اس کے لیے اسے کبڑے کے قریب سے گذرنا پڑا.... اور پھر سچ مچ بے اختیاری میں اس کا ہاتھ گھوم ہی گیا۔ جو خاصی آواز کے ساتھ کبڑے کے گال پر پڑا تھا۔

اس نے حرکت ہی ایسی کی تھی....!

وہ ہنس رہا تھا اور روشی غصہ سے پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ وہ اس وقت قطعی بھول گئی تھی کہ وہ کس پوزیشن کا آدمی ہے اور فطرتاً کیا ہے....

"مزہ آ گیا...." کبڑے نے پھر قہقہہ لگایا اور روشی کسی بھوکی شیرنی کی طرح اس پر ٹوٹ

پڑی....

تھپڑ.... لات.... گھونسے.... پھر تو سبھی چل رہے تھے.... لیکن کبڑے کے قہقہوں میں کوئی فرق نہ آیا۔ روشی کا غصہ تیز ہوتا رہا.... اور وہ بڑے بے دردی سے اسے پیٹتی رہی۔

اب تو وہ اسے باقاعدہ زمین پر گرا کر چڑھ بیٹھی تھی اور دونوں ہاتھوں سے پیٹ رہی تھی...!

دفعتاً.... کبڑا سسکاریاں لیتا ہوا بولا۔ "دروازہ بند کر دو.... پھر چاہے مجھے مار ہی ڈالنا...."

"میں اب نہیں کروں گی تمہاری ملازمت.... تم کمینے ہو.... ذلیل ہو! میں رانی کا بھی منہ نوچ لوں گی.... مجھے بے بس نہ سمجھنا.... تمہارا یہ راج محل مقبرہ بن جائے گا سمجھے....!"

"تم.... نہیں جا سکتیں.... تم مجھے نہیں چھوڑ سکتیں.... میں خودکشی کر لوں گا.... اگر تم نے مجھے چھوڑا...."

پھر وہ یک بیک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا! روشی غیر ارادی طور پر اسے چھوڑ کر ہٹ گئی۔

کبڑا مزید کچھ کہے بغیر بازوؤں میں سر دیئے روتا رہا۔

اب روشی کو ہوش آیا۔ اس نے سوچا کہ اگر کسی نے انہیں ایسی بے تکی حالت میں دیکھ لیا تو کیا ہوگا۔ وہ چپکے سے دروازے کی طرف بڑھی اور اسے بھیڑ کر بولٹ کر دیا۔ کبڑا اب آواز سے نہیں رو رہا تھا صرف سسکیاں جاری تھیں۔ چہرہ بھی بازوؤں ہی میں چھپا ہوا تھا۔

کئی منٹ گذر گئے۔ روشی ایک اسٹول پر احمقوں کی طرح بیٹھی ہوئی تھی اور اب اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس سے زبردست غلطی سرزد ہوئی ہو.... وہ بالکل کسی ننھے سے بچے ہی کی طرح روئے چلا جا رہا تھا۔ وہ سوچتی اور بور ہوتی رہی۔ پھر کچھ دیر بعد سکوت طاری ہو گیا۔

کبڑے نے اپنا آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ اوپر اٹھایا.... آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور ناک کے نتھنے متورم نظر آ رہے تھے۔ روشی نے گڑبڑا کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

"تم نہیں جاؤ گی.... بولو.... تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

روشی نے اس کی طرف دیکھا اور پھر دوسری جانب دیکھنے لگی....

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔

"تم نہیں جانتیں کہ میں کتنا دکھی آدمی ہوں...." کبڑے نے پھر کہا۔

روشی اب بھی کچھ نہ بولی.... تھوڑی دیر تک وہ روشی کو مغموم آنکھوں سے دیکھتا رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا.... "تم پہلی عورت ہو.... جس نے مجھے مارا ہے مم.... میں.... تمہیں کسی قیمت پر بھی ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا.... تم نے آج میری وہ آرزو پوری کی ہے جس کے لیے میں بچپن ہی سے تڑپتا.... سلگتا اور کڑھتا آیا ہوں.... روشی.... کان کھول کر سن

لو.... تم مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتیں....!"

روشی حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی رہی.... اب کبڑے کی آنکھیں ویران سی نظر آنے لگی تھیں۔ پلکیں جھپکائے بغیر وہ ایک سمت خلا میں گھورے جا رہا تھا۔

یک بیک اس کے حلق سے پھر بھرائی ہوئی سی آواز نکلی اور وہ کہنے لگا۔ "تم پہلی ہستی ہو جسے میں پوری سنجیدگی سے اپنی کہانی سنانے جا رہا ہوں.... میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں میرا نام کیا ہے؟ میرے ماں باپ کون تھے! کہاں تھے! میری پیدائش....!" اس نے ایک طویل سانس لی.... اور اتنی سختی سے دانت بھینچے کہ جبڑوں کی وریدیں ابھر آئیں.... چند لمحے اسی کیفیت میں گذرے پھر بولا۔ "میری پیدائش غالباً اسی طرح ہوئی ہو گی جیسے سڑتی ہوئی لاشوں میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں.... انسانیت کی سڑتی ہوئی لاش نے مجھے جنم دیا تھا۔"

وہ یک بیک خاموش ہو گیا.... قہقہہ لگایا.... دیر تک ہنستا رہا.... پھر بولا۔ "میں انسانیت کی سڑتی ہوئی لاش کو اس طرح چاٹ جاؤں گا جیسے.... وہ کیڑے.... اوہ! تمہیں شاید گھن آ رہی ہے.... میں گھناؤنا ہوں.... مجھ سے خوشگوار باتوں کی توقع نہ رکھو.... لیکن تم نے آج میری وہ آرزو پوری کر دی ہے.... وہ.... آرزو....!"

اس نے اپنی ہتھیلی کو ایک طویل اور پر شور بوسہ دیا۔

"میں نے تمہیں اس لیے غصہ دلایا تھا کہ تم مجھے مار بیٹھو.... میں جانتا تھا کہ تم کس ٹائپ کی عورت ہو.... مجھے یقین تھا کہ تم مجھ پر جھپٹ پڑو گی.... سنو! جن لوگوں نے میری پرورش کی تھی بہت نیک لوگ تھے.... انہوں نے مجھے ایک شاہراہ پر پڑا پایا تھا۔ وہ اپنے بچوں کو معمولی قسم کی شرارتوں پر پیٹ دیا کرتے تھے.... لیکن مجھے کبھی نہیں مارا.... خواہ میں کچھ کرتا پھروں.... وہ مجھ پر ترس کھاتے تھے.... تم خود سوچو ایک ننھا سا کبڑا.... قابل رحم.... میرا جی چاہتا تھا کہ وہ عورت جسے میں ماں کہتا تھا.... کبھی کبھی مجھے بھی آنکھیں دکھایا کرے۔ مجھے بھی جھڑکا کرے.... مجھے بھی مارا کرے۔ جیسے اپنے بچوں کو مارتی تھی.... لیکن اس نے کبھی غصیلے لہجے میں مجھے مخاطب نہیں کیا.... بڑی نیک عورت تھی....! جب میں کچھ بڑا ہوا تو سوچنے لگا کاش کوئی دوسری ہی عورت مجھے دو چار ہاتھ جھاڑ دیتی.... مگر ایسا بھی نہ ہو سکا۔ میں اسی توقع پر کہ شاید یہ آرزو پوری ہو ہی جائے۔ محلے بھر میں شرارتیں کرتا پھرتا لیکن کوئی بھی مجھے نہ مارتا کیونکہ جن لوگوں نے میری پرورش کی تھی۔ ذی اثر اور متمول لوگ تھے.... اگر ان کے پاس میری شکایتیں پہنچتیں تو وہ صرف نصیحتوں کا دفتر لے بیٹھتے....! اب تم بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا رہی ہو روشی....!"

روشی چونک پڑی۔ وہ اتنی محو ہو گئی تھی کہ کچھ دیر پہلے کا واقعہ بھی یاد نہ رہا تھا کبڑے کے براہ راست مخاطب کرنے پر پھر وہی پچھلا سا موڈ واپس آ گیا.... اس نے جھر جھری لی۔ کچھ کہنا چاہا.... لیکن حلق سے آواز ہی نہ نکل سکی۔

"میں جانتا ہوں کہ تم مجھے معاف کر دو گی....! میں تمہارے چہرے پر مامتا کا نور دیکھ رہا ہوں! خیر میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ....!"

وہ پھر کسی سوچ میں گم ہو گیا.... روشی اسٹول پر کسمساتی رہی.... اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کسی طرح اس کمرے سے نکل بھاگے.... وہ بڑی اسمارٹ عورت تھی۔ اب تک نہ جانے کتنوں کو چٹکیوں میں اڑا چکی تھی.... جب وہ پیشے میں تھی تو ہر طرح کے لوگوں کا تجربہ ہوا تھا.... اور وہ انہیں ہینڈل کرنا بھی جانتی تھی.... لیکن یہ بے ہنگم کبڑا.... اسے برابر پٹخنیاں دیئے جا رہا تھا.... وہ خود کو اس کے سامنے قطعی بے بس محسوس کرنے لگتی تھی.... اب اسی وقت پھر اسے اس پر رحم آنے لگا تھا....!

کبڑا کچھ دیر بعد بولا۔ "پھر میں اسی طرح ترستا اور سسکتا ہوا زندگی کی منزلیں طے کرتا رہا.... پھر ایک جگہ رانی ساجد نگر آ ٹکرائی.... اس کا چہیتا بلڈاگ بے پو مر گیا تھا۔ وہ اس کے غم میں سوگوار تھی.... مجھے دیکھ کر کھل اٹھی کیونکہ مجھ میں اسے بے پو کی جھلکیاں نظر آئی تھیں.... پہلے مجھے ملازم رکھا.... پھر بے تکلف ہوئی.... اس کے بعد شادی کر بیٹھی.... مجھ سے بے حد محبت کرتی ہے.... میں اس توقع پر روزانہ اس کے تلوے کسی کتے ہی کی طرح چاٹتا ہوں کہ شاید مذاق ہی میں ایک آدھ لات رسید کر دے.... لیکن افسوس میرا یہ خواب آج تک پورا نہ ہو سکا.... بولو.... بتاؤ.... میں کیا کروں....؟"

روشی بے ساختہ ہنس پڑی....!

"اوہو.... اوہو....!" وہ بھی بچوں کی طرح تالیاں بجا کر ہنسا۔ "اب تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی.... تم ہنس رہی ہو.... تمہارا غصہ اتر گیا.... ہاہا....!"

"تم سور ہو....!" روشی نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا.... اٹھ کر دروازے تک آئی۔ بولٹ گرا کر دروازہ کھولا.... اور تیزی سے باہر نکل گئی....!

O

میگزین پر نینا کا قبضہ تھا۔ اس نے ایک رائفل سنبھالی اور جھانک کر جھاڑیوں سے باہر دیکھنے لگی.... تھوڑے ہی فاصلے پر کچھ آدمی نظر آئے.... مغلوبوں کی چیخیں سن کر وہ ایک ہی جگہ ٹھٹک گئے تھے اور اب اس طرح چاروں طرف دیکھ رہے تھے جیسے انہیں خطرہ کا احساس ہو گیا ہو۔

ادھر عمران اور شیخو نے ان دونوں کے منہ دبا رکھے تھے۔

نینا نئے آنے والوں کی نگرانی کرتی رہی.... جہاں رکے تھے وہیں اب بھی کھڑے تھے۔

دفعتاً ایک نے شیخو کی گرفت سے آزاد ہو کر پھر چیخنا شروع کر دیا۔

اب باہر والے انہیں جھاڑیوں کی طرف متوجہ ہو گئے تھے....!

"دیکھو!" نینا نے عمران کو مخاطب کیا۔ "انہیں چھوڑ کر ادھر آؤ۔ انہوں نے اندازہ کر لیا ہے!"

پھر عمران نے بھی ایک رائفل سنبھال لی۔ لیکن شیخو کو قیدیوں کے پاس ہی بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا.... باہر والے احتیاط سے جھاڑیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اچانک ان میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر انہیں رکنے کا اشارہ کیا اور آہستہ آہستہ کچھ کہتا رہا....!

"اوہ....!" عمران نے نینا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے کہا۔ "یہ لوگ جھاڑیوں کو گھیرے میں لینے کا مشورہ کر رہے ہیں شاید....!"

نینا کچھ نہ بولی لیکن دوسرے ہی لمحے عمران کے اندیشے کی تصدیق ہو گئی کیونکہ اب وہ پھیلاؤ اختیار کر کے نصف دائرے کی شکل میں جھاڑیوں کی طرف بڑھ رہے تھے....!

"رائفل.... نہیں.... ریوالور!" عمران نے آہستہ سے کہا۔ "جب زد پر آ جائیں تب.... لیکن ٹانگوں پر فائر کرنا....!"

نینا نے دونوں ریوالور چیک کیے۔ دونوں چیمبرس بھرے ہوئے تھے.... پھر اس نے حملہ آوروں پر نظر ڈالی جو آہستہ آہستہ بڑھتے چلے آ رہے تھے اور ان کا نصف دائرہ بتدریج وسیع ہوتا جا رہا تھا۔

دفعتاً نینا نے فائر کر دیا اور وہ سب بوکھلا گئے.... پھر وہ جب تک رائفلیں سیدھی کرتے.... عمران نے بھی پے در پے تین فائر کئے.... ایک آدمی چیخ مار کر گرا اور بقیہ تتر بتر ہو کر پوزیشن لینے لگے.... کوئی کسی درخت کے تنے کی اوٹ میں ہو گیا۔ کوئی کسی گڑھے میں لیٹ گیا۔ دو تین تو بدحواس ہو کر جدھر بھی منہ اٹھا بھاگتے چلے گئے....!

"اب دشواری پیش آئے گی۔" نینا بڑبڑائی.... اور دفعتاً باہر سے ایک فائر ہوا گولی عمران کی ٹانگوں کے درمیان سے خاک اڑاتی ہوئی گذر گئی۔

"ارے باپ رے....!" عمران اچھل پڑا۔ "کھسکو یہاں سے.... فائروں کی آوازیں دوسروں کو بھی اس طرف متوجہ کر لیں گی.... پتہ نہیں اور کتنے ہوں.... اور مسٹر ٹونی.... بائیں طرف بھاگو.... چلو....!" وہ نینا کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف گھسیٹنے لگا....!

O

کبڑا پائیں باغ میں بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ صفدر کی آہٹ پر چونک پڑا.... صفدر نے بڑے ادب سے سلام کیا....!

"جیتے رہو.... جیتے رہو!" کبڑا آگے پیچھے جھولتا ہوا بولا۔ آج کل وہ ہر وقت نشے میں رہنے لگا تھا۔

"کیسے مزاج ہیں.... یورایڈیوسنکریسی....!"

"مگن برخوردار.... آج کل راوی چین ہی چین لکھتا ہے...."

"کیوں نہ ہو! بڑے آدمی ٹھہرے!" صفدر نے تلخ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب!" کبڑا اسے گھورنے لگا۔

"میں اب اس زندگی سے تنگ آگیا ہوں یورایڈیوسنکریسی.... تنہائیاں کھا جائیں گی مجھے!"

"سمجھا!" کبڑا سنجیدگی سے سر ہلا کر بولا۔ "روشی پر پھسل گئے ہو شاید.... مگر یہ ناممکن ہے....وہ بڑی شریف عورت ہے...."

"روشی۔ ہوہ۔ اس میں کیا رکھا ہے.... میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ آج میری محبوبہ آرہی ہے.... مجھے اجازت دیجئے کہ اسے اپنے ساتھ رکھ سکوں!"

"محبوبہ.. اخاہ.. آپ بھی محبوبہ رکھتے ہیں... مگر تم نے تو کہا تھا کہ تم اس دنیا میں تنہا ہو!"

"غلط تو نہیں کہا تھا.... جلدی اجازت دیجئے مجھے اسٹیشن جا کر اسے ریسیو کرنا ہے....!"

"ہم بھی چلیں گے۔" کبڑا اٹھتا ہوا بولا۔

"آپ یعنی کہ.... یعنی.... لیکن براہ کرم میرے حال پر رحم فرمائیے۔ روشی کی طرح وہ بھی آپ کی سیکرٹری نہیں بن سکے گی...."

"بکواس مت کرو.... چلو!"

"لیکن اس کے لیے بھی محل ہی میں جگہ نکالنی پڑے گی۔"

"وہ سب ہو جائے گا.... تم چلو بھی تو....!" کبڑے نے اسے دھکیلتے ہوئے کہا۔

ایک لمبی سی کیڈیلاک پر وہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچے۔ کبڑے کے ساتھ دو مسلح اور باوردی باڈی گارڈ بھی تھے.... ساجد نگر کے چھوٹے سے ریلوے اسٹیشن پر کھلبلی مچ گئی.... اسٹیشن ماسٹر خود دوڑا ہوا آیا اور اسی نے کار کا دروازہ کھولا۔ پھر وہ انہیں ویٹنگ روم میں لایا اور کبڑے کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تھرڈ ٹین اَپ سے مہمان آرہے ہیں۔" کبڑے نے بالآخر اس کی حیرت اور خوف کا خاتمہ کیا۔

"کچھ پئیں گے سرکار...."

"نہیں کچھ نہیں شکریہ.... تمہاری فرض شناسی سے ہم بہت خوش ہیں۔"

"مہربانی سرکار!" اسٹیشن ماسٹر سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتا چلا گیا....

"بس اب جاؤ....!" کبڑا ہاتھ ہلا کر بولا۔

باڈی گارڈ ویٹنگ روم کے دروازے پر ٹھہر گئے تھے۔ اندر اب کبڑے اور صفدر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"اب پھر جی اچاٹ ہو رہا ہے ساجد نگر سے!" کبڑے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "پھر دارالحکومت جاؤں گا۔ کہیں جی نہیں لگتا۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں....!"

"یعنی آپ کا دل نہیں بہلتا...." صفدر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "وہ کون سی چیز ہے جو آپ کی دسترس سے باہر ہے.... اس کے باوجود بھی.... حیرت ہے سخت حیرت!"

"تم نہیں جانتے.... تم نہیں سمجھ سکتے....!"

"میں تو کچھ بھی نہیں سمجھ سکتا!" صفدر بولا۔ "آپ نے مجھے کسی آدمی کے قتل کے لئے ملازم رکھا تھا لیکن پھر یہاں لے آئے.... مجھے یقین نہیں آیا اس حلیے پر جو آپ نے بیان کیا تھا۔ چہرہ دو حصوں میں منقسم.... اس کا نام کیا تھا۔"

"پٹلو نرودا...." کبڑے نے صفدر کو گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو؟"

"نہیں! ایڈیوسنکریسی.... لیکن میں اب اس بے کاری کی زندگی سے تنگ آگیا ہوں۔ مجھے کام بتائیے....!"

"کام..." کبڑا اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "تم بکواس کرتے ہو۔ کام کرنے والے لڑکیوں سے دوستی نہیں رکھتے....!"

"لڑکیوں نہیں صرف لڑکی.... جولیانا فٹزواٹر میری زندگی میں پہلی اور آخری لڑکی ہے۔"

"ہائیں.. ہائیں.. جولیانا فٹزواٹر..!" کبڑے نے پلکیں جھپکائیں۔ "کیا وہ کوئی غیر ملکی ہے؟"

"جی ہاں.... سوئیس....!"

"مائی گڈنس....!" کبڑا اپنا سر سہلانے لگا۔

اتنے میں ٹرین کی آمد کا اعلان کرنے والی گھنٹی بجی۔

"سرکار اس پر رحم فرمائیے گا.... وہ بے حد حسین ہے....!"

"کیا بکواس کر رہے ہو.... کیا میری بیوی کسی سے کم حسین ہے.... اتنی بلندی پر اتنا خوبصورت چہرہ آج تک میری نظر سے نہیں گذرا...."

"رانی صاحبہ آپ سے بہت محبت رکھتی ہیں...."

"یقیناً.... مجھے اس پر فخر ہے.... مجھ جیسے ایڈیٹ کو اتنا چاہتی ہے.... وہ بام مچھلی مجھ کچھوے پر بری طرح مرتی ہے...."

"لیکن ایڈیو سنکریسی مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ وہ آپ کی بے راہ روی پر بھی آپ کو ٹوکتی نہیں!"

"بڑے دل گردے کی عورت ہے!" کبڑا سر ہلا کر بولا۔ "اکثر میں اس کے لیے مغموم رہتا ہوں لیکن اپنی فطرت سے مجبور ہوں.... قدرت نے اس قدر حرامی پن عطا کیا ہے مجھے کہ واہ.... واہ...."

صفدر حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ اتنے میں اسٹیشن ماسٹر نے اندر آکر ٹرین کی آمد کی اطلاع دی۔! پھر وہ پلیٹ فارم پر آگئے.... ٹرین کی سیٹیوں کی آوازیں گونج رہی تھیں.... ٹرین.... آئی.... رکی.... اور چھ سات مسافروں کو اتار کر آگے بڑھ گئی....!

جولیا ٹرین سے اتری تھی۔ ایک چھوٹا سا سوٹ کیس ہاتھ میں لٹکائے اس بھیڑ میں سب سے الگ نظر آرہی تھی.... صفدر اس کی طرف بڑھا۔ کبڑا جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہا۔ پھر وہ اسے کبڑے کے قریب لایا۔

"مائی فرینڈ جولیانا فٹز واٹر.... اینڈ دس از مائی باس ہز ایڈیو سنکریسی ہمبگ دی گریٹ....!"

جولیا نے بڑی سنجیدگی سے کبڑے سے مصافحہ کیا۔

لیکن کبڑا اب.... بالکل خاموش ہو گیا تھا صفدر جولیا سے اس کی تعریفیں کرتا رہا۔

"میرا باس بہت بڑا آدمی ہے۔ بہت شاندار اور عجیب.... یہ ہمارا مالک بھی ہے اور بہترین دوست بھی.... تم محل میں اجنبیت بالکل نہ محسوس کرو گی۔ تمہاری دلبستگی کے لیے وہاں ایک غیر ملکی لڑکی اور بھی ملے گی.... میں تمہیں اس سے ملاؤں گا.... اس کا نام روشی ہے۔ نام پسند آیا تمہیں.... وہ اینگلو برمیز ہے۔"

"تمہیں تو پسند نہیں....!" جولیا نے مسکرا کر پوچھا۔

"اوہ.... نہیں نہیں!" صفدر گھبرا کر بولا اور کبڑا بڑے مشفقانہ انداز میں مسکرانے لگا۔

جولیا کبڑے کے ٹھاٹھ دیکھ کر متحیر نظر آرہی تھی۔ کچھ دیر بعد کیڈی پھر محل کی طرف روانہ ہوئی...! کبڑا ڈرائیور کے پاس اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ صفدر اور جولیا پیچھے تھے۔ جولیا شاید کچھ پوچھنا چاہتی تھی لیکن صفدر نے اشارے سے منع کر دیا۔

محل پہنچ کر کبڑے نے جولیا کے لیے ایک کمرہ ٹھیک کرنے کا حکم دیا جو صفدر کے کمرے سے

بہت دور تھا.... صفدر نے احتجاج کیا۔

"یہاں عیاشی نہیں ہو سکتی.... سمجھے برخوردار۔" کبڑے نے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"یا اس سے شادی کر لو.... یا دور رہو....!"

"یور ایڈیو سنکریسی....!" صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بکومت.... تم رات کو تنہائی میں اس سے نہیں مل سکو گے اب کچھ نہیں سننا چاہتا....!"

بات ختم ہو گئی تھی.... پھر صفدر نے موقع پا کر جولیا کو سارے حالات سے آگاہ کیا لیکن جولیا کے اس سوال کا جواب نہ دے سکا کہ اسے کیا کرنا ہوگا۔

اسی شام کو صفدر رانی کے سامنے طلب کیا گیا.... وہ ایک کمرے میں تنہا تھی۔ چہرے پر گہری تشویش کے آثار تھے۔ ہاتھ ہلا کر اس نے صفدر کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر تک صفدر کو گھورتی رہی۔ پھر بولی۔

"یہ لڑکی.... جو آج آئی ہے.... اس سے تمہارا کیا تعلق ہے....؟"

"مم...!" صفدر نے کھکھار کر حلق صاف کیا۔ پھر بولا۔ "وہ میری دوست ہے یور ہائی نس۔!"

"کس قسم کی دوست....؟"

"بس دوست.... جی ہاں.... یور ہائی نس.... صرف دوست!"

"مجھے اس قسم کی دوستی پسند نہیں....!"

"مم میں نے.... اسے.... ہز ایڈیو سنکریسی کی اجازت سے بلایا ہے.... یور ہائی نس!"

"اوہ.... وہ....!" رانی خاموش ہو گئی۔ اس کے چہرے پر پھر تشویش کی پرچھائیں نظر آنے لگیں.... تھوڑی دیر تک وہ خلاء میں گھورتی رہی پھر صفدر کی طرف دیکھے بغیر بولی۔ "میں اس کے لیے بہت فکر مند ہوں۔ لیکن اس سے کچھ نہیں کہتی.... وہ بہت زیادہ پینے لگا ہے اور محل میں خراب عورتیں آنے لگی ہیں.... کیا تم اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے....!"

"مجھے خراب عورتوں کا علم نہیں.... یور ہائی نس!"

"میں جانتی ہوں۔" رانی نے دردناک لہجے میں کہا۔ "ھمبی کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ تم اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ روشی کو وہ مجھ سے لے گیا.... اب تم اپنی دوست کی حفاظت کے خود ذمہ دار ہو گے۔ میں کچھ نہ کر سکوں گی....!"

"یہ تو بہت برا ہوا۔" صفدر نے سراسیمگی ظاہر کی۔ "اب میں کیا کروں....؟"

"آج رات خود اس کی حفاظت کرو.... اور صبح ہی اسے واپس بھجوا دو۔"

"کیا آپ ہزایڈیو سنکریسی کو قابو میں نہیں رکھ سکتیں....؟"

"نہیں.... میں مجبور ہوں.... اسے کچھ نہیں کہہ سکتی.... کچھ نہیں کہہ سکتی....!"

"اسٹیٹ کی بدنامی ہوتی ہے.... یور ہائی نس....!"

"ہوا کرے....!" رانی نے لاپروائی سے کہا۔

"وہ دیکھئے.... پرنسز تاراگڑھ ہیں۔ اپنے میاں کو کس طرح دبا کر رکھتی ہیں حالانکہ حضرت فوج میں جلاد کے نام سے مشہور تھے لیکن پرنسز تاراگڑھ سے شادی ہوتے ہی کایا پلٹ ہو گئی..!"

"ہو گئی ہو گی۔ میں اس کے معاملے میں دخل نہیں دے سکتی.... اگر خفا ہو گیا تو کیا ہو گا۔ اگر وہ ہمیشہ کے لیے کہیں چلا گیا تو میں کیا کروں گی.... بس جاؤ.... اپنی دوست کی حفاظت کرو.... اور صبح اسے یہاں سے ہٹا دو....!"

صفدر وہاں سے چلا آیا تھا اور پھر جولیا سے ملا تھا.... اپنی اور رانی کی گفتگو دہرائی۔

"اونہہ۔ ختم کرو!" جولیا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "تم یہ بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہے.... اپنی حفاظت میں خود کر سکتی ہوں.... مگر یہ روشی یہاں کیا کر رہی ہے....؟"

"اس کا جواب تو عمران صاحب ہی دے سکیں گے....!"

"تو یہ حقیقت ہے کہ وہ پاگل نہیں تھا....!"

"قطعی نہیں۔ وہ ایک لمبا پلاٹ تھا۔ اگر یہ ڈرامہ اسٹیج نہ کرتا تو کبھی اپنے باپ کے گھر تک نہ پہنچ سکتا.... اگر گھر تک نہ پہنچتا تو رحمان صاحب غرق ہی ہو جاتے۔"

"بے چارہ جوزف بلبلاتا پھر رہا ہے.... مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ سچ مچ پاگل نہ ہو جائے عمران کی تلاش میں نہ جانے کہاں بھٹکتا پھر رہا ہو گا...."

پھر صفدر نے اسے بتایا کہ محل میں روشی پر کیا گذری تھی۔ جولیا دیر تک ہنستی رہی۔

"تم اپنا کمرہ مقفل کر کے سونا" صفدر نے کہا۔ "دروازہ ہرگز نہ کھولنا' چاہے میں ہی کیوں نہ آواز دوں.... سمجھیں....!"

جولیا نے استفہامیہ انداز میں سر کو جنبش دی....

O

اب انہوں نے اپنے لیے ایک ایسی پناہ گاہ تلاش کر لی تھی جسے نینا محفوظ سمجھتی تھی.... کئی دن ہو چکے تھے جنگلوں میں بھٹکتے ہوئے.... خیمسو کے آدمیوں سے وہ بچ نکلے تھے لیکن اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کی تلاش اب بھی جاری ہو گی.... نینا جو ان جنگلوں کا کیڑا تھی اس طرح

راہ بھٹکی تھی کہ اب دوبارہ کسی آبادی تک پہنچنے کی امید نہیں رکھتی تھی.... شیخو ٹونی ہر وقت خیمسو اور اس کے آدمیوں کو گالی دیتا رہتا....!

نینا بھی خیمسو کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتی تھی لیکن شیخو نے اسے بتایا کہ خیمسو ایک بڑا خطرناک ڈاکو ہے درجنوں کا قاتل۔ پولیس آج تک اسے گرفتار نہیں کر سکی کیونکہ خود اس کے آدمی نہیں جانتے کہ وہ کہاں رہتا ہے.... جب کوئی مہم درپیش ہوتی ہے تو وہ ان سے آملتا ہے۔ پولیس نے کئی بار ان جنگلوں کو کھنگالا لیکن اسے یا اس کے ساتھیوں کو نہیں پا سکی۔

"سنو! عمران۔" نینا نے عمران کو مخاطب کیا۔ "میں کہتی ہوں آخر خیمسو کو ہم سے کیا.... اگر اس نے ہمیں لوٹنے کے لیے اس رات حملہ کیا تھا تو پھر بعد میں بھی ہمیں گھیرے رہنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کیمپ میں جو کچھ بھی تھا اس کے ہاتھ لگا ہو گا....! میرا خیال ہے کہ یہ اسی کبڑے حرامزادے کی حرکت ہے.... خود مقابلے پر آنے کی ہمت نہیں پڑی.... خیمسو کو بھڑکا دیا.... مگر اس سے کیا ہوتا.... بات تو جب تھی کہ خود ہی دل کی حسرت نکالنے کے لیے مقابلے پر آتا...."

عمران خاموشی سے سنتا رہا تھا۔ اس کے چپ ہوتے ہی بولا۔ "کچھ بھی ہو مجھ مستری زادے کی تو خواہ مخواہ شامت آ گئی۔"

"تم جھوٹے ہو۔ وہ ہرگز نہیں ہو جو ظاہر کرتے ہو....! مجھے یقین ہے کہ کبڑے نے جو کچھ بھی کہا تھا سچ کہا تھا.... تم وہی عمران ہو.... ڈائریکٹر جنرل رحمان کے لڑکے۔"

"وہ بکواس کر رہا تھا....!"

"ہرگز نہیں...." نینا مسکرائی۔ "کیا تمہیں وہ لڑکی یاد نہیں جو اکثر تمہیں ٹیلیفون پر بور کیا کرتی تھی....؟"

"اوہ...." عمران نے سیٹی بجانے کے انداز میں اپنے ہونٹ سکوڑے اور نینا ہنس پڑی۔ پھر بولی۔ "وہ میری ایک سہیلی تھی۔ دارالحکومت میں زیر تعلیم تھی اور تمہارے فلیٹ کے قریب ہی رہتی تھی....!"

"وہ اب کہاں ہے....؟" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"مشرقی صوبے میں.... اس کی شادی ہو چکی ہے!"

"چلو اچھا ہوا۔" عمران نے اس طرح سر ہلا کر کہا جیسے کسی بہت بڑی فکر سے نجات ملی ہو۔

"تم نے شاید تنگ آ کر کتے کا پلا پال لیا تھا۔ جب بھی وہ فون کرتی تم کتے کے پلے کا منہ ماؤتھ پیس سے لگا دیتے تھے....!"

عمران نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنستا رہا پھر بولا۔ "کتے کا پلا کہہ کر اس کی توہین نہ کرو.... وہ میرا بھانجا تھا....!"

"کیا مطلب....؟"

"میں نے ایک کتیا کو اپنی بہن بنایا تھا...."

"اوٹ پٹانگ باتوں کے علاوہ اور کچھ بھی آتا ہے....!" نینا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی....!

دفعتاً ٹونی قریب ہی کے ایک درخت سے دھم سے کودا.... اور وہ دونوں چونک پڑے۔

"کیا بات ہے؟" نینا نے پوچھا۔

"دس بارہ منئی! رتپھل لیے.... گھیرے آوت ہیں۔" شینخو ہانپتا ہوا بولا۔

"کدھر....!" عمران نے رائفل اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

ٹونی نے ہاتھ گھما کر اشارے سے بتایا کہ وہ گھیرا ڈال رہے ہیں۔

جہاں ان لوگوں نے جائے پناہ منتخب کی تھی گھنی جھاڑیوں سے چھپی ہوئی تھی اور یہاں کئی بڑے بڑے گڑھے بھی تھے.... عمران نے نینا کو ایک گڑھے میں اتر جانے کو کہا.... اور خود کاندھے سے رائفل لٹکا کر ایک درخت پر چڑھتا چلا گیا.... ٹونی جس درخت سے اترا تھا اسی پر پھر نظر آیا.... اس نے بھی ایک رائفل سنبھال رکھی تھی....!

نینا بور ہوتی رہی.... اس کے ہاتھ میں بھرا ہوا ریوالور تھا.... وہ ایک طرف پشت ٹکائے بیٹھی تھی اور سوچ رہی تھی کہ یہ دونوں درخت کافی گھنے ہیں۔ ٹونی اور عمران حملہ آوروں کو نظر نہ آ سکیں گے....

وہ عمران کے متعلق پھر سوچنے لگی تھی کس قسم کا آدمی ہے.... آدمی نہیں بھوت کہنا چاہئے! بجلی کی طرح جھپٹتا ہے شکار پر.... شارٹی کو کس طرح پیٹ کر رکھ دیا تھا۔ ان دونوں آدمیوں پر بیک وقت کس طرح چھا گیا.... لیکن رانی ساجد نگر سے اس کا کیا تعلق۔ کبڑے نے اسے کیوں بند ہوا رکھا تھا.... وہ سوچتے سوچتے اونگھنے لگی۔ راتوں کو ٹھیک سے سو نہیں سکتی تھی اور دن کو سونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

وہ اونگھتی اور ادھر ادھر کی سوچتی رہی.... لیکن پھر یک بیک ایسا معلوم ہوا جیسے غنودگی کے دھندلکے سے نکل کر کسی کیکڑے نے اسے پکڑ لیا ہو۔ اس نے چیخنا چاہا لیکن آواز نہ نکلی۔ کوئی چیز سختی سے منہ پر جمی ہوئی تھی.... آہستہ آہستہ ذہن صاف ہوتا گیا۔ پھر پوزیشن اس کی سمجھ میں آ سکی۔ کسی نے اس کا منہ سختی سے بند کر رکھا تھا تاکہ وہ چیخ نہ سکے.... وہ بے بس تھی.... بالکل

بے بس ہاتھ پیر بھی نہیں ہلا سکتی تھی.... پھر کوئی اس کا گلا بھی گھونٹنے لگا تھا۔ آنکھوں میں پھر تاریکیاں رقص کرنے لگیں.... اور ذہن کسی دلدل میں ڈوبتا چلا گیا.... تاریکی.... گہری تاریکی....!

O

رانی ساجد نگر مضطربانہ انداز میں کبڑے کی منتظر تھی۔ کبھی ٹہلنے لگتی اور کبھی بیٹھ جاتی۔ کچھ دیر بعد چوبدار نے کبڑے کی آمد کی اطلاع دی اور وہ خود اٹھ کر اس کے استقبال کے لیے دوڑ گئی۔

"اوہ.... ڈارلنگ.... کب سے منتظر ہوں!" رانی شکایت آمیز لہجے میں ٹھنکی۔

کبڑا کمرے میں داخل ہو کر ایک جانب کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کا موڈ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا تھا۔ پیشانی پر شکنیں تھیں اور ہونٹوں پر تنفر آمیز کھچاؤ....

وہ کچھ نہ بولا.... رانی نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں....

"کیا بات ہے ھمبی....!"

"کچھ نہیں!" کبڑا بھرائی ہوئی سی آواز میں اور ایک صوفے میں ڈھیر ہو گیا....

"کچھ تو.... تمہارا موڈ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا.... مجھے بتاؤ کیا بات ہے۔ تم تین دن سے مجھ سے نہیں ملے.... کیوں....؟ میں تمہارے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہتی۔ لیکن یہ تو ظلم ہے کہ تین تین دن تک مجھ سے نہ ملو....!"

"ہوں!" کبڑا کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "میں نے بہت دیر سے پی نہیں.... اس لیے...."

"اوہ.... تو یہ کہو....!" رانی نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ ایک باوردی ملازم اندر داخل ہوا۔ رانی نے اس سے شراب اور اس کے لوازمات لانے کو کہا۔

پھر اس کے جانے کے بعد کبڑے کو پیار بھری نظروں سے دیکھتی رہی جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھا.... خود رانی شراب نہیں پیتی تھی.... لیکن کبڑے کے لیے اکثر اسے اپنے ہاتھ ہی سے مکس کرنی پڑتی تھی....

شراب کی ٹرالی کمرے میں آئی.... رانی اٹھی ہی تھی کہ کبڑا اٹھتا ہوا بولا۔ "نہیں تم اپنے ہاتھ نجس نہ کرو.... نماز پڑھتی ہو....!"

"تم بھی پڑھا کرو.... ڈارلنگ....!"

"اتنا زیادہ نشہ کبھی نہیں ہوتا کہ جھونک میں آ کر نماز پڑھنے لگوں.... خدا سے میرے پرانے جھگڑے چلے آ رہے ہیں...."

"کفر نہ بکو....!"

"خیر....ہاں یہ تو بتاؤ کہ صدر کا پولیٹیکل ایجنٹ کیوں آیا تھا....

"اوہ کچھ نہیں.... صفدر جنگ پھر سنک گیا ہے۔ کسی نے رات کو اس کے کیمپ پر حملہ کر کے اس کے کئی آدمیوں کو زخمی کر دیا.. اور کچھ آدمی غائب ہیں اس کا خیال ہے کہ یہ حرکت میری ہے کیونکہ اسی دن تم سے اس کا جھگڑا ہوا تھا...اس نے پولیٹیکل ایجنٹ سے شکایت کی ہے۔"

"مگر میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا... تم اپنے شکاریوں سے پوچھ سکتی ہو.....انہوں نے بھڑنا چاہا تھا لیکن میں نے سختی سے روک دیا تھا...."

"ہاں.... شکاریوں سے معلوم کر چکی ہوں.....انہوں نے حملہ نہیں کیا تھا۔"

"پھر تم نے پولیٹیکل ایجنٹ سے کیا کہا....؟"

"میں نے لاعلمی ظاہر کی.... پھر تیز ہو کر کہہ دیا.... جاؤ تفتیش کراؤ.... میرے شکاریوں کے خلاف کچھ ثابت ہو جائے تو پھر آنا.... کیا میں پولیٹیکل ایجنٹ سے دبتی ہوں...."

کبڑا اتنی دیر میں پے در پے تین گلاس چڑھا چکا تھا۔ اس کے چہرے پر پائے جانے والے برافروختگی کے آثار زائل ہو چکے تھے۔

رانی اسے پیار بھری نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔ دفعتاً کبڑا بولا۔ "پتہ نہیں کیوں لوگ مجھ جیسے بے ضرر آدمی سے بھی بھڑکتے ہی رہتے ہیں۔ شبہات میں مبتلا رہتے ہیں.... میرا تو یہ عالم ہے کہ اگر تمہارے ساتھ شادی نہ ہو گئی ہوتی تو کسی قبر پر دھونی رما کر بیٹھ جاتا.... ایسے درویشانہ خیالات رکھتا ہوں...."

"بہ!.... بس کرو!" رانی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "وہ بھی تم عورتوں ہی کے لیے کرتے۔"

پھر ہنس پڑی.... کبڑا بھی ہنسنے لگا.... دونوں دیر تک ہنستے رہے....!

پھر رانی سنجیدہ ہو کر پیار بھرے لہجے میں بولی۔ "روشی کو الگ کر دو...."

"کیوں؟...."

"پتہ نہیں کیوں.... مجھے اچھی نہیں لگتی....!"

"مگر میں تو اس سے جرمن پڑھ رہا ہوں...."

"کب تک پڑھو گے....!" رانی معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"ابھی تو ابتدائی کتاب پڑھ رہا ہوں۔"

"تمہارے سیکرٹری کی کوئی دوست آئی ہے....؟"

"ہاں....!"

"سنا ہے وہ سوئیٹزرلینڈ کی رہنے والی ہے....!"

'اس سے سوئیس پڑھوں گا....!" کبڑا سر ہلا کر بولا اور پانچویں گلاس میں سائیفن سے سوڈے کی دھار مارنے لگا۔

رانی نے برا سا منہ بنایا لیکن جیسے ہی وہ اس کی طرف متوجہ ہوا پھر مسکرانے لگی....!

پانچواں گلاس چڑھا کر وہ کتوں کی طرح بھونکنے لگا تھا.... پھر کرسی سے اتر کر کتوں ہی کی طرح ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل رانی کی کرسی کے گرد چکرانے لگا۔ ساتھ ہی چیاؤں چیاؤں بھی کر رہا تھا.... رانی ہنس ہنس کر دوہری ہوئی جا رہی تھی کیونکہ اس کے پیروں پر منہ بھی تو مارتا جا رہا تھا.... "گدگدیاں اٹھ رہی ہوں گی' ساری جان من....!"

O

پتہ نہیں کتنی دیر بعد اسے ہوش آیا تھا.... پہلے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آیا.... پھر تھوڑے ہی فاصلہ پر روشنی کا بہت بڑا متحرک دھبہ دکھائی دیا۔ آہستہ آہستہ تاریکی کا غبار چھٹتا جا رہا تھا.... اب اس نے محسوس کیا کہ وہ پیال کے نرم نرم ڈھیر پر پڑی ہوئی ہے....

پھر وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی لیکن دوسرے ہی لمحے میں اپنے حلق سے آزاد ہونے والی چیخ کو کسی طرح نہ روک سکی۔ وہ چہرہ اتنا ہی ڈراؤنا تھا.... بڑا سا چوڑا چکلا چہرہ.... گھنی اور بے ترتیب ڈاڑھی سے ڈھکا ہوا.... انگاروں کی طرح دہکتی ہوئی بڑی بڑی وحشت ناک آنکھیں.... جسامت میں دیو کا دیو تھا.... میلے خاکی رنگ کے لباس نے اسے اور زیادہ ڈراؤنا بنا دیا تھا.... سینے پر کارتوسوں کی پیٹی تھی اور قریب ہی رائفل ایک بڑے پتھر سے ٹکی ہوئی تھی۔

نینا نے آنکھیں بند کر لیں.... کیونکہ وہ اسے بھوکی نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا.... دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا جیسے کسی لمحے بھی ہارٹ فیل ہو جائے گا....

دفعتاً اس نے ایک بھیانک قہقہہ سنا اور گھبرا کر آنکھیں کھول دیں....

اب اس وحشی کا چہرہ اور زیادہ ڈراؤنا ہو گیا تھا.... بڑے بڑے دانت نکلے پڑ رہے تھے....

"ادھر دیکھ....!" وہ قہقہہ روک کر غرایا۔ "میں خمیسو ہوں....!"

وہ کچھ نہ بولی۔ جسم کی تھرتھری کسی طرح مٹنے کا نام ہی نہ لیتی تھی....!

"ادھر دیکھ....!" وہ پھر غرایا اور اس طرح نچلا ہونٹ چاٹنے لگا.... جیسے جیسے.... تشبیہ صرف نینا کے ذہن میں گونجی اور جسم کی تھرتھری میں اضافہ ہو گیا.... وہ جانتی تھی خمیسو کو.... کون نہیں جانتا تھا۔ وہ جو آئے دن آس پاس کے گاؤں پر چھاپے مار کر لڑکیوں کو اٹھا لے جاتا تھا اور وہ کئی دن بعد کہیں نہ کہیں بے ہوش پائی جاتی تھیں.... وہ درندہ تھا۔ سکون کی زندگی بسر

کرنے والے دیہاتیوں پر باز کی طرح آگرتا تھا۔ اس کے آدمی لوٹ مار اور آتشزنی کے ماہر تھے۔ پولیس آج تک اسے گرفتار نہیں کر سکی تھی.... اس کے ساتھی اکثر پکڑے جاتے لیکن وہ اس کی قیام گاہ سے واقف ہی نہ ہوتے تھے۔ خیمسو ان اطراف کا ہوّا تھا۔ بعض اوقات تو دوسرے چھوٹے موٹے ڈاکو بھی اسی کے نام پر کام کر جاتے تھے....

"تو جلدی سے رو دینے والی تو نہیں ہے...." اس نے پھر قہقہہ لگا کر پوچھا۔

نینا پھر بھی کچھ نہ بولی۔ اس کے حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے گی....!

خیمسو اپنی جگہ سے اٹھا اور دونوں ہاتھ پھیلائے قہقہے لگاتا ہوا آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"بچاؤ.... بچاؤ...." نینا کے بند ہوتے ہوئے حلق سے بمشکل تمام ایک چیخ آزاد ہو سکی....!

O

عمران درختوں کی گنجان شاخوں کے درمیان اس طرح چھپ گیا تھا کہ دیکھ لیے جانے کا اندیشہ نہیں تھا.... تھوڑے فاصلے پر شیخو ٹونی بھی اسی طرح نئے آنے والے مسلح آدمیوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ یہ تعداد میں گیارہ تھے۔ کچھ دیر تک وہ ٹھیک اسی درخت کے نیچے رکے تھے جس پر عمران تھا.... پھر دوسری طرف مڑ گئے تھے اور عمران انہیں بتدریج دور ہوتے ہوئے دیکھتا رہا تھا.... پھر وہ نظر سے اوجھل ہو گئے تھے اور پھر وہی پہلے کا سا سکوت طاری ہو گیا تھا۔

عمران نے شیخو کو درخت سے اترتے دیکھا اور خود بھی شاخوں پر پیر رکھتا ہوا نیچے اترنے لگا۔ لیکن جیسے ہی وہ پناہ گاہ میں داخل ہوئے۔ شیخو اچھل پڑا۔ نینا کا کہیں پتہ نہ تھا.... انہوں نے آس پاس کی ساری کھائیاں چھان ماریں لیکن وہ نہ ملی....!

عمران پھر اسی گڑھے میں واپس آ گیا جہاں نینا کو چھوڑا تھا.... قرب وجوار کا غور سے جائزہ لینے لگا.... شیخو بری طرح بوکھلایا ہوا تھا.... بار بار سینے پر ہاتھ مار کر کہتا....

"ہائے بٹیا.... تم کہاں گیو.... اب کہاں ڈھونڈی تم کا...."

"خاموش رہو۔ بور نہ کرو...." عمران نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا اور جھک کر زمین سے تین چمکدار موتی اٹھائے۔

"ای بٹیا کے ہار کے موتی اہیں....!" شیخو خوش ہو کر بولا۔

کچھ آگے بڑھ کر دو ایک موتی اور ملے، وہ آگے بڑھتے رہے حتیٰ کہ ان موتیوں نے بھی منہ موڑ لیا.... اس حصے میں زمین پر بڑی بڑی گھاس تھی....!

"اب کا کریہو...." ٹونی نے کہا۔

"آپن اور تمہارا اکھپار لڑائیے دیب!" عمران نے جھلا کر کہا۔ "اب بولیو تم اُو ہم گھٹکی دباوا تمہار....!"

"ہائے بھیا ہمار مگج پھرگوا ہے.... اٹھائے لے گئین سرون حرامین بٹیا کا....!"

"او بابا.... سوچنے دے....!" عمران سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کدھر جائے.... دن ڈھلنے لگا تھا....!

نینا غیر مسلح نہیں تھی لیکن لے جانے والوں نے اسے مسلح کب رہنے دیا ہو گا.... حالات یہی کہہ رہے تھے کہ وہ خود سے نہیں گئی۔ تنہا کسی طرف نکل جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

عمران سوچتا اور بور ہوتا رہا۔ دفعتاً ٹونی چیخ پڑا۔ "قبوتر.... قبوتر....!"

عمران چونک پڑا اور ٹونی نے ایک جانب انگلی اٹھائی۔ سفید رنگ کا ایک کبوتر اڑا جا رہا تھا۔!"

"کیا بکواس ہے....!" عمران پھر جھنجھلا اٹھا....!

"ارے بھول گئیو کا.... او سردن یہی کہن رہیں نا کہ قبوتر کھت لئی جات ہیں خیمسو کے پاس۔"

عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ بات پتے کی تھی۔ وہ کوئی جنگلی کبوتر نہیں تھا.... سفید رنگ کا پالتو کبوتر.... پالتو کا ویرانوں میں کیا کام۔ وہ تو بستیوں کے آس پاس والے کھیتوں میں اترتے ہیں لہٰذا وہ یقینی طور پر خیمسو کا نامہ بر ہی ہو سکتا ہے....!

بوکھلاہٹ میں اس نے کبوتر کے ساتھ ساتھ دوڑنے کی کوشش کر ڈالی.... لیکن لاحاصل کچھ دور چل کر وہ اونچے اور گھنے درختوں کی اوٹ میں نظر سے اوجھل ہو گیا ویسے عمران نے اڑان کی سمت کا اندازہ کر لیا تھا.... بس پھر وہ ناک کی سیدھ میں چل پڑے.... شیخو اب خاموش تھا.... وہ چلتے رہے.... حتیٰ کہ سورج غروب ہونے لگا....

"اب کا ہوای!" شیخو ٹونی بڑبڑایا۔ "سرج ڈوبے والا ہے.... کہوں ٹھکانا ڈھونڈ لیو....!"

"چلتے رہو.... چلتے رہو....!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اب تو بھکان ہیں بھیا ہم....!"

"شٹ اپ...."

پھر چلتے چلتے اندھیرا بھی پھیلنے لگا.... اور شیخو نے عمران کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا وہ اپنی

سے بڑی بڑی لپکیں اٹھ رہی تھیں....

"نینا....بٹیا...!" ٹونی نے سرگوشی کی اور رائفل سیدھی کرنے لگا....

"ٹھہرو....!" عمران نے ہاتھ مار کر رائفل کی نال نیچے گراتے ہوئے کہا۔ "خاموشی سے اتر چلو....یہی خیمسو معلوم ہوتا ہے....تنہا ہوگا....!"

وہ آہستگی نیچے اترتے رہے.... نینا کی چیخیں برابر سناٹے میں گونج رہی تھیں اور خیمسو اس سے اسی طرح کھیل رہا تھا۔ جیسے کوئی بلی قابو میں آئی ہوئی کسی چوہیا سے کھیلتی ہے۔ اگر وہ چاہتا تو ایک ہی جست لگا کر اسے پکڑ لیتا.... لیکن شاید نینا کی ڈری ڈری سی چیخیں اس کی کسی جبلت کے لیے باعث تسکین ثابت ہو رہی تھیں....!

عمران نے نیچے پہنچ کر یک بیک اسے للکارا.... "خبردار اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

وہ رک کر مڑا....اور چندھیائے ہوئے انداز میں پلکیں جھپکائیں....

"عمران....!" نینا چیخی پھر دوڑ کر اس سے لپٹ گئی.... عمران بائیں ہاتھ سے اسے ایک طرف ہٹاتا ہوا دہاڑا۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!"

اس کے داہنے ہاتھ میں ریوالور تھا جو اس لحیم شحیم اور بھیانک آدمی کی طرف اٹھا ہوا تھا....

لیکن وہ بدستور ہاتھ گرائے ہوئے عمران کو گھورتا رہا.... ہاتھی اور ٹٹو کا مقابلہ تھا....!

"تو کون ہے....؟" بالآخر اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"صفدر جنگ کا ایک شکاری...." عمران نے تیکھے لہجے میں کہا۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔" خیمسو نے لاپرواہی سے کہا۔ "تو کیا چاہتا ہے....؟"

"لڑکی کو واپس لے جاؤں گا..اور تم سے پوچھوں گا کہ ہم لوگوں پر کس نے حملہ کرایا تھا۔!"

"تو پوچھے گا....؟" خیمسو نے حقارت سے کہا۔

ایک دیو بالشتے سے مخاطب تھا....

"لڑکی کو واپس لے جائے گا....!" پہلے ہی کے سے لہجے میں اس نے پوچھا۔

"ہاں بے!" ٹونی نے رائفل سیدھی کرتے ہوئے کہا۔ "لے جا بے.... دیکھتے ہیں کیا کر لیتا ہے....!"

"اور کون ہے تیرے ساتھ؟" خیمسو نے ٹونی کی طرف متوجہ ہوئے بغیر عمران سے پوچھا۔

"میں کہتا ہوں ہاتھ اوپر اٹھاؤ....ورنہ گولی مار دوں گا....!"

"مار دے....!" وہ اپنے بڑے بڑے دانت نکال کر ہنسا اور نینا سے بولا۔ "ادھر آ۔"

دفعتاً ٹونی نے رائفل کو لاٹھی کی طرح تول کر اس کے کندے سے خیمسو پر حملہ کر دیا۔ عمران

"ہائیں ہائیں" ہی کرتا رہ گیا....!

پھر دوسرے ہی لمحے میں اس نے ٹونی کی چیخ سنی....! آنکھیں تو صرف اتنا ہی دیکھ سکی تھیں کہ وہ رائفل سمیت خیمسو کے سر کے اوپر سے گذرتا ہوا دوسری طرف جا گرا تھا۔

اور پھر دو ایک بار تڑپ کر اس طرح ساکت ہو گیا تھا جیسے دم ہی نکل گیا ہو....!

پھر نینا بھی چیخی تھی۔ شاید اسے بھی ٹونی کی موت کا یقین ہو گیا تھا۔

عمران نے جو اسے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔ گرج کر پوچھا۔ "اب اگر میں تم کو گولی مار دوں تو...."

"مار دے....!" وہ سینے پر ہاتھ مار کر کسی گوریلے کی طرح غرانے لگا....

"چلو....چلو....بھاگ چلو یہاں سے!" نینا عمران کے بازو سے لپٹ کر اسے جھنجھوڑتی ہوئی بولی۔

"خیمسو...اگر میرا ساتھی مر گیا ہوگا تو میں تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گا...."

"ابے....آ بھی....!" خیمسو نے پھر کسی پہلوان کے سے انداز میں ہاتھ ہلا کر اسے گویا کشتی لڑنے کی دعوت دی....!

"بھاگ چلو....عمران بھاگ چلو....!" نینا پھر گھگھیائی....

عمران اس سے اپنا بازو چھڑانے لگا۔ اتنے میں خیمسو کو اس پر حملہ کر دینے کا موقع مل گیا....

اس نے بالکل کسی ہلکے پھلکے آدمی ہی کی طرح عمران پر چھلانگ لگائی تھی۔

نینا پھر چیخی..عمران چونکہ اس کی طرف ہی متوجہ تھا۔ اس لیے خیمسو کو جھکائی نہ دے سکا اور پھر اسے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے قرب وجوار کی کوئی بہت بڑی چٹان جڑ سے اکھڑ کر اس پر آ پڑی ہو....!

نینا اب اس طرح چیخ رہی تھی جیسے کسی قسم کا دورہ پڑ گیا ہو....

قریب ہی شینخو ٹونی بے حس و حرکت اوندھا پڑا تھا۔

عمران کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح اس چٹان کے نیچے سے نکل جائے لیکن جنبش کرنا بھی دشوار معلوم ہو رہا تھا۔ ریوالور بھی ہاتھ سے نکل کر نہ جانے کہاں جا پڑا تھا۔ نینا کی بدحواسی نے تو اسے نروس ہی کر دیا تھا.... لیکن اس نے بڑی پامردی سے خود کو سنبھالے رکھا۔

اب خیمسو کوشش کر رہا تھا کہ اس کا گلا گھونٹ دے۔ عمران دن بھر کا بھوکا تھا۔ یوں بھی کسی قدر نقاہت محسوس ہو رہی تھی۔

یک بیک نینا کو ہوش سا آ گیا....اب وہ آنکھیں پھاڑے عمران اور خیمسو کو دیکھ رہی تھی۔

پھر بڑی پھرتی سے خیمسو کی رائفل کی طرف جھپٹی جو قریب ہی ایک پتھر سے ٹکی ہوئی تھی۔

زبان میں کہہ رہا تھا کہ تم تو صفدر جنگ سے بھی زیادہ سنکی معلوم ہوتے ہو..... آخر اسے کہاں بسر ہو گی۔ اب بھی غنیمت ہے شب بسری کے لیے کوئی ٹھکانا تلاش کر لو ورنہ شاید رات بھر سونا بھی نصیب نہ ہو سکے.....!

عمران اسے جواب دیئے بغیر چلتا ہی رہا۔ آخر شیخو چپ ہو رہا..... اب وہ ایک ایسے علاقے میں تھے جہاں اونچی نیچی پتھریلی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں.....اور جھاڑیوں کے سلسلے کچھ اور زیادہ گھنے نظر آنے لگے تھے.....

"اب تو ہم سے نہیں چلا جات.....!" ٹوٹی ایک جگہ اڑ گیا۔

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ خمیسوا سے برباد کر دے.....؟" عمران اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔

"پھر بتاؤ ہم کا کری..... ہس پیرا ٹھی ہے پاون ما کہ کا بتائی۔ مائی گڈ نس....."

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اچھا۔ آؤ..... ان چٹانوں میں کوئی جائے پناہ تلاش کریں۔"

ابھی اتنا اجالا تھا کہ وہ کوئی مناسب سی جگہ تلاش کر سکتے تھے.....!

عمران ان چٹانوں کا جائزہ لیتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک جگہ رک کر اس نے شیخو ٹوٹی سے کہا۔ "یہ تو بڑی شاندار جگہ ہے..... پوری فوج چھپا دو۔ یہاں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو گی۔"

"ہم اے کیت کیھوں نہیں آئن....." شیخو بولا۔

"تم تھوڑی سی فارسی بھی پڑھ لو پیارے.....!" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"اب کا پڑھے بڑھوتی..... ہمار سرکار بہت چاہن کہ ہم انگریجی پڑھ لے ای۔ مدانہ پڑھ سکن..... بس باسٹر واسٹر کہہ لے ات ہَی..... اور او کا ہوت ہے..... ڈیم بلاڈی..... ڈیوٹ....."

"ایڈیٹ.....!" عمران نے تصحیح کی۔

"یہی۔ یہی.....!" ٹوٹی سر ہلا کر بولا۔

اتنے میں انہوں نے شب بسری کے لیے ایک اچھی سی جگہ بھی تلاش کر لی..... چٹانوں کے درمیان ایک کافی کشادہ غار تھا.....! عمران نے ایک جگہ نشان بنا دیا جو کبوتر کی اڑان کی سمت اشارہ کر رہا تھا.....

پھر ٹوٹی نے کچھ خشک گھاس اور درختوں کی خشک شاخیں اکٹھا کیں..... اور الاؤ جلانے لگا..... دونوں ہی بھوکے تھے لیکن کوئی ایسی چیز نہ مل سکی۔ جس سے پیٹ بھرا جا سکے۔

ٹوٹی الاؤ کو اشتعال دیتا ہوا گنگنا رہا تھا۔

ہاں سیاں میں تو نہ جاؤں تل جوری سے

"شیخو بھوکے نہیں ہو کیا؟" عمران نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"تمہرے ساتھ بھوک پیاس سب مر جات ہے!" ٹوٹی نے لاپرواہی سے جواب دیا..... اور پھر الاؤ کو اشتعال دیتا ہوا گنگنانے لگا۔

آج دونوں بہت زیادہ چلے تھے۔ لہٰذا کچھ دیر ستانے کے بعد جسمانی اور ذہنی تھکن کا احساس ستانے لگا۔ شیخو کی پلکیں غنودگی کے بوجھ سے جھکی پڑ رہی تھیں۔ عمران کچھ دیر تو آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا پھر اٹھ کر غار کے دہانے پر آ کھڑا ہوا.....! مطلع صاف تھا۔ اس لیے تاریکی گہری نہیں تھی اور یہاں درختوں کے جھنڈ بھی نہیں تھے۔ کہیں کہیں قد آدم جھاڑیاں تھیں اور بس۔

یک بیک عمران چونک پڑا۔ اس کی چھٹی حس اچانک بیدار ہو گئی تھی۔

اس نے ٹوٹی کو آواز دی..... "رائفل لے کر یہاں آؤ.....!"

"کا بات ہے بھیا.....!" ٹوٹی نے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"وہ سامنے دیکھو..... میری انگلی کی سیدھ میں..... ٹیلے پر جو درخت نظر آ رہا ہے..... اس پر ہلکی سی روشنی دیکھ رہے ہو....."

"ہمکا تو کچھو نہیں دکھائی دیتا.....!" ٹوٹی اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا ہوا بولا۔

"آؤ.....!" عمران اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔ "ریوالور بھی لوڈ کر لو۔"

شیخو اس کے پیچھے چل پڑا..... اور تھوڑی ہی دور چل کر ٹھوکر کھائی..... گرتے گرتے بچا..... اس طرح غنودگی سے پیچھا چھوٹا تھا۔

راستہ دشوار گزار تھا۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح وہ اس ٹیلے پر پہنچ گئے۔ حقیقتاً ٹیلے والے درخت کے کچھ حصے پر بھیگی بھیگی سی روشنی موجود تھی اور اس کے ہلکے سے ارتعاش سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی بھڑکتے ہوئے الاؤ کی روشنی ہو سکتی ہے۔

ٹیلے پر چڑھائی شروع کرتے ہی انہوں نے دوسری جانب سے ابھرنے والی نسوانی چیخیں سنیں۔ کوئی عورت چیخ رہی تھی۔ "بچاؤ..... بچاؤ.....!"

عمران بے تحاشہ دوڑا۔ چڑھائی دشوار نہیں تھی۔ درخت کے قریب پہنچ کر رکا..... پیچھے نظر ڈالی..... جہاں ایک عجیب الخلقت آدمی کسی عورت کو دوڑاتا پھر رہا تھا۔ وہ چیخ رہی تھی..... اور وہ دونوں ہاتھ پھیلائے قہقہے لگاتا ہوا اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا.....

چاروں طرف سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی کیونکہ وہاں ایک بہت بڑا الاؤ روشن تھا۔ جس

دوسرے ہی لمحے رائفل کا کندہ پوری قوت سے خمیسو کے سر پر پڑا....

وہ زخمی شیر کی طرح دھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا اور نینا کی طرف جھپٹا.... عمران نے جو بڑی پھرتی سے اس کی گرفت سے نکل گیا۔ آگے بڑھ کر اس کی ٹانگوں میں اپنی ٹانگ اڑا دی۔ پھر کیا تھا خمیسو اپنے ہی زور پر اڑا اڑا دھڑم منہ کے بل زمین پر آ رہا اس کی دہاڑوں سے چٹانیں گونج رہی تھیں نینا نے پھر رائفل تولی لیکن عمران نے اس کو اس سے باز رکھا....

اب وہ خمیسو پر سوار تھا۔ کوشش کر رہا تھا کہ ہاتھوں اور پیروں سے اسے جکڑے رکھے....

لیکن ممکن نہ ہوا۔ پتھر سے ٹکرا ٹکرا کر اپنے ہی ہاتھ پیروں سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں....!

یک بیک خمیسو لیٹے ہی لیٹے اچھلا اور عمران دور جا پڑا.... اب خمیسو کی باری تھی وہ غراتا ہوا عمران کی طرف جھپٹا لیکن عمران پہلے ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس کے حملے کا منتظر تھا۔ خمیسو کا پھرتیلا پن حیرت انگیز تھا۔ ایسی جسامت رکھنے والوں سے ایسے پھرتیلے پن کی توقع نہیں کی جاسکتی....!

اب وہ دونوں ایک دوسرے پر حملے کی نیت سے آمنے سامنے کھڑے موقع کے منتظر تھے۔

اتنے میں نینا نے خمیسو کی رائفل کھٹکائی....

"خبردار....!" عمران نے اسے للکارا۔ "فائر نہ کرنا۔"

خمیسو نینا کی طرف مڑا ہی تھا کہ عمران نے اس پر چھلانگ لگا دی.... اور اسے ساتھ لیتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔ لیکن خمیسو اس طرح اٹھ کھڑا ہوا کہ عمران کو ایک بار پھر زمین دیکھنی پڑی اور نینا نے چیخ کر کہا۔ "عمران مجھے فائر کرنے دو.... یہ ثناء اللہ شارٹی نہیں ہے....!"

"یہ جانور زندہ پکڑے جانے کے قابل ہے اپنے چڑیا گھر میں رکھوں گا۔" عمران نے ہانک لگائی.... اور خمیسو پھر جھلا کر چڑھ دوڑا.... اس بار عمران پر چھلانگ لگائی اور محاورۃً ہی نہیں بلکہ حقیقتاً منہ کی کھائی۔ عمران بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زمین پر منہ کے بل آیا۔ جبڑا کسی ناہموار پتھر سے ٹکرایا اور ہونٹوں سے خون کی پچکاریاں سی پھوٹنے لگیں۔ اب وہ کسی زخمی درندے کی طرح غرا رہا تھا۔ اب کی بار حملہ بڑا سخت تھا۔ نینا پھر روہانسی آواز میں چیخی۔

"عمران مان جاؤ....!"

"نہیں فائر مت کرنا....!" عمران نے سختی سے جواب دیا اور خمیسو کو جھکائی دے کر دوسری طرف نکل گیا.... پھر مڑ کر ایک فلائنگ کک اس کے پیٹ پر رسید کی۔ خمیسو شاید اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ شور مچاتا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔

عمران نے پھر اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا۔ وہ اٹھ ہی رہا تھا کہ ٹھوڑی پر زوردار ٹھوکر رسید کی اور وہ دونوں ہاتھوں سے منہ دبائے ہوئے پھر ڈھیر ہو گیا.... اس کے حلق سے بیک وقت کئی قسم

کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ عمران اس کے دوبارہ اٹھنے کا منتظر تھا.... نینا نے پھر کہا۔ "خدا کے لیے کھیل ختم کرو.... اسے ختم کردو.... پندرہ ہزار کا انعام تھا اس پر...."

عمران کچھ نہ بولا۔ خمیسو پھر اٹھ رہا تھا۔ اس بار عمران نے اسے اٹھنے دیا۔ لیکن نینا چیخ پڑی.... کیونکہ خمیسو کے ہاتھ میں بڑا سا خنجر لہرا رہا تھا....

پلکیں جھپکائے بغیر وہ عمران کو گھور رہا تھا۔

"احمق نہ بنو عمران .... میں فائر کرتی ہوں!" نینا پھر چیخی اور اس بار خمیسو عمران کو چھوڑ کر اسی طرف گھوم گیا.... رائفل نینا کے ہاتھ سے چھوٹ پڑی.... لیکن وہ اس تک نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ عمران نے اچھل کر پیچھے سے اس کی گردن پکڑ لی تھی۔ وہ پلٹ پڑا۔ خنجر فضا میں بلند ہوا لیکن پھر اس کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ پھر گر پڑا.... اس بار عمران نے بائیں ہاتھ سے تو خنجر والا ہاتھ سنبھالا تھا اور اس کا داہنا ہاتھ بھی گرفت میں لے کر اس طرح اچھلا تھا کہ پیشانی پوری قوت سے خمیسو کے ناک پر پڑی تھی....

"خنجر چھینو.... خنجر...." نینا بلبلائی.... اب اس نے پھر رائفل اٹھا لی تھی۔

عمران نے گرتے ہوئے خمیسو پر چھلانگ لگائی اور خنجر چھیننے کی کوشش کرنے لگا مگر وہ تو فولادی پنجہ تھا۔ عمران جھوم کر رہ گیا۔ لیکن خنجر کو اس کی گرفت سے آزاد نہ کر سکا....!

اب خمیسو پھر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اتنا زخمی ہو جانے کے باوجود بھی دم خم وہی تھا۔ عمران کے چھکے چھوٹے جا رہے تھے۔ سوچ رہا تھا کہ اس دیو کے ہاتھوں کہیں شکست ہی نصیب نہ ہو.... دوسری طرف وہ اسے زندہ ہی گرفتار کرنا چاہتا تھا۔

نینا بے حد مضطرب نظر آ رہی تھی اور شاید اسے عمران پر غصہ بھی آ رہا تھا کہ آخر کھیل ختم کیوں نہیں کر دیتا۔ زندہ یا مردہ خمیسو کے لیے پندرہ دنوں سے پندرہ ہزار کے انعام کا اعلان ہو رہا تھا۔ اگر وہ اسے مار بھی دیتا تو کیا ہوتا....؟ کوئی قانونی گرفت تو نہ ہو سکتی پھر....؟ وہ سچ مچ عمران کو دیوانہ سمجھنے لگی تھی۔

کسی نہ کسی طرح خنجر خمیسو کے ہاتھ سے نکل گیا.... عمران نے اسے ٹھوکر ماری اور وہ دور کہیں پتھروں میں غائب ہو گیا۔

"اب میں انتظار نہیں کر سکتی۔" نینا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہہ کر پھر رائفل سیدھی کی۔

"ٹھہرو.... ٹھہر جاؤ!" عمران نے خمیسو کا حملہ بچاتے ہوئے کہا۔ اور پھر نینا کی طرف بڑھتا چلا گیا.... اور اس سے رائفل چھین کر پھر خمیسو پر جھپٹ پڑا.... خمیسو کو شاید توقع نہیں تھی کہ اس بار وہ اس پر رائفل کے کندے سے حملہ کرے گا.... لیکن پھر بھی اس نے عمران پر بھی وہی

داؤ آزمانے کی کوشش کی جس سے ٹونی نے مار کھائی تھی۔ عمران کو اس داؤ کا اندازہ پہلے ہی ہو چکا تھا.... اس لیے سر بچا کر پالٹ کا ہاتھ مارا.... ایک دل خراش چیخ.... خیمسو پے بہ پے چیختا ہوا.... کسی تناور درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا.... پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی....

پھر وہ نہ اٹھ سکا.... لیکن دوبارہ اٹھ جانے کی کوشش اب بھی جاری تھی....!

ہاتھ ٹیک کر آدھے دھڑ سے اٹھتا اور پھر دھاڑتا ہوا ڈھیر ہو جاتا....

اب عمران رائفل ایک طرف ڈال کر ٹونی کی طرف جھپٹا۔ نینا بھی دوڑتی ہوئی اس کی طرف آئی تھی.... ٹونی کا سر پھٹ گیا تھا.... لیکن وہ مرا نہیں تھا.... بے ہوش ہو گیا تھا.... چوٹ گہری آئی تھی....

خیمسو آدھے دھڑ سے اٹھا ہوا دھاڑتا رہا۔ اور وہ دونوں ٹونی کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کرتے رہے.... زخم صاف کر کے عمران نے پٹی باندھ دی تھی۔

خیمسو صرف غرا رہا تھا.... دہاڑ رہا تھا.... ابھی تک اس کی زبان سے کوئی با معنی جملہ نہیں نکلا تھا.... عمران نے اچھی طرح اطمینان کر لیا تھا کہ اس کے پاس اب کوئی اسلحہ نہیں رہا۔

ٹونی کو انہوں نے ایک طرف پھیلے ہوئے پیال کے ڈھیر پر ڈال دیا۔ وہ اب تک ہوش میں نہیں آیا تھا.... عمران کا خیال تھا کہ اس کی سانسیں معمول کے مطابق ہی چل رہی ہیں۔ اس لیے وہ اس کی طرف سے مطمئن ہو گیا تھا۔

پھر اس نے ٹونی کی رائفل اٹھائی۔ خیمسو کا خنجر تلاش کیا اور اس کی رائفل بھی سمیٹ کر ایک طرف ڈال دی.... یہ چیزیں ہر حال میں خیمسو کی پہنچ سے باہر تھیں۔ پھر وہ متجسسانہ انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا....!

ایک جانب کسی غار کا دہانہ نظر آیا جس کے اندر ہلکی سی روشنی دکھائی دے رہی تھی....

"اسے کیا کرو گے....؟" نینا نے خیمسو کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تل کر کھاؤں گا.... تم فکر نہ کرو.... آؤ....!" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر غار کے دہانے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "واقعی بہت زور کی بھوک لگی ہے.... صبح سے کچھ بھی نصیب نہیں ہوا.... آؤ یہاں دیکھیں....!"

غار کافی کشادہ تھا.... اور ضروریات زندگی میں سے شاید ہی کوئی چیز ایسی رہی ہو جو وہاں موجود نہ ہو.... مٹی کے تیل کا اسٹوو.... کھانا پکانے کے برتن.... ایک بڑا سا پلنگ جس پر بستر بچھا ہوا تھا۔ ایک جانب کھال اترے ہوئے پرندوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ تعداد میں آٹھ یا دس تو ضرور رہے ہوں گے.... کئی بندوقیں اور رائفلیں ایک طرف میگزین کا ڈھیر....!

عمران چاروں طرف دیکھتا پھر رہا تھا۔ مٹی کے ایک بڑے سے برتن میں گھی نظر آیا اور عمران نے قلقاری مار کر کہا۔ "آہا۔ اب تو یہ پرندے تلے بھی جا سکیں گے...."

دفعتاً نینا عمران کو گھورتی ہوئی بولی۔ "تم کیا کرنا چاہتے ہو.... اسے وہاں تنہا چھوڑ آئے ہو.... اگر اس کے آدمی آ گئے تو....؟"

"اس کے آدمی نہیں جانتے کہ وہ کہاں رہتا ہے....!"

"پھر بھی....! میں کہتی ہوں کہ اسے ختم ہی کیوں نہ کر دو....!"

"بڑی سنگدل عورت معلوم ہوتی ہو....!"

"اس حرامزادے سے زیادہ نہیں.... سارا علاقہ جہنم بنا ہوا تھا.... اس کی وجہ سے....!"

"کھانے کھلانے کی فکر کرو.... اسے میں دیکھ لوں گا.... یہاں سب کچھ موجود ہے۔"

عمران سوچ رہا تھا کہ کہیں اب وہ گھسٹتا ہوا رائفلوں تک نہ پہنچ جائے۔ جنہیں وہ باہر ہی چھوڑ آیا تھا.... اس وقت چوٹ تازہ تھی اس لیے وہ ایک ہی جگہ پر سر پٹختا رہ گیا تھا....

نینا کو غار میں چھوڑ کر وہ باہر نکل آیا.... خیمسو اب بھی وہیں آدھے دھڑ سے اٹھا ہوا الاؤ کی لپٹوں کو گھور رہا تھا.... پلکیں جھپکائے بغیر.... آنکھوں میں کرب کے آثار تھے.... عمران کی آہٹ پر سر گھمایا اور غرا کر بولا۔ "پانی۔ پانی پلا دے!"

عمران پھر غار میں واپس آیا.... ایک جانب پانی سے بھرا ہوا مٹکا رکھا تھا۔

عمران نے بڑے سے تاملوٹ میں پانی انڈیلا اور پھر باہر آ گیا۔ اسی طرح آدھے دھڑ سے اٹھے ہوئے خیمسو نے بائیں ہاتھ سے پورا تاملوٹ خالی کر دیا۔

"اور لاؤں....؟" عمران نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں پوچھا۔

"بس....!" وہ غرایا.... اور عمران کو گھورتا رہا۔ کچھ بولا نہیں۔ عمران اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ بھی گھورتا رہا پھر بولا۔ "ہم پر کس نے حملہ کرایا تھا...."

"کیوں....؟ نہیں بتاؤں گا....!"

"ہو سکتا ہے۔ میں تمہیں یہاں چھوڑ جاؤں.... پولیس کے حوالے نہ کروں!"

"پولیس....!" خیمسو نے اس بار بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔ "پولیس میری لاش کو بھی ہاتھ لگانے کی ہمت نہ کرے گی....!"

"اچھا یہی بتا دو کہ تمہارے ساتھی کہاں ہیں....!"

"کیوں بتا دوں....!"

"میں تمہیں گولی بھی مار سکتا ہوں....!"

"مار دے... ابے لونڈے مرنا مارنا میرا کھیل ہے کل تک مارتا رہا ہوں آج مر جاؤں گا...!"

"میرے پیارے خیمسو...!" عمران نے درد بھرے لہجے میں کہا۔ "بتا دو کس نے حملہ کرایا۔"

"بتا دوں...." خیمسو نے مسکرا کر کہا۔ "اچھا بتا دوں گا.... مگر شرط...!"

"بتاؤ۔ جلدی سے مری جان.... وہ شرط بھی بتا دو...."

"لڑکی کو میرے حوالے کر دو...!"

عمران نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں پھر بولا۔ "ابے ٹانگ تو ٹوٹ گئی ہے تمہاری.. اور!"

"ٹوٹی رہنے دو.... تجھ سے کیا.... بول.... راضی ہے....!"

"پہلے بتا دو...." عمران نے کہا۔

"نہیں ناممکن ہے...."

"اچھا میں اسے بلاتا ہوں۔" عمران نینا کو اس کے پاس لایا۔ لیکن نینا کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ خیمسو اسے دیکھ کر اپنے خون میں لتھڑے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا....

"اب بتاؤ....!"

"تم پھر اسے واپس لے جاؤ گے.... میں بے بس ہوں....!"

"جہنم میں جاؤ.... مت بتاؤ.... کیا فرق پڑتا ہے....!"

"یہ پوچھے تو بتا دوں گا...." خیمسو نے نینا کی طرف دیکھ کر کہا۔ پھر اس کے بڑے بڑے دانت نکل پڑے....!

"کیا معاملہ ہے؟" نینا نے عمران سے پوچھا۔

"تم اس سے پوچھو کہ ہم پر کس نے حملہ کرایا تھا...!" عمران مسکرا کر بولا۔ "یہ اس وقت صرف تمہاری ہی باتوں کا جواب دینے کے موڈ میں ہے....!"

"کیا بکواس ہے....!" نینا بگڑ گئی اور خیمسو کو گالیاں دینے لگی۔ پھر ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر بولی۔ "سر کچل کر رکھ دوں گی حرامزادے....!"

"خدا کے لیے پوچھو! بڑی مشکل سے اس پر راضی ہوا ہے کہ تمہیں بتا دے گا۔"

"بول کس نے حملہ کرایا تھا....؟"

"ہی ہی ہی...." خیمسو نے دانت نکال دیئے پھر بولا۔ "ساجد نگر کے کبڑے نے"

"وہ یہاں آیا تھا....؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"روز ہی آتا ہے....!"

"کدھر سے آتا ہے.... کیسے آتا ہے....!"

"یہ مجھے نہیں معلوم.... بہت امیر آدمی ہے.... بہت پیسے دیتا ہے....!"

"آج یہاں آیا تھا....!"

"نہیں.... اب آئے گا....!"

"تنہا آتا ہے....!"

"ہاں.... بالکل اکیلے....!"

"وہ تم سے اور کیا کام لیتا رہا ہے....؟"

"کچھ بھی نہیں.... بس ملنے آتا ہے....!"

"اسے کب سے جانتے ہو....!"

"بہت دنوں سے.... مجھے بھوک لگی ہے....!"

"مل جائے گا کھانا....!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کیا تم یہیں پڑے رہو گے یا تمہیں غار میں لے چلوں....؟"

"تو لے چلے گا.... خیمسو کو.... میں یا تو یہیں مر جاؤں گا یا اپنے پیروں سے چل کر کہیں جاؤں گا.... ابے تو خیمسو کو کیا سمجھتا ہے.... تجھ جیسے مچھر کا سہارا لے گا۔ بھاگ....!"

خیمسو وہیں کھلے میدان میں پڑا رہا اور یہ دونوں غار میں واپس آ گئے.... نینا نے اسٹوو روشن کیا اور عمران ایک جگہ بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بے ہوش ٹونی کو ہاتھوں پر اٹھا کر غار میں لایا اور خیمسو کے بستر پر ڈال دیا۔

نینا اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ دیکھے جا رہی تھی پلکیں جھپکائے بغیر.... عمران اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر بلا کی معصومیت پھٹ پڑی تھی... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی بے حد شریر بچہ بزرگوں کے سمجھانے بجھانے پر اپنے شریف ہو جانے پر غور کر رہا ہو۔

دفعتاً نینا کانپ کر بولی۔ "اُف.... فوہ.... اگر تم نہ آجاتے تو اس وقت کیا ہوتا۔ میرے خدا... وہ کتنا بھیانک آدمی ہے.... مگر آدمی کیوں؟.... پتہ نہیں وہ حیوانوں کے کس ریوڑ سے تعلق رکھتا ہے....!"

"بڑا گریٹ آدمی ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے لیکن ہوش میں ہے.... کیا تم نے ایک بار بھی اس کی کراہ سنی تھی.... پھر وہ کسی کے سہارے حرکت کرنے میں اپنی توہین سمجھتا ہے...."

نینا کچھ نہ بولی۔ اس نے اسٹوو پر فرائنگ پین رکھ دیا تھا اور اس میں گھی ڈال کر ادھڑے ہوئے پرندوں کے ٹکڑے تلنے لگی تھی۔

کچھ دیر بعد عمران ایک پلیٹ میں تلے ہوئے گوشت کے ٹکڑے سجائے ہوئے غار سے نکلا۔ خیمسو ایک پتھر پر سر رکھے ہوئے اوندھا پڑا ہوا تھا۔

"خیمسو....!" عمران نے اسے آواز دی۔ لیکن جواب نہ ملا۔ پھر جھنجھوڑا.... لیکن اس نے حرکت بھی نہ کی.... عمران الاؤ کی طرف جھپٹا اور ایک مشتعل لکڑی نکال لایا.... اور پھر حیرت سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں.... خیمسو مر چکا تھا.... اور اس کی کنپٹی میں ایک سوراخ نظر آرہا تھا جس سے بہا ہوا خون سر کے گرد زمین پر پھیلا ہوا تھا....!

عمران نے لکڑی ایک طرف اچھال دی اور دوڑ کر ایک چٹان کی اوٹ میں ہو گیا۔ ہولسٹر سے ریوالور نکل آیا تھا اور وہ مسلسل غار کے دہانے کی طرف گھورے جارہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد غار کے دہانے پر نینا نظر آئی۔ وہ چاروں طرف دیکھ کر عمران کو آوازیں دینے لگی۔ لیکن عمران جہاں تھا وہیں رہا۔

دفعتاً کسی جانب سے ایک نئی آواز ابھری۔ "یہاں کون ہے۔ سامنے آئے۔ میں راستہ بھول گیا ہوں....!"

آواز عمران نے پہچان لی۔ یہ کبڑے کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر وہ بھی سامنے آگیا۔ غار کے دہانے کے قریب ہی رکا تھا۔ نینا جہاں پہلے کھڑی تھی وہیں اب بھی نظر آرہی تھی۔

"اوہ.... یہ تم ہو.... تم یہاں کہاں؟" کبڑے کے لہجے میں حیرت تھی اور اس نے نینا کو مخاطب کیا۔

نینا کچھ نہ بولی.... اور کبڑا پھر چاروں طرف دیکھنے لگا.... پھر اس نے قہقہہ لگایا اور بولا۔

"سمجھ گیا.... ہز ہائی نس بھی یہاں تشریف رکھتے ہوں گے! کیا وہ بھی میری ہی طرح بھٹک گئے تھے.... غار تو خاصا معلوم ہوتا ہے....!"

وہ دہانے سے اندر جھانکنے لگا تھا....!

"مجھے ہز ہائی نس کی حضور میں لے چلو....!" اس نے پھر نینا سے مخاطب ہو کر کہا۔

عمران سوچ رہا تھا کہ کبڑا تنہا ہی ہوگا۔ خیمسو سے معلوم ہی ہو چکا ہے کہ وہ روزانہ یہاں آتا ہے۔ لہٰذا خیمسو نے بھیڑ بھاڑ کی اجازت ہرگز نہ دی ہوگی۔ کیونکہ وہ تو اپنے آدمیوں سے بھی چھپا پھرتا ہے.... وہ آہستگی چٹان کی اوٹ میں سے نکلا.... اور اس طرح کبڑے کے سر پر پہنچ گیا کہ اسے خبر تک نہ ہوئی....

کبڑا نینا سے کہہ رہا تھا۔ "تم کچھ بولتی کیوں نہیں.... کیا اپنے ٹینی بابا کو بالکل ہی بھول گئیں.... ارے گودوں کھلایا ہے تمہیں.... بے مروت کہیں کی....!"

عمران نے سوچا کہ کہیں نینا ابل ہی نہ پڑے اس لیے خود کو ظاہر کر دینا چاہئے وہ نہیں چاہتا تھا کہ کبڑے کو نئے پیدا شدہ حالات کا علم ہو سکے۔ اس نے بڑی نرمی سے کبڑے کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کک۔ کون!" کبڑا اچھل کر مڑا.... اور پھر عمران پر نظر پڑتے ہی ہنسنے لگا۔

پھر نینا سے بولا۔ "مجھے ہز ہائی نس کے پاس لے چلو....!"

"ذرا میری بات سن لو.... پیارے...." عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر الگ لے جاتا ہوا بولا....

"ہوں.... ہوں.... ہوں...." کبڑا مربیانہ انداز میں ہنستا ہوا کہنے لگا۔ "کہو کہو میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں.... روشی نے مجھے تمہارے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے تم میرے بارے میں کسی بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو.... خیر.... ہاں کیا بات ہے؟"

"تم نے خیمسو کو.... گولی کیوں ماردی....؟"

"خخ.... خیمسو.... کیا مطلب....؟" کبڑا بوکھلا کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"بنو مت پیارے.... میں نے اس کی ٹانگ توڑ دی تھی.... جان سے نہیں مارا تھا...."

"پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو.... کیا یہ اسی خیمسو کا تذکرہ ہے.... جو اکثر گاؤں پر ڈاکہ ڈالتا رہتا ہے....!"

"ہوں...." عمران نے طویل سانس لی۔ "خیر آؤ.... میں تمہیں دکھاؤں!"

وہ اسے خیمسو کی لاش کے قریب لایا.... الاؤ کی روشنی میں اس کا چہرہ صاف نظر آرہا تھا۔

"یہ.... یہ خیمسو ہے۔" کبڑا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "کتنا ڈراؤنا ہے۔"

"تم نے پہلی بار دیکھا ہے!" عمران نے پوچھا۔

"قطعی.... اوہ ہٹو یہاں سے.... مرجانے کے بعد بھی دہلائے دے رہا ہے کمبخت....!" کبڑے نے کہا اور خیمسو کی لاش کے پاس سے ہٹتا ہوا بولا۔ "پھر کیا ہے مزے کرو.... پندرہ ہزار تمہارے ہیں.... مگر کس نے مارا.... کیا ہز ہائی نس نے۔ مجھے ان کے پاس لے چلو....!"

عمران نے متفکرانہ انداز میں سر کو خفیف سی جنبش دی اور نینا کو غار میں واپس چلنے کا اشارہ کیا۔ کبڑا نینا کے پیچھے تھا اور عمران اس کے پیچھے۔ غار میں پہنچ کر کبڑے نے اور زیادہ حیرت ظاہر کی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"ہز ہائی نس کہاں ہیں....؟"

"پتہ نہیں۔ ہم تینوں تو کئی دن سے ان جنگلوں میں بھٹک رہے ہیں!" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "خیمسو کے آدمیوں نے ہمارے کیمپ پر فائرنگ کی تھی۔ اندھیری رات میں ہم

سب تتر بتر ہو گئے۔ بقیہ لوگوں کا کیا حشر ہوا۔ ہم نہیں جانتے۔۔۔۔!"

"خدا کا شکر ہے!" کبڑے نے ٹھنڈی سانس لی۔ "میرے سر سے الزام تو ٹلا۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔؟" عمران نے حیرت ظاہر کی۔

"ہز ہائی نس نے پولیٹیکل ایجنٹ سے شکایت کی ہے کہ میرے شکاریوں نے ان کے کیمپ پر فائرنگ کی اور اس کے بعد ان کے کچھ آدمی لاپتہ ہو گئے۔۔۔۔"

نینا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ عمران نے آنکھ مار کر اسے روک دیا کبڑا ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"میں ہز ہائی نس کا نمک خوار رہ چکا ہوں!" وہ تھوڑی دیر بعد مغموم لہجے میں پھر بولا۔ "مجھے بے حد رنج تھا۔ شدید الجھن۔۔۔۔ کہ آخر انہوں نے میرے متعلق ایسا کیوں سوچا۔۔۔۔!"

"لیکن خمیسو کی کنپٹی میں کس نے گولی ماری؟" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

"اے۔ مت الو بناؤ۔۔۔۔!" کبڑا ہنس پڑا۔ "تم نے اسے چھوڑ دیا ہوگا بہت خطرناک آدمی ہو۔ میں سب جانتا ہوں۔۔۔۔ چلو تمہارے کارناموں میں ایک کا اور اضافہ ہوا۔۔۔۔ ابھی اس کی لاش جیپ پر لادے لیے چلتے ہیں۔"

"مگر تم اس وقت یہاں کیسے؟"

"مقدرات۔۔۔۔!" کبڑا ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "زندگی کی یکسانیت سے اکتا کر ان اطراف میں نکل آیا تھا۔ راستہ بھول گیا۔۔۔۔ یہاں روشنی نظر آئی۔ سمجھا کوئی گاؤں ہوگا۔ گاڑی ادھر لایا۔۔۔ تو یہ۔۔۔۔ مگر تم کہتے ہو کہ تمہیں بھی راستہ معلوم نہیں۔ اوہ۔۔۔۔ یہ کون ہے۔۔۔۔؟"

وہ بے ہوش ٹونی کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔۔۔۔

"شیخو۔۔۔ ہز ہائی نس کا ایک شکاری۔۔۔۔" عمران بولا۔ "خمیسو نے اسے اٹھا کر پھینک دیا تھا۔"

"میرے خدا۔۔۔۔" کبڑے کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "اور تم نے اسے جان سے مار ڈالا۔۔۔ یار غضب کے آدمی ہو! مگر ہز ہائی نس کو دھوکا کیوں دے رہے ہو مستری زادہ بن کر۔۔؟"

وہ ہنسنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی عمران بھی ہنس رہا تھا۔ بالکل احمقانہ انداز میں۔۔۔۔

"تمہیں بھوک لگی تھی!" نینا عمران کو مخاطب کر کے غصیلے لہجے میں بولی اور عمران کو بال بچے داری کا سا لطف آ گیا کیونکہ نینا کا لہجہ کسی زوجہ مادر نما کا سا تھا۔۔۔!

"بھوکا تو میں بھی ہوں محترمہ نسیم النساء خاتون!" کبڑے نے کہا۔

پھر انہوں نے ساتھ ہی کھانا کھایا۔ اس دوران میں موضوع گفتگو خمیسو ہی رہا تھا۔ کچھ دیر بعد شیخو کراہا۔ نینا اس کے پاس پہنچ گئی۔ ہوش آ گیا تھا اور وہ ہولے ہولے کراہ رہا تھا۔ پھر وہ اٹھ

بیٹھا اور جیسے ہی کبڑے پر نظر پڑی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ تیور بڑے خراب تھے۔ لیکن عمران کو ہنستے دیکھ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ پھر وہ تلے ہوئے پرندوں کی خوشبو پر نتھنے بھی سکوڑنے لگا۔

"ہمموں بھکان ہیں بٹیا۔۔۔!" اس نے منہ چلا کر کہا۔ پھر اس طرح چونک پڑا جیسے کوئی بہت اہم بات یاد آ گئی ہو۔۔۔!

"او۔۔۔۔ سردا۔۔۔۔ کہاں گوا؟" اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں عمران سے پوچھا۔

"اللہ میاں کھیاں!" عمران نے بڑے خلوص سے جواب دیا۔

"مار ڈالیو۔۔۔!" شیخو اچھل پڑا۔۔۔ اور عمران اثبات میں سر ہلا کر کبڑے کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔ لیکن کبڑا جلدی سے بولا۔ "تم اپنے معاملات نہ چھیڑ دینا۔۔۔۔ کہیں تنہائی میں گفتگو ہو گی۔۔۔ مگر روانگی کیسے ہو۔۔۔۔ اب اس وقت کہاں بھٹکتے پھریں گے۔ صبح ہی پر رکھو۔۔۔۔ روشی تم سے بہت خفا ہے۔"

"روشی کون۔۔۔۔؟" نینا نے عمران کو گھور کر دیکھا۔۔۔۔!

"کیوں پیارے تم نے سب کے سامنے ہی شروع کر دیں وہ باتیں۔" عمران نے بائیں آنکھ دبا کر کبڑے سے کہا اور پھر نینا سے بولا۔ "میری اکلوتی خالہ ہے!"

نینا کے چہرے پر تشویش کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔۔۔۔

"یہ شاید شیخو ہے۔۔۔۔!" کبڑے نے شیخو کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"ہاں بھوتنی کے تم ہمکا کاہے پچھیو۔۔۔۔! ساید سکھیو ہے!" اس نے منہ ٹیڑھا کر کے تلخ لہجے میں کہا۔

کبڑا ہنسنے لگا۔ نینا بھی ہنس پڑی تھی اور عمران تشویش کن انداز میں شیخو کی طرف دیکھ رہا تھا۔

عمران رات بھر نہیں سویا۔ وہ کبڑے کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔۔۔۔ کبڑا رات خراٹے لیتا رہا۔۔۔ شیخو اور نینا کی نیندیں اکھڑی اکھڑی سی رہی تھیں۔۔ اور نینا تو تین بجے ہی اٹھ بیٹھی تھی۔

"تم سوئے نہیں۔۔۔۔؟" اس نے عمران سے پوچھا اور عمران نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

دونوں باہر آئے۔ چاروں طرف لامتناہی سناٹا بکھرا ہوا تھا۔ آسمان میں ہلکے بادل تھے۔۔۔۔ چاند کی ہلکی ہلکی روشنی میں یہ سناٹا بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔

"اسے ہرگز نہ معلوم ہونے پائے!" عمران نے سرگوشی کی۔ "یہ معاملہ تم اپنے ہی تک رکھو گی کہ کبڑے نے ہی خمیسو سے حملہ کرایا تھا۔۔۔۔؟"

"ہرگز نہیں۔۔۔۔ میں تو اس کی ہڈیاں تڑوا دوں گی۔۔۔۔!"

"کیا فائدہ ہوگا۔ کوئی بھی یہ بات ثابت نہ کر سکے گا کہ اسی نے حملہ کرایا تھا کیونکہ خمیسو مر چکا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کبڑے ہی نے اسے گولی مار دی۔ اب اسے قطعی نہ معلوم ہونا چاہئے کہ خمیسو ہمیں سب کچھ بتا چکا ہے.... شاباش اچھی لڑکی.... ورنہ میرا کھیل بگڑ جائے گا.... اگر اسے معلوم ہوگیا تو پھر ہم کبھی ان جنگلوں سے باہر نہ نکل سکیں گے....!"

نینا کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر بولی۔ "ہاں یہ تو ٹھیک ہے!"

وہ پھر خاموش ہوگئے۔ آخر تھوڑی دیر بعد نینا ہی بولی۔ "تمہارا اس کا کیا معاملہ ہے....؟"

"ہے ایک معاملہ....!"

"روشی کون ہے؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

عمران نے ایک طویل سانس لی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "کسی زمانے میں میری سیکرٹری تھی اب رانی ساجد نگر کی سیکرٹری ہے۔"

"تم نے میرے باس سے جھوٹ کیوں بولا تھا....؟"

"وقتی طور پر کسی ٹھکانے کی تلاش تھی.... اور میرا ساتھی ملک کا سب سے بڑا سائنسٹ ڈاکٹر داور تھا.... نام سنا ہی ہوگا...."

"نہیں....!" نینا کے لہجے میں حیرت تھی....

"ہاں.... وہ ڈاکٹر داور ہی تھا جو وہاں سے بھی غائب ہوگیا۔" عمران بولا۔ "لیکن تم اپنے باس کو کچھ بھی نہیں بتاؤ گی.... اچھی لڑکی....!"

"نہیں بتاؤں گی.... مگر....!"

"کچھ نہیں.... ایسا کر کے تم.... ملک و قوم کے لیے بھی ایک بڑا کارنامہ انجام دو گی عورتیں پیٹ کی ہلکی ہوتی ہیں نا.... اس لیے اتنی سی بات کو بھی کارنامہ ہی کہنا پڑے گا....!"

نینا کچھ نہ بولی۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ٹھنڈی سانس لے کر پوچھا۔ "یہاں سے گلو خلاصی کے بعد تم کہاں جاؤ گے....؟"

"خدا جانے...." عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"یہ دن جو ہم نے جنگلوں میں گذارے ہیں ان کے متعلق کیا خیال ہے۔"

"اگر کوئی لاکھ روپے بھی دے تو دوبارہ اس قسم کے دن گذارنے کی ہمت نہ کر پاؤں گا۔"

"مجھے تو بڑا مزہ آیا...."

"خمیسو والا واقعہ بھی شامل ہے نا اس مزے میں!" عمران نے کسی جلے تن بڑھیا کے انداز میں پوچھا۔

نینا ہنسنے لگی.... اس نے خمیسو کی لاش پر نظر ڈالی جو اب بھی وہیں پڑی تھی.... ایک سرد سی لہر اس کے سارے جسم میں دوڑ گئی اور وہ سچویشن یاد کر کے ایک بار پھر اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے....!

"یہ عورتیں میری سمجھ میں آج تک نہ آسکیں۔" عمران بڑبڑایا۔ "دن بھر بچوں کے کان کھینچتی ہیں کہ فضول خرچی اور چٹور پن سے باز آئیں.... لیکن خود سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر ٹھیلے والے سے آلو چھولے خریدتی ہیں اور کھاتی ہیں نگوڑ ماریاں....!"

"کیا موقع تھا اس بات کا۔" نینا جھنجھلا گئی۔

"اب موقعے کا انتظار کون کرتا پھرے.... یہاں تو جب بھی جو کچھ ذہن میں آیا الفاظ میں ڈھل گیا....!"

"شادی ہو چکی ہے تمہاری....؟" نینا نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں ہوئی تو اب ہو جائے گی۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "کیونکہ اب مجھے نوکری بھی مل گئی ہے.... کاؤبوائے سوٹ میں کیسا لگوں گا...."

"مت بور کرو!" نینا نے کہا اور غار کے دہانے کی طرف مڑ گئی....

دوسری صبح وہ وہاں سے چل پڑے۔ کبڑے کی جیپ خمیسو کے ٹھکانے سے تھوڑے ہی فاصلہ پر موجود تھی۔ بدقت تمام وہ خمیسو کی لاش جیپ تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔

"مگر....!" کبڑا تشویش کن لہجے میں بولا۔ "ہم راستہ کیسے تلاش کریں گے۔"

"پٹرول کی کیا پوزیشن ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"وہ تو بہت ہے...." کبڑے نے جواب دیا۔ پھر پوچھا۔ "کیا یہ لاش ہز ہائی نس کی خدمت میں پیش کی جائے گی....؟"

"ضروری نہیں ہے۔" عمران نے جواب دیا۔

کبڑا خود ہی جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔ وہ کچھ دیر تک ادھر ادھر بھٹکتے پھرے پھر یک لخت کبڑے نے گاڑی روک کر اپنا منہ پیٹنا شروع کر دیا اور استفسار پر بولا۔ "اندھیرے میں پچھلی رات عقل خبط ہوگئی تھی.... ارے یہ سیدھا راستہ ساجد نگر ہی کی طرف تو جاتا ہے۔"

"ہم ساجد نگر نہیں جائیں گے۔" نینا نے جھلا کر کہا۔ اور ٹونی نے بھی اس کی تائید کی۔

"تو پھر.... میں تو یہاں سے ہز ہائی نس کی شکاری کوٹھی تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ راستہ ہی نہیں جانتا.... البتہ یہ ممکن ہے کہ پہلے ساجد نگر چلو.... وہاں سے انتظام کر دیا جائے گا۔"

"ہم ساجد نگر نہیں جائیں گے.... سمجھے تم!" نینا آنکھیں نکال کر عمران سے بولی

"سن رہے ہو پیارے!" عمران نے کبڑے کا کوبڑ سہلاتے ہوئے کہا۔

"بد ظنی.... بد ظنی....!" کبڑا دردناک لہجے میں بولا۔ "دنیا میں کوئی بھی مجھ سے خوش نہیں ہے۔ لوگ میرے متعلق ہمیشہ شکوک و شبہات میں مبتلا رہتے ہیں.... خیر میں کوئی صورت نکال لوں گا۔ مگر یہ لاش....!"

"میرا خیال ہے کہ تم اسے ساجد نگر کے پولیس اسٹیشن پر پہنچا دینا.... کہہ دینا کہ تم نے ہی اسے گھیر کر مارا تھا...." عمران نے کہا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" نینا جھلا گئی۔ "ایسا نہیں ہو سکتا تم نے اسے زیر کیا تھا۔ چاہتے تو تم ہی اسے گولی مار سکتے تھے....!"

بات بڑھ گئی اور یہاں بھی کبڑے کو ہی ہار ماننی پڑی۔ یہی طے پایا کہ لاش سب سے پہلے نواب صفدر جنگ کے سامنے پیش کی جائے۔

ایک جگہ کبڑے نے جیپ روکی اور سڑک کے کنارے لگا دی۔

"یہ کچا.... راستہ.... بائیں جانب سیدھا کوٹھی کی طرف جائے گا.... میں وہاں نہیں جا سکوں گا.... اب تم لوگ کسی بیل گاڑی کا انتظام کرو...."

"کیا مطلب....!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"ہم سب سمجھت ہے.... یا حرامی ایسے نامانی۔" شیخو ٹونی نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اس کی نال کبڑے کی گدی پر رکھ دی اور اس پر کسی قدر زور صرف کرتا ہوا بولا۔ "چلو بڈا کوٹھی کیت نہیں تو بھیجا بہائے دیبے!"

"یہ کک.... کیا بد تمیزی ہے....!" کبڑا جھلائے ہوئے انداز میں اپنی سیٹ پر کسمسایا۔

"مجبوری ہے!" عمران مایوسانہ لہجے میں بولا۔ "اس سنکی سولجر کو سمجھا لینا میرے بس میں بھی نہیں ہے۔"

کبڑے نے جیپ کچے راستے پر موڑ دی.... اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ صفدر جنگ کی شکاری کوٹھی پر جا پہنچے.... صفدر جنگ اس وقت کمپاؤنڈ ہی میں تھا کبڑے کو دیکھتے ہی ہولسٹر پر ہاتھ ڈالا۔ لیکن عمران دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر چیخا۔ "نہیں باس.... یہ بے قصور ہے! اصل مجرم کی لاش میں ساتھ لایا ہوں...."

صفدر جنگ نے خمیسو کی لاش دیکھی اور فرط مسرت سے اچھل پڑا۔ عمران کو گلے لگا کر پیٹھ ٹھونکتا ہوا بولا۔ "یہ کام کیا ہے تم نے۔ میں بہت خوش ہوں تم سے لیکن یہ کم بخت ہمارے پیچھے کیوں پڑ گیا تھا؟"

کوئی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر کبڑے نے بڑے کڑوے کسیلے لہجے میں کہا۔

"اچھا یور ہائی نس اب اجازت دیجئے! شاید میری طرف سے کبھی آپ کا دل صاف نہ ہو سکے۔"

"اس اونٹنی پر لعنت بھیج دو، تو میں پھر تمہیں خوش آمدید کہوں گا۔" صفدر جنگ بولا۔

"دل کے ہاتھوں مجبور ہوں سرکار!" کبڑے نے ٹھنڈی سانس لی اور جیپ اسٹارٹ کر کے اسے کمپاؤنڈ کے پھاٹک کی طرف موڑ دیا....!

O

اسی دن عمران کی قیادت میں مقامی پولیس نے خمیسو کے اڈے پر چھاپہ مارا۔ اس کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی نہ مل سکا تھا.... پولیس پارٹی کے انچارج نے بھی یہی بتایا کہ وہ اپنے آدمیوں سے الگ رہتا تھا اور اس کے کسی آدمی کو بھی اس کی قیام گاہ کا علم نہیں تھا۔

غار سے کافی اسلحہ برآمد ہوا.... بیٹری سے چلنے والا ایک ٹرانسمیٹر بھی تھا۔ ساخت جرمن تھی۔ اسے دیکھ کر عمران کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں....!

اس نے اسے اٹھایا اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ پھر تفہیمی انداز میں سر کو خفیف سی جنبش دی۔ پولیس پارٹی کا انچارج کہہ رہا تھا۔ "بڑا مشکل ہے کہ اب اس کے ساتھیوں کا پتہ لگ سکے۔"

"تھوڑی محنت کرنی پڑے گی....!"

"میں نہیں سمجھا....!"

عمران نے کبوتروں کے پنجرے کی طرف دیکھا۔ ایک کبوتر اس وقت بھی موجود تھا۔ تب اس نے انہیں بتایا کہ خمیسو کس طرح اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کرتا تھا۔

"کبوتر کا تعاقب تو مشکل ہو گا ان گھنے جنگلوں میں!" انچارج متفکرانہ انداز میں بولا۔

"میں بھی ایک کبوتر ہی کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا...."

انچارج تیار تو ہو گیا لیکن اس کی آنکھوں سے بے یقینی جھانک رہی تھی۔ عمران نے کبوتر کو پنجرے سے نکال کر اڑا دیا.... اور پولیس کے کئی پھرتیلے نوجوان اس کے پیچھے دوڑ پڑے....!

عمران سوچ رہا تھا کہ نامہ بر رکھنے کا مطلب یہی ہے کہ وہ ٹرانسمیٹر ساتھیوں سے رابطہ قائم کرنے کے لیے نہیں تھا۔ پھر اس کا کیا مصرف تھا....؟

"تم واقعی بہت گہرے آدمی ہو۔" صفدر جنگ عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر مسکرایا "کچھ دن تو ٹھہرو گے نا میرے ساتھ.... لیکن ڈاکٹر کو اور کہاں تلاش کرو گے۔ مجھے سخت شرمندگی ہے کہ اتنے گریٹ آدمی کی کچھ خاطر نہ کر سکا.... میں کیا کرتا تم نے ڈھونگ ہی ایسے پھیلائے تھے۔ پہلے ہی سچ کیوں نہ بولے تھے۔"

"تقاضائے مصلحت.... جناب....!"

"آخر کبڑے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے....!"

"بے حد خطرناک آدمی ہے.... کسی غیر ملک کا ایجنٹ ہے.... لیکن پہلے اسے ثابت کرنا پڑے گا۔"

"ہو سکتا ہے!" صفدر جنگ سر ہلا کر بولا۔ "جنگ عظیم سے چند سال پیشتر لاپتہ ہو گیا تھا جنگ ختم ہونے پر.... پھر دکھائی دیا تھا۔ کچھ دن میرے ساتھ بھی رہا تھا۔"

"اس کے دوسرے اعزہ کہاں مل سکیں گے؟"

"دوسرے اعزہ!" صفدر جنگ نے قہقہہ لگایا۔ "شاید وہ باپ کا نام بھی نہ بتا سکے۔"

"اوہ....!" عمران پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔

پولیس پارٹی کا انچارج بھی کبوتر کے تعاقب میں جا چکا تھا۔ اب وہاں صفدر جنگ، عمران، شارٹی، ہارڈی اور ٹونی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ نینا آج کی مہم میں شریک نہیں ہوئی تھی....

وہ ایک چٹان پر بیٹھ گئے۔ مطلع ابر آلود تھا.... موسم خوشگوار تھا۔

ہائے بیون.... کھمیسو.... تم مار ڈالیو اوہ کا۔" شیخو عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ہمکا تو سردا ہس لکائے دہس رہے مانو کرچ کا گیندا....!"

شارٹی اور ہارڈی ہنسنے لگے....!

"کبڑا ہمیشہ سے پراسرار رہا ہے!" صفدر جنگ بولا۔ "حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک کئی زبانوں کا ماہر ہے.... لل۔ لیکن وہ یہاں کیسے آ پہنچا تھا۔"

"پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ راہ بھٹک گیا تھا....!"

"میں یقین نہیں کر سکتا!" صفدر جنگ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ خیمسو سے اسی نے ہم پر حملہ کرایا تھا.... ورنہ اس طرح گھیرتے پھرنے کا کیا مطلب تھا۔ اگر صرف خیمسو کا معاملہ ہوتا تو کیمپ کو لوٹ کھسوٹ کر اپنی راہ لیتا.... میرے آدمیوں کو کئی دن تک جنگل میں گھیرتا کیوں؟"

عمران نے سوچا صفدر جنگ عقل سے بالکل ہی پیدل نہیں ہے۔ کافی دور تک سوچ سکتا ہے۔

"پھر کہو باس! یہی حرامی رہا ہوئی!" ٹونی سر ہلا کر بولا۔ "اب کے ملا تو سردا تو نواد بائے دیب.... اوہ کی مہتاری کا.... ڈیم بلاڈی باسٹرد والا۔"

پھر بات آگے نہ بڑھی۔ عمران بڑھانا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اسے اب ڈاکٹر داور کی فکر تھی.... وہاں سے وہ پھر شکار والی کوٹھی میں واپس آ گئے تھے۔ شام کو اطلاع ملی کہ پولیس پارٹی نے کبوتر کا

کامیاب تعاقب کیا تھا۔ خیمسو کے سارے ساتھی گرفتار کر لیے گئے تھے....!

عمران کی خواہش تھی کہ خیمسو کے غار میں پائے جانے والے ٹرانسمیٹر پر اس کا قبضہ ہوتا لیکن چونکہ تلاشی کے وقت پولیس بھی موجود تھی اس لیے یہ کسی طرح بھی ممکن نہ ہوا۔

رات ہوتے ہی دوسری مہم شروع ہوئی۔ عمران صفدر جنگ کو پہلے ہی یقین دلا چکا تھا کہ کوٹھی کے فرش کے نیچے تہہ خانے موجود ہیں۔ صفدر جنگ تو پہلے ہی تلاش کر ہارا تھا۔ اب عمران کی باری تھی۔ پوری عمارت میں صرف لائبریری ہی کا فرش ایسا تھا جہاں تہہ خانے کے راستے کی موجودگی کے امکانات تھے۔ یہاں فرش پر دو دو مربع فٹ کے سفید اور سیاہ ٹائیل لگائے گئے تھے... عمران انہیں ٹھونکتا بجاتا پھر رہا تھا.. لیکن کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ نینا اس مہم میں شریک تھی۔ صفدر جنگ بھی تھا۔ اس کے دوسرے ملازمین بیرونی کمپاؤنڈ میں رنگ رلیاں منا رہے تھے!

"نہیں یہاں تہہ خانے نہیں ہو سکتے....!" صفدر جنگ بڑبڑایا اور نینا عمران کی طرف دیکھنے لگی.... جو ایک اسٹول پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

"تمہارے آتے ہی کتنے ہنگامے اٹھے ہیں۔" نینا نے مسکرا کر بڑے پیار سے کہا۔

اور عمران چونک کر اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگا جیسے نیند سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہو۔

"جاسوس کا پٹھا ہے نا۔" صفدر جنگ نے قہقہہ لگایا۔ "رحمان بھی بہت بڑا جاسوس ہے جب ہم دونوں آکسفورڈ میں پڑھتے تھے.... ہاہا.... کیا زمانہ تھا.... وہ امتحان کے پرچے آؤٹ کر لیتا تھا.... اتنی صفائی سے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی تھی۔"

عمران نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور پھر سنجیدہ ہو کر بولا۔ "ان کی بھلی چلائی.... وہ تو میرا پرچہ بھی قبل از وقت ہی آؤٹ کر دینا چاہتے تھے.... اللہ نے بڑی خیر کی۔ جی ہاں۔"

"کیا مطلب....!" صفدر جنگ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"جی وہ.... یعنی کہ...." عمران شرما کر اپنی انگلیاں مروڑنے لگا.... چہرہ سرخ ہو گیا تھا.... اور بڑی بڑی پلکیں شرم کے بوجھ سے جھکی پڑ رہی تھیں....

"یعنی.... یعنی کیا جلدی بکو...."

"مم۔ میری۔ شش شادی... کر دینا چاہتے تھے۔" عمران نے کہا اور اٹھ کر لائبریری سے باہر بھاگ گیا۔ نینا ہنس رہی تھی اور صفدر جنگ کسی ہونق کی طرح آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم ہنس رہی ہو۔" وہ جھلا کر دہاڑا۔ "میں پوچھتا ہوں.... آخر یہ کس قسم کا گدھا ہے۔"

"مم.... میں کیا جانوں۔" نینا بوکھلا گئی۔

"نہیں تم تو رہی ہو کئی دن تک اس کے ساتھ...."

"خود میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے.... خدا کی پناہ.... جب وہ خمیسو سے لڑ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پاگل ہو گیا ہو.... ٹونی کو خمیسو نے پہلے ہی ہلے میں کسی کھلونے کی طرح اُچھال پھینکا تھا.... لیکن یہ....!" نینا نے آنکھیں بند کر لیں۔

"ہوں۔ تو اچھا.... بات کروں رحمان سے....!"

"جج.... جی.... میں نہیں سمجھی....!"

"تمہارے لیے یہ لڑکا مجھے بہت پسند ہے....!"

"میں فضول باتیں نہیں پسند کرتی باس!" نینا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم ساری زندگی تو اس طرح نہیں گذار سکتیں.... آخر سلطانہ، دِرشہوار، نازلی سبھی کی شادیاں ہوئی تھیں.... اب تم بھی بوجھ معلوم ہونے لگی ہو....!"

"میں شادی نہیں کروں گی۔ میرے خیال سے تو اب آپ میری بھی تنخواہ لگا دیجئے۔"

"بکواس ہے۔" صفدر جنگ سنجیدگی سے نرم لہجے میں بولا۔ "شادی تو کرنی ہی پڑتی ہے۔ جو نہیں کرتے وہ آوارگیوں میں پڑ جاتے ہیں۔ عورتیں ہوں یا مرد....!"

صفدر جنگ اٹھا اور خود بھی باہر نکل گیا.... عمران پورچ میں کھڑا سوچ رہا تھا۔ صفدر جنگ نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ...!" اور وہ ایک دور افتادہ کمرے میں آئے... صفدر جنگ چند لمحے عمران کے چہرے پر نظر جمائے رہا پھر پوچھا۔ "نینا پسند ہے۔!"

"بب.... جج.... ہپ!" عمران سچ مچ بوکھلا گیا۔

"میں نے اسے بیٹیوں کی طرح پالا ہے اور اس کی حفاظت کی ہے.... مجھ پر بار ہے.... کیا خیال ہے تمہارا...."

"خیال نہایت معقول ہے!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "لیکن شاید میری شادی کبھی نہ ہو سکے....!"

"کیوں؟"

"میں ذیابیطس کا مریض ہوں آئے دن طرح طرح کے ظلم ہوتے رہتے ہیں مجھ پر.... ابھی کچھ ہی دن ہوئے والد صاحب اپنے پیر صاحب سے کلونجی پکوا کر لائے۔ مجھے کھلانی چاہی میں نے طبی نکتہ نظر سے انہیں سمجھانا چاہا۔ بگڑ گئے.... کہنے لگے اب گھوڑوں کو کھلائی جاتی ہے تو ان کی ٹانگیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔ چپ چاپ قائل ہو جانا پڑا.... کھائی جناب کلونجی۔ شام ہی سے خون کا پیشاب شروع ہو گیا اور اب بھی وہی عالم ہے۔" عمران خاموش ہو کر دردناک انداز میں کراہا۔

"بے شک کلونجی گھوڑوں کے لیے بے حد مفید ہے...." صفدر جنگ نے کہا۔ "میں بھی اپنے گھوڑوں کو کھلاتا ہوں!"

"ہے نا!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "اچھا آئیے... اب میں آپ کو تہہ خانے کا راستہ دکھاؤں!"

"تلاش کر لیا!" صفدر جنگ کے لہجے میں حیرت تھی۔ وہ نینا والا معاملہ قطعی بھلا کر عمران کے ساتھ چلنے لگے اور پھر لائبریری ہی میں آئے۔ نینا اب بھی وہیں تھی۔

"یہاں۔" صفدر جنگ نے حیرت سے کہا۔ "یہاں تو تم پہلے بھی دیکھ چکے ہو!"

"دیکھ کر.... ذرا تازہ ہوا لینے باہر چلا گیا تھا۔ خیر ہاں تو اب دیکھئے پہلے مجھے مایوسی ہی ہوئی تھی لیکن اب میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ یہاں تہہ خانے موجود ہیں اور کسی قسم کے میکنزم پر ان کا انحصار ہے۔"

"بقول رشید احمد صدیقی لونڈے بھی ہو اور مسخرے بھی۔"

"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے!" عمران نے کہا اور ایک میز کمرے کے وسط میں دھکیل لایا۔ اب وہ اس پر ایک کرسی رکھ رہا تھا۔

"چھت میں تلاش کرو گے تہہ خانہ۔" صفدر جنگ حقارت آمیز ہنسی کے ساتھ بولا۔

"بس دیکھتے جائیے!" عمران نے کہا۔ وہ اب کرسی پر تھا اور اس کا داہنا ہاتھ چھت سے لٹکے ہوئے فانوس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

نینا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور صفدر کی طرف دیکھنے لگی۔ عمران فانوس پر ہاتھ ڈال چکا تھا۔ ایک کھٹکا ہوا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کسی چلتے ہوئے گراموفون کا اسپرنگ ٹوٹ گیا ہو۔

کمرے کے ایک گوشے کا ایک ٹائیل زمین میں دھنس کر نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

صفدر جنگ اسی جانب جھپٹا لیکن عمران نے فوراً ہی آواز دی۔ "ٹھہرئیے...."

پھر وہ تینوں بہ آہستگی فرش کی دو مربع فٹ والی خلا کے قریب پہنچے.... اندر تاریکی تھی.... کمرے کی روشنی بھی اس تاریکی پر اثر انداز نہ ہو سکی....!

O

کبڑا سوئنگ چیئر پر بیٹھا آگے پیچھے جھول رہا تھا۔ قریب ہی رانی کھڑی اس کے لیے شرابیں مکس کر رہی تھی۔ وہ زیادہ تر کاک ٹیل ہی پیتا تھا....

"سنا تم نے ڈارلنگ۔" کبڑے نے گنگناتی ہوئی آواز میں کہا۔ "عمران نے خمیسو کو مار گرایا....!"

"کیسے....!" رانی متحیرانہ انداز میں مڑی۔

"خمیسو کو.... اس رات صفدر جنگ کے کیمپ پر خمیسو ہی نے حملہ کیا تھا۔ تین چار دن تک اس کے چند آدمیوں کو جنگل میں گھیرتا پھرا تھا۔ انہی لوگوں میں عمران بھی تھا۔"

"اوہ.... تو پھر کیا ہوا....؟"

"مار دیا.... عمران نے اسے.... پہلے ٹانگ توڑی.... پھر گولی مار دی....!" کبڑے نے فخریہ لہجے میں کہا۔ جیسے اپنی اولاد کا کارنامہ بیان کر رہا ہو۔

"عمران نے.... ارے اس پاگل نے...."

"پاگل" کبڑا ہنس پڑا۔ "ارے وہ پاگل کب تھا....!"

"تم کتنی جلدی بدل جاتے ہو۔" رانی جھلا گئی۔ "کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ وہ پاگل ہے میں تو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں تھی...."

"غلط.... فہمی.... غلط فہمی!" کبڑا ہنستا ہوا بولا۔ "رحمان والا واقعہ میں نے تمہیں بتایا ہی تھا۔ صاحبزادے اب تک اسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ میں کسی قسم کا کوئی غیر قانونی کام کر رہا ہوں۔"

"اوہ۔ تو وہ بنا ہوا پاگل تھا اور یہاں سراغ رسی کے لیے آیا تھا۔"

"تم بھول رہی ہو! آیا نہیں تھا بلکہ لایا گیا تھا۔ میں لایا تھا اسے....!"

"کیوں لائے تھے....!"

"تاکہ رحمان ہی کی طرح وہ بھی اطمینان کر لے۔"

یک بیک رانی کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ تھرتھری پڑ گئی سارے جسم میں اور کبڑا اسے غور سے دیکھنے لگا....

"تم بالکل گدھے ہو.... بالکل.... اس وقت میرا جی چاہتا ہے کہ سچ مچ تمہیں پیٹ ڈالوں۔ اب یہ وقت آ گیا ہے کہ سرکاری جاسوس محل میں داخل ہو کر کسی کی ٹوہ میں رہیں۔ میں نہیں برداشت کر سکتی۔ ہرگز نہیں برداشت کر سکتی.... ابھی پولیٹیکل ایجنٹ کو فون کرتی ہوں!"

"ڈارلنگ.... ڈارلنگ...." کبڑا گھگھیایا۔

"کچھ نہیں! میں کچھ نہیں سنوں گی.... دیکھوں گی اس ڈائریکٹر جنرل کو.... اور اس کے بیٹے کو بھی.... کیا سمجھ رکھا ہے ان ڈائریکٹروں نے.... آزادی کیا ملی کمینوں کی بن آئی۔ کوئی ڈائریکٹر جنرل بن رہا ہے.... کوئی سیکرٹری بن رہا ہے....!"

"چچ چچ ڈارلنگ۔ ایسا نہ کہو۔ رحمان کا سلسلہ نسب براہ راست چنگیز خاں سے جا ملتا ہے۔"

"دیکھوں گی چنگیز کے بچے کو۔ میرا بھی سلسلہ نادر شاہ درانی تک پہنچتا ہے.... اب میں کچھ نہ سنوں گی!"

"صفدر کہہ رہا تھا میری دوست کو بھی نوکری دلوا دیجیے۔"

"بس خاموش رہو! ورنہ سبھوں کو نکال باہر کروں گی.... تمہاری وجہ سے اب میری توہین ہونے لگی ہے۔"

یک بیک کبڑا بیحد سنجیدہ نظر آنے لگا۔ آنکھوں سے غم انگیز نرماہٹ جھانکنے لگی اور وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا "ٹھیک کہتی ہو! میں واقعی بڑا ذلیل اور کم بخت ہوں.... مجھے کم از کم تمہاری پریسٹیج کا ضرور خیال رکھنا چاہئے.... لیکن طبیعت سے مجبور ہوں.... خیر منہ کالا کروں گا اپنا.... ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں....!"

پھر وہ آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت سے ٹک گیا رانی اسے گھورتی رہی.... آنکھیں اب بھی غصیلی تھیں.... لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کے خدوخال میں نرمی آتی گئی اور اب اس کے دیکھنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی فکرمند ماں اپنے شریر بچے کو دیکھتی ہے....

دفعتاً کبڑا اٹھ گیا....!

"کہاں چلے....؟" رانی بھی اس کے ساتھ ہی اٹھتی ہوئی بولی۔

"جہاں قسمت لے جائے...." کبڑے کی آواز گلوگیر تھی۔

"تم نہیں جا سکتے ھمبی ہرگز نہیں جا سکتے۔" رانی اس کے دونوں شانے پکڑتی ہوئی بولی۔

"میرا دل ٹوٹ گیا ہے۔"

"تم سمجھتے کیوں نہیں!" رانی کے لہجے میں رو دینے کا سا انداز تھا۔

"نہیں سمجھ سکتا.... اپنی افتادِ طبع سے مجبور ہوں۔ مجھے باندھ کر کہیں بٹھا دو۔ تین دن میں ٹی بی ہو جائے گی۔"

"اچھا میں اب کچھ نہیں کہوں گی....!"

"مجھے تمہاری پریسٹیج کا خیال ہے....!"

"جہنم میں گئی پریسٹیج...."

"میں نہیں رک سکتا.... جاؤں گا۔ ضرور جاؤں گا۔" وہ اپنے شانے چھڑا کر دروازے کی طرف بڑھا۔

"ھمبی.... ھمبی....!" رانی گھٹنوں کے بل زمین پر گری اور اس کے پیر پکڑ کر بلبلا اٹھی۔ "میں مر جاؤں گی.... اگر تم چلے گئے۔ معاف کر دو۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر دو میں تمہارے لیے ساری دنیا سے جنگ کروں گی۔"

کبڑا جہاں تھا وہیں تنا کھڑا رہا اور رانی اس کے پیر پکڑے روتی رہی.... اب تو اس شدت

سے زور ہی تھی کہ پورے الفاظ بھی زبان سے نہیں نکل رہے تھے....!

O

"آپ دونوں یہیں ٹھہریئے!" عمران نے صفدر جنگ سے کہا۔ "میں نیچے جارہا ہوں۔"

"نہیں ہم سب چلیں گے....!"

"کھیل نہ بگاڑیئے میرا....!"

"آخر یہ سب کیا ہے....؟"

"بعد میں بتاؤں گا۔ میں بہت دنوں سے کبڑے کے پیچھے ہوں۔ وہ ایک ملک دشمن اور انتہائی خطرناک آدمی ہے...."

"میں تمہیں تنہا کسی خطرے میں نہیں پڑنے دوں گا! سمجھے صاحبزادے!"

عمران نے سوچا۔ واقعی یہ جھکی کھیل بگاڑ دے گا۔ فی الحال تہہ خانے کا راستہ بند کر دو۔ پہلے اسے ڈھرے پر لاؤ.... احتیاط ضروری تھی....

وہ صفدر جنگ اور نینا کو دہانے کے قریب ہی چھوڑ کر فانوس کی طرف جھپٹا اور پھر وہ دونوں تہہ خانے کا راستہ بند ہوتا دیکھتے رہے۔

صفدر جنگ کے استفسار پر عمران بولا۔ "ابھی مناسب نہیں ہے۔ رات ڈھلنے دیجئے۔"

"فانوس میں کیا ہے؟" صفدر جنگ نے پوچھا۔

"فانوس چھت میں مستقل طور پر فکس ہے۔ نچلے حصے سے ایک تار اوپر تک گیا ہے۔ یہ تار قطعی غیر ضروری ہے۔ عمارت کے کسی کمرے میں فانوس نہیں دکھائی دیئے لیکن یہاں موجود ہے۔ لہٰذا اس کی طرف توجہ مبذول ہو گئی.... پھر اس میں بھی ایک غیر ضروری تار.... اسی تار کو کھینچنے سے راستہ بنتا ہے۔"

"لیکن تہہ خانے میں کیا ہوگا؟" صفدر جنگ نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"کچھ دیر بعد دیکھ ہی لیں گے۔ فکر مت کیجئے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔

پھر جب رات ڈھلے بالکل سناٹا چھا گیا۔ عمران نے صفدر جنگ کو مطلع کئے بغیر لائبریری کی راہ لی۔ دوبارہ تہہ خانے کا راستہ پیدا کیا اور ایک چھوٹی سی ٹارچ کی روشنی تاریک خلاء میں ڈالی دو فٹ نیچے سیڑھیاں نظر آئیں۔ وہ بے جھجک نیچے اترتا چلا گیا.... یہاں گہری تاریکی تھی اور کسی قسم کی آواز نہیں سنائی دیتی تھی.... اب وہ محتاط ہو کر ٹارچ روشن کرنا چاہتا تھا.... بڑی دیر تک ایک ہی جگہ کھڑے رہ کر سن گن لیتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھا....

ٹارچ کی محدود روشنی اندھیرے میں چاروں طرف چکراتی رہی.... عمران نے یہاں اتنے ہی کمرے شمار کیئے جتنے اوپر تھے...اور پھر کچھ دیر بعد وہ چپ چاپ اوپر واپس آ گیا۔ اب وہ صفدر جنگ کی خواب گاہ کی جانب جارہا تھا۔ اسے جاگتے ہی پایا۔ وہ بہت ہی مضطرب نظر آرہا تھا۔

جیسے ہی وہ دونوں خوابگاہ سے باہر آئے دوسری راہداری میں نینا سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ وہ شاید اسی فکر میں تھی کہ کہیں وہ دونوں اسے نظر انداز کر کے اکیلے ہی تہہ خانے میں نہ اتر جائیں....!

"تم جاگ رہی ہو ابھی!" صفدر جنگ نے اس سے پوچھا۔

"مجھے دیکھنا ہے کہ ان حضرت نے اب کون سا بڑا تیر مارا ہے....!"

عمران خاموش ہی رہا۔ صفدر جنگ نینا کو بھی ساتھ لے چلنے پر معترض نہیں ہوا تھا۔ وہ تینوں بعافیت تہہ خانے میں اتر گئے....!

"اب آیئے! میں آپ کو اپنے چچا جان سے ملاؤں!" عمران نے آہستہ سے کہا اور انہیں ایک ایسے کمرے کے سامنے لایا جس کے دروازے میں سلاخیں لگی ہوئی تھیں اور وہ کسی جیل ہی کی کوٹھری معلوم ہوتی تھی۔ عمران نے اندر ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ سامنے ہی ڈاکٹر داور فرش پر بے خبر سو رہے تھے۔

سلاخوں دار دروازہ مقفل تھا....!

"قفل توڑ دو....!" صفدر جنگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں سرکار...." عمران سر ہلا کر بولا۔ "ابھی بہت کچھ باقی ہے پہلے اسے بھی دیکھ لیجئے اور یہاں کی کسی چیز کو بھی ہاتھ لگائے بغیر چپ چاپ واپس چلئے!"

"کیوں؟"

"بحث بعد میں کروں گا!" عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب گھسیٹتا ہوا بولا۔

اور پھر تو صفدر جنگ کی آنکھیں حیرت سے پھیل کر رہ گئیں۔ کئی کمرے مختلف قسم کے اسلحہ جات سے پٹے پڑے تھے۔ ٹامی گنیں، برین گنیں، دستی بم، ہلکی مشین گنیں وغیرہ.... رائفلوں کا شمار ہی نہیں تھا.... صفدر جنگ کے جسم میں تھرتھری پڑ گئی اور عمران اسے بدقت تمام تہہ خانے سے واپس لایا۔ نینا کا چہرہ بھی زرد تھا۔ آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا.... وہ پھر صفدر جنگ کی خواب گاہ میں آئے۔

صفدر جنگ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اب کیا ہوگا۔"

"مکان آپ کا ہے کوئی بھی اسے تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوگا کہ آپ تہہ خانوں کے وجود سے لاعلم تھے۔ کبڑے کے خلاف ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ وہ سب کچھ اسی نے اکٹھا کیا ہوگا۔"

”پھر بتاؤ.... میں کیا کروں....“ صفدر جنگ ایک کرسی میں گرتا ہوا نحیف آواز میں بولا۔ اس کے پورے چہرے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں نظر آ رہی تھیں۔

”فی الحال خاموشی اختیار کیجئے۔ یہ بات ہم تینوں سے آگے نہ بڑھنے پائے کسی کو یہ بھی نہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم تہہ خانے تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔“ عمران نے کہا اور پھر کمرے کی فضا پر بوجھل سا سکوت طاری ہو گیا۔

”اب آپ لوگ آرام کیجئے۔ میں پھر تہہ خانے میں جا رہا ہوں۔ نکاسی کا دوسرا راستہ بھی تلاش کروں گا۔“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”دوسرا راستہ!“ صفدر جنگ نے حیرت سے کہا۔ اس وقت اس کا ”کاؤ بوائے“ پن بالکل رخصت ہو چکا تھا۔ اسمارٹ نس کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ وہ تو اس وقت ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی طویل بیماری سے حال ہی میں نجات پائی ہو....!

”ہاں.... دوسرا راستہ بھی!“ عمران بولا۔ ”کیونکہ کسی دوسرے راستے کے بغیر تہہ خانوں کا کوئی مصرف نہیں رہ جاتا.... میرا دعویٰ ہے کہ یہ راستہ کوٹھی سے باہر نکلتا ہوگا....!“

پھر عمران انہیں تحیر زدہ چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا....

O

صفدر بڑی الجھنوں میں تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے وہ کبڑے کے پیچھے کیوں لگایا گیا تھا؟.... اسی لیے نا کہ اس کے خلاف کسی قسم کے ثبوت فراہم کرے لیکن کیا وہ اب تک اس کی کسی غیر قانونی حرکت سے واقف نہیں ہو سکا تھا دارالحکومت میں اسے شبہ ہوا تھا کہ وہ کوئی بہت بڑا اسمگلر ہے۔ لیکن جب یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ رانی ساجد نگر کا شوہر ہے تو اس کے سارے تزک و احتشام کا بھی جواز پیدا ہو گیا تھا۔ رہی غیر متوازن طرز زندگی کی بات تو اس کے لیے دنیا کا کوئی قانون اسے کسی قسم کی سزا نہیں دے سکتا تھا....

تو پھر وہ اب تک جھک ہی مارتا رہا تھا۔ خواہ مخواہ جولیا کو بھی بلوا بیٹھا تھا اور وہ ہر وقت دماغ چاٹتی رہتی تھی۔ بار بار استفسار کرتی کہ اسے کیوں بلوایا گیا ہے۔

روشی البتہ مگن تھی کیونکہ اس کا راز تو ظاہر ہی ہو چکا تھا۔ دن رات کبڑے کے ساتھ کلیلیں کرتی پھرتی....

کبڑے نے تو جولیا کو بھی ڈھب پر لانے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے زیادہ لفٹ ہی نہیں دی۔ رانی نے صفدر سے کہا ضرور تھا کہ جولیا کو یہاں سے ہٹا دے لیکن پھر اپنی تجویز واپس لے لی

تھی۔ اندر ہی اندر جو کچھ بھی ہوا ہو۔ صفدر کو وجہ نہیں معلوم ہو سکی تھی۔

اس وقت دن کے گیارہ بجے تھے اور صفدر اپنے کمرے میں تنہا بیٹھا بور ہو رہا تھا.... دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی....

”آ جاؤ....!“ صفدر نے جھنجھلا کر کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے تعظیم کے لیے اٹھ جانا پڑا۔ کیونکہ دروازے کو دھکا دے کر اندر آنے والا ہمبگ دی گریٹ تھا۔

وہ آ کر ایک آرام کرسی میں ڈھیر ہو گیا صفدر نے محسوس کیا کہ آج کچھ فکر مند سا نظر آ رہا ہے۔!

”کیا میں فکر مندی کی وجہ پوچھ سکوں گا یور ایڈیو سنکریسی!“ صفدر نے کچھ دیر بعد کہا۔

کبڑے نے کشیدہ ابروؤں کے ساتھ اسے دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔ صفدر اسے متحیرانہ دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ پہلے کبھی وہ اتنا فکر مند نظر نہیں آیا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ ”کچھ پلاؤ....!“

”یہاں سادہ پانی کے علاوہ اور کچھ نہ ہو گا یور ایڈیو سنکریسی....!“

کبڑے نے اس طرح گھور کر دیکھا جیسے اس نے کوئی بات اس کی شان کے خلاف کہہ دی ہو.... لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ قینچی کی طرح چلنے والی زبان آج نہ جانے کیوں جنبش کرنے میں بھی کاہلی محسوس کر رہی تھی....

کچھ دیر بعد وہ پھر صفدر کو گھورتا ہوا بولا۔ ”میں نے تم کو کیوں ملازم رکھا تھا؟“

”ایک آدمی کو قتل کرنے کے لیے....“

”لیکن تم نہیں کر سکے....!“

”ملا کب تھا....“

”مجھے معلوم ہے کہ محکمہ سراغرسانی بھی اس کی تلاش میں ہے۔“ کبڑے نے کہا۔ اور پھر کچھ سوچنے لگا۔ کمرے پر خاموشی مسلط تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر بولا۔ ”بہر حال تم نے ابھی تک میرے لیے کچھ بھی نہیں کیا۔“

”اس کے علاوہ اور کیا فرمایا تھا سرکار نے جو میں نے نہیں کیا۔“

”خیر کوئی بات نہیں.... آج رات کو تیار رہنا ایک خاص قسم کی مہم در پیش ہے۔“

”مہم کی نوعیت کیا ہو گی۔ بتا دیجئے تاکہ اسی کی مناسبت سے تیاری کی جائے۔“

”نوعیت کی فکر نہ کرو.... مردے نہیں ڈھونے پڑیں گے۔“

”اس کے لیے بھی تیار ہوں سرکار!“

”تمہاری دوست کہاں ہے؟“

''ہو گی کہیں....'' صفدر نے لاپروائی سے کہا۔

''بڑے خوش نصیب ہو!'' کبڑا ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ ''ارے وہ تو آئس کریم ہے آئس کریم....!''

''میں نے کبھی غور نہیں کیا.... ضرورت بھی کیا ہے!''

O

رات تاریک تھی۔ آسمان گہرے بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس لیے سنسان راہیں تاروں کی چھاؤں سے بھی محروم ہو گئی تھیں....

صفدر اور ہمبگ جیپ میں سفر کر رہے تھے۔ صفدر کو علم تھا کہ کبڑا پوری طرح مسلح ہے....

''کیا خیال ہے۔ یورا ایڈیو سنکریسی۔'' صفدر نے پوچھا۔ ''ٹھائیں ٹھوئیں کی نوبت بھی آ جائے گی یا نہیں....''

''کیوں؟'' کبڑا چونک پڑا۔ وہ خود ہی جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔

''بس یونہی پوچھ لیا تھا۔ کوئی خاص بات نہیں۔ ویسے میری انگلی ٹریگر پر چلنے کے لیے بہت دنوں سے بے چین ہے....''

کبڑے کی ''ہوں'' کافی طویل تھی.... پھر راستہ خاموشی سے طے ہوتا رہا صفدر کے لیے منزل نامعلوم تھی۔ اس کے پوچھنے پر بھی کبڑے نے کچھ نہیں بتایا تھا....

کچھ دیر بعد کبڑے نے جیپ ایک ویرانے میں روک دی۔ چاروں طرف جھاڑیاں اور چھوٹی موٹی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ وہ دونوں گاڑی سے اتر آئے پھر کبڑا ایک جانب چل پڑا۔ صفدر اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ اس نے اپنی پتلون کی جیب تھپتھپائی ریوالور موجود تھا اور کسی لمحہ بھی آتشیں نغمہ سنانے کے لیے باہر نکل سکتا تھا....!

پھر وہ کچھ اونچی چٹانوں کے درمیان ایک تنگ سے درے میں داخل ہوئے.... یہاں کبڑے نے ٹارچ روشن کر لی....!

تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ پیدل چلتے رہے! کبھی کھلے میں نکل آتے اور کبھی پھر دشوار گذار راستوں سے گذرنا پڑتا۔ بالآخر ایک جگہ کبڑے نے رک کر چاروں طرف ٹارچ گھمائی۔ روشنی کا دائرہ اندھیرے کا سینہ چاک کرتا پھرا.... یہ جگہ بھی اونچی نیچی چٹانوں سے بھری پڑی تھی....

اب وہ ایک غار کے تنگ سے دہانے میں قدم رکھ رہے تھے.... ٹارچ نہ ہوتی تو ایک قدم چلنا بھی محال ہو جاتا۔ کیونکہ غار کی تاریکی بے داغ تھی۔

پھر ذرا ہی دیر بعد صفدر پر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا کیونکہ اب وہ کسی تہہ خانہ میں کھڑے تھے۔ ٹارچ کی روشنی کا دائرہ ایک ایسے دروازے پر رکا تھا جس میں سلاخیں لگی ہوئی تھیں....

''یہ ریاست کا ایک قیدی ہے!'' کبڑا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ وہ سلاخوں دار دروازے کے قریب پہنچ چکے تھے اور ٹارچ کی روشنی سلاخوں سے گذر کر کمرے کے اندر پہنچ رہی تھی۔ سامنے ہی ایک آدمی نظر آیا جو پالتھی مارے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ ٹارچ کی روشنی سے چندھیا کر اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ہر چند کہ بڑھے ہوئے شیو نے چہرے کو بدہیت بنا دیا تھا۔ لیکن صفدر کو پہچان لینے میں دشواری نہ ہوئی یہ ڈاکٹر داور تھے۔

''یہ ریاست کا قیدی ہے اسے یہاں سے دوسری جیل میں منتقل کرنا ہے۔'' کبڑے نے کہا۔

''چھوٹتے ہی تو حملہ نہ کر بیٹھے گا....'' صفدر نے پوچھا۔

''نہیں.... خطرناک آدمی نہیں ہے۔'' کبڑے نے کہا اور جھک کر قفل میں کنجی لگانے لگا۔

اس نے ٹارچ بجھا کر صفدر کے ہاتھ میں دے دی تھی قفل کھل کر فرش پر گرا.... دروازہ دھکیلے جانے کی آواز اندھیرے میں گونجی اور کبڑے نے سرگوشی کی ''ٹارچ روشن کرو۔''

لیکن قبل اس کے کہ وہ ٹارچ کا بٹن دباتا.... تیز قسم کی روشنی میں نہا گیا۔ ساتھ ہی گرجدار آواز سنائی دی۔ ''اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!''

روشنی سرچ لائٹ کی تھی۔ دونوں بوکھلا کر مڑے اور ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ چند ملٹری آفیسر انہیں گھیرے ہوئے نصف دائرے میں کھڑے تھے اور ان کے ہاتھ میں ٹامی گنیں تھیں۔ ان کے قریب ہی عمران کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''ہائیں.... یہ کیا!'' کبڑے نے صفدر سے کہا۔ ''ابے یہ تو نے مجھے کہاں لا پھنسایا وہ خوبصورت لڑکیاں کہاں ہیں؟''

''نہیں چلے گی بیٹا.... چاروں طرف سے جکڑ چکا ہوں!'' عمران نے قہقہہ لگایا۔ ''اب تم کسی طرح بھی نہیں بچ سکو گے۔ یہ ملٹری کی سیکرٹ سروس کے آدمی ہیں۔''

''میں کچھ بھی نہیں سمجھا برخوردار.... مم مگر تم یہاں کہاں.... کیا اب رنڈی بازی بھی شروع کر دی ہے۔'' کبڑے نے مسکرا کر کہا۔

''ہتھکڑیاں ڈال دو اس کے ہاتھوں میں....'' عمران غرایا۔

''ڈال دو۔'' کبڑا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ پھر جھلا کر صفدر کی طرف مڑا اور کہنے لگا۔ ''یہ کہاں لا پھنسایا تو نے مردود۔ کہاں ہیں وہ طرحدار رنڈیاں جن کی لالچ دلا کر مجھے یہاں لایا تھا....!''

''ہائیں....!'' عمران بھی صفدر کو گھور کر بولا۔ ''یہ تم نے رنڈیوں کی دلالی کب سے شروع

لر دی صاحبزادے' میں تمہارے والد صاحب کو ضرور خط لکھوں گا۔"

"کیا تم اسے جانتے ہو.....؟" کبڑے نے متحیر لہجے میں پوچھا۔

"کیوں نہیں.... اپنے ہی پیٹ کے کیڑے کو نہ جانوں گا۔" عمران نے کسی بڑھیا کے سے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب....؟"

"یہ سیکرٹ سروس کا ایک ممبر ہے پیارے بچہ شتر!"

"ڈ.... ڈوب گیا....!" کبڑا آگے پیچھے جھولتا ہوا بولا اور دھم سے.... اوندھے منہ فرش پر آگرا۔

"ٹامی گنوں کا رخ اس کی طرف کئے رکھو۔" عمران نے ملٹری آفیسرز سے کہا۔ "مکار اعظم ہے۔"

لیکن عمران کی ایک نہ چلی کیونکہ وہ آخری مکاری کے پینترے بھی دکھا ہی گیا تھا۔ گرتے گرتے جیب سے ایک شیشی نکالی تھی اور اوندھے گر کر اسے منہ میں الٹ لیا تھا۔ سب سمجھے کہ چکرا کر گر گیا ہے.... غشی طاری ہو گئی ہے۔

اب خالی شیشی اس کی مٹھی میں دبی ہوئی تھی اور سریع الاثر زہر اپنا کام کر چکا تھا.... یہ تھا ہز ایڈیو سنکریسی ہمبگ دی گریٹ کا انجام۔ یعنی جیتے جی اسے کوئی بھی ہاتھ نہ لگا سکا تھا۔

O

صفدر نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ رانی ساجد نگر کے محل میں بھی تہہ خانوں کے امکانات ہو سکتے ہیں۔ اس نے بتایا کہ پرانی عمارت میں کبڑے ہی نے ایک حصے کا اور اضافہ کرایا تھا.... لہٰذا عمران نے اس سلسلے میں پولیٹیکل ایجنٹ سے گفت و شنید کر کے تلاشی کا اجازت نامہ حاصل کر لیا تھا۔

اب صفدر کی قیادت میں محل کی تلاشی ہو رہی تھی اور عمران رانی کے ساتھ مغز پچی کر رہا تھا۔ وہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کبڑا بہت ناہنجار آدمی تھا۔

"کیا آپ کسی غدار کو برداشت کر سکتی ہیں؟"

"وہ غدار نہیں تھا۔" رانی سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔

"بہت بڑا غدار....! صفدر جنگ کے تہہ خانوں سے کچھ کاغذات بھی ملے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک غیر ملکی ایجنٹ تھا اور یہاں ایک مخصوص قسم کے انقلاب کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ڈاکٹر داور سے آپ واقف ہی ہوں گی وہ اس کی قید میں تھے جس ملک کا وہ ایجنٹ تھا اسی ملک سے ایک ایسا سیارہ چھوڑا گیا تھا۔ جس کے سگنل صرف اسی ملک کے مخصوص ریسیور ہی کیچ کر

سکتے تھے۔ بقیہ دنیا کے لیے وہ سیارہ قطعی بے آواز تھا۔ لیکن ڈاکٹر داور نے اپنے ٹیلیسکوپک کیمرے سے اس کی تصویریں اتار لی تھیں۔ ہمبگ نے وہ تصاویر حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کر دی ٹیلیسکوپک کیمرہ بھی اڑا دینا چاہتا تھا کیونکہ ویسا کیمرہ ساری دنیا میں صرف ڈاکٹر داور ہی کے پاس تھا۔ آپ جانتی ہی ہوں گی کہ وہ کتنے بڑے سائنٹسٹ اور ماہر فلکیات بھی ہیں۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ کوئی نامعلوم آدمی ان کی تجربہ گاہ کے گرد منڈلا رہا ہے تو انہوں نے کیمرہ اور اس سے لی ہوئی بے آواز سیارے کی تصاویر کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیں۔ پھر ہمبگ نے جھلا کر انہیں پکڑ ہی لیا اور ان پر تشدد کرتا رہا کہ وہ ساری چیزیں اس کے حوالے کر دیں۔ یہ بھی سنیئے کہ وہ اس غیر ملکی تنظیم کا سرغنہ تھا۔"

"وہ سب کچھ تھا مگر یہ بتاؤ کہ اب میں کیا کروں؟" رانی پھر بلک بلک کر رونے لگی اور تو اور روشی صاحبہ بھی سسکیاں لے رہی تھیں۔ ان کی آنکھیں بھی سرخ تھیں اور پلکوں پر ورم آ گیا تھا۔

عمران نے اسے علیحدہ لے جا کر پوچھا کہ آخر وہ کیوں رو رہی ہے۔

"بہت گریٹ آدمی تھا۔" روشی بولی۔ "ایک قابل رحم ہستی۔ اور۔ اوہ عمران وہ مر گیا۔ یقین نہیں آتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میری زندگی کا بھی کوئی گوشہ ویران ہو گیا ہو۔"

"ہائیں۔ ہائیں!" عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ "یہ تم کہہ رہی ہو.... تم....!"

"ہاں میں کہہ رہی ہوں اور جو کچھ بھی کہہ رہی ہوں وہ کسی مرد کی سمجھ میں کبھی نہیں آ سکتا۔"

عمران نے برا سا منہ بنا کر شانے سکوڑے.... اور پھر ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

O

کیپٹن فیاض اپنے آفس میں تنہا تھا۔ شام کے سات بج گئے تھے لیکن کام ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ دوسروں کو بھی وہ اپنے ساتھ الجھائے رکھنے کی کوشش کبھی نہیں کرتا تھا۔ اس کے سارے ماتحت جا چکے تھے۔ دفعتاً وہ چونک پڑا۔ کوئی ٹھنڈی سی چیز گدی سے آ لگی تھی۔

"چپ چاپ بیٹھے رہو۔" ایک غراہٹ بھی سنائی دی اور پھر بولنے والا اچھل کر سامنے پہنچ گیا۔ فیاض کو ایسا لگا جیسے کسی نے روح قبض کر لی ہو۔ پٹلو نرودا سامنے کھڑا تھا اور اعشاریہ چار پانچ کا خونخوار ریوالور اس کے ہاتھ میں ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے قدیم داستانوں کے کسی جادوگر کا طلسماتی ڈنڈا....

"کیسے مزاج ہیں پیارے کپتان صاحب!" اس نے مسکرا کر کہا اور ریوالور فیاض کے سامنے میز پر ڈالتا ہوا بولا۔ "آج میں خود ہی گرفتار ہونے کے لیے آیا ہوں۔ کبڑے کا انجام تو تمہیں

معلوم ہو ہی گیا ہو گا۔"

"مم ہپ...." فیاض ہکلایا۔

"ہتھکڑیاں منگوائیے۔ سرکار۔ سوچ کیا رہے ہیں؟" اس بار اس کی آواز سن کر فیاض اچھل ہی پڑا اور دونوں ہاتھوں سے آنکھیں مل مل کر اسے گھورنے لگا....

"تت.... تم.... ہو....!"

"ہاں میری جان...." پٹلو نرودا نے اپنے چہرے سے پلاسٹک کا وہ خول اتارتے ہوئے کہا۔

"میں ہوں تمہارا ادنیٰ خادم علی عمران ایم ایس سی پی ایچ ڈی (آئس کریم)

"لل۔ لیکن"

"پٹلو نرودا پتہ نہیں کب کا مر کھپ گیا ہو گا.... جنگ عظیم کے دوران جو جہاز غرق ہوا تھا اس میں وہ بھی تھا.... لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ پٹلو نرودا کے ساتھ ایک کبڑا بھی تھا یہ دونوں جرمنی کے لیے کام کرتے تھے.... جب روس اور جرمنی کی ٹھن گئی تو کسی بات پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا تھا جو اتنا بڑھا کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے اور کبڑا روسیوں سے جا ملا۔ پھر جب وہ مجھے یہاں نظر آیا تو میں نے بعض نشانیوں کی بناء پر اسے پہچان لیا پھر بھی مجھے یقین کر لینے کے لیے کوئی جواز نہ تھا۔ دفعتاً پٹلو نرودا کی سوجھ گئی کبڑے نے مجھے دیکھا اور بھڑک گیا ایک فائر بھی کیا تھا مجھ پر لیکن میں بچ گیا.... اس دن کے بعد سے وہ پھر میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ لیکن سیکرٹ سروس کے بعض جیالوں نے اسے پھر سے ڈھونڈ نکالا۔ سنا ہے کہ اس کیس میں سیکرٹ سروس کا چیف تمہارے محکمے سے بھی تعاون کر رہا ہے.. کہو ساجد نگر کے محل میں کیا رہا!"

"وہ.... وہاں...." فیاض تھوک نگل کر بولا۔ "محل کی نئی عمارت کے نیچے بھی تہہ خانے ملے ہیں.... ڈھیروں اسلحہ.... کاغذات اور نہ جانے کیا کیا.... رانی نے زہر کھا لیا تھا.... لیکن بروقت طبی امداد پہنچ گئی.... سنا ہے اس کی حالت ابتر ہے.... جب بھی ہوش آتا ہے "ھمبی.... ھمبی...." چیخنے لگتی ہے....!"

عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلایا....!

﴿تمام شد﴾